3181

شرح الاذکار

ہر ایک مسلمان کے لئے

سیفی

معذرت

پندرہ سال کی سخت کوشش کے بعد سارے صدمات اور خطرات سر لیکر یہ نوبت آئی تھی کہ ایک چیز دیدہ وروں کی نگاہوں تک پہنچاؤں۔ اس کتاب پر ڈیڑھ ہزار روپے سے زیادہ خرچ کئے۔ اب ڈیڑھ سال کے جانکاہ انتظار کے بعد سامنے آئی ہے تو غلطیوں اور کمزوریوں سے مملو ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جس رفیق کے حوالے یہ کام کیا تھا اُسنے خود غرضی اور بے پروائی برتی حسب نیت طباعت نہ ہوئی اسلئے انتہائی افسوس کے ساتھ ناظرین سے معافی چاہتا ہوں کہ غلطیوں اور طباعت کی خامیوں کا خیال نہ کریں۔ اگر دوسرا ایڈیشن کا موقع مل گیا تو یہ کوتاہیاں دور کر دیجائینگی اُمید ہے کہ اتنی خامیوں پر بھی غور سے پڑھنے والے مطالب پر پہنچ جائینگے۔ معذرت طلب ہوں کہ ملامت کی جگہ مجبور سمجھا جاؤں اسلئے کہ فریب خوردہ ہوں اور اسلئے بھی کہ اہلِ تصنیف اور اہلِ قلم کے ساتھ ظلم و جور ہوتے چلے آئے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں"

عذر خواہ بہ غمزہ مصنف

Marfat.com

Marfat.com

تعارف

مجبورِ عشق ہوں نہیں بنتی کہے بغیر
پھر اُن کو حال زار سنانے چلا ہوں میں

(سیفی)

عمر میں بعض حادثات ایسے رونما ہوتے ہیں کہ حساس طبیعتوں پر نہ مٹنے والا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ خاص کر وہ واقعات جو زندگی کی صلاحیتوں کا شیرازہ بکھیر کر یک جہتی کو فنا کر دیں۔ حال اور مستقبل کی بہبودی کو مصائب میں الجھا کر مشکلات بڑھا کر عزائم و مقاصد کی برکت سے بہرہ اندوز نہ ہونے دیں۔ بلندی کی امیدوں کو مایوسی میں الجھا دیں، جوہر اور صلاحیت کو صبر و قناعت میں دبا کر تیروں کو گوند سے چپکا دیں۔ رائے کی ہم آہنگی سے جو بہتری ابھارے لے رہی ہو وہ سرد ہو جائے۔ اور پھر انفرادی کوشش سے متوقع وجاہت رونمائی نہ کرے ان کا کیا پوچھنا ہے۔ جن کی زندگی سراسر حادثات کا مجموعہ ہو۔ جھٹکے کھائے ہوں ناکامیاں دیکھی ہوں۔ یکسوئی اور آرام سے محروم رہ کر مسلسل مصائب جھیلے ہوں۔ سکون کے ایک لمحے کو ترس ترس کر زندگی کے سانس پورے کئے ہوں۔ ہر قسم کے رنج و غم سے گذرے ہوں۔ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ جن کا دماغ چونک جاتا ہے۔ تکلیفوں سے ٹکرا ٹکرا کر آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ نگاہ تیز ہو کر حقیقتیں جھنجھوڑنے لگتی ہے۔ حالات و واقعات کا احتیاط سے جائزہ لیتے رہتے ہیں۔ ہر گذرے پر اچھلتے ہیں سوچتے ہیں۔ نتائج پر پہنچتے ہیں۔ اپنی اور دوسروں کی بھیڑ چال پر حیران ہوتے ہیں۔ پھر جب بے چینی دور کرنے کے لئے کچھ کہتے ہیں۔ تو انہیں دنیا کے کرو کر لپٹ جاتے ہیں۔ یہ لوگ بہت قابل رحم ہوتے ہیں۔ جب ہم عصر جھٹلاتے

Marfat.com

ہیں۔ تو طبیعت کو سمجھا کر مستقبل کی امید پر قلم گھسماتے ہیں۔ اور مایوس سے ہو کر غالب مرحوم کی طرح سر کو جھٹکا دے کر کہہ دیتے ہیں :-

شہرت شعرم بگیتی بعد من خواہد شدن

ان کی دور رس نگاہ وقتی شور و شر سے مایوس نہیں ہوتی۔ لکھے جاتے ہیں اور بے خبر ہلکی نگاہوں کو حقارت سے ٹھکراتے جاتے ہیں۔ غرض حادثات ہی ہیں۔ جو بے فکری کو فکر اور بے شعوری کو شعور دیتے ہیں۔ عقل تیز ہوتی ہے۔ تجربہ بڑھتا ہے۔

میرے بھائی جب ۱۹۰۱ء میں بہائی ہوئے ہیں۔ اُس وقت میں بارہ تیرہ سال کا تھا۔ اب تک یاد ہے کہ خبر سن کر بہت دنوں افسردہ رہا تھا۔ اکثر نوعمری میں سوچا کرتا تھا کہ ان کے کافر ہونے اور اسلام چھوڑنے کا کیا سبب ہے۔ اسلام میں کیا کمزوری ہے۔ کیوں وہ اسے چھوڑ کر بہائیت میں جا پڑے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ گھبرا کر ہاتھ اٹھا دیتا تھا اور دعا مانگنے لگتا تھا کہ پروردگار! یہ کیا بھید ہے۔ یہ اختلافات کیسے ہیں۔ مجھے ان جھگڑوں سے بچا کر سچائی دکھا۔ ان مختلف راہوں میں سیدھا راستہ بتا۔ اس حادثے کے بعد جو صعوبتیں آئیں۔ انہوں نے شوق تجسس کو بیدار کر دیا۔ مخالفتیں دیکھیں۔ ہنگامے دیکھے۔ نفرت اور عداوت کی آندھیوں سے گزرا۔ وقت ابتدائی تلخیوں کے ساتھ گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ چند سال کے بعد ان حالات کے ساتھ خانگی حالات بھی بدل گئے۔ سب ذمے داریوں میں لپٹ گئے تھے۔ خلوص کے اوراق میں خود غرضی اور رشک و حسد کے جھونکوں سے شکنیں پڑنے لگیں۔ لالچ نے یک جہتی کی مٹھاس میں نفع پرستی کا زہر گھول دیا۔ یگانگت کا شیرازہ جو شکوہ شکایت سے کمزور پڑ چکا تھا مایوسی کی ضربوں سے بکھر گیا۔ آخر کار میں نے بھی جنس اُخوت پر آنسو بہا کر ہمیشہ کے لئے گھر کو خیرباد کہہ دی اور مشکلات و آفات کو صبر و شکیب کے ساتھ کندھے پر اٹھا لیا۔

یہ طالب علمی کا آخری زمانہ تھا جو احباب کی مخلصانہ دلجوئیوں سے ختم پر پہنچا۔ مذہبی حلقہ ذہن و دماغ میں پہلے ہی پیدا ہو چکا تھا۔ لیکن ابھی تک سارا حصہ طوقِ اعتقادیوں کے نیچے دبا ہوا تھا۔ پھر بھی راستی کی تلاش ابھرنے لگی تھی۔ حقیقت جوئی کی جرات کروٹیں بدل رہی تھی۔ اس لئے کہ مسدس حالی صحیفہ بن کر سات آٹھ سال جیب میں رہا تھا۔ اور اس کے مطالعے نے کمزور لمحوں تک پہنچا دیا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۶ء میں طالب علمی کی مصروفیت سے نجات ملی اور میں لاہور کے ادبی حلقے میں شریک ہونے کے بجائے ایک مخلص رفیق کے مشورے سے ملازمت

کی قید و بند میں آگیا۔ نوکری کے فرائض ادا کرنے کے بعد کافی وقت ملتا تھا پہلے اسلامی تاریخ کا عربی ذخیرہ دیکھا۔ پھر فارسی اور اردو کی جدید و قدیم تاریخوں پر نظر ڈالی جس سے مسلمانوں کے باہمی اختلافات کی بہت سی حقیقتیں سامنے آگئیں۔ متنازعہ فیہ واقعات کی اصلیت کھلی یک طرفہ فیصلے جو دل و دماغ میں بسے ہوئے تھے ہلکے پڑ گئے۔ واعظوں کی تلقینوں سے جو تنگ نظری خیالات میں رچی ہوئی تھی جاتی رہی۔ تاریخی حالات و واقعات کے ناقدانہ مقابلے نے میراث میں پہنچی ہوئی دلیلوں کو کھوکھلا کر دیا۔ اس محنت میں رفتہ رفتہ کچھ لذت سی آنے لگی۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کو بار بار محنت سے پڑھا۔ کوشش کی کہ اس کے احکام و اصول دماغ میں سما جائیں تعلیم کا مقصود مستحضر ہو جائے۔ معلومات کی لذت نے آگے بڑھایا۔ مروجہ مذاہب کو دیکھا۔ ان کے ارکان و اصول کو جانچا۔ اور احتیاط کے ساتھ مقابلہ کرنے سے اسلام میں اور ان میں نمایاں فرق نظر آنے لگا۔ اسلامی تاریخ نے تاریخ سے شغف پیدا کر دیا تھا۔ دوسری قوموں اور اور دوسرے ملکوں کی تاریخ دیکھی۔ جب روم و یونان کی تاریخ پر نظر پہنچی۔ تو ان کے حالات سے دلی لگاؤ پیدا ہو گئی۔ آرٹ کا شروع سے دلدادہ تھا۔ ان کے آرٹ اور علوم نے آنکھیں کھول دیں۔ مشرق کو ان کے مقابلے میں ہلکا پایا۔ رفتہ رفتہ موجودہ یورپ کے بارے میں معلومات بڑھیں ان کے متعلق اردو میں جو ذخیرہ تھا چیدہ چیدہ دیکھا۔ اہل ذوق سے بہت کچھ سنا۔ تلاش و تجسس کی لذت نے اس دائرے میں ایسا محصور رکھا کہ زر طلبی اور دنیا داری سے بھی دلچسپی نہ رہی۔ دماغ خیالات کی الجھن کو لپیٹ گیا۔ اور حقیقت کی تلاش نے کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔

یوں تو اسلام میں اسی وقت گھن لگ گیا تھا جب اس کے ہونہار تندرست تنے سے دو بڑی شاخیں بہت جلد پھوٹ نکلی تھیں۔ لیکن بعد میں ان دونوں سے جو کونپلیں ابھریں۔ انہوں نے اصلی نقش و نگار کو ہمیشہ کے لئے اپنی خیالی سرسبزی میں دبا لیا۔ اختلاف کی خلیجوں کو وسیع کر دیا۔ میرے لئے اسباب کا معلوم کرنا آسان کام نہ تھا تاہم حسب توفیق محنت میں لگا رہا۔ اور جب شیعہ خوارج کی باریک اور نازک لعنوں پر نگاہ پڑی۔ تو سخت حیرانی ہوئی۔ خوش فہمیوں کا تار و پود بکھر گیا۔ ایسی گمراہیاں نظر آئیں جن کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اسلام میں اور ان میں اتنا بعد پایا کہ کفر اور اسلام میں اتنا فاصلہ نہ دیکھا تھا۔ ان کی شاخیں کوڑیالے سانپوں کی طرح حسین اور رنگین تھیں۔ جن سے بے خبر بے حس کھیل رہے تھے۔ قرامطہ۔ اسماعیلیہ۔ واقفیہ۔ باطنیہ۔ صباحیہ سب خرافات

سے لبریز اور اسلام کی روشن خیالی سے محروم۔ تاہم ابھی تک جستجو کے باوجود بابیت اور بہائیت کی تفصیل نظر سے نہ گزری تھی۔ اس لئے کہ وہ تقیے اور اخفا کے اصول پر ہزار پردوں میں مستور تھی۔ آخر کار ۱۹۳۲ء میں ایک سرگرم بہائی مبلغ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے نیا اور نرم شکار سمجھ کر پنجے رکھنے شروع کئے۔ دست و پا کو ہلکے دئے اور خوش ہو کر دو تین ملاقاتوں میں بہت کچھ کہہ ڈالا۔ مجھے کتابوں کی جستجو تھی۔ مطالبہ کیا اور انہوں نے اقدس دکھانے کے بجائے اپنے طریق کے مطابق دو اک کتابیں دیں۔ ان پر جو گفتگو ہوئی اس سے اک دم چونک کر الاقدس کو حیل و حجت اور مختلف بہانوں سے بچا لیا۔ جس کو یہ لوگ قرآن کا جواب اور آسمانی کتاب سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے آکر قرآن اور ملت اسلامیہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ جب اس نے ہاتھ روک لیا اور ادھر سے ناامیدی ہو گئی تو میں نے وہی کتابوں کے نوٹ لے کر بہائیت پر تنقید لکھ ڈالی اور حقیقت سے آگاہ ہونے کے بعد تہیہ کر لیا کہ چاہے کتنی ہی ملامتیں آئیں اسلام اور مسلمانوں کو جن باتوں نے تباہ کیا ہے۔ وہ کھلے طور پر لکھ ڈالوں گا اور اس کام کے نتیجے میں ہر خمیازہ بھگت لوں گا۔ تحفہ عجم لکھے دیتیں ہو چکی ہیں۔ طباعت و اشاعت کا انتظام نہیں اور نہ معلوم کب ہو۔ نہ یہ اندازہ ہے کہ اشاعت کتنی ملامتیں جمع کرے گی۔ البتہ یہ تسکین ہے کہ بہائیت کے رگ ریشے دکھا دئے ہیں اور اہل نظر سے پسندیدگی کی امید ہے۔

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ کمزور جڑوں سے کمزور شاخیں نکلا کرتی ہیں۔ اسلام کا خاکہ جما لینے کے بعد کمزور جڑوں کے لئے ٹٹول ڈالے۔ اسلام کے اور اس کے اصول کا مقابلہ کیا۔ خامیاں ابھر کر سامنے آگئیں جن کو دیکھ کر حیرانی کے ساتھ غم بھی ہوا۔ تاہم واقف ہونے سے جو رہا سہا سرمایہ بھی جاتا رہتا ہے اور طبیعت اکھڑ کر اعتقادی گرفتوں سے بیزار ہو جاتی ہے مجھ پر ایسا اثر نہ پڑا یعنی جب کوئی تیز نظر انسان اپنے معتقدات کی کمزوری سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ تو ان کے ساتھ بنیادی اصول و ارکان بھی چھوڑ بیٹھتا ہے۔ اور مذہب سے نفرت ہو جاتی ہے۔ میں اس نتیجہ سے بچ گیا۔ اس لئے کہ اسلام کو اصول معیشت کا مجموعہ سمجھتا ہوں اور جانتا ہوں کہ زندگی گذارنے کے لئے بہر صورت قاعدے قانون کی ضرورت ہے۔ بالکل آزاد ہو کر یا شتر بے مہار بن کر جینا مشکل ہے۔ پاؤں تلے کی دلدل سے واقف ہونے کے بعد سارے جنگل سے بیزار نہ ہوا۔ بلکہ اس سے نکل کر خشک جگہ پر آکھڑا ہوا۔ خوش اعتقادی تو نہ رہی۔ لیکن خالص اسلامی اخلاق و معاملات کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ کوشش کی کہ روزمرہ

Marfat.com

کے عمل کو اس کے رنگ میں رنگ لوں۔ اس لیے کہ مذہب کا مدعا اعمال و افعال کو ٹھیک کرنا ہے۔ جو مذہب انسان کی اصلاح کر کے عمل کو درست نہ کرے روزمرہ کے معاملات نہ سنوارے وہ مذہب نہیں فریب ہے۔ صرف عبادتوں ریاضتوں سے دنیا کے معاملات کی راہ نہیں بدلتی۔ عوام کی بدنیتی کا پالنہ نہیں پلٹتا۔ نیکی درستی اعمال کی نیکی ہے باقی رہی ریاضت کی نیکی روحانیت کے خواب اور نجات کی فکریں دوزخ و جنت اور حور و غلماں کا آمد رفت وہ محض ذہنی بہلاوے اور دماغی سہارے ہیں۔ عمل میں خدا کی خوشنودی بھی ہے اور معاملات کی درستی بھی ہے خدا کی توحید اور رسول کی رسالت کے اقرار کے بعد معاملات کی درستی مذہب کا حاصل ہے۔ مذہب میں انسان پڑ کے جنجال بڑھانے سے حقیقت گم ہوتی ہے۔ اور خیالی دلدل میں پھنس جانے سے دنیا کے کاروبار ہلکے پڑ جاتے ہیں۔ بزرگان دین کی خوشنودی مزاج رہ جاتی ہے جس سے سوائے ذلت و حقارت کے پلے میں کچھ نہیں رہتا۔ غالب قوم کی ٹھوکریں ہی رہ جاتی ہیں۔

ان حالات سے واقف ہونے کے بعد عہد کیا تھا کہ جو کچھ دیکھا ہے۔ صاحبان بصیرت کو دکھاؤں گا۔ لیکن ملازمت کی غلامی، کثرت عیال کی مشکلات، وقت کی صعوبت اور پیہم انقلابات۔ نے ارادہ پورا نہ ہونے دیا۔ ورنہ ۱۹۴۷ء کے فتنے سے پہلے کئی چیزیں نگاہوں تک پہنچ جاتیں جو بیدار ہو چکے ہیں دیکھ لیتے اور جو بے خبر ہیں واقف ہو جاتے۔ مگن تھا کہ مجھ نا معلوم زاویہ خمول میں پڑے ہوئے بے حیثیت انسان کی کوئی ایک آدھ بات کسی حساس کو چونکا دیتی۔ اور موجودہ تاریخ و ادب کی کمزوریاں سامنے آکر امید دلاتیں اسلام کا اساسی و اولی۔ فرقہ پرستی نگاہوں سے گرتی اور کوئی کلمہ گو اسلام کی یک جہتی کا قائل ہو جاتا۔

شاید کوئی یہ خیال کرے کہ ان باتوں سے جن کو تحقیق کہا جاتا ہے کیا حاصل ہے۔ سرسید کی اصلاحیں، حالی کی مدوجزر اکبر الہ آبادی کی چوٹ چیلا ہیں مقتدر لیڈروں کی کوششیں انقلابات کے تھپیڑے تباہی و بربادی کے نظارے مسلمانوں کو بیدار کر کے اکٹھا نہ کر سکے۔ تیرہ سو سال کی تلقینیں نہ بدل سکیں۔ تو یہ چند اشارے کیا انقلاب پیدا کر دیں گے۔ یہ کتابی چٹکیاں کس کو بدل دیں گی۔ صدیوں کے اختلافات جو دینی معتقدات بن کر رگ و پے میں سرایت کر چکے ہیں کس طرح دور ہو جائیں گے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ مجھ جیسے گمنام آدمی کی بڑبڑاہٹ نقار خانے میں طوطی کی آواز ہے خاص کر ایسی حالت میں جبکہ اتنی باتوں میں سے ابھی تک ایک حرف بھی کسی کے

Marfat.com

کانوں تک نہیں پہنچا اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس محنت کا نتیجہ کیا ہے لیکن امید عجیب چیز ہے دلا سے دے کر کام کرائے جاتی ہے۔ اور اچھے نتیجے کے منظر دکھاتی رہتی ہے۔ یہی سہارے ہیں کہ محض امید موہوم پر ملامتیں جمع کرنے کا سامان مہیا کئے جا رہا ہوں۔ کچھ 'پیغام ہوش' سے آچکی ہیں اور باقی بھی ان ذخیروں سے آجائیں گی۔ تاہم یہ عام دستور رہے کہ انسان اپنی معلومات دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہلکی ہوں یا بھاری۔ اپنی تلاش بھاری ہی جچا کرتی ہے۔ یہ بھی نہیں کہ بھاری ہی کہیں۔ ہلکے بھی کہہ ڈالتے ہیں۔ بعض وقت گمنامیوں کی معمولی گفتگو بھی مقبول ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ اور ایسا ہی ہوتا رہے گا۔

جب یورپ نے کروٹیں لیں یعنی عروج کی تھیں تو مذہبی طبقے ہی میں سے لوگوں نے باہر نکل کر پہلے رسم و رواج اور مذہبی خرافات کے خلاف محاذ قائم کیا تھا۔ اصلاح و تہذیب کے واسطے نہ صرف ملامتیں جمع کی تھیں بلکہ دردناک عذاب سہے تھے۔ اپنی تحقیق کے صلے میں تنوروں اور چتاؤں میں پھونکے گئے تھے آخر کار ان کی ہی قربانیاں پھل لائیں اور عذاب دینے والے ناکام رہے۔ ان کے ہی ایثار سے دنیا کی بنیاد نئے اصول پر قائم ہو گئی۔ ایران کے استبداد اور شخصی حکومت کی روک تھام میں بھی پچھلی صدیوں میں قلم نہ رکے۔ اہل نظر نے بہت کچھ کہا اور لکھا۔ لیکن وہ اکثر اوپری باتیں تھیں۔ یہی حال ہندوستان میں ہوا۔ دونوں جگہ یہی ہوتا رہا کہ جن مذہبی خیالات نے قوموں کو پستی کی انتہا پر پہنچایا تھا ان کو ملامتوں اور سزا جزا کے خوف سے نہیں چھیڑا گیا۔ اہل ملک کے سامنے وہ کمزوریاں نہ رکھیں۔ جو اصل تباہی کی ذمے دار تھیں یعنی اخلاقی اور سیاسی بربادی کی تصویریں کھینچیں یہ نہ بتایا کہ اسلام کے اصول سے الگ ہو کر یہ مذہبی خیال ملک و قوم کو تباہ کر رہا ہے اور مکڑی کے جالے کی طرح دماغوں پر لپٹا ہوا ہے۔ جس پر عوام سحر زدہ ہو کر اندھے بن کر گرے ہوئے ہیں۔ اس کی جڑیں کاٹنی چاہئیں۔ ایران میں اہل سیاست قیام اقتدار کی دھن میں ان مشاغل پر قوم کی پیٹھ تھپک کر ترغیب و تحریص کرتے رہے۔ بیداری کے اسباب کو ملاؤں کی مدد سے اوجھل کرتے رہے۔ شریک ہو ہو کر گراوٹ کو عروج کی صورت دی۔ تباہی کو ترقی۔ اخلاقی پستی کو عروج اور وہم پرستی کو اصل دین بنا کر دکھاتے رہے۔ ہندوستان میں بھی شعرائے باکمال اور پیغمبران شعر و سخن نے مذہبی گراوٹ کی تکمیل کے بجائے سطح کے رد و بدل پر کفایت کی۔ وہ اگر کہا بھی تو اشاروں

کنایوں پر رہ گئے۔ لفظوں کا آپریشن نہ کیا۔ ان جنجالوں کو صاف اور برملا نہ کہا۔ جنہوں نے ذہنی پستی اور غفلت دے کر قوم کو حقیقت رسی زمانہ شناسی روشن خیالی اور فکر سود و بہبود سے بے نیاز کیا تھا۔ تاہم قوم کو بیدار کرنے میں ان بزرگوں کا جو احسان ہے۔ اس سے ہماری گردنیں سبکدوش نہیں ہو سکتیں۔

میں اس کا اہل نہیں کہ کسی اہم فرض کو ادا کر سکوں۔ تاہم بے کیف نظم اور سیدھی سادی نثر میں جو کچھ لکھا اسے زمانے کے حادثات نے بردے کار نہ آنے دیا۔ اولاً مطلب کی بے سلیقگی پر بھی ایک چیز ۱۹۴۲ء میں چھپوائی تھی نظم تھی۔ "پیغام ہوش" نام تھا۔ اشعار میں تفصیل نہیں آسکتی۔ پھر بھی کمزوریوں کا خاکہ کھینچا تھا تاکہ کوئی بیدار انسان اس کو پڑھ کر چونک جائے۔ اور جب "تحفہ عجم" کے ساتھ آئے تو نوس نگاہیں ڈال کر پڑھے۔ اس کی جیسی اشاعت ہونی چاہیے تھی نہ ہو سکی۔ جنگ نے ایسے قیامت خیز حالات پیدا کر دیئے تھے کہ کسی کو میدان جنگ کے سوا اور کوئی فکر باقی نہ رہی تھی۔ توجہ سراسر سیاسی اور ملکی قضیوں میں الجھی ہوئی تھی۔ پھر بھی یہ نظم جہاں تک پہنچی ایک مختصر سا ہنگامہ پیدا کرتی چلی گئی۔ بے خبر تنگ نظر چیخ چلائے۔ ناشناس ملاؤں کے فتوے چلے۔ شورشیں ہوئیں اسکیمیں بنیں۔ عوام نے دانت پیسے کچوکے تانے۔ اور جب میں ہاتھ نہ لگا تو کافر ملحد کہہ کر چپکے ہو رہے۔ لیکن جو سمجھ سکتے تھے انہوں نے لبیک کہا۔ اس کو بار بار غور سے پڑھا۔ دوسروں کو توجہ دلائی۔ حالات کا خاکہ کھینچ کر ثبوت دیئے۔ اور جن میں صلاحیت تھی۔ انہیں دکھاتے پھرے۔ ملامت جھیلی۔ الزام سہے۔ اور معترضین کو جواب دے کر اکثر کی تسلی کی۔

رفتہ رفتہ بہت سا قلمی مسالہ جمع ہو گیا تھا۔ کچھ ذاتی کچھ بیرونی جو حالات کی تنگی کے نیچے دبا پڑا رہا۔ "تحفہ عجم" کی اشاعت گرانی کمیابی اور افلاس نے روک لی۔ تقصیر زندگی بہت سی حقیقتوں کو اہم تشریح کر دیتی کتنی باتیں رسائل سے معلوم ہوتیں۔ بہائیت کی تفصیل "سواد پارس" اور "شرح مکائد" سے کھل جاتی۔ حالات نے اندر دل کو زخمی رکھا۔ اور حسرت اظہار غم غصے میں دب کر رہ گئی۔ اتنی دماغ سوزی کے بعد بھی قلم تشنہ تحریر ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی تک بہت سی حقیقتیں زیر حجاب کروٹیں بدل رہی ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کے اسباب نوک قلم تک آنے کے لئے بیتاب ہیں۔ کیا حرج ہے اگر بقیہ ملامتوں کے لئے ان کا بھی اظہار کر دوں۔ مجھ جیسے آدمیوں کے حصے میں لعنتیں ملامتیں ہی لکھ دی جاتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ پھانسی مقرر ہو جاتی ہے بہت

ہے کہ تنوروں کی آگ اور چتاؤں کے شعلے نہیں۔ مجھے یہ برتاؤ بھی گوارا ہیں۔ اگر آخری منزل پر اخفاق حق ہیں ایسی سختیاں بھی آجائیں تو مضائقہ نہیں۔ کسی کو معلوم تو ہو جائے گا۔ کہ راہ ہدایت و ارشاد میں صرف کانٹے ہی کانٹے کیوں رہ گئے ہیں پھول کہاں چلے گئے۔ اسلام کی زندگی بخش تعلیم میں اغیار کی باطل پرستی کہاں سے آگئی۔ علم و عقل کے ولولے کہاں چلے گئے۔ زہریلے چشمے کیونکر پھوٹ نکلے۔ تر و تازہ بار آور نہال مسموم ہو کر کس طرح خشک ہو گئے۔ خوش اعتقادیوں نے اصلی خاکے سے کیا سلوک کیا۔ تاویل و تخیل اور وہمی قیاس آرائی نے سادگی میں کیسی پیچیدگیاں ڈال دی ہیں۔ کن باتوں نے اسلام کی اصلیت سے بے نیاز کر دیا۔ اور کونسے علمی تفریق و تشتت کا موجب بنے ہوئے ہیں۔

'کنہ ریم الافکار' لکھ کر رکھ لیتا ہوں۔ زندگی میں آلام و مصائب سے چھوٹ کر کبھی موقع مل گیا تو اور چیزوں کے ساتھ اس کی بھی اشاعت ہو جائے گی۔ نہ ملا تو لحد نشینی کے بعد کسی ہمدرد کا ہاتھ نگاہوں تک پہنچا دے گا اور جوش حقیقت نمائی میں میرے ساتھ اپنے لئے بھی پھٹکاریں جمع کر لے گا۔ اس مختصر ٹکڑے میں یہ دکھانے کی کوشش کروں گا کہ اہل غرض مذہبی اجارے دار مقاصد کو پورا کرنے کے لئے کیا منتر ماتتے ہیں۔ کیا کیا عبدتیں کرتے ہیں۔ کیسے کیسے ہوائی قلعے کھڑے کر کے وہم زدہ و ماغوں کو ہزاروں سال کے لئے کور و کر بنا دیتے ہیں۔ اور ہوا کو اس طرح کیل دیتے ہیں کہ آنکھیں بیکار ہو جاتی ہیں۔ دماغ پتھرا جاتے ہیں۔ احساس مردہ ہو جاتا ہے۔ قوائے ذہنی مفلوج ہو کر غور و فکر چھوڑ دیتے ہیں۔ دن تاریک نظر آتا ہے اور رات روشن۔ مقصود یہ ہے کہ قرآن کے اصول کو کیونکر دنیاوی اور دینی وجاہت پر قربان کیا گیا۔ اسلام کے اختصار میں کس طرح طول آیا۔ اور اسلام کا مختصر خاکہ کیا ہے۔ اسے 'الدین یسر' کیوں کہا گیا ہے۔

اس کتاب کے مضامین کی ترتیب اس طرح پر کی گئی ہے کہ پہلے باب میں بار امانت کا ذکر ہے جو ایزد تعالیٰ نے زمین و آسمان پر پیش کیا تھا۔ اور ظالم و جاہل انسان نے اٹھا لیا تھا۔ اقوام عالم میں اس کے مختلف نظریے دکھائے گئے ہیں۔ مذہب کے نام پر جو مختلف خیال چلتے رہے ہیں ان کا خاکہ کھینچا ہے۔ دوسرے باب میں فکر ابراہیمی کی تشکیل ہے۔ اور ان کے نظریے کی دوسرے اصول و عقاید سے فوقیت دکھائی ہے۔ تیسرے باب میں منکرین کا بیان ہے۔ جو ہر عصر اور ہر زمانے میں اپنے فلسفیانہ دلائل سے مذہب کے عقاید کو جھٹلاتے

Marfat.com

رہے ہیں۔ چوتھے باب میں تشریح ہے کہ کس طرح رسول عربی نے بار امانت اور براہیمی نظریے کی تکمیل کی۔ دین کو اصول و ضوابط سے مربوط کر کے انسان پر کیا احسان کیا۔ پانچویں باب میں زندگی اور مذہب پر گفتگو کی ہے چھٹے باب میں اسلامی نظام معیشت کی تفصیل ہے۔ ساتویں میں ان زیادتیوں کا بیان ہے۔ جو مذاہب میں نامعلوم طریقہ پر داخل ہو کر دین بن جاتی ہیں۔ اور اصلی نظام کو درہم برہم کر کے دائمی نفاق کا دروازہ کھول دیتی ہیں۔ آٹھویں باب میں یہ دکھایا ہے کہ یورپ کی بیداری اور جدید ترقی کا اسلام اور جنس مذہب پر کیا اثر پڑا۔ نویں میں یورپ کے اقتدار سے جو مسلمانوں کا انحطاط ہوا اس کا خاکہ ہے دسویں میں انحطاط کے نتیجے پر جو ۱۹۴۷ء کے فتنے سے تباہی ہوئی اس کے کوائف کی تفصیل ہے۔ گیارہویں میں علم و عقل پر مکالمے کی صورت میں بحث ہے۔ بارہویں میں خوش اعتقادیوں سے جو زیادتیاں ہوئی ہیں۔ ان کے مخصوص اجزا پر روشنی ڈالی ہے۔ لفظ باب کی جگہ لفظ عکس اختیار کیا ہے۔ اور ہر ایک کے شروع میں ایک شعر سے عنوان ہے جو باب کے مبحث یا کتاب کے مقصد کا آئینہ ہے۔ اور مضمون کا پتہ دیتا ہے۔

ان اوراق میں بہت کچھ لکھا ہے لیکن حسب ارادہ ادائگی نہیں ہوئی بہت کچھ کہنا چاہتا تھا جو کہہ نہ سکا۔ اس لئے کہ فضا تنگ و ترش ہے اور وقت نازک ہے۔ ابھی ہمارا ملک موافق باتیں ہی سن سکتا ہے۔ تاریک باتیں دہرائی جائیں۔ خیالی طبلیں اڑائی جائیں۔ تو لذت لیتا ہے۔ مخالف تنقیدیں اسے برہم کر دیتی ہیں پسماندگی نے ابھی تک حقیقت رسی کی فکر سے محروم کر رکھا ہے۔ جو کچھ دل میں ہے اور جو کچھ آنکھوں سے دیکھا ہے سارا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ نازک باتوں کا ابھی وقت نہیں۔ گو اس ملک میں بھی وقت آئے گا۔ کہ مانی ہوئی روحوں پر برملا تنقیدیں لکھی جائیں گی۔ بلا خوف و خطر قلم چلیں گے۔ اور اسلام کی یک جہتی کے لئے عزیز ترین معتقدات کی رگ زنی ہو گی۔ امریکہ اور انگلینڈ کی طرح یہاں بھی ہائڈ پارک بن جائیں گے۔

کچھ کہہ دئے مگر اُنہیں رخ پر نہ دیکھ کر
ایسے بھی غم بہت تھے جو سینے میں رہ گئے — سیفی

ان خیالات کو پڑھنے والے اس زمانہ میں شاذ و نادر ہی ملتے ہیں۔ بس اتنے کہ شمار کئے جائیں۔ تو

Marfat.com

پہلی ہی دو انگلیوں پر ختم ہو جائیں۔ جب یہ حال ہے۔ تو شناخت کی امید کیا ہو سکتی ہے۔ چند میں بھی ایسے ہیں جو آدھے مواد کو بے مصرف اور ہلکا کہہ کر زیادتی سے تعبیر کرنے لگتے ہیں۔ عوام کا یہ حال ہے کہ انتہائی مصائب و حوادث کے بعد بھی ہوش نہیں آیا۔ سب کچھ آنکھوں سے دیکھا اور کچھ نہ دیکھا۔ وہی تنگ نظری زیغ خیالی اور بے سمجھی دل و دماغ پر مسلط ہے۔ ٹھوکا دیا جائے تو پرانے فرسودہ دلائل کو سنبھال کر جھٹ الٹے سیدھے جواب دہرانے لگتے ہیں۔ تباہ کرنے والے مشاغل کی عجیب عجیب تاویلیں کر کے مطمئن دل کو اور مطمئن کر لیتے ہیں اور گھبرا کر کہہ دیتے ہیں کہ خدارا آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ زمین و آسمان پھٹ جائیں گے۔ امید بھی ہو تو کن آثار پر ہو۔

سیفی! عبث ہیں آپ کی یہ کنج کاویاں
اس بزم میں ابھی خلش جستجو نہیں

یہ حالات دیکھ کر یاس چھا جاتی ہے۔ لیکن امید کا سہارا ہے کہ چین سے نہیں بیٹھنے دیتا۔ قلم اٹھا لیا ہے۔ اور اس بے سود بے نتیجہ محنت پر جھک گیا ہوں۔ دوسری تحریروں کی طرح اس کا بھی نتیجہ نامعلوم ہے لکھے ڈالتا ہوں مآل جو کچھ بھی ہو۔ سب کچھ نہ کہنے پر بھی ہر قسم کے خیالات و افکار ضمناً آ گئے ہیں۔ صغریٰ کبریٰ سے نتیجہ نکال لینے والے کسی خیال پر پہنچ ہی رہیں گے۔ دس پانچ بھی بھانپ گئے۔ تو لعنتیں ملامتیں سب گوارا ہیں۔ اور اگر ہر طرف سے نکتہ چینی ہی ہوئی تو اس کا مجھے پہلے ہی یقین ہے کہے دیتا ہوں کوئی سنے یا نہ سنے:۔

اُن کو یقیں نہ آئے تو پھر اس کا کیا علاج
ہم نے تو حال زار کئی بار کہہ دیا

سیفی

سیفی
۱۶ اگست ۱۹۴۸ء

Marfat.com

پہلا عکس

یادِ امانت

کب تک جنونِ عشق کی یہ خام کاریاں
سیقیؔ فریبِ حسن کے اب راز کھول دے

مذہب ہزاروں سال سے انسان کی زندگی کا شریک چلا آرہا ہے۔ جتنا بھی پیچھے دیکھیں کسی نہ کسی ہیئت میں وہ ساز نظر آتا ہے۔ یہ کوئی صوفیت کا نکتہ نہیں قرآن کی آیت ہے کہ خدا نے ابتدائے تخلیق میں روحوں سے اپنی ربوبیت کا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سوال کرکے اقرار لیا تھا۔ اور سب نے بلا حیل وحجت فوراً قالُوا بَلیٰ کہہ کر تسلی کردی تھی۔ اور غالباً اسی وقت اس متفقہ اقرار کو غفلت اور بے حسی کے حوالے کرکے اپنی طبعی دلچسپیوں پر پڑ لیا تھا۔ جب پہلا گناہ کرکے جنت کی گلگشت سے محروم ہو کر زمین کے خار زار میں آیا۔ تو رہی سہی عہد فراموشی طاری ہوگئی۔ پیمان اولیں کی یاد رہی نہ خلد بریں کی بے فکریاں۔ خورد و نوش کی آسانیاں بھول گیا۔ کوثر و تسنیم کی موجیں سلسبیل کے کنارے خیال سے اتر گئے۔ نئے سرے سے زندگی شروع ہوئی۔ اس خاکدان مشقت طلب میں وہ آسانیاں کہاں تھیں۔ سرتاسر بے ترتیب گنجان جنگلوں کے جھنڈ تھے۔ دہشت انگیز لمبے و بلند پہاڑوں کے سلسلے تھے۔ راستہ روکنے والے دریا تھے۔ یا اس گوشت پوست کے مجسمے کو حقارت سے دیکھنے والے سمندر تھے۔ ارادے کر کرکے بڑھا۔ خوف کھا کھا ہٹا دیا پچھا۔ جانور بنا وحشت میں لپٹا حیوانی فضائل میں الجھ گیا۔ ترقی احساس کے دریچے

Marfat.com

طے کیے۔ نئے سرے سے عقل و ادراک کی منزلیں ناپیں۔ اور رفتہ رفتہ اس حد پر آپہنچا۔ کہ بیدار ہو جانے والے شعور میں وہ اقرار الست خواب و خیال بن کر چٹکیاں لینے لگا۔ یہ تصور بندھنے لگا۔ کہ اس عالم وحشت خیز کا کوئی ماخذ و مبدا ہے۔ اس کی نگاہوں کے سامنے ہر وقت ایسا تماشا ہوتا رہتا تھا جو اس کو چونکاتا رہتا تھا۔ کہیں مظاہر قدرت کے جگر خراش نظارے تھے۔ جو قدم قدم پر دل دہلاتے تھے۔ پہاڑ پھٹتے تھے۔ زلزلے آتے تھے۔ پتھروں اور پگھلے ہوئے مادوں کی بارش ہوتی تھی۔ اور لاوا بہ کر خشکی و تری کو ڈھانپ لیتا تھا۔ پناہ کی فکر میں بھاگا پھرتا تھا۔ دوڑ دوڑ کر تھک لیتا تھا۔ پہاڑوں پر چڑھتا تھا۔ غاروں میں چھپتا تھا۔ ہر سمت جانہار حوادث کا جال تھا۔ پھر بھی سوچ بچار اور تدبیر کار سے بچاؤ ڈھونڈ لیتا تھا۔ اور دوسرے جانداروں سے اپنے آپ کو مہتر پاکر اپنی تسلی کر لیتا تھا۔ پھر بھی حوادث تھے کہ دم نہ لینے دیتے تھے۔ سینوں گھنگور گھٹاؤں کی چڑھائیاں تھیں۔ بارش کے طوفان بجلی کے کڑکے دریاؤں کے سیلاب۔ زلزلے کی تباہی۔ پتھروں کا گرنا۔ زمین کا پھٹنا۔ غاروں کا بیٹھنا۔ رات کے سناٹے دوپہر کی اداسی۔ جنگلوں کی سائیں سائیں۔ سانپوں کی پھنکار۔ درندوں کی دہاڑ۔ ہاتھیوں کی چنگھاڑ شیروں کی جھپٹ۔ بھیڑیوں کا تعاقب۔ ریچھوں کی سبک رفتار بے آہٹ لپک۔ اوپر کی طرف چاند سورج اور ستاروں کی بوقلمونی۔ لیل و نہار کے تغیرات۔ موسموں کی تلخی۔ بیماریوں کے حملے۔ وباؤں کی اچانک یورش۔ رات دن کے لڑائی جھگڑے۔ موت اور زندگی کا کھیل۔ آلیس کا داؤ گھات۔ طاقت وروں کے ظلم و جور۔ یہ سب مل جل کر کچھ ایسے اسباب تھے۔ جنہوں نے بے بس انسان کے دل و دماغ پر اثر ڈال کر بالاتر ہستی کی تلاش میں لگا دیا۔ وحشت کی سادگی نے خیالات بنائے۔ بعد ازفکر تعینات پیدا کیے۔ اور آخر کار ایک طاقتور ہستی کا تصور باندھ کر مصیبتوں میں تسکین کا سامان مہیا کرنے لگا۔ آغاز میں نہایت سادہ اور معمولی خیالات تھے جو وحشت کا نشان دے رہے تھے۔ یعنی مفید تر دریاؤں کو مطمح نظر بنایا۔ جو ملک کی سرسبزی میں زیادہ حصے دار تھے۔ مفید اور مضر چیزوں کی پوجا کی گئی۔ ایک پودا کانٹا بنا کر درختوں کی چوٹیوں پر لگایا گیا۔ آرام دہ یا خوبصورت تراش کے شاخدار درختوں اور خوبصورت خوشبودار پودوں کو مقدس سمجھا گیا۔ فائدہ مند یا عجیب الخلقت جانوروں اور پرندوں کی

Marfat.com

پرستش ہوئی۔ گائے بچھڑے کو سجدے کئے۔ چمگادڑ تک کو پوج لیا۔ چاند اور سورج کی عبادت کی۔ آگ میں جلوہ نمائی ہوئی۔ آتش فشاں پہاڑوں کو سہم سہم کر ڈنڈوت کئے۔ سانپ کچھوے اور مگرمچھ کو پوجا گیا۔ کوئی چیز کوئی جنس ایسی نہ بچی جسے معبود نہ سمجھا گیا ہو یا اس سے برکت نہ لی گئی ہو۔

یہ ابتدائی جستجو ملک و قوم اور آب و ہوا کے لحاظ سے ترقی کرتی رہی۔ ذہنی قوتوں نے مدارج طے کئے تو تحقیق و تفتیش کی بھی صورتیں بدلی گئیں۔ اس ہستی کا تصور دیوی دیوتاؤں کی شکل میں رونما ہوا۔ جس چیز کو پوجا اسی طاقت کے تصور میں پوجا۔ غور و فکر والوں نے تجویز یا تعین کیا اور عوام نے ان تعبیروں کو اصل مقصود قرار دے لیا۔ مذہبی طبقوں کی تقسیم الگ ہو گئی۔ زندگی کا یہ حصہ ان کے حوالے کر دیا گیا۔ انہوں نے بھی ہر وقت کے انہماک اور فکر روزی سے فارغ البال ہو جانے کی وجہ سے یکسوئی کے گوشوں میں بیٹھ کر خوب خوب اختراعیں کیں۔ جب اس برتر ہستی کے تعین کی کوئی بہتر صورت نظر نہ آئی اس کے وجود اور صفات کی تعبیر نہ سوجھی تو دیوی دیوتا ایجاد کئے۔ طاقتوں کی تقسیم کر کے خیالی ہستیوں میں بانٹ دیا۔ ان کے لئے عیال دار شوہر تلاش کئے گھر بسے اور خاندان بنا ڈالے۔ قوم کے بزرگوں اولوالعزموں بہادروں مصلحوں اور فاتحوں کو ان کے خاندانوں میں شریک کر دیا۔ اپنے جذبات و خیالات ان کے خواص و عادات بنائے۔ جن اخلاق و خصائل کو اپنے لئے بہتر سمجھا۔ انہی کا ان پر بھی لیپ چڑھا دیا۔ ان کے حسن و عشق کی کہانیاں تیار کیں۔ یہاں تک بتایا کہ وہ دیوی دیوتا رشک و رقابت کے جذبات میں انسانوں سے بھی آگے ہیں۔ دیویوں پر محبت کے پھندے ڈالتے ہیں۔ بجز وصال کی سختی نرمی سے لذت لیتے ہیں۔ آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔ دوسروں کی عورتیں قبضا لیتے ہیں۔ جو بڑے ہیں چھوٹوں کو دبائے رکھتے ہیں۔ عجیب عجیب واقعات و حالات لکھے اور دلچسپ افسانے تیار کئے۔

خدا کو بھی اس سرکش خود رائے اور جنت سے نکالے ہوئے جاندار پر رحم آ گیا تھا۔ ہر ملک و قوم میں رہنما اور ہادی بھیجنے لگا۔ جنہوں نے ہدایت اور ضلالت کے فرق بتانے میں اپنی عزیز عمریں خرچ کیں لیکن انسان نے خود رائی کی جہالت پر ضد کر اذیتیں دیں۔ مخالفتیں کیں۔ مذاق اڑایا۔ اور اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ قدرت اس کی سرکشی اور نافرمانی سے نہ اکتائی۔ اور اس کی اصلاح کا کام جاری رکھا۔

Marfat.com

اشرف نگر کفور انسان کو صحیح راستہ دکھانے کی سعی بلیغ کرتا رہا۔ اس خلاّق عالم نے اس ذی حیات کو دیگر جانداروں سے زیادہ قوتیں بخشی تھیں عقل و ادراک کی نعمتوں سے خیر کرکے گو حیوانوں کا جلیس کر دیا تھا۔ لیکن منشا قدرت میں مقرر ہو چکا تھا۔ کہ یہ حیوانوں سے ممتاز حیوان ایک دن تمام ذی روح جان داروں سے آگے نکل جائے گا۔ اور فی احسن تقویم کا مصداق بن کر بار امانت کو تازہ کرے گا موجودات ارضی سے کام لے گا۔ تمدن و تہذیب کی بنیاد رکھ کر آگ پانی ہوا مٹی خشکی و تری باد و باراں کوہ و صحرا برق و رعد عیاں اور نہاں چیزوں پر تصرف حاصل کرکے زمین کے وحشت کدے کو ترقی اور عروج پر پہنچا دے گا۔ اپنے خالق کا کھوج لگائے گا۔ اس کی صحیح پرستش پر پہنچے گا۔ اور پھر اپنے ممتاز قوتوں سے خلیفۃ اللہ فی الارض بنے گا۔ عقل و شعور کا عطیہ نیابت کا حقدار بنا کر کونین کی برکتوں سے مالا مال کر دے گا

اس حیوان ناطق نے جستجو کو جاری رکھا۔ سطحی خیالات سے گذر کر گہرائیوں میں پہنچا۔ تلاش معبود کی جو پیاس لگ گئی تھی۔ اس کو دماغی کاوشوں سے جرعے بھر کر بجھانے لگا۔ کروٹیں بدلتا رہا پلٹے کھاتا رہا۔ ابتدائی تاویلوں تعبیروں میں الجھا رہا۔ آلام و مصائب مشکلات و صعوبات نے اور بھی قدم تیز رکھے تو دکھ درد نے تلاش کی رفتار بڑھائی۔ اور ہزاروں سال تک اس بے نیاز کے بارے میں ابتدائی غور و فکر سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اس تگ و دو کے ساتھ زیادہ زور دنیاوی مقاصد پر دے رہا تھا۔ مصر میں تہذیب و تمدن کی بلند اور مضبوط بنیادیں رکھیں۔ یورپ کے سرد ہو جانے کے بعد جب وادی نیل میں قدم جمائے۔ تو وحشت کو چھوڑنے اور تہذیب بنانے میں سہولتیں مل گئیں۔ مصری قوم جہاں سے بھی اس خطے میں پہنچی ہو۔ شک نہیں کہ اس نے حیرت انگیز ترقی کی۔ بلکہ انسانی تمدن کی بانی ہوئی۔ اس ملک میں جہاں کبھی سال بارش نہیں ہوتی محض دریائے نیل اس کے لیے رحمت ہے۔ ہر سال میں ایک مرتبہ چڑھ کر مشرقی زمینوں پر پھیل جاتا ہے۔ اور ایسی مٹی لاتا ہے جس سے زمین طاقتور ہو کر زرخیز ہو جاتی ہے۔ قدیم مصری اس کو گنگا کی طرح دیوتا سمجھ کر پوجتے تھے۔ کچھ معلوم نہ تھا۔ کہ یہ باقاعدگی کے ساتھ اتنا پانی اس خشک ملک میں کہاں سے لا ڈالتا ہے۔ اسی کے کناروں کی یادگاریں آج دنیا کو حیران کر رہی ہیں اور فراعنہ کی شان و شوکت کا پتہ دے رہی ہیں۔ اہرام مصر جن کی قدامت کو کوئی انسانی صنعت نہیں

Marfat.com

پہنچتی - اسی اولوالعزم قوم کے افسانے دہرا رہے ہیں - بڑے اہرام کی تعمیر کو تقریباً چھ ہزار سال ہو چکے ہیں بادشاہ شیپنہ کا مقبرہ ہے جو اس نے خود بنوایا تھا - خاص کر ابوالہول عجوبہ روزگار ہے - جو اس اہرام سے بھی بہت قدیم ہے - اور اپنے بنانے والوں کی عظمت پر دال ہے - جب حضرت ابراہیم مصر پہنچے ہیں - تو یہ خیالی جانور اس وقت بھی اسی طرح دنیا پر عبرت کی نگاہیں ڈال رہا تھا - یہ شیر اور آدمی کا مخلوط مجسمہ دنیا کی تمام تاریخ کو اپنی نگاہوں سے دیکھ چکا ہے - جب اس کی قدامت کا خیال بندھتا ہے تو سانس رک جاتا ہے -

چار ہزار سال ہوئے جب فراعنہ نے لکسر کا مندر تعمیر کرایا تھا - یہ قدیم شہر تھیبس کے کنارے پر واقع ہے - جو اس زمانے کا دارالخلافہ تھا - اور اس دور دراز زمانے میں انسانی آبادی کا سب سے شاندار شہر تھا - یہ مندر تعمیری عظمت و بلندی کی بے نظیر مثال ہے - اتنا اونچا ہے کہ اس کے پاس آدمی کھڑا ہو تو بھنگا معلوم ہوتا ہے - سر فلک ستون ہیں - جن میں اتنے بڑے بڑے پتھر لگے ہوئے ہیں کہ ان کی دھلائی چنائی کا قیاس نہیں ہو سکتا - کیونکہ پہاڑوں سے لائے گئے - اور کس طرح اتنی بلندی پر پہنچائے گئے ہیں - اس زمانے میں بھی یہ کام آلات جر ثقیل سے ہی ہو سکتا ہے - ان چیزوں کو دیکھ کر حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی اس مندر کو شاہ ایمن ہتپ ثالث اور رعمسس ثانی نے بنوایا تھا جب کبھی تیار ہوا ہوگا - اور مکمل صورت میں نظارہ پیش کرتا ہوگا تو اس کی شان و شوکت کس درجے کی ہوگی - حضرت موسیٰ والا فرعون اسی رعمسس کا تیرہواں بیٹا تھا - اس خاندان کو بھی مصر کے پرانے خاندانوں کی طرح حد سے بڑھا ہوا اقتدار حاصل تھا - یہ مندر امنرا کی یادگار ہے - جسے مصری خرافات الاصنام میں سب سے بڑے دیوتا کا درجہ حاصل تھا اس کے سر پر ہر جگہ راج ہنس کے دو پر لگے ہوئے ہیں - یہی اس کی نشانی ہے - کرناک کا مندر لکسر مندر سے بھی بڑا ہے اور تعجب خیز بھی - لفظاً و پر نقش و نگار اور سنگ تراشی کے لحاظ سے بھی ممتاز ہے - بہت سے حصے گر چکے ہیں - صرف بادشاہوں کے بت اسی حالت میں موجود ہیں - اور دیگر بتان میں کھڑے ہوئے بتوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں - بہت سے مکان اور مندر ہزاروں سال پیشتر کی نقاشی اور رنگ آمیزی کا نشان دے رہے ہیں - اس وقت کی یادگار ہیں جب انسان دوسرے ملکوں میں وحشت کی منازل طے کر

رہا تھا۔ نیل کے کنارے ان یادگاروں سے بھرے پڑے ہیں۔ مندروں مقبروں اور بتخانوں کا سلسلہ پہاڑیوں تک چلا گیا ہے۔ گو ان یادگاروں کا وجود بہت کچھ مٹ چکا ہے لیکن جتنا باقی ہے وہ یورپ کے اہل نظر کو حیرت میں ڈالے ہوتے ہے۔ جو اس متمدن قوم کی آٹھ ہزار سالہ تہذیب کا اندازہ لگا کر عش عش کرتے ہیں اور ان کی لیاقت و محنت کی داد دیتے ہیں۔

ان باتوں کے ذکر سے مقصد یہ ہے کہ مذہب نے انسان سے بڑے بڑے کام لئے ہیں۔ مصر کی یادگاریں زیادہ تر مذہب ہی نے تیار کرائی ہیں۔ مکانات اور رہائشی محلات انقلاب کا مقابلہ نہیں کر سکتے غالب قومیں ایسے آثار کو فنا کر دیتی ہیں۔ اس وقت کے شاندار شہروں کا آج نشان بھی نہیں۔ یہی مذہبی خیالات کی یادگاریں ان قوموں کی ترقی کا پتہ دیتی ہیں۔ اور اپنے بانیوں کے لئے خراج تحسین وصول کر رہی ہیں۔ ان سے ہی اس زمانے کے مذہبی رسم و رواج خیالات صنعت و حرفت تعمیری ترقی اور دیگر باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ یہاں تک معلوم ہو جاتا ہے کہ کن کن چیزوں کی پرستش کی جاتی تھی۔ مثلاً مصری لوگ سانپ کو مقدس مانتے تھے بھونرے جیسے حقیر کیڑے کو خالق کائنات سمجھتے تھے۔ دوسرے عالم میں نجات کے قائل تھے۔ ممی کی رسم اور اس کے ساز و سامان اسی لئے اہتمام سے تیار کئے جاتے تھے۔ دیوتائی مذہب ہزاروں سال تک انسان کا مطمح نظر رہا اور اب بھی ہے۔ اس زمانے میں بھی تمام روشن خیالیوں کو پیچھے دھکیل رہا ہے۔ اسی طرح انسان کا دماغ ہے جیسا آٹھ ہزار سال پہلے تھا۔

ابتدائی وحشت اب دور ہو چکی تھی۔ کمزور اور لچر پوچ خیالات کی جگہ مستقل غور و فکر نے لے لی تھی ایک دیوی فلسفیانہ ترقی مذہب میں آ چکی تھی۔ تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس میں بھی تنوع پیدا ہو گیا تھا۔ مصر کے ساتھ عرب کے کنارے تہذیب کا گہوارہ بن گئے تھے۔ چاروں سمتیں ترقی کر رہی تھیں۔ ایک طرف یمن کا عروج تھا تو دوسری طرف عراق کسی طرح دوسروں سے پیچھے نہ تھا۔ بابل کی شان و شوکت مصر سے ٹکر کھاتی تھی۔ شام ترقی کے مدارج طے کر چکا تھا۔ یہ سب خطے مصری ترقی کے ہمعصر تھے۔ اگر آثار باقی رہ جاتے تو قدامت کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا۔ اس میں ذرا سا بھی شک نہیں کہ نینوا اور بابل کی سیاسی اور علمی کاوشوں نے ابھر کر شعور کے معیار کو بلند کیا۔ بابلی چونکہ اجرام سماوی کو پوجتے تھے۔ ان کی دیکھ

Marfat.com

بھال کے لئے مندروں کو اتنا بلند بنایا کہ رفتہ رفتہ رصد گاہوں کا کام دینے لگے۔ اور اس قوم نے علم ہیئت ونجوم پر بڑے احسان کئے۔ وہی قوم تھی جس نے بالاتر ہستی کو الٰہ سے تعبیر کیا۔ اور بعد میں لفظ اللہ بنا۔ شام کی سیمیرین قوم کی لائبریریاں نکلی ہیں۔ یہ ذہین قوم حالات وواقعات اصول ورسومات قواعد واحکام کو مٹی کی پتلی پتلی تختیوں پر لکھوا کر آگ میں پکا کر رکھتی تھی۔ اس وقت ان کو پڑھ کر تاریخ میں مفید اضافے کئے گئے ہیں بہت معلومات ہوئی ہیں۔ کچھ مندروں کے شکستہ آثار بھی کہانیاں سناتے ہیں۔

پرانی قوموں کے حالات دیکھ کر اور سن کر عجب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ فنا و بقا کا مرقع سامنے آجاتا ہے۔ خیال بندھتا ہے کہ ایسی عظیم الشان یادگاریں چھوڑنے والے تہذیب و ترقی کے بانی کہاں چلے گئے۔ آج نہ ان کی زبان ہے نہ قوم ہے نہ خیالات ہیں نہ رسومات۔ یہی خیال ہے جو حساس طبیعتوں کو دنیا سے بیزار کر دیتا ہے۔ شیخ سعدی کو نصیحتوں کا انبار لکھنے پر مجبور کرتا ہے اور حالی جیسے زمانہ شناس خاکا یہ سانگ دیکھ کر موجودہ اور آیندہ پر حسرت بھری آہیں کھینچ کر کہہ دیتے ہیں:-

کہاں ہیں وہ اہرام مصری کے بانی　　کہاں ہیں وہ کردار زابلستانی
گئے پیش دادی کدھر اور کیانی　　مٹا کر رہی سب کو دنیائے فانی
لگاؤ پتہ کوئی کلدانیوں کا
بتاؤ نشاں کوئی سامانیوں کا

یہی نقشے دیکھ کر متاثر ہو جانے والے ترک دنیا پر مجبور ہو کر خانقاہوں گپھاؤں اور دیروں میں جا بیٹھتے تھے۔ ان کو یہ اندازہ نہ ہوتا تھا کہ اس فنا اور بقا میں لپٹا رہنا ہی زندگی ہے۔ دنیا کو چھوڑ دینا تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ وقت وقت کا رنگ ہے۔ اس زمانے میں ترک دنیا کو کمال انسانی سمجھا جاتا تھا۔ چھوڑنے کے بعد آبادیوں کی طرف منہ نہ کرتے تھے۔ یہ باتیں وہ لوگ مذہبی خیال ہی پر کرتے تھے۔ اکھڑی طبیعت کو اس طرح تسلی دے لیا کرتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ ایشیا اور شمالی افریقہ مذہبی جستجو میں پہل کر چکے تھے۔ ہر ملک میں جہاں تہذیب کا قدم پہنچ چکا تھا۔ قوموں نے اپنے دماغ اور مذاق کے مطابق تعبیریں پیدا کر لی تھیں۔ ہندوستان کے

سبزہ زار میں بھی تہذیب و تمدن کی روشنی جلوہ تگن تھی۔ گروہ تمدن فن تعمیر میں بھدا اور لباس کی اختراعوں سے عاری تھا۔ جو ہزاروں سال دھوتی اور کمری کے ساتھ ستر پوشی پر قانع رہا۔ لیکن افکار و خیالات کی بے چینی پہلو بدل چکی تھی۔ ابتدائی تعینات سے گذر کر دیوی دیوتاؤں کے جم غفیر میں چھ فلسفوں کی شکل و صورت کو آراستہ کر لیا تھا۔ گو ان کے مادی فلسفے کی تکمیل یونانیوں کے آنے سے ہوئی ہے۔ اور یہ کہنا بھی قرین قیاس ہے کہ ہندوستان کی تہذیب مصر کی تہذیب سے ہزاروں سال پہلے متاثر ہو چکی تھی۔ نئے شہروں کی کھدائی پتہ دیتی ہے۔ کہ مصری اور سمیری آبادیاں اس ملک میں تھیں۔ جنوبی ہندوستان کے ڈھانچ اور دست دبازو بھی شبہ میں ڈال دیتے ہیں۔ پھر یہ کہ یہاں کی قدیم مصنوعات ان قدیم قوموں کی مصنوعات سے بہت ملتی جلتی ہیں خاص کر مصری چیزوں سے۔ آریہ جو بہت بعد آئے ہیں۔ قدیم قوموں کے اثرات و خیالات سے محفوظ نہیں رہے۔ چاہے کتنا ہی اجتناب کیا۔ شودر بنایا پھر بھی متاثر ہونے کا پتہ لگتا ہے۔ اول تو غیر ملک اثر ڈالے بغیر نہیں رہتا۔ پھر یہ کہ جہاں سے وہ نکل کر آئے تھے بہت کم مذہبی دیومالا ان سے ملتی ہے۔ مذہبی دیومالا یہاں کے اثرات سے خالی نہیں۔

غرض ہندوستان میں بھی بڑی طاقت کے لئے لفظ ایشور اور پرماتما استعمال ہونے لگا تھا۔ لیکن ذات و صفات کے تقرر سے دماغ کی پہنچ محروم تھی۔ غور و فکر کی ماندگی انسانوں کو اوتار کہہ کر مظہر و مرکز بناتی تھی۔ روحانیت کا فلسفہ ایجاد ہو چکا تھا۔ جو فنا بقا اور جذب و کشف کی الجھنوں میں ذہنوں کو ریاضت شاقہ پر لگائے ہوئے تھا۔ ترک دنیا کی رسم عام تھی۔ جنگلوں اور دور دراز ویرانوں پہاڑ کے دامنوں اور چوٹیوں پر خیالی ریاضتیں ہوتی تھیں۔ جسم کو مٹانے اور استغراق حاصل ہو جانے کو کمال انسانیت سمجھا جاتا تھا۔ کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان اس بارے میں مصر و فنیات کے خیالات سے آگے نکل گیا تھا۔ تناسخ کا عقیدہ ہر عقیدے کی جان تھا۔ ہر فلسفہ اس پر آکر ہتھیار ڈال دیتا تھا۔ اس لئے تلاش حقیقت آگے نہ بڑھ سکی۔ مصر کی روحانیت کی طرح ذہنی پھندوں میں الجھ کر رہ گئی۔ یہاں تک کہ انقلابات نے ملک کو برہمنی تار پود میں لپیٹ دیا۔ اور ان کی دیومالا نے تمام فلسفوں کو اپاہج کر کے ڈال دیا۔

ایران اس وقت تک پرانی خرافات کو چھوڑ کر آگ کو مظہر الٰہی مان چکا تھا۔ حضرت زرتشت کی پہنچ نچلے

کی چمک اور سورج کے نور پر ٹک گئی تھی۔ گشتاسپ اور لہراسپ نے حکومت کا مذہب بنا کر اس کو اپنے مفتوحہ ممالک کے کونے کھدروں میں پہنچا دیا۔ اور ایسے آتش کدے قائم کئے کہ سکندر کی ہر قلیل از مہم نے ہی ان کی سینکڑوں سال تک نہ بجھنے والی گرمی کو تین سو سال کے لئے ٹھنڈا کر دیا۔ یہاں تک کہ کیانی خاندان کی تباہی کے بعد ساسانی خانوادے کی وطن پرستی نے اعتبار سے ملک کو پاک کر کے پھر یزداں پرستی کے مظہر کو روشن کر لیا۔ ہندوستان سے ایران کی دیو مالا کا پتہ چلتا ہے۔ وہاں بھی ابتدائی دور گذرے اور انسان نے وہم و گمان سے پرستش کی صورتیں نکالیں۔ تاہم یہ یقین ہے کہ اتنی ترقی نہیں دی گئی۔ جتنی ہندوستان میں ہوئی۔ خرافات الاصنام تیار نہیں ہوئی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پیش دادیوں ہی کے زمانے سے قوم کا سیاست اور حکومت کی طرف زیادہ زور تھا۔ غیر قومیں بھی وہاں موجود نہ تھیں۔ کہ ان سے متاثر ہو کر یا مقابلے بازی کر کے خیالی مذہب کو بڑھاتے۔ بعد میں کیانیوں کے زمانے میں جب کیخسرو وغیرہ بادشاہوں کی عظمت و شان کا ستارہ بلندی پر تھا۔ اس ملک کے مفکر زرتشت نے پرانے خیالات کو مٹا دیا۔ برہمنی کی مختصر تاویل کر کے اس کو نیکی اور بدی کے دو اجزا میں تقسیم کیا۔ اس طاقت کی یزداں اور اہرمن سے تعبیر کی۔ یہ اس زمانے کے لحاظ سے بہت اچھا اختصار تھا جو اسلام کی روشن خیالی تک اس ملک میں قائم رہا۔ وجہ وہی ہے کہ سیاہی پھیلاؤ مذہب کو بڑھانے کی مہلت نہ دیتے تھے۔ دارائے اعظم نے قوم میں اولوالعزمی بھر دی تھی۔ اور وہ اپنی سلطنت کی وسعت کو دریائے سندھ سے لے کر مصر و مقدونیہ تک بڑھا چکے تھے۔ بخت نصر کے عیاش پوتے کو اس کے بے مثل شہر میں محصور کر کے اور قلعہ بند شہر کو رات کے وقت دریا کے پھاٹکوں سے اندر گھس کر بابل کی تہذیب کو ہمیشہ کے لئے دنیا سے رخصت کر دیا تھا۔ جس کی تفصیل عبرت سے خالی نہیں۔ آج اس قدیم شہر کے کھنڈرات خاک و کنکر کے انباروں سے نکلے ہیں۔ اور اہل نظر کو معمولی سا بقیہ بھی حیرانی میں ڈال رہا ہے۔ ایرانیوں کا عروج جس وقت ہوا ہے اس زمانے میں مصر، بابل، شام اور یمن کی حکومتیں کمزور ہو چکی تھیں۔ پھر بھی ایک نئی قوم نے ان کا مقابلہ کر کے چھکے چھڑا دیئے اور ذرا سے ملک نے کیخسرو کو ایسی شکستیں دیں۔ کہ پھر ادھر کو منہ نہ کر سکے۔ اس چھوٹے سے ملک کا ابھی ذکر آتا ہے۔

ادھر یہ جوار بھاٹے تھے تو مشرق بعید میں بھی چین تمدن و تہذیب میں ترقی کر رہا تھا۔ خاص کر صنعت و حرفت میں تمام قوموں سے پیش پیش تھا۔ اس ملک نے اپنی ذہانت سے کام لے کر بہت سی ایجادوں سے انسانی تمدن پر احسان کئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ پتنگ بازی سے لے کر اخبار نویسی جہازی کمپاس بارود اور پریس تک اسی کی اختراع ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ کاغذ سازی بھی انہی کا احسان ہے۔ واقعی یہ وہ احسانات ہیں کہ ہر ملک کو ان کا ممنون ہونا چاہئے۔ لیکن مذہب میں ان کی باریک فکر بھی کوئی آخری صورت پیدا نہ کر سکی۔ وہی بزرگ پرستی کی سادگی رہی۔ البتہ کنفیوشس نے اٹھ کر اخلاقی اور مذہبی معیار بلند کیا اور ان کے نام پر بہتر اصول و ضوابط بنائے۔ مدتوں تک اس کے خیالات ملک والوں کی رہنمائی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مہاتما بدھ کی تعلیم نے اس ذہین قوم کے دل و دماغ کو موہ لیا۔

اس زمانہ سے پیشتر یونان بھی بحر روم کے مغربی کنارے پر بیٹھا چپکے چپکے بابل مصر شام اور فلسطین سے خوشہ چینی کر کے پرانی تہذیبوں میں تغیر تبدل کر رہا تھا۔ یہ چھوٹا سا خطہ بہت جلد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ ان میں سپارٹا اور ایتھنز کا جس کا مشہور عالم شہر ایتھنز دارالخلافہ تھا۔ دو بڑی اور رقیب ریاستیں تھیں۔ سپارٹا بہادری اور سپاہیانہ جوہر میں بے مثل تھی۔ تو ایتھنز علم و حکمت اور سیاست میں نظیر نہ رکھتی تھی۔ جب کیخسرو نے بتیس لاکھ خشکی و تری کی فوج کے ساتھ اس بے مثل خطے پر حملہ کیا۔ تو سپارٹا ہی کے تین سو بہادروں نے تھرمپلی کے درے پر اس لشکر جرار کو روک کے کھڑا کر دیا تھا اور ایرانیوں کے بڑھتے ہوئے حوصلے [illegible] قدموں کو نہ توڑ سکے تھے آخر کار ایک وطن کے غدار نے پہاڑوں پر راستہ بتا کر پشت پر لا کھڑا کیا۔ اور وہ تین سو جان بازانہ اپنے بادشاہ کے ایک ایک کر کے کٹ کر ڈھیر ہو گئے۔ جب یہ لشکر اندرون ملک میں پہنچا تو ایتھنز کے ہونہار تھیمس ٹوکلس نے بڑی طرح شکستیں دے کر ناکام لوٹایا۔ ادھر سمندر میں سلامس کی جنگ ایرانیوں کی بحری شکست اور یونانیوں کی سپاہیانہ خوبی کا اب تک قصیدہ پڑھ رہی ہے۔ ان واقعات سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ با تدبیر مستقل مزاج جوہر وار آزاد قلت بر خود غلط کثرت پر کس طرح غالب آتی رہی ہے۔

مشرق مذہب و سیاست میں ترقی کر کے یہاں تک پہنچ چکا تھا اور دنیا ابھی چھ ہزار سالہ خیالات کو بار بار چبا کر نگل رہی تھی کہ یونان نے خرافات الاصنام تیار کرنے کے بعد غور و فکر کے نئے میدان میں قدم رکھا۔ مغرب کی پہلی باری آئی۔ وحشت اور درندگی میں اسکا ایک کونہ جگمگایا اور اپنی روشنی سے دنیا کو نئے سبق پڑھانے لگا۔ پہلی کروٹ میں مشرقی استادوں کو پیچھے چھوڑ کر وقت کی ذہنی ترقی کی انتہا میں جا کھڑا ہوا۔ ابھی مشرق اس کے خیالات کو سمجھنے کے قابل بھی نہ ہوا تھا کہ استاد بن گیا۔ دیوی دیوتاؤں کے بے پناہ ہجوم میں فکر انسانی کا رخ بدل کر جستجو و تلاش کے نئے دروازے کھولے۔ ابھی ان کے عوام کی زبان پر ہومر کی زمان کے ادا کئے ہوئے گیت اور ہر فلیئر کے کارنامے تھے کہ خواص نے جو قابل رشک باریک دماغ رکھتے تھے دنیا کے حالات و واقعات اور انسان کے عادات و صفات کا گہرا مطالعہ شروع کر دیا۔ روایتوں اور کہانیوں کی فضا کو بدل کر اصلیت اور حقیقت جوئی پر ڈھل گئے جس سے علم و حکمت کے نئے چشمے پھوٹ نکلے۔ اس طرح کہ ان کے فلسفے کے سامنے جو کچھ مشیروں یا پڑوسیوں سے پہنچا تھا پھیکا ہو کر رہ گیا۔ کوئی خیال ایسا نہیں جس کو اچھوتا چھوڑ دیا ہو۔ اگر آجکل کے سے وسائل ہوتے تو ان کی تحقیق اور خیالات انسانی تہذیب و ترقی اور ان کا غور و فکر تمدن کو موجودہ شاہ راہ پر ڈال دیتا جو جہالت اور تاریکی کی وجہ سے ہزاروں سال کے وقفے کے بعد پہنچا ہے۔ زندگی اور علم کا کوئی شعبہ نہ تھا جسمیں ان کی جستجو پاشکستہ رہی ہو۔ تیز نظری کا یہ عالم تھا کہ ستاروں اور سیاروں کی تحقیق میں دوربینوں کا کام دیتی تھی۔ ان چیزوں کے بارے میں جو محض قیاس تاجل رہے تھے توڑ کر رکھدئے۔ دیکھنا جانچنا تولنا پرکھنا تشبیب و فراز کو بھانپنا رات دن کا مشغلہ تھا۔ رفتہ رفتہ علم ہیئت کی حقیقت پر بنیاد رکھدی۔ فیثا غورث جیسے پیدا کئے جس نے اس تاریک زمانے میں بتا دیا کہ زمین گردش کرتی ہے۔ اور آخر میں بطلیموس نے ایسا نظام شمسی قائم کیا جو سیکڑوں سال حکماء و علماء کے دماغ پر چھایا رہا۔ یہی وہ باتیں تھیں جن سے علم و فن کی بنیادیں بلند ہوئیں۔ افلاطون نے سیاست اور الٰہیات کی تدوین کی۔ جمہوریت کے باریک نظریئے لکھے۔ جس سے دنیا میں عوام کی حکومت کا سنگ اول رکھا گیا۔ اینتھنز

کی جمہوریت جو دنیا میں آزادی اور آزاد روی کی پہلی سیڑھی تھی اس کی تحریروں سے مضبوط ہوئی۔ گھر گھر آزادی اور حقوق طلبی کے چرچے ہونے لگے۔ ملک علما اور حکماء سے بھر گیا۔ طریقۂ تعلیم میں جدتیں کر کے مشاہیر و اشراقیین کو درس حیات پر لگایا۔ دنیا کے حالات کو دیکھ کر اپیکورین اور سٹواکس جماعتیں بنیں۔ اوّل الذکر کا خیال تھا کہ دنیا آلام و مصائب کا گھر ہے چند روزہ زندگی میں راحت و آرام اور اطمینان و سکون حاصل کرنا چاہیئے۔ لذّت کا حاصل کرنا ہی زندگی کا مقصود ہے۔ سٹواکس کہتے تھے کہ راحت طلبی تباہی اور بربادی کے مترادف ہے۔ عیش و عشرت نکما کر کے ناکارہ بنا دیتے ہیں۔ نہال کے آلام و مصائب کو محنت، مشقت اور جفاکشی سے دور کرنا ضروری ہے۔

غرض ہر قسم کے خیالات و افکار کے طبقے موجود تھے۔ علم ادب کو روزمرّہ کی زندگی کا آئینہ بنا ڈالا۔ ڈرامہ نویسی سے تھیٹروں کی ایجاد کی۔ ان کے کھلی فضا کے تھیٹر خانے اب بھی آثارِ باقیہ میں موجود ہیں۔ افلاطون وغیرہ حکما اور علوم کے ساتھ طب کے بھی ماہر و بانی تھے۔ اب بھی طبِ یونانی کا فیض ہمارے یہاں کونے کونے میں ان کی یاد کو تازہ کر رہا ہے۔ ارسطو نے ہر علم میں استادوں سے آگے نکل کر حکمت و فلسفے کے ساتھ منطق کی اختراع کر ڈالی۔ پلوٹارک نے تاریخ کو کہانیوں اور افسانوں سے نکال کر اصلیت نگاری کا لباس پہنایا۔ بزرگانِ روم و یونان کی زندگی مقابلہ کر کے دکھائی اور اسکے ضمن میں ہر قسم کے خیالات یہاں تک کہ مذہبی توہمات پر بھی کھلی فلسفیانہ تنقیدیں کیں۔ ہیروڈوٹس فنِ تاریخ کا آدم ہے۔ وہی اس علم کی ایجاد کر گیا ہے۔ ورنہ نہ معلوم کب تک دنیا مذہبی طبقے کے افسانوں پر ایمان رکھتی۔ اقلیدس نے حساب کی نوعیت میں جیومیٹری کا اضافہ کیا۔ کہ سکتے ہیں کہ فنِ انجینری کا بانی ہے۔ انجام یہ ہوا کہ گھر کے صحن میں بیٹھا زمین پر شکلیں کھینچ رہا تھا کہ سکندر کے سپاہی آگھسے استغراق میں شکلوں پر ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔ کہ میری شکلیں نہ بگاڑ دینا۔ ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر تلوار کا ہاتھ جھٹ اور یہ سر جدا کٹ کر گر گیا۔ اس جاہل اور ناشناس دنیا نے ہمیشہ باکمالوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے۔ سیاست دانوں نے بادشاہوں کو قدآور کا لقب دے کر نکالا اور جمہوریت سے دنیا کو روشناس کیا۔ اس وقت جب ایشیا میں بادشاہوں کو آسمانوں کا دیوتا سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے آزادی کا سبق پڑھایا جب

Marfat.com

پیشانیاں تخت شاہی کے سامنے سجدہ ریزی کو فرض کامل سمجھتی تھیں۔ اُسوقت جب عوام کی قدر و قیمت بھیڑ بکریوں سے زیادہ نہ تھی۔

دماغ اتنے جامع پیدا ہوتے تھے کہ زندگی کی ہر شاخ اور علم کے ہر شعبے سے یکساں دلچسپی لیتے تھے تعجب ہے کہ افلاطون پہلوانی کرتیوں سے بھی واقف تھا۔ تصور کا یہ عالم تھا کہ زمین و آسمان کے کلیجے میں کڑی کمان کے تیر کی طرح گھس جاتا تھا۔ ذہنِ فطیں کی نگاہ نے جن اجزاء لایتجزیٰ سے اجسام کی ترکیب مانی تھی۔ ہم اسکو صرف زبانی دہراتے رہے لیکن یورپ نے اب ان کی صداقت پر جہاد کر دیا۔ اور جو کام لیا اُسکو ہیروشیما کی زمین سے پوچھنا چاہیئے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس زمانے کی باریکی اور محنت نے ان کو تقسیم کر کے رکھدیا ہے اور نہ معلوم آگے چل کر ان سے کیا کام لینے والے ہیں۔ انکی طاقت سے مختصر یہ تمام ایجاد کردہ طاقتوں کو بیکار کر دیں گے۔

لیکن مذہب ان کے یہاں بھی ذہنی خیال تھا۔ جس کا تاریپود ابتدائی جھٹکوں ہی میں ٹوٹ گیا تھا۔ فلسفے کے جھٹکوں سے رہی سہی جان نکل گئی۔ پھر بھی وہ سمجھدار خطہ بالاتر ہستی کی تلاش سے غافل نہیں رہا۔ سقراط نے زیس۔ آپولو اور ڈائنا کے خیالی تصورات سے تجاوز کر کے وجہِ کائنات اور خالقِ موجودات کا کھوج لگایا۔ جب ان خیالات کو تعلیم کے ذریعے پھیلانے لگا تو حکومت نے یہ الزام رکھ کر کہ قوم میں نئے مذہب کی تشکیل کر کے تفرقہ ڈالنا چاہتا ہے۔ اختلافِ خیال سے یکجہتی کو خطرہ ہے۔ اُس نمونۂ اخلاق حکیم کو سمِ قاتل کا پیالہ پلا دیا۔ اُس کے بعد افلاطون نے تعلیم کو قائم رکھا لیکن ارسطو نے جرح قدح کر کے اس تعین سے انکار کر دیا۔ اور عوام آرام سے اپنے فرسودہ خیالات پر لگے رہے۔

یونانی قوم اپنے عہد کی حسین ترین قوم تھی جسم سالم چہرہ خوبصورت نقش و نگار تیکھے اور دلکش رگ رگ رہتے اور ڈھانچ پٹھے ابھرے ہوئے نمایاں۔ ایک ایک مچھلی اُبھری ہوئی۔ ہر جہز کینڈے کی۔ نگاہ تیز دماغ انوکھا۔ یہی وجہ ہوئی کہ انہوں نے آرٹ کی دنیا نئی بنا ڈالی۔ بت تراشی میں وہ کمال پیدا کیا کہ انسان آج بھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ ہندوستان اور مصر کی بت تراشی

Marfat.com

کو اُس سے دور کی بھی نسبت نہیں۔ بچوں کے اسٹیچو کو دیکھ کر اُن کے آرٹ پر ایمان لانا پڑتا ہے۔ وینس اور دیگر دیوی دیوتاؤں کے بت حسن کا مجسمہ ہیں۔ خاص کر اپالو کو دیکھ کر مردانہ حسن کی داد دینی پڑتی ہے۔ فن عمارت کا یہ حال ہے کہ آج بھی جس مکان میں اُن کا ڈیزائن شریک ہو جاتا ہے حسن پیدا کر دیتا ہے۔ ایتھنز کے کھنڈرات ایکروپولس کی عمارتیں فن عمارت کی خوبصورتی پر ڈالی ہیں۔ سمرا بجین کے کنارے کے وہ بقیہ تین ستون جو نیلگوں پانی میں اتنک سایہ فگن ہیں اہل نظر سے داد لے رہے ہیں شہر روما کی شاندار قوم نے جب یونان کے دودھ سے پرورش پائی اور ان کی تہذیب سے زلہ برداری کر کے سیاست کے میدان میں عظمت پیدا کی تو جمہوریت کی سادی صورت کو ترقی دے کر قوموں کو قانون قاعدے میں باندھ دیا۔ آزادی کی لہر دوڑا دی اور عوام کو حقوق تقسیم کئے۔ جن کو مصر و ایران کے استعداد کے مقابلے میں رحمت کہہ سکتے ہیں۔ تاہم یارا مانت کی سادگی میں یونان کے عوام سے بھی نہ بڑھ سکے اور یونان کے دیوی دیوتاؤں میں آخر تک الجھے پڑے رہے۔ کسی کو اُس میں بہتر صورت پیدا کرنے کی نہ سوجھی۔ رومی قوم قانون بنانے کی بادشاہ تھی لیکن خرافات الاصنام سے اپنی جان نہ چھڑا سکی۔ وہاں بھی کیسے کیسے متفکر اور قابل پیدا ہوئے۔ یونانی علوم و فنون کو سنبھالے رہے لیکن مذہب کی حالت میں پھنسی رہے۔ بات یہ ہے کہ اُن کے ساتھ بھی سیاست لے الجھائے چمٹے ہوئے تھے۔ اس سے زیادہ سوچنے کی مہلت نہ تھی کہ طاقت کے اجزا کر کے مختلف انداز میں اُس کو مانیں اور ضرورتِ مذہب کو اُن سے پورا کر لیں۔

یہ ہے ایک مختصر سا خاکہ بارِ امانت کی تعبیروں اور تاویلوں کا جو دنیا کی قوموں میں جاری و ساری تھا۔ جس پر ہزار ہا سال ایمان رہا اور حقیقی تعبیریں پیدا ہو جانے کے بعد اب بھی یقین و اذعان ہے تاہم انسان کے دماغ کی نشوونما جوں جوں ترقی کی منزلیں طے کرتی گئی خالقِ کائنات کے قریب پہنچتی گئی۔ اصلی تاویل اور خالق کے حقیقی اشارے نینا کے شہر میں آذربت تراش کے غور و فکر کرنے والے بچے کے حصے میں لکھے گئے تھے۔ کائنات دنیا اس کی ہدایت کو سمجھ کر مذہب کی بہترین صورت پر پہنچ جاتی۔ اسکا اعلانِ حقیقت قوموں کے کانوں تک پہنچتا۔ لیکن ان تواہد یونانی دماغ اور رومی متفکر بھی اسکو قبول کرنے سے

Marfat.com

قاصر رہے - اس کی وجہ یہ ہے کہ عصبیت اس وقت بھی انسانی فطرت کے خواص میں تھی - پہنچانے والوں نے بھی تبلیغ کی محنت سے جان چرائی - اور صرف خاندان کے لئے مخصوص کر کے اس امانت کو جیب میں رکھ لیا - کچھ یہ بھی وجہ تھی کہ قدیم زمانے میں قوموں اور ملکوں پر سیاسی بے چینی ہیجان و اضطراب کے سیلاب تھے - ایک قوم دوسری پر چھا جاتی تھی - نہ کوئی قانون تھا نہ قاعدہ - ہزاروں سال طائفت کا مظاہرہ رہا - ایسے حالات میں جان بچانی مشکل ہوتی ہے - باریکیوں پر غور کرنے کی مہلت بھی نہ ملی - اپنے ہی خیالوں پر قناعت تھی - کچھ سکون مل جاتا تھا تو اسی کو غنیمت سمجھ کر دل بہلا لیتے تھے -

یوں بھی مذہب زیادہ تر اعتقادی چیز ہے - دماغ میں نہ سمائے نہ سمجھے اپنی طبیعت اور اپنے رجحان پر پورا نہ اترے تو بہترین خیالات بھی خس و خاشاک ہیں - اندازے میں آجائے تو خرافات و ہفوات بھی جان سے زیادہ عزیز ہو جاتی ہیں - قدیم زمانے میں وسائل بھی کیا تھے کہ ایک قوم کے خیالات انسانی سے دوسری تک پہنچ جاتے - کوئی ایک آدھ آدمی ٹکراتا ٹھوکریں کھاتا "جان بچا" تا پہنچ بھی جاتا تھا تو اس کا اثر و رسوخ بھی ایک آدھ آبادی میں نقش بر آب ہو کر رہ جاتا تھا - حکومتوں کی کوشش بار آور ہوا کرتی ہے - سو جن قوموں کی حکومتوں نے ایسے خیالات کو پھیلانے کی کوشش کی وہ کامیابی سے پھیل گئے - دوسرے ملکوں میں بھی پہنچ گئے - بنی اسرائیل کی تنگ نظری اور لوگوں سے نفرت اس امر سے مانع رہی ہے - ان میں عیسائیت کے گرم کارکن کوشش سے کامیاب ہوئے اور نینوا کے موحد کی آواز کو مسخ کر کے مغرب میں پہنچایا - دراصل اس کی آواز کو پہنچانے کے لئے قدرت نے جس قوم کو تاکا تھا اس کا ذکر آنے والا ہے - پہلے مختصر طور پر اس آذر کے کامیاب بچے کا ذکر کیا جاتا ہے - یہ کہ اس نے تاریک دنیا میں نئی روشنی کی شعاعیں کس طرح نیا بیں اور نیا نظریہ پیش کر کے دنیا کو محسوں سے نکالنے کی کس طرح جد و جہد کی - ذہبی افکار کو کتنا بلند اور اچھوتا کر دیا +

Marfat.com

دوسرا عکس

فکرِ سیہ اہیمی

زر اندوزوں نے غوّاصی بہت کم کی ہے دنیا میں
غریبوں ہی نے اکثر۔ ڈوب کر موتی نکالے ہیں (سیفی)

سیریا یعنی شام کی قوموں نے ترقی و تہذیب میں کسی ملک سے کم حصّہ نہیں لیا۔ بعلبک کے مندروں کے آثارِ باقیہ اُس کی تیزیٔ فکر اور سبقت طلبی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ ان مندروں کی ساخت شان و شکوہ اور عظمت و بلندی میں مصر کے لکسر اور کرناک کے برابر نہ سہی خوبصورتی میں اُن سے بہت آگے ہے۔ ستونوں کی لمبائی چوڑائی میں موزونیت ہے۔ بھدّا پن نہیں۔ صفائی اور سبکی ہے۔ مرغول تو لتنے خوبصورت ہیں کہ اس زمانے کی کوئی عمارت ان کی نظیر پیش نہیں کرتی۔ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ حسن پرست یونان نے انہی کا چربہ لے کر نزاکت اور حسن کو بڑھایا تھا۔ فلسطین کے قدیم آثار بھی ان قوموں کی ترقی پر دلالت کرتے ہیں۔ وقت یہی رہی کہ ان خطّوں پر انقلاب بہت آئے۔ اور یہ سمیا طبقی قومیں حسن و خاشاک کی طرح اُن انقلابوں کے تھپیڑوں میں بہتی پھریں۔ ان میں سمیری قوم بہت پرانی ہے۔ بعد میں طسم و جدیس۔ عمالقہ۔ عاد و ثمود وغیرہ باری باری آئیں اور اس تمدن کو آگے بڑھاتی رہیں۔ جب ان پر دباؤ پڑا تو ہٹ کر عرب کے مشرقی اور دوسرے کناروں پر پھیل گئیں۔ یہانتک کہ گرم و خشک جگہ میں بھی جا گھسیں۔ ہر جگہ بڑے بڑے کارنامے کئے۔ ریگستان تک میں جنت بنا ڈالی۔ جس کے

Marfat.com

تعمیری حسن کو قرآن مجید میں بے مثل بنایا گیا ہے۔

سیریا بابل نینوا اور یمن کے آثار و تاریخ سے سمیا طیقی اقوام کی ترقی و تہذیب کا اندازہ ہوتا ہے۔ پہل میں اختلاف ہے مصر کو بانی مانا جاتا ہے جو کچھ ہو اس کو عروج دینے میں ان کا بہت بڑا حصّہ ہے۔ کہہ سکتے ہیں کہ عرب کے کنارے تہذیب انسانی کا گہوارہ رہے ہیں۔ ابتدائی پرورش سے اس بچے کو شباب کی حدود میں داخل کرنا انہی کا کام تھا۔ نینوا بھی انہی قوموں کی یادگار تھا۔ جس نے ترقی کر کے بابل کو بھی دبا لیا تھا۔ اس کی تہذیب سے عراقِ عرب رشکِ گلستان ہو رہا تھا۔ اندرونی ریگ زار تک میں انسانی محنت نے تازگی پیدا کر رکھی تھی۔ نمرود کی افتاد و جبروت بھری شاہی خدائی شان و شوکت کے دعوے کر رہی تھی کہ اتنے میں آذریت تراش کے یہاں وہ بچہ پیدا ہوا جو بھٹکے ہوئے انسان کے سامنے خالق کائنات کا صحیح مفہوم پیش کرنے والا تھا۔ جس کے لئے یہ فضیلت مقسوم ہو چکی تھی کہ غور و فکر کی محنت سے مذہب اور فرسودہ مذہب کے خیالی تار و پود کو توڑ کر اُس قوت غیر محسوسہ کا تصوّر صاف ستھرے سچے انداز میں پیش کرے۔ اس بچے کا نام بت پرست و بت ساز باپ نے ابراہیم رکھا۔ اس کو معلوم نہ تھا کہ اس کا نورِ نظر عنقریب انسان کو سیدا حقیقی کی طرف راجع کرے گا۔ بتوں کے پاؤں میں رسی باندھ کر حقارت سے بازاروں میں گھسیٹے گا۔ اور قہر نمرود کی بھڑکائی ہوئی آگ کو سرد کر کے انسان کا رخ غیر فانی نور کی طرف پھیر دے گا۔ امیروں کے دماغ اور حکومت کے ایوان بے خبر تھے کہ کون پیدا ہوا اور تاریک دنیا میں کس نے قدم رکھا۔ اُسی طرح جیسے انقلاب پیدا کرنے والے آجاتے ہیں اور دنیا کو اُسی وقت معلوم ہوتا ہے جب وہ میدانِ عمل میں کود کر لوگوں کے دماغ ہلا دیتے ہیں۔

دنیا کے اس پہلے موحّد نے بچپن ہی سے حالات و خیالات کو اچھوتے دماغ سے جانچنا شروع کر دیا۔ یہ قوم صابی تھی۔ ستاروں کی پرستش کرتی تھی لیکن بت پرستی اس زمانے میں ہر خیال کا لازمہ تھی۔ بہرصورت ہر تاویل کو تبدیل کی صورت دیدی جاتی تھی۔ ملک اس خیال میں بھی بت پرستی پر جھکا ہوا تھا۔ ستاروں کے نام پر مندر بھی تھے اور انہی کے نام پر تعبیری بت بھی سکوت اور بے بسی سے خدائی کی لذت لیتے تھے۔ آپ نے پہلے گرد و پیش دیکھ کر اسی طریقہ عبادت پر غور کرنا شروع کیا۔ بہت جلد بے حقیقتی سے

Marfat.com

آگاہ ہوگئے اور اصنام سے نفرت کا اظہار کرکے اُن کو جو باپ بیچنے کے لئے دیتا تھا بازاروں میں گھسیٹنے لگے۔ ساتھ ساتھ کہتے تھے ایسے مجبور خداؤں کو خرید و جو اپنے آپ کو مجھ سے بھی نہیں چھڑا سکتے۔ اپنے معبودوں کی ایک بت تراش کے بیٹے کے ہاتھوں یہ بے حرمتی دیکھ کر لوگ غم غصے میں بھر جاتے تھے۔ لیکن یہ کہیں مذکور نہیں کہ آپ پر ہاتھ اٹھایا ہو یا حملہ کیا ہو۔ اس سے نمرود کی حکومت کے نظم و ضبط کا پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح جیسے انگریز کے عہد میں ہندو مسلمانوں کے خلاف بڑے بڑے ارادے دبائے بیٹھے رہے اور حسب نیت کچھ نہ کر سکے۔ گردن ہلتے ہی کھل کھیلے اس طرح کہ انسانیت نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے منہ ڈھانپ لیا۔ نہ کوئی قانون رہا نہ قاعدہ رہا۔ جان مال عزت آبرو کی حفاظت بڑے ضبط و نظم سے ہوتی ہے اور ہر ایک کا کام نہیں کہ اس کو پیدا کر سکے۔

دنیا کے اس پہلے موحد نے مذہب کے نام پر جو بت پرستی ہو رہی تھی اس کو پرکھا۔ ان کے حالات قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ خدا نے خود بیان کیا ہے کہ "واذ قال ابراھیم لابیہ آذر اتتخذ اصناما الخ، جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا کہ کیا تو بتوں کو معبود بناتا ہے؟ بیشک میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں" "ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون"۔ یہ مورتیں کیا ہیں جن پر تم جھکے ہوئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم تو بزرگوں کو دیکھتے چلے آئے ہیں وہ بھی انہی کو پوجتے تھے۔ اس نے کہا کہ تم اور تمہارے بزرگ کھلی گمراہی میں رہے۔ انہوں نے کہا کیا تو کوئی سچی بات لے کر آیا ہے؟ یا محض دلگی کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ تمہارا خدا تو زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے بنانے اور پیدا کرنے والا۔ اللہ ہی کی قسم ہے میں ضرور تمہارے بتوں کی خبر لوں گا جب تم یہاں سے چلے جاؤ گے۔ اس نے سوائے بڑے بت کے اور سارے بت توڑ ڈالے تو وہ کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں پر یہ کس نے ظلم کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ابراہیم کا کام ہے۔ کہنے لگے کہ اسے سب کے سامنے پیش کرو تاکہ وہ گواہی دیں۔ پھر انہوں نے اس سے پوچھا کہ ابراہیم! کیا ہمارے معبودوں سے یہ تو نے گستاخی کی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ بڑا بت موجود ہے اسی سے گواہی لو اگر وہ بول سکے یہ سن کر وہ سوچ میں پڑ گئے۔ پھر بولے کہ لوگو! تم ہی بے انصاف ہو۔ پھر سر نیچا کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے کہ یہ بول نہیں سکتے؟ ابراہیم نے کہا کہ کیا تم اللہ کے سوا ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو تم کو نہ نفع پہنچا سکتی ہیں نہ نقصان

Marfat.com

لعنت ہے تم پر اور ان پر جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔" یہ سن کر وہ بھڑک گئے اور کہنے لگے کہ لوگو! اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ اور اسے آگ میں جلا دو۔"

کیسی سادی اور پُر از حقیقت باتیں ہیں۔ نہ مناظرے نہ کاپرے کئے گئے ہیں نہ فلسفیانہ باریکیاں۔ جن کو سن کر لوگ پہلے تو فرما جاتے ہیں، اور حقیقت کے سامنے جھکتے ہیں۔ پھر عصبیت یا طلی ہٹ دھرمی پر مصر ہو کر بھڑک اٹھتی ہے اور لے دے شروع کر دیتے ہیں۔ آج بھی یہی حال ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ لوگو! گمراہی پر جھکے ہوئے ہو۔ بالن کی تیلیاں قبروں کی اینٹیں بزرگوں کی نشانیاں توہم پرستیاں ذہنی جنجال ہیں۔ خدا پرستی سے انہیں دور کا بھی لگاؤ نہیں تو بھویں تن جاتی ہیں منہ میں جھاگ آجاتے ہیں نمرودی قوم سے زیادہ دلیلیں بنا کر الٹے سیدھے پلٹے دینے لگتے ہیں۔ آگ میں جلانے کی تو دھمکی نہیں دیتے لعنتوں کی تہدید دکھاتے ہیں۔ اور گمراہ کہہ کر منہ پھیر لیتے ہیں۔

غور و فکر کا یہ ابتدائی مرحلہ طے کرنے کے بعد آپ نے قوم اور ملک کے بنیادی معتقدات کو پرکھنا شروع کیا۔ اس قوم میں سب سے پسندیدہ اجرامِ سماوی تھے۔ چاند سورج اور ستاروں کو دیکھا۔ "فلما جن علیہ اللیل رای کوکبا" جب رات چھا گئی تو اس نے ایک تارہ دیکھا۔ کہا یہی میرا رب ہے جب وہ چھپ گیا تو کہا میں چھپنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ "فلما رای القمر بازغا قال ھذا ربی۔ الخ" پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا یہی میرا رب ہے۔ وہ بھی چھپ گیا تو کہا کہ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ کرے گا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ "فلما رای الشمس بازغۃ قال ھذا ربی ھذا اکبر الخ" پھر جب سورج چمکتا ہوا دیکھا کہنے لگا کہ یہی میرا پروردگار ہے یہ سب سے بڑا ہے۔ "فلما افلت قال یا قوم انی بری مما تشرکون" جب وہ بھی چھپ گیا تو کہا کہ اے میری قوم! میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ میں نے تو اسی طرف رخ کر لیا ہے یکسوئی کے ساتھ جس نے زمین و آسمان بنائے ہیں۔ میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔" اس کی قوم نے بحثا بحثی کی۔ اس نے کہا مجھ سے اسکے بارے میں جھگڑتے ہو جس نے مجھے ہدایت کی ہے۔ میں ان سے بالکل نہیں ڈرتا جن کو تم خدا کا شریک ٹھیراتے ہو۔"

جب آپ نے اپنے حقیقی معبود کو پا لیا اور اس نے بھی اپنے اس متفکر بندے کو خلیل بنا کر خلافت کی

Marfat.com

ہدایت سے واسطے منتخب کر لیا تو آپ قوم کو کھلے طور پر سمجھانے لگے ۔ چاروں طرف سے قوم بھی جھٹلانے لگی ۔ تشدد تو نہ کر سکی البتہ نمرود کے پاس شکایتیں پہنچائیں ۔ آپ کے تمام پرتاؤ جو دیوتاؤں اور معبودوں کے ساتھ کئے تھے ایک ایک کی تفصیل جڑی ۔ آخر کار سچائی کی پاداش کا وقت آگیا اور نمرود سنے جو معبودوں کے ساتھ اپنی خدائی پر بھی مصر تھا اس آفتاب توحید کو ہمیشہ کے لئے غروب کر دینے کی ٹھان لی ۔ فیصلے کا دن آیا، بینوا کی خلقت اپنے معبودوں کے دشمن کا حشر دیکھنے کے لئے جمع ہو گئی ۔ لوگ خوش تھے کہ یہ مریخ و زحل کی یادگاروں کو برا کہنے والا آج آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں اپنے عمل کا انجام دیکھے گا ۔ اور ہماری دل آزادی کا بدلہ پائے گا ۔ شہر کے باہر بھیڑ تھی ۔ نگاہیں اس چتا پر جمی ہوئی تھیں جس سے عنقریب شعلے بلند ہو کر توحید پرستی کے ایمان و یقین کو خاکستر کر دینے کے لئے اپنی آغوش کھولنے والے تھے ۔ نمرود مع اپنے حواریوں کے ایک طرف دور اس منظر کو دیکھنے کے واسطے شاہی تخت پر بیٹھا تھا ۔ چتا میں آگ لگائی گئی ۔ رفتہ رفتہ شعلے بلند ہوئے اور حکم کے مطابق مذہب کے بلند تریں نظریے کو مٹانے اور حضرت ابراہیم کو ان شعلوں کی نذر چڑھانے کے لئے گوپھیے میں رکھ کر پھینکا گیا ۔ لیکن ابھی شعلوں نے آپ کے جسم کو مس بھی نہ کیا تھا کہ ایمان کی پھونک سے خود سرد ہو کر رہ گئے ۔ معلوم نہیں کہ اس منتظر خلقت پر دیکھ کر کتنی حیرانی طاری ہوئی ہوگی ۔ البتہ یہ کہیں نہیں لکھا کہ دوبارہ کوشش کی گئی ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ڈر خوف کی وجہ سے پھر جرأت نہ کر سکے ۔ اور نورِ توحید کو بجھنے والا نہ دیکھ کر مرعوب ہو کر خاموش ہو بیٹھے ۔ ثناء الٰہی کے سامنے نمرود کی خدائی کھسیانی ہو کر رہ گئی ۔

"تاریخ کہتی ہے کہ یہ پر خود غلط بادشاہ جب شمعِ توحید کو بجھانے میں ناکام رہا تو کچھ دنوں بعد خدا سے انتقام لینے پر تل گیا ۔ ایک بڑا تخت تیار کرایا ۔ چاروں پایوں میں بہت سے گدِ مضبوط باندھے ۔ تیر کمان لے کر اس پر بیٹھا ۔ کارکنوں نے گدوں کو اڑایا ۔ تخت اڑا اور یہ مغرور بادشاہ آسمان کی طرف تیر مارتا ہوا بلندی پر پہنچا ۔ لکھا ہے کہ تیر خون آلودہ زمین پر گرتے رہے ۔ جس سے اسے وقتی خوشی ہوئی ۔ گدھ جب بسا طڈنڈے کھا کھا کر اڑتے رہے آخر کا تھک تھک کر جان چھوڑ بیٹھے اور سیدھے ہو ہو کر گرنے لگے اور یہ بدفعل مجاہد زمین پر گر کر ختم ہو گیا ۔ انجام وہی ہوا جو بدانجام لوگوں کا ہوا کرتا ہے ۔ اس کے بعد نمالا یق جانشینوں کی وجہ سے بینوا کی حکومت پر

زوال آنا شروع ہوا - مغربی علاقوں سے قوموں نے یورشیں کیں - پھر بابل یعنی کلدانی قوم دم دبا کر پکڑ کر سنبھلی اور دوسرے ملکوں کے ساتھ عراق پر بھی چھا گئی - نمرودی نورِ توحید کو بجھاتے بجھاتے خود بجھ کر رہ گئے -

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھ لیا کہ قوم اپنے معبودوں کو چھوڑ کر ایک معبود پر ایمان لانے والی نہیں - ہزاروں سال کی گمراہی ان کی ایک جان کی قربانی سے دور نہیں ہو سکتی - اُن کی روشن خیالی "تاریکی" کو برانگیختہ کر رہی ہے اور لوگ جان لینے کے درپے ہیں تو انہوں نے وطن کو خیرباد کہہ کر حیرت کی ٹھانی - دو چار ہوشمند جو اس ساری جانفشانی کے بعد آپ پر ایمان لے آئے تھے اور خدائے واحد کے پرستار ہو گئے تھے بال بچوں کو اور ان کو سمیٹ کر جن میں حضرت لوط سب سے ممتاز تھے نئے وطن اور نئی قوم کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے - اس یقین پر کہ ان کی عقل لگتی تعلیم پر کوئی دوسری باہر کی ذہنیت سر جھکائے گی - نینوا کے تنگ نظر نہ سمجھے تو باہر والے اس نظریئے کو جانچ لیں گے - آپ نے اس مختصر قافلے کو لے کر فلسطین کا رخ کیا - سامی نسل کا یہ خطہ بہت سرسبز اور خوشحال تھا اگرچہ مصری اور شامی شیرہ آزما رہتے تھے اور مختلف قوموں کی خونریزیوں کا میدان بنا ہوا تھا - کچھ دنوں قیام کیا - لیکن وہاں وسائل زندگی حسب ضرورت میسر نہ آئے - یا اُمید کے مطابق خیالات کی تبلیغ میں کامیابی نہ ہوئی - صحیح اسباب معلوم نہیں گویا یہ کہا جاتا ہے آپ نے فلسطین کو مالی مساعدت حاصل نہ ہونے کے سبب اُس وقت چھوڑا تھا جو کچھ بھی حالات پیش آئے ہوں چاہے وہاں کی بداعمالی اور بدچلنی سے یاس پیدا ہوئی ہو جیسا کہ بعد میں حضرت لوط کے واقعات بتاتے ہیں آپ ان کو جانشین بنا کر بال بچوں کو لے کر مصر چلے گئے - قدیم زمانے میں مصر میں چار خاندانوں نے یکے بعد دیگرے حکومت کی ہے - یہی ہیں جن کو تہذیب کا بانی کہا جاتا ہے ہزاروں سال اس ملک پر عظمت و جبروت کے ساتھ مسلط رہے ہیں اور موجودہ یادگاریں انہی کے ہاتھوں کے کارنامے ہیں - غالباً دوسرے خاندان کا آخری زمانہ تھا جب یہ نینوائی موحد مصر کے بت خانے میں پہنچے - ملک کی سرسبزی اور فراخ کی شان و شوکت دیکھ کر یقیناً آپ کو حیرانی نہ ہوئی ہوگی - اس لئے کہ انکا ملک بھی ان باتوں سے خالی نہ تھا - وہ بھی

ایسے ملک کی یادگار رہتے۔ جو شان میں مصر سے پیچھے نہ تھا۔ گو سوائے تاریخ کے اس حکومت کی کوئی تعمیری مثال ایسی باقی نہیں جس سے نمرود کے خاندان کی ترقی کا اندازہ ہو سکے۔ پھر بھی جب آپ ابوالہول کے پاس کھڑے ہوئے ہونگے تو اس شیر کے جسم اور انسانی چہرے کی منتظر آنکھوں نے استعجاب ضرور پیدا کر دیا ہوگا دنیا کیا مقام ہے۔ اس کی خدمت اور الٹ پھیر پر جب نظر پڑتی ہے۔ اور اس زمانۂ قدیم کی اقوام کے حالات سامنے آتے ہیں تو ہم دور دراز وقتوں کے انسان انقلابات کو دیکھ کر فنا و بقا کے جذر و مد میں ڈوب جاتے ہیں۔ کبھی کبھی قومیں آئیں اور اپنی تاریخ یا آثار چھوڑ کر گم ہو گئیں۔ اب نہ وہ ہیں نہ ان کے نگاہوں کے سامنے گذرنے والے حالات ہیں۔ نہ اسکا مذہب ہے نہ رسومات ہیں نہ زبان ہے نہ بیان ہے صرف حسرت انگیز یادگاریں ہیں یا چند آدمیوں کے دماغ میں ان کا ذکر ہے۔ کبھی ابوالہول کے بت تراش کا تصور بندھتا ہے۔ کس کے حکم سے کس خیال پر یہ تخلیق کی ہوگی جس کی جسامت اور بلندی کے سامنے اونٹ مع سوار کے چھوٹی سی بھیڑ کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ کبھی بڑے اہرام کے قریب خیال وہ منظر کھڑا کر دیتا ہے کہ ہزاروں انسان ڈھور ڈنگروں کی طرح بے چون وچرا اتنی اتنی بڑی سلیں ریت پر گھسیٹتے ہوئے لا رہے ہیں۔ کبھی ہیکل سلیمانی پر نظر جاتی ہے۔ مغلوب قوموں کے بیشمار انسان سنگ تراشی اور تعمیر میں لگے ہوئے ہیں۔ حضرت سلیمان پر آں شان و شکوہ جسکو بنی اسرائیل کی مبالغہ آمیزی نے تمام دنیا کے کونے کونے کا مالک بٹھایا معائنے کی غرض سے سوار ہو کر حسن و قبح کو جانچتے پھر رہے ہیں۔ کبھی بعلبک کے بیچاری بیل کے مندر میں رسومات ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی بخت نصر کے شہر پر نظر جا پڑتی ہے۔ کبھی دیوار چین پر جا ٹکتی ہے پندرہ سو میل کی لمبائی کا تصور بندھتا ہے۔ کبھی الیشیائے کوچک کے ساحل پر ٹرائے کے در و دیوار چمکتے ہیں۔ کبھی نگاہ دریائے ٹیبر پر شہر روما کے اچھوتے پن کو چھوتی ہوئی جرمن اور فرانس کے میدانوں میں پہنچ جاتی ہے جہاں جولیس سیزر نے اپنی سترلڑائیاں ختم کیں۔ کبھی نیرو کی بانسری اور ہیڈرین کی عظمت پر جا پڑتی ہے کبھی کلیوپٹرا کی زرنگار کشتی معہ اپنے تمام حسن کے بحر روم کے کنارے پر بیٹھی نظر آتی ہے۔ پھر نگاہ قسطنطنیہ سے ہوتی ہوئی بدر و احد کے میدان میں پہنچ جاتی ہے۔ مشرق و مغرب پر قبضہ نظر آتا ہے۔ پھر یورپ کی شعاعیں آنکھیں چندھیا دیتی ہیں۔ دماغ چونک جاتا ہے تو پھر وہی مکان

Marfat.com

وہی والان وہی آلام وہی افکار - ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جیسے کسی دریا میں غوطے کھا رہا ہوں۔ موجوں میں بہہ رہا ہوں -

اگلے لوگوں کو یہ خیالات بہت متاثر کیا کرتے تھے کہ دنیا مردار ہے - جسے مہر مادر ہے یا لتی ہے اور خود ہی کھا جاتی ہے - عشوہ طراز حسینہ ہے جس کا مارا پانی نہیں مانگتا - ایسی ہے اور ویسی ہے - اس سے دل نہ لگانا چاہیئے - دیو جانس کلبی کی طرح مٹکے میں گذار کر کھسک جانا چاہیئے - ان بزرگوں کو معلوم نہ تھا کہ اس کی ساخت ہی ایسی ہے - یہی طریقہ اور یہی سنت ہے - فنا لقا کوئی خاص بات نہیں - انسان فرائض لے کر آتا ہے - اُن کو انہماک دلیری اور تدبر سے ادا کرے - اپنی باری میں ایسے کام کرے جو ملک و قوم کو زندہ رکھیں - جب موت آئے تو اپنی ذمے داریاں زندوں کے حوالے کر کے صبر و سکون سے جان جاں آفریں کے حوالے کر دے - بجائے اسکے کہ تخت جمشید کو دیکھ کر زندگی سے بیزار ہو - فنا کا غم غلط کرنے کے لیے عمر خیام کی طرح جام جمشید سنبھالے یا ابوالعتاہیہ کی طرح قبریں جھنکائے - مرنے والوں کی حسرت کا زندوں سے مقابلہ کرے - بہترین بات یہ ہے کہ تخت جمشید نہ بنا سکے تو سیمانروں کے لئے بلند و بالا گھر ہی بنا جائے - مردوں کی ہڈیوں سے عبرت کے بجائے میر صاحب کے شعر پہ نظر ڈال کر ان کے مشورے پہ عمل کرے - فنا کے لا یدی جھٹکوں سے مرعوب نہ ہو کر زندگی کی ضرورتوں کو دیکھنے میں بھی ایک صحیح راہ تیادی ہے اسے مضبوط پکڑ لے :-

یارے دنیا میں رہو غم زدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کر کے چلو یہاں کہ بہت یاد رہو

کچھ نہیں کہہ سکتے کہ مصر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیا واقعات پیش آئے جو وہاں بھی قیام نہ کر سکے - یا تو مصریوں کی صنم پرستی نے بیزار کیا یا ہمت بلند کو حسب نیت وسائل حیات مہیا نہ ہوئے - آپ وہاں سے لوٹ کر مع اہل و عیال پھر فلسطین واپس آ گئے - قیام ثانی میں حالات سدھرے - خوش حالی و فارغ البالی نصیب ہوئی - بھیڑ بکریوں کے ریوڑوں سے برکت حاصل ہوئی - ابھی تک اولاد سے محرومی تھی -

Marfat.com

دعائیں مستجاب ہوئیں اور دو بیویوں سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ حضرت سارا اور ان کے بیٹے کو فلسطین میں آباد رکھا۔ حضرتِ ہاجرہ اور اُن کے بیٹے اسماعیل کو لے کر سرزمین بطحا میں پہنچے۔ اس علاقے کے آدمی دلجوئی اور خاطر داری سے پیش آئے۔ تاہم اس بے آب وگیاہ خطے کو دیکھ کر پہلے گھبرائے اور پھر بہت سی دعائیں کر کے خدائے تعالیٰ کے بھروسے دونوں کو وہیں چھوڑ گئے۔ آپ کے تمام حالاتِ زندگی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نہایت اولوالعزم مستقل مزاج بلند حوصلہ اور دوڑ دھوپ کے انسان تھے۔ وطن اور غیر وطن سفر و حضر کو یکساں جانتے تھے۔ خدا پر یقین نے اعتماد ذاتی کو بہت بلند کر دیا تھا۔ اس پر بھروسہ کر کے اور زمین کو اُسی کی ملک سمجھ کر چل پڑتے تھے۔ ورنہ کہاں نینوا کہاں فلسطین کہاں مصر اور کہاں مکہ۔ اتنی سی بات پر کہ دونوں بیویوں میں بنتی نہ تھی۔ اسماعیل جیسے لختِ جگر کو سنگلاخ بطحا میں لا بسایا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست، پر کار نبی تھے۔ دوسرے پھیرے میں جب ان کمزور مسافروں کی خبر گیری کے لئے آئے تو حضرت اسماعیل اس خطے کے ہمدردوں کی وجہ سے سنبھل چکے تھے۔ اب آپ نے ان کی سکونت کے بارے میں طے کر کے چاہا کہ خدائے واحد کی پرستش کے لئے کوئی محل مقام بنائیں اور فلسطین کی طرح اس ملک میں بھی اپنی تبلیغ کی بنیاد رکھدیں۔ مکہ گو اُس وقت بھی گاؤں یا قریے کی صورت میں موجود تھا لیکن مشیتِ ایزدی میں آچکا تھا کہ آئندہ وہ نسل براہیمی کا مرکز بنے گا۔ اسماعیل کی اولاد نہ صرف اس کی بلکہ عرب کی سرداری کرے گی۔

آپ نے حضرت اسماعیل کو ساتھ لے کر خانۂ کعبہ کی بنیاد رکھی۔ "واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت الخ" اور جب ابراہیم و اسماعیل اس گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے اور (کہتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے رب! تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔ جب اللہ کا کافر و مشرک دنیا میں پہلا گھر تیار ہو گیا تو آپ نے حضرت اسماعیل کو سمجھایا تسکین دی کہ بیٹے! اس ایک خالق کائنات قادرِ مطلق موت اور زندگی کے مالک خدا کو پوجنا۔ کفر و شرک سے بچنا۔ کچھ اخلاقی باتیں سکھائیں اور تشفی تسلی دے کر پھر فلسطین واپس آگئے۔ پھر مکے نہ جا سکے۔

Marfat.com

آپ میں جو جذبہ اور جوش نینوا میں تھا باہر نکل کر اتنا ولولہ نہ رہا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس تاریک زمانے میں اس روشن ضمیری کو خلقت نے گرم جوشی سے قبول نہ کیا۔ چند آدمی ایمان لائے جن میں حضرت لوط پیش پیش تھے اور آپ کے مشن کی تبلیغ میں البتہ عمر صرف کردی۔ باقی کوئی ایسا مستعد نہ تھا جو پورے ہمہمے کے ساتھ ان خطوں کو توحید پرستی پر جھکاتا۔ سالقہ بھی نہایت بے پروا اور ضدی لوگوں سے تھا۔ حضرت لوط جن پر مقرر کیا تھا وہ توحید الٰہی پر ایمان تو کیا لاتے اپنی انوکھی بدچلنی اور غارت گری بھی نہ چھوڑ سکے۔ آخر کار اُن پر تباہی آئی اور حضرت لوط پھر لوٹ کر حضرت خلیل کے پاس آ بیٹھے۔

وقت کی قومیں تو آپ کے مشن کے خیالات سے آگاہ نہ ہوسکیں لیکن آپ کی اولاد میں خدائے واحد کی پرستش جاری ہوگئی۔ اور دنیا میں اُن کے خیالات پروان چڑھنے لگے۔ آپ کے پڑپوتے حضرت یوسف اپنے دلچسپ قصے کے ساتھ مصر پہنچ کر حکومت کے مرکز بن گئے اور اس سلسلے میں آپ کی اولاد پھر ابوالہول کے ملک میں جا پہنچی جہاں کے قیام سے آپ نے نفرت کی تھی۔ کامیاب انسانوں سے اہل حکومت اور عوام کو بغض و حسد ہو جایا کرتا ہے۔ چونکہ یہ لوگ حکومت کے شعبوں میں داخل ہوگئے تھے ایک گونہ کھنچاؤ قبطیوں میں پیدا ہوگیا۔ یہاں تک کہ فرعون نے برروئے کار آکر ان کو غلامی میں جکڑ کر سخت آزار پہنچائے اور ذلیل کر دیا۔

قومی تنافر و تعصب بہت قدیم چیز ہے۔ بنی اسرائیل اسی کا شکار ہوئے تھے۔ مصر میں ان کی نسل بہت پھلی پھولی اور پھیلی۔ آخر کار انجام یہ ہوا کہ قبطیوں نے غلام بنا بنا کر بانٹ لیے۔ اور مظالم کے پڑھ کر رواں کھڑا ہوتا ہے۔ حالات اتنے نازک تھے جب حضرت موسیٰ پیدا ہوکر اپنی بہن کے سبب سے فرعون کے محلات میں پلے بڑھے۔ جوان ہوئے تو قوم کو ذلت اور غلامی میں اور دین کو کالعدم دیکھا۔ حساس تھے جوشیلے تھے۔ کیا کچھ غم نہ ہوا ہوگا۔ بے بسی اور مجبوری میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔ اسی اثنا میں وہ واقعہ پیش آگیا جس نے مصر چھوڑنے پر مجبور کر دیا یعنی آپ نے اُس قبطی کو مکا مار کر ہلاک کر دیا جو ایک اسرائیلی کو مار رہا تھا۔ اور مضروب بیچارے نے انکو مدد کیلئے بلایا تھا۔ جب دو اک روز کے بعد پھر ایسا ہی واقعہ ہونے والا تھا تو ایک شخص نے مشورہ دیا کہ یہاں سے چلے جاؤ

"قبطی تمہارے پکڑنے کی صلاحیں کر رہے ہیں۔ خطرہ قریب تھا آپ فوراً یہ دعا کرتے ہوئے نکلے" فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ " ڈرتا ہوا بچتا بچاتا شہر سے باہر نکلا کہا کہ اے میرے رب! مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔ یہاں سے محفوظ و نامیں فلسطین پہنچ گئے اور حضرت شعیب کے یہاں شادی کر کے انہی کے پاس مقیم رہے۔ پھر جب وادیٔ ایمن کے حکم کے مطابق رسالت کا فرض سنبھال کر مصر پہنچے اور فرعون کو پیغام سنایا کہ خدائے واحد پر ایمان لائے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر کے ان کے ساتھ بھیجدے تو تمام مصری بھڑک اٹھے فرعون نے کہا کہ یہ دونو بھائی سخت جادوگر ہیں۔ معجزوں کے کرشمے دکھا کر ہمیں ملک سے نکالنا چاہتے ہیں سخت ہنگامہ ہوا اور آخر کار حضرت موسیٰ مظلوموں کو وہاں سے نکال کر اپنے اجداد کے وطن فلسطین میں لے آئے۔ فرعون دریائے نیل میں مع لاؤ لشکر کے ڈوب کر اب بیسویں صدی میں لوگوں کی عبرت کے لئے ممی کا لباس پہنے ہوئے مدفن سے نکلا اور حضرت موسیٰ کی کامیابی کی زبان حال سے گواہی دے کر پھر سمندر میں ڈوب گیا۔

کہنا یہ ہے کہ میراث و ماحول کا کتنا گہرا اثر ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل پر اتنی سخت مصیبتیں گذریں۔ نسل در نسل بزرگ بھی ہر طرح سمجھاتے چلے آئے لیکن وہ تھے کہ دوسروں کو خلیل کا پیغام پہنچاتے اور اپنے آپ کو اللہ والے بنانے کے بجائے مشرکوں کے خیالات میں الجھ کر اسحاق و یعقوب کی وصیتوں کو بھول بیٹھے۔ مصریوں کی صحبت نے نیوتوں کے سارے اثرات زائل کر دیئے۔ سامری کا جادو چل گیا۔ وہم پرستی کی فطرت نے حضرت موسیٰ کی سخت گیری اور تازہ بتازہ خدائی فیوض سے بھلا دیئے۔ آسمانی نادیدہ دار یاں ٹھکرا ٹھکرا کر برابر شرک پر جھکتے رہے۔ حالانکہ کھلی نیوتوں کا ایک سلسلہ تھا جو اس بے حس بدترین قوم کے لئے خدا نے جاری رکھا۔ ہر موڑ پر ایک نبی اور ہر قدم پر ایک کلیم جھٹکے دینے کے لئے موجود تھا۔ پھر بھی دوسری قوموں کو کیا بدلتے خود ہی خیالوں میں پھنسے رہے۔ خدا کے احسانات کا ذرا سا بھی تو بدلہ نہ دیا۔ البتہ ان بیچارے انبیاء کو بے رحمی اور بے دردی سے ذبح کرتے رہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے جد یہ جہاد سے جو اقتدار حاصل ہو گیا تھا اور سلیمان علیہ السلام کے تدبر سے سیاسی وسعت مل گئی تھی انہی نااتفاقی اور بے تدبیری سے بہت جلد فنا کر کے بداعمالیوں پر ڈھل گئے۔

بیشک زمانہ وسائل سے خالی تھا۔ آمد و رفت کی آسانیاں نہ تھیں ملکوں میں میل جول تھوڑا تھا۔ ایک جگہ کوئی ذہنی انقلاب آتا تھا تو دوسروں کو مدتوں خبر نہ ہوتی تھی۔ پھر یہ کہ نظریہ براہیمی میں اجنبیت بجائے زیادہ تھی۔ تحقیق و اختیار کا دار و مدار محسوسات پر تھا۔ غیر مرئی خدا اور اس کے عادات و صفات پر ایمان لانا آسان کام نہ تھا۔ میراث ماحول قومی ملکی رسم و رواج اس حقیقت سے زیادہ عزیز تھے۔ یہی وجوہات ہوئیں کہ مذہب کا یہ بہترین نظریہ دین براہیمی کی تلاش و تحقیق جو مذہب کی سب سے ترقی یافتہ شکل تھی دوسرے ملکوں اور قوموں نے اختیار نہ کی۔ تاہم یہ بھی وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اولاد اسحاق علیہ السلام نے اس کام کے لئے کوئی سخت جانفشانی اور دوڑ دھوپ نہیں کی۔ دور تو کیا جاتے کوئی پاس کی قوم بھی توحید پرستی پر نہ لگائی۔ یہانتک کہ بخت نصر نے یروشلم کو تباہ کرکے رہا سہا شیرازہ توڑ دیا۔ اور اس نام کی موحد قوم کو اپنے ساتھ بابل لے گیا۔ یہ انبیاء بنی اسرائیل میں حضرت دانیال کا زمانہ تھا۔ خود بخت نصر ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ بعض باتوں میں مشورہ بھی لیتا تھا۔ اس کے مشہور خواب کی صحیح تعبیر انہوں ہی نے بتائی تھی۔ خواب میں ایک بت دیکھا تھا جس کا سر سونے کا پاؤں لوہے کے اور اعضا مختلف دھاتوں کے بنے ہوئے تھے۔ آپ نے بتایا تھا کہ یہ آئندہ قوموں کی آمد اور ان کی ترقی و تہذیب کی طرف اشارات ہیں۔

بابل میں ان کی کئی نسلیں گذر گئیں۔ یہ بھی دنیا کے اس بے مثل شہر سے مانوس ہو گئے۔ آخر کار ایرانیوں نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور تسلط حاصل کرکے بنی اسرائیل کو پھر یروشلم بھیج دیا۔ حضرت دانیال جو اس وقت تک حیات تھے ان کو لے کر وہاں پہنچے اور یہی کلیجی دیواروں پر سیٹ کر سب نے گریہ و زاری سے زمین و آسمان کی فضا کو بھر دیا۔ آباد ہوئے حالت سنبھالی۔ مختصر سی ایک ریاست قائم کر لی۔ لیکن اس آمد کو نہ بھولے۔ دیوار گریہ اسی کی رسم قدیم کی یادگار ہے۔ ان کی گمراہیوں کی یاداش ابھی سروں پر منڈلا رہی تھی اور کفر و شرک کا انجام اور بھی سخت آنے والا تھا۔ سنبھالا لیتے رہے وقت کاٹتے رہے۔ اور پھر اختلاف سرکشی بے حسی اور بے دینی میں پھنس گئے۔ باہر زمانہ پلٹے کھاتا رہا۔ یہانتک کہ رومیوں نے اقتدار حاصل کرکے مغرب کے بعد مشرق کی طرف قدم بڑھائے۔ دوسرے خطوں کے ساتھ

Marfat.com

یہ وسلم کو بھی دبوچ لیا۔ اللہ اس لاڈلی قوم کی گمراہی ہمیشہ کے لئے غلامی میں جکڑ گئی۔

اب سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ غلامی کی فرصت میں بیٹھ کر توریت و انجیل کی تاویلوں میں دلچسپی لیں اور ٹوٹے ہوئے یاس دل کو جھوٹے سہارے دے دے کر تسلی دیں۔ وہی سہارے جو ہمارے یہاں قرآن کی تعبیروں سے دیئے جا رہے ہیں۔ وہ بھی آنے والے کے لئے مدتیں مقرر کرنے لگے جیسے ہم منتظر کے لئے آنکھیں بچھا رہے ہیں۔ وقت اور مقام مقرر کر رہے ہیں۔ ذہنی پستی نے حضرت موسیٰ کی زندہ تعلیم کو تکیے بازی پر لٹکا دیا۔ جیسے ہم شاعری پر اٹکے ہیں اور آیتوں کو تسلی آمیز مطلب پر ڈھال رہے ہیں۔ وہ بھی اپنے آپ کو بھول کر آسمانی تائید پر جینے لگے۔ حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا بنایا۔ ہم بھی بزرگان دین کو بیٹا کیا خدا بنا رہے ہیں۔

اس ہنگامہ محکومی مجبوری بے بسی گراوٹ اور پستی میں حضرت عیسیٰ نے صلح و آشتی کا پرچار کر کے آسمانی بادشاہت کی طرف توجہ کو موڑا۔ صبر و قناعت کی تلقین کی۔ زمانے اور وقت کے مقتضاء پر جھکایا تاکہ لوگوں دلوں میں تسلی تشفی اور سکون پیدا ہو جائے۔ حکومت نہ سہی تو قوم اچھے عمل پر جھک جائے۔ روح خدا ہو چکی تھی آثار حیات معدوم تھے۔ تشتت اور افتراق نے کہیں کا نہ چھوڑا تھا۔ رومیوں کا بے مثل نظام مہذب دنیا پر چھایا ہوا تھا جس کا مقابلہ ناممکن تھا اس لئے انہوں نے اصول موسوی میں ذرا سی تبدیلی کر کے امن پسندی پر اکتفا کی۔ وہم پرست قوم اس انقلاب پر بھڑکی اور رومی حکام سے مدد لے کر اس روح شرافت کو صلیب پر چڑھا دیا۔ آمد کے انتظار کی بے چینی بھی اس تلخی پر ختم ہو گئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن ان کے شاگردوں نے عجب سرگرمی کے ساتھ آپ کی تعلیم کو دور دراز کونوں کھدروں تک پہنچایا۔ حضرت ابراہیم کی خالص توحید پرستی کو نظر انداز کر کے ایثار و قربانی کے جذبے سے سرشار ہو کر بے پاؤں لوگوں کا تعاقب کرنے لگے۔ یورپ کے ممالک کو پیغام دے کر یورپ میں پہنچ گئے۔ پہلے روما کی بت پرستی میں اسرائیلی بت پرستی پھیلائی۔ پھر دوسرے خطوں میں پہنچ کر وحشی قبیلوں کو آنکھوں اور انگلیوں کے اشاروں سے مرعوب کر کے موڑ لیا۔ اس طرح برہمی روشن خیالی کو صرف چمکتے اخلاق کی حیثیت دے کر اور اصول حیات سے جدا کر کے عالم مخلوق

Marfat.com

تک پہنچایا۔ رفتہ رفتہ یونان جرمنی فرانس اور دیگر تمام خطّے اسرائیلی خیالات کی لپیٹ میں آگئے۔ پیچاروں نے بارِ امانت کی جیسی بھی صورت ہو گئی تھی اس کو کندھے پر اٹھا لیا۔ اور مشرقی نور کو ایسے لپٹے کہ ہزار سال کے بعد آنکھ کھلی تو قافلہ بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی نہ روما کی سیاست اور عظمت کا نشان تھا۔ وہ سیلاب جو گہوارۂ تہذیب یعنی بحرِ روم کے کناروں سے چل کر شمال تک پہنچنے والا تھا عیسائیت کے نیچے دب کر رہ گیا۔ مشرقی نور نے ایسا چندھیایا کہ اپنا رجحان کھو بیٹھے۔ آنکھ کھلی تو بہت چیخے چلّائے لیکن جو وقت جا چکا تھا اس کی نئے سرے سے بنیاد رکھنی پڑی۔

یونہ تو تباہیاں آتی رہیں اور اسرائیلی اِدھر اُدھر بکھرتے رہے لیکن اب چونکہ ان میں سوائے دنیا طلبی کے کچھ نہ رہا تھا سراسر زرطلبی اور سود خواری پر لگ گئے۔ رومیوں کی وسیع سلطنت میں پھیلنے لگے۔ مرکز سے اس لئے زیادہ لگاؤ نہ رہا کہ اُس میں اب عیسائیت کا زور بندھ گیا جو قاتلِ مسیح سمجھ کر ان سے نفرت کرتے تھے اور انتقامی جذبے میں ٹکنے نہ دیتے تھے۔ یہ بھی ایک بڑی وجہ ہوئی یورپ میں جا بسنے کی۔ گو عیسائیوں نے جو آفتیں ان کے سر پر توڑیں اور اُن کی تنگ نظری تعصب اور نفرت کا بدلہ لیتے رہے وہ بجائے خود دردبھری کہانیاں ہیں۔ لیکن ان عارضی جھٹکوں سے اُن کی خوخصلت میں کوئی فرق نہ پڑا اور کارل مارکس جیسے آزاد پیدا کر کے بھی قابلِ نفرت عادات نہ چھوڑیں۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ صحیح معنی میں انہوں نے تعلیم براہیمی پر کبھی عمل نہ کیا اور یوں ہی اپنے آپ کو عرش کا تارا خدا کا پیارا سمجھے بیٹھے رہے۔

وہ نظریہ جو بیتوا کی دیواروں کے اندر خدا کے بارے میں پیش کیا گیا تھا اس کا کمال، اس قوم کے ہاتھوں نہ ہو سکا۔ بلکہ وہ اسے اصلی صورت میں قائم بھی نہ رکھ سکی۔ اِن کے بعد جنہوں نے اس امانت کو سنبھالا البتہ انہوں نے اصلی صورت کو بھی قائم رکھا اور چار دانگِ عالم میں بھی پہنچایا۔ اشاعت کے لئے لاکھوں جانیں قربان کر دیں۔ فطرتِ انسانی ان کے ساتھ بھی تھی پھر بھی حفاظت میں کمی نہ کی۔

Marfat.com

تنسیخِ عکس

مُنکرین

جفائے عشق کی لذت میں شک ؟ معاذ اللہ!
مگر یہیں ہیں جو اُس کو جنوں بھی کہتے ہیں (سیفی)

پچھلے عکسوں میں جنسِ مذہب کی دو شاخیں دکھائی گئیں ہیں۔ پہلی شاخ ابتدائے فکرِ انسانی سے حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کے زمانے تک اور پرستش کے ساتھ دیوی دیوتاؤں کا ایک خیالی فلسفہ بنا چکی تھی۔ سادہ خیالات سے لے کر وزنی اور گنجلک تخیل تک ذکر کر دیا گیا۔ یعنی کس طرح سامنے کی چیزوں کو پوجنا شروع کیا۔ سانپ بچھو بندر بھوندے شجر حجر حیوانات و جمادات اور انسان سے گذر کر بتدریج قوتوں کی تعبیروں تک آیا اور پھر دیوی دیوتاؤں چاند سورج ستاروں سیاروں اور اجرامِ سماوی تک جا پہنچا اس بارے میں ہر ملک کے خیالات مختصراً کہے گئے ہیں۔ ساتھ ہی اُس انقلاب کا ذکر بھی کیا گیا جو حضرت خلیل نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اور انبیاءِ قبل طوفان کی تعلیم تازہ کر دی تھی۔ وہ تعلیم حضرت اسحاق کی اولاد میں کیسی چلی۔ انہوں نے اُس کے ساتھ کیا سلوک کئے اور کیا نوعیت رکھی۔ مختصراً ان باتوں کا ذکر آچکا۔ اب اس عکس میں اُس جماعت کا بیان مقصود ہے جو پچھلے دو بڑے طبقوں کے ساتھ ساتھ ہر زمانے میں کچھ زیرِ لب بڑبڑاتی رہی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو سرے سے مذہب کا مذاق اڑا کر خدا کا بھی انکار

Marfat.com

کرتے نہ رہے ہیں۔ اس کی کوئی خاص ضرورت تو نہ تھی لیکن تصویر کا دوسرا رُخ نہ دیکھا جائے تو بیان ادھورا رہ جاتا ہے۔ حسن کی قدر بدصورتی کو دیکھ کر بڑھ جاتی ہے۔ ہلکے اور بھاری کا اندازہ ترازو کے پلڑے کرتے ہیں۔ اس طبقے کی تفصیل کے لئے تو ایک کتاب کی ضرورت ہے لیکن چیدہ چیدہ خیالات کا خاکہ بھی فائدے سے خالی نہیں۔ جہاں مذہب کی خوبیاں ہیں لادینی کی برائیاں بھی سامنے آجائیں تو بہتر ہے۔ اندھی تقلید جس میں مخالف پہلو دیکھنے اور دلائل و براہین سننے کی گنجائش نہ ہو خطرے سے خالی نہیں ہوتی۔ ایسی تنگ نظری حساس اور آزاد طبیعتوں کو اکھاڑ دیتی ہے۔ مذہب کو مضبوط بنانے کے لئے موافق و مخالف سب طرح کے خیالات دیکھ لینے چاہئیں۔ یہ لوگ صرف اتنا ہی کہ کر مردود نہیں بنتے کہ خدا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ایسی دلیلیں اور ثبوت دیتے ہیں جن سے اچھے خاصے پختہ کار بھی دُگدے میں پڑ کر سوچنے لگتے ہیں۔ کچھ تو اپنی دلیلیں پیدا کر کے دل کو تسلی دے کر ٹال دیتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو کوتاہ نظر کو تیز کر کے اُن دلیلوں کے ساتھ اور اضافہ کر کے اکھڑ جاتے ہیں۔ اس لئے ذکر کرنا نامناسب نہیں۔ "نقل کفر کفر نباشد"

اس وقت تک کے بیانات سے اتنا تو معلوم ہو ہی گیا کہ انسان نے وحشت کی منازل طے کرتے ہوئے کسی بڑی ہستی کا تعین کر لیا تھا۔ پھر وقت اور ذہنی عروج کے ساتھ ترقیاں کرتا رہا۔ ہر ملک و قوم نے اپنے طبعی حالات کے زیر اثر الگ الگ راہیں بنائیں۔ اور رفتہ رفتہ ہر جگہ مذہب کی مستقل شکل بن گئی جو زندگی کے شعبوں پر حاوی ہو گئی۔ آغاز کی سادہ اختراعیں بھی تازہ خیالات کے ساتھ جزء لاینفک بن کر چلتی رہیں۔

سمیا طبقی نظریہ بھی ممتاز حیثیت میں موجود تھا جس پر وہم زدوں نے توجہ نہ دی وہ بھی خیالی ہاؤ ہو میں تیز قدم رہا۔ گو مذہب نے دماغوں کو عام طور پر جکڑ لیا تھا پھر بھی ہر ملک اور ہر قوم میں کچھ افراد ایسے بھی موجود رہے جو دنیا کے حالات و واقعات کو غور سے دیکھ کر مذہبی تعینات سے انکار کرتے رہے اس دعوے کے ساتھ کہ لوگ حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ وہ یہ کہتے رہے کہ فطری اور طبعی مظاہر اسباب و علل پر موقوف ہیں۔ جب اندرونی مادے جوش مارتے ہیں تو زلزلہ آجاتا ہے۔ آتش فشاں پہاڑ پھٹ جاتے ہیں۔ زمین سے لاوا اور آتشیں مادے نکلنے لگتے ہیں۔ پھوڑے کی طرح زمین کے

Marfat.com

پہاڑوں میں منہ بنے ہوئے ہیں۔ کبھی یہ مادّے صحراؤں میں نہیں نکلتے۔ جب عمل تبخیر سے گھٹائیں بنتی ہیں تو بارش ہو جاتی ہے۔ بغیر بادل کے ایک قطرہ بھی نہیں برستا۔ برسے تو جنگل اور کھیتی سب کچھ ہے۔ نہ برسے تو سخت مٹی بھی ریت بن جاتی ہے۔ زیادتی نہ ہو تو سادہ بارش ہو جاتی ہے۔ عمل تبخیر کی تیزی سے ہو تو طوفان آ جاتے ہیں۔ اگر کہیں مینہ نہ برسے تو ہواؤں کا کرشمہ ہے۔ بخارات کو دوسرے حصوں میں لے جا کر برسا دیتی ہیں۔ جن کے یہاں نہیں برستا وہ کہہ دیتے ہیں کہ دیوتا ناراض ہو گئے ہیں۔

بیماریاں اندرونی اور بیرونی خرابیوں سے پیدا ہوتی ہے۔ کچھ غلاظت اور بے احتیاطی سے ہیں کچھ جانوروں سے پھیلتی ہیں۔ کچھ غذا کی خرابیوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسباب کی روک تھام کرنی چاہیے دعاؤں اور چھو منتروں سے کچھ نہیں بنتا۔ جن میں ان کے اثرات تیز ہوتے ہیں وہ مر جاتے ہیں۔ جن میں لگے ہیں وہ بچ رہتے ہیں۔ جب اسباب مہیا ہو جاتے ہیں تو آ جاتی ہیں۔ جب وہ ختم ہو جاتے ہیں تو چلی جاتی ہیں۔ دعاؤں چھو منتروں اور توبہ تلا سے رکتی نہیں۔ اور جب آ جاتی ہیں تو ہائے ہائے سے ٹلتی نہیں۔ بیمار تو نے ٹوٹکوں سے بچ جائے تو کہہ دیتے ہیں کہ فلاں دیوی مہربان ہو گئی۔ مر جاتا ہے تو نامہربانی کا شکوہ کر کے یا دیوتاؤں کی مرضی کا عذر کر کے چپ ہو رہتے ہیں۔ کیسے ہی کھلے اسباب ہوں تو جہیں آسمانی ہی بتائی جاتی ہیں۔ لوگ غور و فکر سے محروم ہیں۔ جان لو تو سب کچھ ہے نہ جانو تو کچھ بھی نہیں رک جاؤ تو سب کچھ ہے نہ رکو تو کچھ بھی نہیں۔ انسان کا خیال ہی کام کر رہا ہے۔

روزمرہ کے حالات پر بھی بہت گرفتیں کرتے رہتے تھے۔ یہی کہ انسان میں بہت سی مصیبتوں کے اسباب موجود ہیں۔ مثلاً وہ طبعاً عزت طلبی بلندی نفع کشی اور اپنی حفاظت پر مائل ہے۔ چاہتا ہے کہ مجھے وقعت سے دیکھا جائے۔ سب سے اونچا ہو جاؤں۔ بہت سی دولت ہو۔ ہر قسم کی آسانیاں مہیا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ انسان زیر حکم رہیں۔ زمین کے بہت سے قطعوں پر قابض ہو جاؤں۔ رعیت کے گلے جھک جھک کر سلام کریں۔ لیاقت اور قابلیت کے سامنے سر جھک جائیں۔ ساری دنیا ملکر اس کی تعریف کے راگ الاپے شان و شوکت کے قصیدے پڑھے۔ معمولی بات پر بھی خوبیاں بیان کی جائیں۔ یہی وہ جذبات ہیں کہ فطرت اُن کو ابھار ابھار کر کہرام مچاتی رہی ہے۔

مفاسد پھیلے۔ کشت و خون کے بازار گرم رہے۔ جن کو اقتدار حاصل ہو گیا طاقت کے بل پہ بہانے ڈھونڈ ڈھونڈ کر کمزوروں کو لگتے رہے۔ مظلوم آہیں کھینچ کر بیٹھ رہے۔ نجات بھی ملی تو اُس وقت جب سارے کرم ایسے ہو گئے۔ ظالم اکڑے بیٹھے رہے۔ مٹے بھی تو بہت کچھ من مانی کرنے کے بعد۔ بدوں نے یادداشت دیکھی تو نیکوں نے بھی ایڑیاں رگڑیں۔ اور جب انہیں اقتدار حاصل ہوا تو وہی کیا جو اُن سے ہو چکا تھا۔ سمجھانے والے سمجھاتے رہے۔ دھمکانے والے دھمکاتے رہے۔ انسان اپنی رفتار پہ چلتا رہا۔ کہیں بہت دھمکیوں سے دب بھی گیا تو پھر جذباتِ طبعی نے راہ پہ لگا لیا۔ اتنے مذاہب اور اتنے رہنما آئے انسان وہیں کا وہیں رہا۔ قارون ہو یا ویرتاؤں کی خواہشیں جب ذرا گرفت ہلکی ہوئی بُری طرح کھل کھیلا بھلا برتر ہستی کو ان فضیحتوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ دنیاوی بادشاہوں کی طرح رشک و حسد میں لپاڈگی کراتا پھرے۔ کبھی سکندر کو چڑھا لائے۔ کبھی رومیوں کو ابھار دے۔ کبھی ایرانیوں کو یمن پر قابض کر دے۔ کبھی ایک قوم سے دوسری کو ذبح کرا دے ایسے جذباتی کاموں سے دنیا کے امن میں خلل ڈالے۔ کھڑے سرسبز درخت پھونکدے۔ ابھرتی جوانی کا ٹینٹوا دبا دے۔ تیار لہلہاتی کھیتی کو اولوں کی مار سے تباہ کر دے۔ قحط ڈال کر درختوں کے پتے کھلائے۔ غریبوں محتاجوں اور محنتی جفاکشوں کو پیٹ بھر نہ دے اور حیاشوں بدمعاشوں زردار مکاروں کو جائدادیں اور جاگیریں بخشدے۔ انتہائی ظلم دیکھ کر منہ پھیر لے اور معمولی خطاؤں پر بیماریاں آندھیاں اور زلزلے جیسے آدمیوں کی طرح غصے ہو جائے۔ پھر ذرا سی پوجا میں راضی ہو کر عنایتیں کرنے لگے۔ ظالموں کو موقع دے۔ کمزوروں کو کچل دے۔ اتنی برتر ہستی ہو کر بچوں متی کا تماشہ دکھائے۔

یہ وہ اعتراضات ہیں جو یہ طبقہ زیرلب بڑبڑاتا رہا۔ پچھلے زمانے میں مذہب حاوی تھا کھل کر تو کچھ نہ کہہ سکا لیکن کونوں کھدروں میں بیٹھ کر مذاق اڑاتا رہا۔ یونتو شروع ہی سے ایسے باغی سرکش دماغ پیدا ہونے لگے تھے۔ جب علم کا چرچا شروع ہو گیا تو تعداد خاصی بڑھ گئی۔ حالات و واقعات کی تعبیریں اپنی طرف سے مضبوط کرنے لگے۔ مثلاً افعالِ انسانی میں خود فطرت کو فعّال قرار دیا۔ یعنی جو باتیں اسکی طبعی رجحان کی ہیں ان کو کر گذرتا ہے۔ کسی فہمائش کو کام میں نہیں لاتا۔ فطرت کے دباؤ پہ چلتا ہے۔

مذہب کی رکاوٹیں اس کو روک نہیں سکیں۔ اگر قدرت اسے روکنے کے لئے بناتی تو بے بنیاد ثابت نہ کرتی۔ کسی شاعر نے مبہم طور پر اسی کو بیان کیا ہے۔ شاعروں کی دنیا بھی اس دلیل بازی میں کسی سے پیچھے نہیں رہی۔

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

جب کوئی مذہبی طبقے کا آدمی ان سے الجھ کر پوچھتا تھا کہ آخر یہ کارخانہ کس بنا پر ہے؟ تو مسکرا کر کہتے تھے کہ یہ دنیا مادے سے بنی ہوئی ہے۔ یہ کھیل جس پر تم حیران ہو کر کسی ہستی کا لقمہ باندھتے ہو ہیولیٰ اور صورتِ جسمیہ کا کھیل ہے۔ ساخت ہی انقلاب پر ہے۔ بننے بگڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی میں مقام کی رونق ہے۔ خشکی اور افسردگی ہی سے تازہ حیات رونما ہوتی ہے۔ مادہ اپنی جگہ دائم و قائم ہے۔ تبدیلی ہے تو صورت میں ہے۔ یہ تو معلوم نہیں کہ خزاں اور بہار کی آمد کے اسباب کیا ہیں۔ جو کچھ بھی ہوں اسباب ہی سے وابستہ ہیں۔ خزاں کی افسردگی فصلِ گل سے دوچار ہو کر اپنے پیچھے روحِ زندگی اور تازگی چھوڑ جاتی ہے۔ جس بالاتر ہستی کو تم نے مان رکھا ہے وہ اس کارخانے سے اس لئے تعلق نہیں رکھتی کہ انسانی حالات کے علاوہ اس نظام میں ترتیب قائم ہے وہ دخیل ہو تو لوگوں کی دعاؤں اور منتروں میں آکر بہار کو خزاں اور خزاں کو بہار کر دے۔ موت کو زندگی سے بدل دے۔ انسانوں کی من بھاتی باتیں ہو جایا کریں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی گرمی کے ستائے ہوئے کی دعا نے ایک سال بھی گرمی ٹلوا دی ہو۔ یا کسی محتاج ننگے بھوکے کی تڑپتی ہوئی دعاؤں سے برف باری روک دی ہو۔ کسی کامیاب وصال کی آرزو نے رات کو دن پر دوڑا کر سورج کی آمد کو ایک دن کے لئے ملتوی کر دیا ہو۔ کسی روحانی انسان کی دعا نے چاند کے نور کو سورج کی طرح روزانہ باقاعدہ طلوع پر مجبور نہیں کیا یا کسی محبوب قوم سے آفاتِ سماوی و ارضی کو ہمیشہ کے لئے نہیں ٹالا۔ ان لوگوں کے خیالات کی بنیاد مظاہر کے دوسرے رخ پر تھی اس کا اندازہ خیالات و دلائل کے

Marfat.com

مطالعے ہی سے ہو سکتا ہے۔ یعنی جب وہ یہ دیکھتے تھے کہ حوادثات اسبابِ حیات۔ خوشی اور غم کے حالات موت اور زندگی کا کھیل۔ خوشحالی و فقیری۔ سرسبزی و خشک سالی۔ صحت و بیماری۔ تباہی و بربادی تمام مذہبی رسوم کے بعد بھی اپنے وقت پر وقوع میں آتی رہتی ہیں۔ کوئی عمل ان کو نہیں روکتا۔ عجز و انکسار۔ ماتھا گھسائی۔ نوحہ و نالہ۔ گریہ و زاری۔ رسوم عبادت کی ادائیگی۔ حسن عمل کی جانکاہی کوئی چیز بھی آتش فشاں پہاڑوں کے گداختہ مادوں۔ زلزلے کے تباہ کن جھٹکوں۔ بارشوں کے سیلابی طوفانوں اور آندھیوں کے خانہ برانداز جھکڑوں کو بربادی سے باز نہیں رکھتی تو ان کی آنکھیں پھٹ جاتی تھیں اور مختلف پہلوؤں کو جانچ کر مذہب کی محنت کو بے ثمر اور مذہب کو بے حقیقت کہہ دیتے تھے۔

ذاتِ باری کے متعلق بہت دور تک اعتراضات کرتے رہتے تھے۔ یہانتک کہتے تھے کہ خلقت و آفرینش طبیعت کے اقتضاء سے ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی طاقت کمہار کے چاک پر بیٹھ کر ڈھلائی کرتی رہتی ہے اور ہر وقت صنعت و حرفت کے کرشمے دکھاتی رہتی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ جب گرمی اور سردی کا اعتدال ہوتا ہے تو گھاس اُگ آتی ہے۔ پتھروں کا جماؤ بھی نہیں روک سکتا۔ پتے نکل آتے ہیں۔ چٹیل میدان سرسبز اور ننگے درخت ہرے بھرے ہو جاتے ہیں۔ توالد و تناسل کے جذبات پیدائش پر اس طرح مجبور کر دیتے ہیں کہ روکا بھی جائے پہاڑ بھی حائل کر دئے جائیں تو روک ناممکن ہے۔ اسبابِ حیات کی اتنی کثرت ہے کہ سامانِ فنا اتنے نہیں۔ غلاظت جمع ہو کر سڑتی ہے تو اس میں سے کروڑہا کروڑ کیڑے مکوڑے اُبھر پڑتے ہیں۔ برسات کی پہلی ہی بارش میں سوکھے نالوں میں سے مینڈک نکل نکل کر ٹرانے ہیں اور بعد میں تو زمین کی سطح کیڑوں مکوڑوں اور مچھر بھنگوں سے یوں پٹ جاتی ہے گویا بزمِ حیات تمام تر اسی موسم کے لئے ہے۔ ایک درخت میں اتنا پھل لگتا ہے کہ اسی کے بیجوں سے پورا بن تیار ہو جائے پھر اُس کے لئے قدرت کو پھونکیں مارنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ طبیعت آپ وقت پر کام کر لیتی ہے۔ ایسے حالات میں کسی طاقت کو مان کر اور اسے خدا بنا کر فنا و بقا کا انچا سج بنانا محض ایک بیکار تخیل ہے۔

مذہب کے خدا کو تو کسی صورت مانتے ہی نہ تھے۔ یہ کہہ کر ٹال دیتے تھے کہ جہان کا خدا ہو بھی تو ایسا

جذبہ باقی نہیں ہو سکتا جس میں انسانی خوبصلت کی کمزوریاں ہوں - اگر مان لیا جائے تو اُس کے مزاج میں تلون ہے - بناتا ہے بگاڑ دیتا ہے - بساتا ہے اُجاڑ دیتا ہے - ممتاجوں مسکینوں پہ رحم نہیں جتنی امیروں پہ نوازش کرتا ہے - کمزوروں پہ رحم بھی آیا ہے تو انسان کو آیا ہے ورنہ کتنی جماعتیں ہیں جو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ختم ہو گئیں مذہب اس کو عادل بھی کہتا ہے اور حال یہ ہے کہ کوئی مدد خواست نہیں دیتا کہ ہمیں پیدا کر دنیا کے مصیبت زدے میں بھیج - خود ہی بلا انسان کی خواہش کے یہاں بھیج دیتا ہے اور خود ہی ایڑیاں رگڑوا کر مارتا ہے اور ان مصیبتوں میں شریعت کا بھی اضافہ کر دیتا ہے - اصلاحیں بیکار ہیں - اس لیے کہ آسمانی تعلیموں میں اور انسان کی فطرت میں تضاد ہے - باقی رہا یہ سوال کہ آخر یہ جہان کہاں سے ہے اور یہ کارخانہ کون چلا رہا ہے - اوّل تو اس تحقیق کی فکر نہ کرنی چاہیئے اور اگر ضرورت ہے تو پھر بھی سوچو - مزید غور کرو - پچھلے قیاسات کو چھوڑ کر نئے اندازے لگالو - ہم بھی تمہارے ساتھ غور و فکر کر رہے ہیں - کسی دن یہ معمہ حل ہو ہی جائے گا - ورنہ کم سے کم انسان کی جستجو میں وسعت ہی ہو گی -

بہت سی باتیں ہیں جو یہ سربجیب طبقہ کہتا رہا - ان میں سے چند کا ذکر کر دیا گیا ہے - اب یہ دیکھنا ہے کہ مذہب والے ان اعتراضات کا کیا جواب دیتے رہے ہیں - ان کا ذکر نہ کیا جائے تو اس عکس کو ترتیب میں رکھنا بیکار ہے - سب سے پہلی چیز جس پر مذہب کا دار و مدار ہے وہ خدا کی ہستی ہے - یعنی وہ بالاتر قوت جس نے یہ جہان بنایا اور سارے سوچ بچار کے بعد تصور اس پر جا کر ٹھہرتا ہے - اہل مذہب کے پاس بھی عقلی دلائل کی کمی نہیں رہی - وہ انکار کا یہ جواب دیتے رہے ہیں کہ اس عالم کا سبب اور مرکز نہ مانا جائے تو محال لازم آتا ہے - اس لیے کہ علت و معلول کا سلسلہ تمہاری گفتگو سے بھی ثابت ہے - جب تم اسباب سے انکار نہیں کرتے بلکہ ہر یہ عالم اسباب ہی کو قرار دیتے ہو تو بتاؤ فطرت اور طبیعت کو کس نے بنایا - طبیعت نے بنایا تو اس جیسی فعال چیز کس سے وجود میں آئی - طبیعت مستقل بالذات ہونے پر بھی اتنے بڑے اہم اور پیچیدہ کارخانے کو نہیں چلا سکتی - آخر اس نے کس چیز پر عمل کیا کہ مادہ صورت وقت اور خلا وجود میں آ گئے - خاص کر آخری دو چیزوں کو طبیعت کہاں سے لے آئی - ہر ایک چیز کے بیک وقت وجود میں آ جانے سے ہم بھی

Marfat.com

منکر ہو۔ اگر مادہ موجود تھا تو اس کی طبیعت نے اتنا بے انتہا خلا کہاں سے پیدا کر لیا۔ اپنی ذاتی شکلیں بدلنے پر اسے اختیار تھا۔ خلا بنانے پر وہ اختیار ناممکن ہے۔ مادہ وقت کو کسی صورت نہیں بنا سکتا۔ پھر یہ کہ وقت کسی جرم سماوی سے وابستہ نہیں۔ سورج نہ ہو تو وقت پھر بھی موجود ہے۔ ماننا پڑے گا کہ طبیعت سے الگ کوئی ہستی ہے جس کے غشاء قدرت نے وقت اور خلا پیدا کر کے پہلے مادے کو اور پھر طبیعت اور صورت کو کارفرما قرار دیا۔ وہی ہستی خدا ہے خالقِ کائنات موجود بالذات دیگر تمام دیوتاؤں کا رب۔ باقی رہیں اس کی صفات وہ ہر ایک قوم نے آثار سے مقرر کی ہیں۔ خالق ہے رازق ہے مالک ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر تمہیں ان سے انکار ہے تو ہو ذاتِ خداوندی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ تمام اسباب و علل بنا کر ہمی نے اس منظم کارخانے کو چلایا ہے۔ موت ہو یا زندگی بناؤ ہو یا بگاڑ سب کا مبدا و منتہیٰ وہی ہے۔

اہلِ مذہب کے اس جواب سے اسباب و علل کا اعتراض بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ اس طرح کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اس کی علت نمائی خدا ہے۔ مظاہر کا ظہور براہ ترقوت کے ماتحت ہے۔ سورج بارش زلزلہ آندھی افلاس موت مصائب و آلام سب مصلحت پر مبنی ہیں۔ اس نے دنیا کی تغیر و تبدل پر بنیاد رکھی ہے تاکہ گنجائش ممکنی رہے۔ نئی کائنات پرانی کی جگہ لیتی رہے۔ نئی حیات سے پوسیدگی افسردگی خشکی اور پامالی دور ہو جائے۔ موت کا سلسلہ نہ ہوتا تو وسعت زمین تنگ ہو کر تمام مصائب کو پیچھے چھوڑ دیتی۔ اگر انسان جوان رہ کر بھی لاکھوں سال جیتا تو ہر صورت کیا ثبت سے گھبرا کر موت کی آرزو کرنے لگتا۔ تم لوگ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ اس جہان کی رونق انقلابات ہی سے ہے۔ پھر یہ کہ جاندار اور بے جان میں مناسب فطرتیں رکھتی ہیں۔ مصائب ہیں تو بچاؤ کی تدبیریں بھی ہیں۔ کمزور گھاس بھی پتھر میں سے راستہ نہیں چھوڑ سکتی تو ایک طرف کو بچ کر سر نکال لیتی ہے۔ درخت پر جدھر سے دباؤ پڑ رہا ہو ادھر سے نشوونما چھوڑ کر کھلی طرف سے بڑھنے لگتا ہے۔ جانداروں کا تو ذکر ہی کیا وہ تو خطرہ دیکھتے ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ جاتے ہیں۔ ذرا سی آہٹ پر کنوتیاں بدل لیتے ہیں۔ اور انسان میں تو بلا کی قوتیں رکھدی

Marfat.com

ہیں - پھر یہ کیا ضروری ہے کہ آتش فشاں پہاڑوں کے منہ میں جھونپڑی بنائی جائے - یا انسان چولہا گیس کے منہ میں گھس جائے - غلاظت میں بیٹھ کر بیماریاں چنے - کشش کو کشش نہ کرے اور افلاس کا خدا کو ڈرے - وار ٹھیرائے - اس نے جو ہاتھ پاؤں اور بے مثل دماغ دیا ہے - کام نہ لے - آسمان کو تکے کہ نصیبہ کرے گا - ان باتوں کا انتظام وہ خود کر سکتا ہے - اگر اس کے بھیجے ہوئے اخلاق پر عمل کرے تو یہ جو چھین جھپٹ ہے رک سکتی ہے - نعماؤں سے سارے کام درست ہو سکتے ہیں - بڑی علت وہی ہے - جس طبیعت کو تم اصل مانتے ہو اسی کے ارادے اور منشا کے ماتحت ہے - زمین کی گرمی باہر نکلنے کے لئے آتش فشاں پہاڑوں کے دہانے ڈھونڈ لیتی ہے - سورج اس کی بنیادی مصلحت پر خاموشی کے ساتھ خیر محسوس طریقے پر عمل تنجیر کر رہا ہے - جن کو تم تباہی و بربادی کے اسباب کہتے ہو وہ بھی نامعلوم طریقے پر کچھ بنا رہے ہیں گھٹا رہے ہیں بڑھا رہے ہیں - بارش تو زندگی ہے اس کے فائدے میاں ہیں زلزلے اور آندھیاں بھی اسباب حیات کی محدد و معاون ہیں - فنا و بقا کے بھیانک مناظر بھی زندگی ہی کا پیش خیمہ ہیں - ایک چیز مٹ کر دوسری کے وجود کا سبب بن جاتی ہے -

وہ کہتے تھے کہ تم لوگ کمزور پہلو دیکھتے ہو وسعتِ نظر سے کام نہیں لیتے - اور حال یہ ہے کہ وہ پہلو جن کو تم منکر کمزور کہتے ہو بدکتوں سے پُر ہیں - اگر وہ انسان کو نیکی ہی پر خلق کرتا تو اس کی نیکی قابل داد نہ ہوتی - مختلف قویٰ اور رجحان و جذبات دے کر اخلاقِ فاضلہ کی تعلیم بھیجی تاکہ مختلف قوتیں سے دنیا کے مختلف کام چلیں اور جو استعمال دوسروں کے لئے مضر بیٹھتا ہو اس کو روک کر فضیلت حاصل کرے - نیکی اسی کی زیادہ قابلِ ستائش ہے جس میں برائی کے عناصر بھی موجود ہیں - وہ ان کو دبا کر اپنے فائدے کے لئے ساتھیوں کو ضرر نہیں پہنچاتا - جو رجحان اور جذبات ظاہر النقصان وہ نظر آتے ہیں حقیقت میں نہایت ضروری اور اہم ہیں - اپنی ضرورت کے لئے دوسروں کی چیز جھپٹ لینا برا ہے لیکن اگر وہی چیز اجازت اور محبت سے لی جائے تو بہت اچھی بات ہے - باقی رہا یہ سوال کہ ایسے جذبات رکھے ہی کیوں گئے ہیں - اگر یہ نہ ہوتے تو انسان صرف گوشت کا ایک لوتھڑا ہوتا - حدیں اسی لئے مقرر کی گئیں کہ انہیں ناجائز استعمال نہ کرے - اجتماعی یا انفرادی

Marfat.com

تکلیف نہ پہنچا سے - نفع کشی اور عزت طلبی بڑے جذبے نہیں ہیں خودداری اور صیانتِ نفس کی وجہ سے یہ بہت بڑے بڑے کام کرتا ہے - یہ جو پہاڑوں کو میدان اور میدانوں کو سبزہ زار بناتا رہتا ہے، صرف جذبۂ زر کشی ہی کی وجہ سے نہیں - اس میں عزت طلبی کو بھی بڑا دخل ہے - زہے آپس کے فتنے فساد ان میں بھی بھلائیاں ہیں - سب سے بڑا مقصد تو پرانوں کا فنا ہو کر ان کی جگہ نئے افراد کا آنا ہے - ساتھ ہی نااہلوں کا مٹنا اور جوہر والوں کا بروئے کار آنا ہے - ہر وقت اسے دوڑنے کی ضرورت نہیں - جذبۂ انتقام خود مظلوموں کو ظالموں پر غالب کر دیتا ہے -

اہل مذہب کا ایک جواب منکرین کو دگدے میں ڈالتا رہا ہے - مثلاً وہ بہت کہتے رہتے تھے کہ مذہب بیکار چیز ہے - اس نے انسان کی اصلاح نہیں کی - اپنے وقت پر سب کچھ ہوتا رہا تو وہ یہ کہتے تھے کہ اگر انسان کو قاعدے قانون کی ضرورت ہے - شتر بے مہار ہو کر نہیں جی سکتا تو مذہب بھی آخر قانون قاعدہ ہی ہے جس نے اخلاق سکھائے ہیں اور ہمیشہ ان جذبات کی روک تھام کی ہے جو ظاہراً مضر نظر آتے ہیں - اس کا ثبوت یہ ہے کہ اخلاقی حدود جب ہلکی ہوئیں انسان آپے سے باہر ہو گیا اور نظام میں خلل پڑا - حقوق کی پامالی ظلم و ستم بدنیتی بداعمالی بدچلنی عام ہو گئی - بیوانوں کی طرح جینے لگا - جس قوم نے مذہب اخلاقی حدود سے غفلت برتی اسے گھن لگ گیا اور رفتہ رفتہ اپنی ہستی کھو بیٹھی - مذہب مفید چیز ہے - ہمیشہ انسان کے ساتھ رہا ہے اور ذہنی و اخلاقی تربیت کا سبب بنا ہے - زیادہ تر ترقی اسی کے دست و بازو سے ہوئی ہے اس کو بیکار کہنا کم نظری پر دلالت ہے - چھوڑ دینے والی قومیں بھی آخر کار بھٹک بھٹکا کر اسی کی طرف رجوع کرتی رہی ہیں - اگر تم لوگ گرفت کرتے ہو تو ان خرافاتوں کی کرو جو مذہب کے نام پر اہلِ غرض چلا دیا کرتے ہیں - خدا اور اس کے فرستادہ اخلاق روزمرہ کے اصول زندگی اور اعمالِ حسنہ سے انکار کر دو گے تو عقل و دانش سے دور ہو جاؤ گے - یہ بھی جانچنا ضروری ہے کہ جو بزرگ انسان اس کے اخلاق ہم تک پہنچاتے ہیں ان کی تعلیم سے بہتر اصول کا اندازہ لگا کر عزت و حرمت کرنی چاہیئے یہ اس لیے کہ وہ برتر ہستی ہم میں خود نہیں آتی -

دونو فریقوں میں ہمیشہ نوک جھونک رہی گو ان میں سے ایک بھی کبھی دوسرے کے دلائل و براہین کا

Marfat.com

مقرر نہیں ہوا۔ مصر کے استبداد میں تو منکرین کی کیا مجال تھی کہ اس کے دیوی دیوتاؤں کو جھٹلاتے یا ان کی خرافاتی الجھنوں کا مذاق اڑاتے دوسرے ممالک میں بھی جرأت کا بہت کم موقع تھا۔ اس لئے مذہب جیسا بھی تھا دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ لیکن علم اور تعلیم و تعلّم کی ابتدا نے کچھ کہنے کی جرأت دلادی۔ ادھر ایران میں حضرت زرتشت کا مختصر مذہب چلا ادھر ہندوستان نے برہمنی ذات پات سے تنگ آکر کچھ آدمیوں کو مذہب کے خلاف جہاد کرنے پر اکسا دیا۔ انہوں نے مذہب کے ڈھانچ پر ضربیں لگانے لگے۔ ایسے مذاہب ایجاد ہوئے جن میں خدا کا ذکر نہ تھا۔ بلکہ خیالات اس کے وجود سے سراسر خالی تھے۔ مہاویر جی اور مہاتما بدھ نے ایک ہی وقت میں ذرا آگے پیچھے مذہب کے خلاف تبلیغ شروع کی۔ اوّل الذکر کا وعظ تو سراسر مذہب کی دشمنی تھی بلکہ خدا کے خلاف جہاد تھا۔ یعنی وہ آزاد خیالی جس کی ملحد و زندیق آرزو کرتے رہتے تھے۔ گو وہ آزاد خیالی پابندیوں سے بھی زیادہ پابندی تھی۔ رسوم و قیود میں بندھی ہوئی سنگ نظری اور تنگ خیالی میں محصور۔ مذہبی حدود کی طرح اس میں بھی حدیں مقرر تھیں۔ ہندوستانی ہی فلسفی ہو جائے چند باتیں وہ کسی صورت میں بھی نہیں چھوڑتا۔ انتہائی آزادی میں بھی تناسخ کے چکر سے باہر نہیں نکلتا۔ گائے کی دُم بالکل نہیں چھوڑتا اور ہزار روشن خیال بنے پیسے سے نظر نہیں ہٹاتا چمڑی جائے دمڑی نہ جائے پر ہر وقت ایمان رکھتا ہے۔

مہاویر جی کی آزاد خیالی بھی آواگون کے چکر سے باہر نہ نکلی۔ روحانی عروج اور مکتی کی صورت بھی بھی رکھی۔ مہاتما بدھ کے کامیاب خیالات میں بھی خدا کا کبھی بھولے سے بھی ذکر نہیں آیا۔ لیکن نجات اور مکتی کی دُم اُن کے یہاں بھی ہے۔ تعلیم ریاضت عبادت اور ذہنی جنجال میں اُلجھی ہوئی جو مذہب کی پابندیوں سے بھی زیادہ پابندیوں کا مجموعہ ہے۔ دونوں سے صاف عیاں ہے کہ ہندوستان کی آزاد خیالی بھی وہم و گمان کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔ ہندوستان کا ایک فلسفہ تناسخ اور اسی پر مبنی ہے جو بیڑیوں کی طرح ہندوؤں کے پاؤں میں بندھا رہا ہے۔ ویدانت اور یہ دونوں خیال کبھی کوئی توڑ کر نہ پھینک سکا۔ خدا کو چھوڑ کر مہاتما کو لیٹے۔ یہاں تک احتیاط برتی گئی ہے کہ جینی مہنت

Marfat.com

تک منہ پر کپڑا باندھے رکھتے ہیں۔ ہاتھ میں چونہری ہوتی ہے راستہ صاف کرنے کے لئے تاکہ کوئی جھینگا مچھر کوئی پتنگا منہ میں نہ چلا جائے۔ یا پاؤں کے نیچے کیڑا مکوڑا نہ دب جائے۔ تعجب ہوتا ہے کہ مہاتما بدھ نے اتنے گیان گن اور اتنی ریاضت شاقہ کے بعد بھی خدا کے وجود کو محسوس نہ کیا مروجہ مذہب میں تسلی نہ دیکھ کر حقیقت کی تلاش میں بے چین ہو گئے۔ تخت و تاج تیاگ کر جنگلوں کی خاک چھانی۔ تلاش مسکون میں آپا گھلا دیا۔ استغراق میں ایسے محو ہوئے کہ دنیا و ماجیہا کی خبر نہ رہی۔ انسان کے مصائب کا حل و فکر سے عقدہ نہ کھلا تو ویدانت کی مشقت سے مشکل کی حل کرنے کی جانکاہ کوشش کی۔ اور آخر کار بجائے اس کے کہ مبدأ حقیقی کا پتہ لگا کر تمام جزو کل اس کے ارادے اور منشاء سے وابستہ کرتے تسکین حاصل رتے چند اصولی باتیں دہرانے لگے اور ان کا نام تلاش حقیقت رکھ کر بے چین دل کو مطمئن کر لیا۔ انہی کو اصل قرار دیا اور تبلیغ میں مصروف ہو گئے حالانکہ وہ باتیں اخلاقی حیثیت میں پہلے بھی موجود تھیں۔ انوکھی ت صرف اتنی ہی کی کہ پرمیشور اور پرماتما کو نظر انداز کر کے عملی پہلو کو مقصود بنا لیا۔

ویدانت جو بہت قدیم فلسفہ ہے ہندوستان کی محنت سے انتزاع شدہ اور جس نے اکثر مذاہب ں اثر و نفوذ رکھا ہے یہ یقیناً انسانی ہی پوشیدہ قوتوں کی تربیت کر کے ضمیر اور جذبۂ روح کو تیز کر دیتا ہے۔ نی توجہ قوتِ ارادی کے ساتھ تصرف حاصل کر کے خرقِ عادت تک کی قوت حاصل کر لیتی ہے۔ ہر قوم نے اس ے تسلیاں لی ہیں اور ہر مذہب کا اختتام کسی نہ کسی صورت میں اسی مغالطہ دینے والے علم پہ ہوا ہے۔ کرشمے تو بہت دکھاتا ہے لیکن امن میں تسلیاں دے کر ناکاروں کی ضرورتیں پوری کر کے بدامنی میں مبتلا اپنی ام قوتوں کے چپکے سے کھسک جاتا ہے۔ مہاتما بدھ نے بھی پریشان ہو کر اسی کے دامن میں پناہ لی تھی ر اسی کی برکت سے قوتِ عالمہ تک رسائی نہ پہنچ کر چند باتوں پہ قناعت کر لی تھی۔ اس کی ریاضتوں پہ بھروسہ لیا۔ عوام نے بھی حاجتوں کے ایفاء کا سہارا دیکھ کر صاحبان ریاضت کو داد دی۔ بلکہ اس کے عالموں کو ائی کا مرتبہ بخشا۔ جب تک ان بیکار لوگوں کے ساتھ دولت مند طبقہ سلوک کرتا رہا یہ بھی خیالی محنت میں لجھے رہے۔ جس وقت دنیا کی ضرورتوں نے زیادہ بکھیڑے پیدا کر دئے تو نہ وہ یکسوئی رہی نہ وہ گہری جذبہ رہی۔ دکھاوے کے سنت مہنت اپنی روٹی چلانے کا ذریعہ بنائے رہے جب دماغ اکھڑ گئے تو یہ کھیل

Marfat.com

بھی ختم ہو گیا۔

مہاتما بدھ یہ دیکھ چکے تھے کہ ایشور، وشنو کے اوتار دیوی دیوتا اور مذہبی رسم و رسوم سے انسانی مصائب میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ زندگی کی تلخیاں وقت پر آتی ہیں اور گذر جاتی ہیں۔ انسان دکھی ہے اور کا نشانہ بن لوٹ کر ختم ہو جاتا ہے اچھا عمل اس کی تلخیاں دور کر سکتا ہے۔ نجات کا خیال دوزخ کے یہاں تھا۔ وہ ذلیل بے آزاری اور بھلائی قرار دیا کسی چیز کو دکھ نہ دینا دونوں کا بنیادی اصول ہے۔ بدھ نے چھٹکارے کے لئے عمل کو زیادہ اہمیت دی۔ یعنی لالچ بدنیتی بدچلنی نہ ہو اور تپسیا سے روح کی مکتی حاصل کی جائے۔

بات تو چل پڑی اسی طرح جیسے ہر خیال یہاں پھل پھول لے آتا ہے۔ پیر و مل جاتے ہیں گرو بھی پیدا ہو جاتے ہے۔ لیکن ان باتوں میں خدا کا سہارا تھا نہ دنیا کی ضرورتیں اور مشکلات کا حل تھا۔ صرف روح کی نجات بدنیت دشمن سے پیچھا نہیں چھوڑا سکتی۔ بدھ بھگوان کی پرستش بیرونی ضربوں سے نہیں بچا سکتی۔ اس دکھوں کی دنیا میں مخالفوں کے ہتھکنڈوں دشمنوں کے حملوں طاقتوروں کے ظلموں کا کیا علاج ہے۔ اس عدو سے اخلاق سے عزت آبرو جان مال ملک و قوم کون بچائے جو کسی عذر کو قبول نہیں کرتا۔ بخار کی طرح چھاتی پر چڑھ جاتا ہے۔ اور تلواروں کی باڑھ پر رکھ کر ساری لجاجتوں کو ٹھکرا کر دوچ بیٹھتا ہے۔ پھر ڈھونڈھو ڈنگروں کی طرح ڈنڈے سے ہنکاتا ہے۔ ایسا ہی ہوا بھی۔ جب شنکر اچاریہ نے ہندو دھرم کی کھوئی سوئی بازیافت کے لئے تلوار سونتی تو مہاتما بدھ کا یہ بڑکے نیچے کا پالا ہوا ارا خس و خاشاک کی طرح ہندوستان سے اڑ گیا۔ وہ ملک جہاں کونہ کونہ بھگوان جی کے بتوں اور تپسیاؤں سے بھر گیا تھا ایک جھٹکے میں یا تو بھنگی اصول پر مر گیا یا چپکے سے بیک جنبش و دو گوش دوسرے ملکوں میں کھسک گیا۔ چکنے چکنے نرم اصول کا یہی حشر ہوتا ہے جو ہندوستان میں بدھ مت کا ہوا کہ اب کہیں سراغ لگانے سے بھی کوئی پیرو نہیں ملتا جس سے تبادلہ خیال کر لیجئے۔ جینی اس لئے بچ رہے کہ ان کے اصول میں ہمہ گیری نہ تھی۔ تھوڑے سے پیرو تھے جو دوسروں کے راستے سے ہٹ کر تجارت کی چادر میں لپٹے کونوں کھدروں میں پڑے رہے۔

ایشیا شروع سے مذہب میں اتنا نہیں لپٹا جتنا جنجالوں میں الجھا رہا ہے۔ ترقی پذیر ذہنیت کا غبار حرکت خفہ و فکر کے باوجود بڑھے اصول اور محدود علم کے نیچے دب کر حقیقت کی شعاعوں سے محروم رہا۔

Marfat.com

یہ تو حال ہندوستان کے مفکروں کا تھا ایران کے مصلح زرتشت جب یونان کے فکر سے جدا ہو کر پھر وطن واپس آئے تو ان کے علم کو سرحد پر چھوڑ کر آگ اور سورج کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ جو ہندوستان اور بابل کے خیالات کا اثر تھا۔ جہاں دماغ مادہ پرستی میں لپٹے رہے وہاں یہی ایشیا آگے نہ بڑھ سکا۔ یورپ الغرض جب کبھی بیدار ہوا جب کبھی مشرق کے نور نے اس کے کسی خطے کو اپنے سادہ خیالات سے چونکایا۔ جہاں وہ اوہام کے آگے نکل گیا۔ جب یونان کے کنارے مصر و شام کی مدھم کرنوں سے روشن ہوئے ہیں تو وہاں بھی مذہب کے نام پر خرافات پرستی تھی۔ بحر روم کے مشرقی ساحلوں پر جو تہذیب و تمدن بن رہا تھا۔ انہوں نے بھی آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ باتیں کچھ تبدیلی کے ساتھ اختیار کیں اور پھر بہت جلد پلٹ دینے لگے۔ دنیا میں علم و فن کی نئے سرے سے بنیاد پڑی۔ فلسفہ منطق۔ تاریخ جغرافیہ۔ حساب اقلیدس۔ علم ہیئت۔ سیاست۔ فنون حرب۔ فنون لطیفہ۔ خاص کر بت تراشی۔ فن تعمیر۔ فن تقریر۔ طرز تعلیم طرز حکومت۔ اخلاق و عادات۔ معاملات و تجارت وغیرہ کوئی شعبہ ایسا نہ تھا۔ جسے عروج پر نہ پہنچایا ہو۔ ان کے ہی علوم تھے جن کو ایشیا اپنی طبیعت پر ڈھال ڈھال کر جامہ بناتا رہا۔

اُن کی حقیقت اس ذہنیت نے پرانی وہم پرستی کو فلسفے کی ایجاد سے چھانٹ کر کے ڈال دیا۔ پھر یہ کہ ہندوستان کے منکروں کی طرح تناسخ کے چکر میں الجھا کر ایسا دین ایجاد نہ کیا جو خانقاہوں اور گپھاؤں میں بٹھا کر دنیا کی ضرورتوں سے رہنا کر دیتا۔ یا ملک کو اپاہج بنا کر ریاضتوں پر چھکا دیتا۔ جنیر اور نرلیس کا بیچھا چھوڑ کر وہاں کی خرافات الاصنام سے بے نیاز ہو گئے۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ دماغ حقیقت جوئی پر ٹوٹ پڑے اور اپنی محنت سے آنے والی ترقی کی بنیاد رکھ گئے۔ ہر قوم کے لئے آخر زوال ہے اور ہر ترقی کی ایک انتہا ہے۔ گرنے کے بعد بھی خرافات میں نہ پھنسے بلکہ غلام ہو کر بھی رومیوں کے استاد بنے۔ ہائی پیشیا کی طرح فلسفے کا درس دیتے رہے۔ یونان کے منکرین چونکہ فلسفے سے مسلح ہو کر نکلے تھے آزادی کے ساتھ مذہب پر جاندار تنقیدیں کرتے رہے۔ فلسفی طبقے میں بعض جزئی ہستی کا اقرار کرتے تھے۔ سقراط بقراط اور افلاطون جس طبقے سے تعلق رکھتے تھے وہ ایک قادر مطلق ہستی کو مانتا تھا۔ باقی کسی ایسی دخیل ہستی کو نہ مانتے تھے۔ جو انسان کے معاملات کی روک تھام کرتی۔

Marfat.com

منکرین نے دلائل و براہین کے انبار تو بہت لگائے لیکن دین و مذہب کی مقبولیت میں ان سے کچھ فرق نہ پڑا۔ انسانی زندگی خدا کے نام پر چلتی رہی۔ اس موجودہ دور نے آکر البتہ صورتِ حال بدلی ہے یورپ نے جو منکرین پیدا کئے انہوں نے اُس سکونِ قلب کا تختہ اُلٹ دیا ہے۔ مذہب کی بنیادیں کچھ ظاہر متزلزل نظر آنے لگی ہیں۔ وہ معتقدات جو ہزاروں سال سے زندگی کا لازمہ چلے آرہے تھے پھیکے پڑ گئے ہیں۔ اخلاق و آداب کی قدریں بدل گئی ہیں۔ خدا کے خوف سے جو دل و دماغ تھوڑے بہت رکتے تھے یا قول و فعل میں اعتدال تھا وہ اب خواب و خیال سا ہو گیا ہے۔ پچھلے منکرین کو ایسی کامیابی حاصل نہ ہوئی تھی جو اس دور کے آزاد رووں کو ہوئی۔ کامیابی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اب نہ حکومت ایسی ہاتھوں کے لئے رکاوٹ ہے نہ عوام کے شور شرابے کا خطرہ ہے۔ آزادی کی رو نے سب کو ہموار کر دیا ہے۔ اخلاق کا معیار بدل گیا۔ خوبیاں برائیاں ہو گئیں اور برائیاں خوبیاں بن گئیں۔ صورت یہ ہو گئی ہے کہ جو ابھی تک اپنے آپ کو خدا کا پرستار اور مذہب کا فدائی کہتے ہیں وہ بھی بدعتی اور بداعمالی میں خوشے کھا رہے ہیں۔ زمانے کے رنگ میں ایسے رنگ گئے ہیں کہ دل و دماغ پر آزادوں کا قبضہ ہے اور زبان پر دین و مذہب کا۔ حیرانی یہ ہے کہ یہ لوگ کبھی اہلِ مذہب کی طرح اپنے خیالات کی تبلیغ کے لئے نہیں نکلے پھر بھی نامعلوم طریقے پر محض فضا بدل جانے سے لوگ متاثر ہو کر اپنے طور طریق بدل بیٹھے اور آزاد ہو گئے۔ دل و دماغ ان کے اشاروں پر ہیں اور نسبت خدا کی طرف ہے۔

تاہم چاہے انہیں کیسی ہی کامیابی حاصل ہوئی ہو کیسے ہی مضبوط دلائل اور دلکش مشاغل سے مسلح ہوں خدا کا خیال اب بھی ضمیر پر چوٹ لگا دیتا ہے۔ دلچسپ دل نشیں کاموں سے فرصت ملتی ہے تو لوگ اپنے نفس کا حساب کتاب لے لیتے ہیں بلکہ اس آزادی سے بھی اکتائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور خدا کے نام کے اخلاق کو یاد کرنے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماننے والوں کی تعداد نہ ماننے والوں سے ابھی زیادہ ہے۔ بعض خدا سے واقعی کہ چکے جا چکے ہیں بعض نہیں نہیں مان کر اس کے اخلاق کو یاد کر لیتے ہیں۔ بعض آگ کے شعلوں میں ڈھونڈ رہے ہیں بعض اوتاروں کی جون میں دیکھ رہے ہیں۔

Marfat.com

بعض فطرت اور نیچر کو کہ طبیعت کو سمجھا رہے ہیں :-

دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے
انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا (حالی)

رہیں اخلاق کی حدود سو اُن کی طرف بھی دوبارہ جھکنا ہی پڑے گا اس لیے کہ بعض بے اعتدالیاں اہل نظر کو بے چین کرنے لگی ہیں تو پھر یہ منہ چھٹ کام کب تک دے گا - انجام کار ان آزادیوں کے بھی مصلح نکلیں گے اور اخلاقی راستے کو متعین بنائیں گے - سب سے زیادہ جو بات چونکا رہی ہے وہ یہ دیانتی چالاکی مکر و فریب اور جھوٹ ہے - جن سے حساس دماغ ہر موڑ پر ٹکر کھاتا ہے - مذہب کی سلامت روی کم یا زیادہ واپس لانی ہی پڑے گی ورنہ نہبت کی سلامتی کے بغیر نظام انسانی میں خلل کا اندیشہ ہے - خدا کے خوف کو دلوں میں جگہ دی جائے گی - جو پھر ایک مرتبہ معاملات میں دیانتداری کو دخیل کر دے گا اور مایوسی و ناکامی میں تشفی و تسکین کا سبب ہوگا - آگے بڑھیں کہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ۔ جونہی حدود کو تکلف یا دقیانوسیت سمجھتے ہیں اس وقت کی تعین تجسیط کو دیکھ کر غور و فکر کریں - اس خرابی کو دور کرنے کے لئے مذہب کی ضرورت ہے فلسفہ اصطلاح نہیں کر سکتا -

دور جدید کے منکرین کا ذکر بھی اسی عکس میں ہونا چاہیئے تھا - ایسی چونکہ اس کی عام حالت بیان نہیں ہوئی صرف اس طبقے کا ذکر مناسب معلوم نہیں ہوتا - خیر اب اس بابت کو دہرانے کی ضرورت نہیں - یورپ کے عام بیان میں ان کے مشہور کارگزاروں کی طرف ضمناً اشارے کر دیئے جائیں گے - تھوڑا بہت بتا دیا جائے گا کہ کس طرح یورپ کی فلاسفہ پر ضربیں لگا کر انہوں نے موجودہ آزاد خیالی پیدا کی - وہ کیا حقیقتیں پیش کیں جس سے سوا ہزار سال کی بخنگی سیال ہو کر بہ گئی - نئے علوم میں فزکس و سائنس وسیع ہو گئے - علوم جدیدہ - معاون و مددگار بن گئے اس لئے زندہ مثالیں اور پیش پا افتادہ حالات علوم پر اثر کئے بغیر نہ رہے - گو کلیسا نے ان کی روک تھام میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا -

اصل میں یہ خیالات بھی قوموں کے امتیازی رجحان پر چلتے رہے ہیں - اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ آب و ہوا کا اثر ہو یا ماحول کا نسلی خصوصیات ہوں یا میراث کی لکیروں کے میلان اور غور و فکر

میں بڑا فرق ہے - یہ جو کسی انگریز نے کہا ہے کہ مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب دونو کبھی نہ ملیں گے یہ قول بہت گہرے مطالعے پر مبنی ہے - حالت یہ ہے کہ خود مشرق کے ممالک ایک دوسرے سے لگا نہیں کھاتے یورپ تو ایک دوسرا برا عظم ہے اس کا تو ذکر ہی کیا ہے - ہندوستان کی آزاد خیالی کا جنجال لکھا گیا فرق معلوم کیا جائے تو صاف عیاں ہو جائے گا کہ ہر قوم کے میلانات و رجحانات الگ الگ ہیں - ایرانی ہندوستانی سے جدا ہیں - عرب چین سے مختلف ہیں - چینی مصریوں سے نہیں ملتے - اشیائے متوسط باقی حصوں سے الگ ہے - پھر مشرق و مغرب کے فرق میں کیا شک ہو سکتا ہے - یونانیوں کے افکار ادھر کی ہر ایک قوم سے الگ تھے - موجودہ مغرب کی جستجو و تلاش موجودہ مشرق سے یوں بعید رکھتی ہے - یونہ کہنے کو سب آدم کی اولاد ہیں لیکن دماغوں میں زمین و آسمان کا فاصلہ ہے - وہاں کی ہر ایک فکر اور ہیچ یہاں کی سوجھ بوجھ سے متضاد ہے -

شروع سے نظر ڈالنی چاہیئے - پہلے زمانے میں وہاں دو قوموں نے ترقی و تہذیب کے میدان میں قدم رکھا - یونانی تو فلسفے کے بانی تھے اُن کی فکر تو جدا ہونی ہی تھی - اہل روما کو لے لیجئے وہ بھی اپنی جداگانہ خصلت کے باوجود تنگ نظری میں نہیں پھنسے - شاہی ختم کر کے جمہوریت کی وہ شاندار عمارت کھڑی کی جو سیاست میں بے نظیر تھی - فوجی طاقت میں وہ سطوت پیدا کی کہ فلک ان کے سامنے پانی بھرنے لگے - بعد میں یونانیوں کی طرح انہوں نے بھی اپنی مکمل تاریخ چھوڑی - زندگی کو انسانوں کا مجموعہ نہیں بنایا - وہ الوالعزم قوم خیالی فلسفے سے نفرت کرتی تھی مذاق اڑاتی تھی - وہ دیوی دیوتاؤں کو بھی آزاد خیالی کے ساتھ پوجتے تھے - ان میں بھی آزاد خیالی تھی لیکن کوئی ایسا خیالی فلسفہ نہ گھڑا جو دنیا کی ضرورتوں سے غافل کر کے گمراہیوں میں بھٹکا دیتا - مذہبی انہماک بہت تھوڑا تھا - لڑک دنیا والا شغف آیا تو وہ مشرق کی ہی طرف سے آیا -

مذہب کی ضرورت سے کوئی سنجیدہ دماغ انکار نہیں کر سکتا - مصیبت یہ ہے کہ مذہب اخلاق اور معاملات کی اصلاح کے لیے آتا ہے - مختصر اور جاندار - لیکن بہت جلد اس میں سے شاخیں پھوٹ پڑتی ہیں - شوشے بازی شروع ہو جاتی ہے - لانے والوں اور ترقی دینے والوں کے بارے میں اختلافات

Marfat.com

پڑتے ہیں - رفتہ رفتہ وہی مقصود بالذات بن جاتے ہیں اور اصل مقصد بیچ میں سے نامعلوم طریقے پر نکال دیا جاتا ہے - پھر اپنوں اپنوں کی طرفداری میں نہیں فرقہ پان پھول نکال کر مذہب کو گورکھ دھندا بناتا ہے ایک دوسرے کی ضد میں خوب خوب تخیل بازی ہوتی ہے اور آخرکار مذہب اصول وضوابط کی جگہ خرافات وہفوات کا پشتارہ بنا دیا جاتا ہے - منکرین جو شروع میں اس کی کامیابی سے انگشت بدنداں ہو کر بیٹھ جاتے ہیں یا متاثر ہو کر خود بھی اس کے حق میں سوچنے لگتے ہیں اب انہیں گرفت کا موقع ملتا ہے - دلائل کے نشتر تیز کر کے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں - عوام میں نہ بھی پہنچیں تو نکتہ چینی اور تجربہ کا دروازہ کھول دیتے ہیں - عمر خیام نے بھی ایسے ہی حالات سے متاثر ہو کر رباعیاں کہی تھیں اور مذہب کے ساتھ خدا کا بھی مذاق اڑایا تھا -

دنیا کی قلون مزاجی کو دیکھ کر یونان کے اپیکورین فرقے کی طرح تحصیل لذت کو حاصل زندگی قرار دیا - یہی کہ کسی کو نہ ستاؤ - آزاد رہو - اس ہاؤ ہو میں جتنی بھی لذت مل سکے حاصل کر لو - کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لاؤ - حسینوں سے اختلاط کرو اور خم لنڈھاؤ - یہ ظاہر ہے کہ اس علاج کا نتیجہ بھی چنگیزیوں نے اٹھ کر بہت جلد تلخیوں سے ملا دیا - لذت کا شغف بھی مذہب کی نکتہ آفرینیوں کی طرح تباہی و بربادی ہی پر منتہی ہوتا ہے - آج اس کی رباعیاں یورپ کے عیش پسندوں کے لئے مثال بنی ہوئی ہیں - آگاہ لوگ جانتے ہیں کہ کس آب و تاب سے چھپ چھپ کر شائع ہوئی ہیں - مقبولیت کی بنیاد وہی پرانا انکار ہے - یا حصول لذت کی ترغیب - یورپ چونکہ آزاد ہو چکا ہے دولت کی فراوانی ہے خیالات پر کوئی پابندی نہیں اس خیال پر دنیا کے آدمی اسے صحیفہ سمجھ کر لئے پھرتے ہیں - اور عیاشی کی داد دیتے ہیں - اس کی شاعری کو غور و فکر کی انتہا سمجھتے ہیں - منکرین کا مختصر ذکر چھوڑ کر پیرامانت کے خاتمے پر پہنچتا ہے اور آخری پیغام کی تفصیل کا بیان درپیش ہے -

Marfat.com

چوتھا عکس

تکمیلِ امانت

رسولِ ہاشمی نے دین کی تکمیل کی ایسی (سیفی)
اضافہ کر سکے اُس پر نہ انگلیسی نہ المانی

پہلے ذکر آچکا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انسان کے سامنے امانتِ الٰہی کی بہترین صورت پیش کر دی تھی جو ان کی اولاد میں سے حضرت اسحاق کی نسل میں بطور میراث چلتی رہی۔ کبھی بگڑی کبھی سنورتی۔ بہر طور کسی نہ کسی صورت میں حضرت مسیح تک پہنچ گئی۔ انہوں نے بھی اولیٰ تغیر تو اسکے سامنے رکھدی۔ پھر وہ شدہ شدہ مشرق قریب سے لے کر مغرب بعید کے کناروں تک جا پہنچی۔ اس میں شک نہیں کہ اس صورت نے انسان کی خدمت کی۔ غریبوں کی امداد بیماروں کی تیمارداری۔ پریشانوں کی تسکین اور مصیبت زدوں کی غمخواری ہوئی۔ لیکن ایک گھاٹا ایسا پہنچا جس کا اندمال چھ سو سال کے بعد ہوا۔ یعنی جس توحید کے لیے حضرت خلیل نے مقامی اور بیرونی دکھ اٹھائے تھے اور انبیاءِ بنی اسرائیل درد سہتے رہے تھے نہایت آسانی سے اسے اجزاء میں تقسیم کر کے رکھدیا گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ خود انجیل میں اس کے لیے کوئی نص نہ تھی۔ اس بارے میں کوئی تعین نہ کیا گیا تھا کہ خدا کیسا ہونا چاہیے۔ اس کی ذات صفات کیا ہیں۔ توحید کے ساتھ وہی ہوئی جو آج قدیم نظریہ جزء لاینجزیٰ پر گذر رہی ہے۔ توحید کی طرح اس کی بھی تقسیم کر دی گئی ہے۔ اب صدرا اور شمس بازغہ کے دلائل بیکار ہو گئے۔ گو یہ تقسیم حقیقت پر مبنی ہے۔ ہاتھوں سے کی جاتی ہے

Marfat.com

آنکھوں سے دیکھی جاتی ہے - وہ تو محض ایک ذہنی اپج تھی جس نے توحید الٰہی کی جان نکال دی - اُس چیز کو مسخ کیا جس پہ بنی اسرائیل کو فخر و امتیاز حاصل ہوا تھا - اور جس کی وجہ سے یہ قوم اپنی ہی بن گئی تھی -

اب ذرا نسل اسماعیل کا حال سنئے جس کو حضرت خلیل و ادئے غیر ذی زرع میں آباد کر گئے تھے - سرزمین بطحا کی خاک نے اس امانت کو سینے سے لگا کر اپنے بنجر اور سنگلاخ گہوارے میں پرورش کی - بے آب و گیاہ وادی نے اس اچھی نسل کو بڑھایا - افزائش ہوئی شاخیں پھیلیں اور یعقوبی اسباط کی طرح خاندان بن گئے - وہ معمولی گاؤں مکہ بن کر شہر کی صورت اختیار کر گیا اور یہ ممتاز نسل عزت و بلندی کے ساتھ زندگی گذارنے لگی - یا وشاہت کا تو وہاں تذکرہ ہی نہ تھا - آزاد طبع لوگ تھے کہاں گوارا کر سکتے تھے کہ ان پہ کوئی حکمران بن کر بیٹھے اور باگ ڈور ہاتھ میں لے کر غلامانہ سلوک برتاؤ کرے - باوجود اس کے اس کے اس نسل کو سرداری کا درجہ حاصل رہا - سب دلجوئی کرتے تھے سب عزت سے پیش آتے تھے -

تمام عرب سمیا طبقی شاخوں سے بسا ہوا تھا - یہاں بھی چاروں طرف مختلف قبائل آباد تھے - جو شروع ہی سے اس خاندان کو حضرت خلیل کی یادگار سمجھ کر عزت کرتے تھے - رفتہ رفتہ عرب کے دیگر خطے بھی وقعت کی نگاہ سے دیکھنے لگے - اپنے معاملات ان سے طے کراتے تھے - جھگڑے فسادوں میں تصفیے کے واسطے بلائے جاتے تھے - حضرت یعقوب کے ایک بیٹے اسرائیل کے نام پہ اُدھر کی شاخ کا نام بنی اسرائیل ہوا تو ادھر بھی ایک سردار کے نام پہ قریش کہلانے لگے - ایک بزرگ کے نام پہ انہیں عرفانی بھی کہتے تھے - بنجر علاقے کی وجہ سے وسائل زندگی فلسطین جیسے نہ تھے اس لئے یہ خاندان بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کے فیض پہ گذارہ کرتا رہا عرب کی یہی صناعت تھی - تجارت کا اس زمانے میں عام رواج تھا - عراق شام فلسطین اور مصر میں منڈیاں تھیں - بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کے سودے سے ترقی کرتے کرتے اس خانوادے نے بھی تجارت کی شاہراہوں تک دسترس حاصل کر لی - ان کے تجارتی قافلے عراق و دمشق سے آگے مصر و حبشہ تک پہنچتے تھے - جس سے ان کو دولت کی بھی خوشحالی آگئی - ضرب الفقق حاصل ہو گیا اور باہر کی دنیا سے واقفیت ہونے پہ تجربے اور وارفتگی نے

بھی ترقی کی۔

سطح زمین پہ خدائے واحد کا پہلا گھر یعنی کعبہ اپنی چھوٹی سی عمارت اور سادہ تعمیر کے ساتھ اب بھی اُسی طرح مرکز بنا ہوا تھا جیسے آغاز کے عالم ہو، ہیں شانِ الٰہی کا مرجع رہا تھا۔ حج کی رسم موجود تھی گو اب اس کی کچھ اور صورت ہو گئی تھی۔ اسی ذی الحجہ میں دور دور سے قبائل جمع ہوتے تھے اور کعبے کے بتوں کی زیارت یا رسوم کے بعد میقات و منیٰ کے میلے کی رونق بڑھاتے تھے۔ فرق یہ تھا کہ اب ہزاروں سال کے مرورِ زمانہ سے اس توحید کے گھر میں شرک نے بھی جگہ بنا لی تھی۔ وجہ صاف ہے بنی اسرائیل میں انبیاء کی بھرمار تھی لیکن ادھر میدان بالکل صاف تھا۔ کوئی بھولے سے بھی اصلاح کے لیے نہ آیا اگر ادھر بھی توجہ رہتی تو یہ زیادتی ہرگز نہ ہوتی۔ ایسی بے خبری اور کس مپرسی میں شرک کب تک صبر کیے بیٹھا رہتا۔ انگڑائیاں لیتا ہوا اٹھا اور خدا کے گھر کو خالی پا کر جھٹ آگھسا۔ اگر ادھر بھی نبی آتے رہتے تو بنی اسرائیل کی سی ہٹ دھرمی اور سرکشی نہ تھی کہ کھلی ہدایت کو دیکھ کر بھی شرک کو اتنا حاوی ہونے دیتے کہ وہ کعبے جیسے مقام میں اپنے لیے محل مقام ڈھونڈ لے۔ بعد میں جو ضد اور سرکشی ظاہر ہوئی وہ اس لئے کہ پیغام تجدید ہزاروں سال کے بعد کانوں تک پہنچا آنکھوں نے دیکھا۔ ثبوت یہی ہے کہ جب پیغام کو سمجھ گئے تو خدائی وہ خدمت کی کہ بنی اسرائیل نے اتنی نبوتوں میں بھی کر کے نہ دکھائی تھی۔ آج تک خانۂ کعبہ کی دیواریں لات و ہبل کی سنگینی سے پاک ہیں۔ اور نسلوں کے دل شرک کی آلودگی سے پاکیزہ۔

اسی زمانے میں یمن پر حبشہ والوں کا قبضہ ہو گیا تھا جو مذہباً عیسائی تھے اور کعبے کی فوقیت سے حسد رکھتے تھے۔ انہوں نے ایک بہت بڑا گرجا بنایا تھا تاکہ اہل عرب خانۂ توحید کے بجائے تثلیث کے گھر کی طرف رجوع کریں۔ اس طرح ان کو اور عیسائیت کو عرب میں مقبولیت حاصل ہو جائے۔ ابرہہ بادشاہ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ کعبے سے توجہ نہیں ہٹتی تو ارادہ کیا کہ اس کو مسمار کر کے عرب کی نگاہوں سے قدیم نشانی کو ہٹا دے جس کی عظمت ہزاروں سال سے ان کے گوشت پوست کا جزو بن چکی ہے۔ اس عزم سے حبشیوں کی فوج کے ساتھ کچھ ہاتھی لے کر مکے پر چڑھ آیا لیکن خائب و خاسر واپس چلا گیا۔ قریش حضرت ابو مطلب جو قریش کو لے کر پہاڑ کی طرف ہٹ گئے تھے۔ مقابلے کی طاقت نہ دیکھ کر طرح دے گئے تھے

Marfat.com

پھر اپنے مقدس آبائی شہر میں مع اپنی قوم کے واپس آ گئے ۔ تائید غیبی سے اس واقعہ کے بعد عزت میں اور اضافہ ہو گیا خانہ کعبہ کے ساتھ ان کی بھی وقعت بڑھ گئی ۔ اتنی قدیم مقدس یادگار مٹانا آسان کام نہ تھا ۔ آندھی بگولے ہی اس کی ناکامی کا سبب نہ تھے یہ بھی خیال آیا ہوگا کہ یہ گھر حضرت ابراہیم کی طرف منسوب ہے اور وہ خود الٰہی کی ایک شاخ کا نام لیوا ہے ۔ خانہ کعبہ کا مٹنا آسان نہ تھا ۔ اسی گھر سے تو آخر توحید کے چشمے پھوٹنے والے تھے ۔ اسی سے انسان کی ہدایت کا آخری پیغام دنیا کو پہنچنے والا تھا ۔

قریش میں کوئی ایسی نا اتفاقی نہ تھی جو تاریخی حیثیت سے اہمیت رکھتی ہو ۔ البتہ اس واقعہ سے پہلے اُمیہ اور ہاشم میں جو قریبی رشتے سے والیہ تھے خانہ کعبہ کی تولیت کے بارے میں جھگڑا ہو گیا تھا جو دونوں کی اولاد میں باہمی نفرت و عداوت کا مستقل موجب بن گیا ۔ اور آگے چل کر بڑے بڑے فتنوں کا سبب ہوا ۔ تجارتی مسلک کی وجہ سے مکہ اب ایک خوشحال شہر تھا ۔ مفاخی لے دے سے گئی اولوالعزمی و ہمت نے ایک گونہ فارغ البالی سے بدل لی تھی ۔ لیکن جاہلانہ رسم و رواج اور مذہب کے خیالی خیال بدستور کام کر رہے تھے ۔ تاریکی چھائی ہوئی تھی ۔ کوئی خاص قانون فائدہ نہ تھا جو زندگی کو صحیح راستے پر چلاتا ۔ تمام عرب شرک و بدرسمی کا مرکز بنا ہوا تھا بیچینی مفقود تھی ۔ معمولی سی بات پر آتش فتنہ و فساد بھڑک جاتی تھی ۔ ذرا سی لاگ پر قبائل آپس میں گتھم گتھا ہو جاتے تھے ۔ اسباب معیشت کی کمی نے لوٹ مار کا عادی کر دیا تھا ۔ عرب کی وہ ترقی و تہذیب [illegible] خیال ہو گئی تھی جو کبھی جام عروج پر پہنچ چکی تھی ۔ نہ یمن کا سد مارب تھا جس سے کاشت ہوتی ۔ نہ عاد و ثمود کے لیے مثل قصر و ایوان تھے جن کے متعلق "لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ" تھے ۔ نہ عراق میں نینوا کی شان تھی ۔ نہ بابل کی عجوبۂ روزگار شہریت تھی ۔ جس کی تفصیل سے اب بھی دماغ انسانی اباء و انکار کرنے لگتا ہے ۔ وہ فصیل کی سو ہتھی اونچی دیواریں جو چالیس میل زمین کو گھیرے ہوئے تھیں ۔ فصیل کی چوڑائی اس قدر تھی کہ آٹھ گھوڑوں کی دوڑ کے لیے گنجائش دیتی تھی ۔ شہر متقاطع سڑکوں اور چوکوں کے ساتھ شطرنج کی بساط تھا ۔ جس کے سارے حصے متساوی تھے ۔ شہر کیا تھا ایک بیطیر

Marfat.com

عظیم الشان قلعہ تھا۔ جس میں بیرونی دروازوں کے ساتھ دریا کے پھاٹکوں کو بند کر کے آبادی کو ہر خطرے سے محفوظ کر لیا جاتا تھا۔ تفصیل پڑھ نیو یارک اور واشنگٹن کا تصور بندھتا ہے اُس وقت جبکہ ہندوستان کے شہر تنگ سڑکوں اور تاریک گلیوں پر مشتمل ہوتے تھے۔ یہ اپنے زمانے کا بے مثل شہر سخت نصر کی محنت سے بنا تھا اور اس کے پوتے کی عیاشی نے تباہ کرا دیا۔

جب کہا جائے کہ عرب اس وقت جہالت میں گھرے ہوئے تھے تو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ وہ بے حس و حرکت تھے۔ ننگے پھرتے تھے۔ آدمیوں کو کھا جاتے تھے۔ ایسا نہیں تھا۔ علوم و فنون سے بے بہرہ سہی ادراک و احساس سے خالی نہ تھے۔ زندگی تھی۔ بلندی و اصلاح کے آثار تھے۔ صرف ایک شاعری کو لے لیجئے۔ معلوم ہو جائے گا کہ جو قوم تخیل اور موزونیت کا اتنا درجہ لئے ہوئے تھی وہ بد ذوق اور کودی نہیں ہو سکتی۔ حالات و واقعات کو غور سے دیکھتے تھے اور جو کچھ گذرتا تھا اسے وزن اور قافیے میں باندھتے تھے۔ زورِ کلام سلامت و صفائی طرزِ ادا اور قافیے ردیف سے واقف تھے۔ جذبات و احساسات خوبصورتی سے ادا کرتے تھے۔ خوشی اور غم کے جذبات مدح اور مرثیے میں درجہ اتم رکھتے تھے۔ فخر و مباہات میں بھی حد سے تجاوز نہ تھا۔ مبالغے اور غلو سے احتراز تھا جو بعد میں شاعری کا طرۂ امتیاز بنا۔ پہلے تشبیہ استعارے اور مطابقت رکھنے والی تشبیہیں تھیں۔ حقیقت نگاری ان کی شاعری کی ہر صنف سے ٹپکتی ہے۔ تغزل و تشبیب کے اسلوب ایجاد کر چکے تھے۔ منظر نگاری تلوار اور گھوڑے کی تعریف میں طرزِ خاص تھا۔ وقوع میں آنے والے جذبات ادا ہوتے پھر یہ کہ دانائی اور حکمت کی باتیں کل ان کی شاعری میں موجود ہیں۔ دلیری و شجاعت کے ساتھ محبت میں بھی بے مثل تھے۔ اتنی آزادی اور بیباکی پر جب محبت کرتے تھے تو پاکبازی کی انتہا تک پہنچا دیتے تھے۔ ٹچا پن نام کو نہ تھا۔ ساری عمر یاد میں گھلتے تھے اور ہاتھ نہ لگاتے تھے بھلا چوما چاٹی کھینچا تانی اور اعضا کا ذکر کیا۔ قیس و دامن تو افسانوں میں ہیں۔ ہاں کا ہر ہر عاشق قیس و دامن تھا۔ نجانی الادیب اور عربی الف لیلہ کی حکایتیں جو چوتھی جلد میں ہیں

Marfat.com

اُن کی پاکیزہ جذباتِ محبت کی شاہد ہیں۔ تحریر سے آشنا نہ تھے۔ لیکن فنِ تقریر میں دست رس رکھتے تھے۔ سحبانِ وائل موسمِ حج کے بازار عکاظ میں چار چار گھنٹے مسلسل بولتا رہا ہے اور اپنی فصاحت و بلاغت کی داد لی ہے۔ کیا یہ خوبیاں وحشی قوموں میں ہوتی ہیں؟ یہاں کے جاہلوں اور وحشیوں سے ان کا مقابلہ کر کے دیکھنا چاہیئے۔ "چہ نسبتِ خاک را با عالمِ پاک"

ان کے شعور کو سراہنے کے لیے ایک شاعری ہی کافی ہے۔ عمر بن کلثوم کا فی البدیہہ قصیدہ سبعہ معلقہ کی زینت ہے کوئی تعلیم یافتہ اُس رنگ کی نظم کہہ کر دکھائے تو سہی۔ جنہوں نے سبعۂ معلقہ حماسہ اور ان کا ادب گہری نگاہ سے پڑھا ہے وہ ان کو جاہل و وحشی نہیں کہہ سکتے۔ حاضر جوابی طلاقتِ لسانی اور قوتِ بیانیہ میں کون ان کی نظیر تھا؟ ان کو جاہل اور وقت کو زمانۂ جاہلیت صرف اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اصول دین اور قانون سے ناواقف تھے۔ دلیری آزادی اور بیباکی نے ان میں بڑی رسمیں پھیلا دی تھیں۔ دختر کشی کی بدرسم تھی تو وہ ہندوستان کے راجپوتوں میں بھی ملتی ہے۔ لڑائی جھگڑے آزاد بے قانون قوموں میں زیادہ ہوا ہی کرتے ہیں۔ دیکھا جائے تو وہ اخلاق سے بھی بالکل کورے نظر نہیں آتے۔ پڑوس کا حق خاندان کے حق سے کم نہ تھا۔ مہمان نوازی میں کسی مہذب قوم سے پیچھے نہ تھے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی مثالیں نظیر نہیں رکھتیں۔ سخاوت سب سے بڑی خوبی سمجھی جاتی تھی اور عام تھی۔ حاتم نے اپنا بے مثل عزیز گھوڑا قیصر روم کے ایلچی کو کھلا دیا تھا۔ پناہ گیر کے لئے جان مال خاندان سب کچھ قربان کر دیتے تھے۔ یہ بات سخت ننگ و عار تھی کہ مدد کے لئے بلایا جائے اور آدمی طرح دے جائے عہد و پیمان کا بھی خیال رکھتے تھے۔ دوستی و رفاقت کی حفاظت کو فرض سمجھتے تھے۔ سموءل بن عادیا نے امرء القیس کی امانتوں کے لیے سختیاں جھیلی تھیں۔ اتنی باتیں تو سہاسے ٹھہریوں میں بھی نہیں ملتیں۔ مہذب قوموں میں بھی ان سے زیادہ نہیں۔ باقی رہی دین کی جہالت تو بنک نہیں وہ دین سے المعتزلہ بنے تھے۔

الغرض باہر کی قومیں اور خود عرب ایسے حالات میں تھے کہ ناداں کی جہالت سے حضرت ابراہیم

کی دعا نے طلوع ہو کر دنیا کو نئی روح اور نئے اصول کا پیغام سنایا۔ اور عرب جیسی حوصلہ مند بہادر قوم کو انتخاب کیا تاکہ وہ اپنی شیوہ بیانی سے قوموں کے سامنے اسے پیش کرے۔ نسل اسحاق کو دیکھ لیا گیا تھا اور اب نسل اسماعیل کی آزمائش تھی۔ صدہا پشتوں کے بعد ان کی باری آئی۔ خدا نے اس خانوادے سے ایک رسول انتخاب کیا۔ لیکن اس نے وہ کر دکھایا جو بنی اسرائیل کے انتہ انبیاء و رسل نہ کر سکے تھے۔ آخر کار جب خدا نے اس نسل پر نظر ڈالی تو امانت ازلی کی آخری تبلیغ کے لئے حضرت عبدالمطلب کے پوتے عبداللہ کے یتیم آمنہؓ کے لال پر نظر پڑی جو خاندان قریش کی ممتاز شاخ بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ نیکی اخلاق۔ نیک چلنی دیانتداری اور امانت داری میں قوم سے امین کا خطاب لے چکے تھے۔ بڑے بوڑھوں کے ہوتے ہوئے نوجوانی میں سنگ اسود کے بارے میں حکم بن چکے تھے اور ایسا فیصلہ کیا تھا کہ سب تجربے کار دنگ حیران رہ گئے تھے۔ آپ اس اہم برتن فرض کو لے کر اٹھے۔ قوم کے سامنے امانتِ ازلی کی تشریح شروع کی۔ غلط راہ پر چلنے والے بھٹکے ہوئے انسانوں کو بتایا کہ خدا ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اپنی خدائی کا واحد مالک ہے۔ تمام جہان اُسی کے عزم و ارادے پر چل رہے ہیں۔ وہی اس کائنات کا پیدا کرنے والا ہے۔ پیدائش و موت اور ہر قسم کے بناؤ بگاڑ اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہی بندوں کی فریاد کو سننے والا اور ان کی حاجتوں کو پورا کرنے والا ہے۔ اُسی کو مانو اسی کے سامنے جھکو۔ اسی سے مانگو اسی پر بھروسہ کرو۔ یہ جو تم اس کے علاوہ چیزوں کو پوجتے ہو سب گمراہی و ضلالت ہے۔ یہ تو اپنے آپ کو بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں تو تمہیں کیا نفع دے سکتی ہیں۔ یہ تو بے حس بے جان مورتیں ہیں نہ دیکھ سکتی ہیں نہ سمجھ سکتی ہیں نہ بول سکتی ہیں نہ تمہاری فریاد سن سکتی ہیں خدا دائم و قائم ہے۔ ہمیشہ سے زندہ ہے ہمیشہ زندہ رہے گا۔ وہ نہ ٹوٹ سکتا ہے نہ مرتا ہے نہ اونگھتا ہے نہ سوتا ہے۔ ذرّی ذرّی بات کی اسے خبر ہے۔ تمہارے دلوں کی آرزوؤں حسرتوں اور ارادوں سے واقف ہے۔ اس کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی ادھر سے اُدھر نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اسی کے منشا اور ارادے سے ہو رہا ہے۔ وہ اپنی مصلحتوں کو تم جانتے

Marfat.com

ہے - جو بہتر سمجھتا ہے کرتا ہے کسی کو اس کے کاموں میں دخل نہیں - سب اُس کی عاجز و بے بس مخلوق ہیں - اُس یکتا مالک و حاکم پر اس وحدہٗ لاشریک خدا پر ایمان لاؤ - اچھی باتیں سیکھو - اچھا عمل کرو - صرف اچھا عمل نجات دینے والا ہے - وہ تمہاری نیکوکاری اور راست بازی ہی سے خوش ہو سکتا ہے . وہاں سفارش کوئی چیز نہیں کوئی ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا - تمہیں صرف اچھا کام بخشش کا اُمید دلا سکتا ہے - بھلا یہ پتھر کے ٹکڑے یا من مانی ہستیاں اس کے عذاب و عقاب سے کیا بچا سکتی ہیں - اس کے جبروت و جلال کے سامنے کوئی لب نہیں ہلا سکتا - اس لئے اس کے گھر کو بتول سے صاف کر کے صرف اس پر ایمان لاؤ - ماسوا کو دلوں سے نکال دو - اسی کے ہو رہو وہی تمہارا رب ہے عالموں کا رب ہے موجودات کا رب ہے .

عمل پر مخلص طور سے زور دے کر کہا کہ اعمال کی اچھائی برائی کا بدلہ ہے - خدا کے نزدیک وہی محترم ہے جو تم میں نیکوکار ہے - وہاں دولت و حشمت ساز و سامان جائداد و جاگیر مقبول نہیں صرف تمہاری نیت کی سلامتی اور معاملات کی صلاحیت مقبول ہے - یاد رکھو اس بات کو ہرگز نہ بھولو کہ ایک دن دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا - اس وقت سے ڈرو قیامت کا یقین رکھو - اس دن اعمال کا جائزہ لیا جائے گا - بدلہ اسی صورت میں ہے کہ نیکوکاروں کو جنت میں بھیجا جائے گا اور بدکاروں کو دوزخ میں ڈالا جائے گا . اسلئے جذبات و خیالات پر قابو رکھو تاکہ عمل میں بہتری پیدا ہو اور تم خدا کے نزدیک مقبولیت حاصل کر سکو - وہ رحمان و رحیم ہے اپنے بندوں پر مہربان ہے - درگذر اور معافی رکھتا ہے . لیکن مت بھولو کہ وہ جبّار و قہار بھی ہے بداعمالوں کو پکڑ لیتا ہے اور عذاب و عقاب کا بدلہ دیتا ہے -

اے لوگو ! شرک شیطان کا کام ہے کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ - وہ بنی آدم کا دشمن ہے اس سے نفرت کرو اور برے عمل کی ترغیب سے پرہیز کر کے انسانیت کا بلند درجہ حاصل کرو . یہ آلودگیاں جن کو مذہب کا نام دے کر ایمان سمجھ رکھا ہے سراسر شرک ہیں - خدا ایسی تمام آلودگیوں سے منزہ ہے - وہ کلیہ چیزوں سے واقف عالم الغیب اور تمہاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے .

Marfat.com

اسے دورمت سمجھو - ہر کام اسی کے لئے کرو - اُسی کے لئے جیو - اُسی کے لئے مرو - یہ گمراہیاں چھوڑ کر اچھے کاموں کو زندگی کا شعار بناؤ - اسے پوجنے کے لئے عذر مت تراشو - رسول پیغمبر نبی ولی سب اس کے ادنیٰ غلام ہیں - ان کے پوجنے سے وہ خوش نہیں ہوتا - اپنی خدائی میں شریک نہیں چاہتا - آپ نے خدا کا صحیح مفہوم سمجھانے کے بعد اعمالِ حسنہ کا ایک مکمل خاکہ ان کے سامنے رکھا - سچائی اور نیک نیتی کو تمام افعال و اعمال کا خمیر بنایا - شرک نے ہر ایک مذہب کی جڑ ہی کاٹ کر انسان کو خدا سے غافل کیا تھا بخت تاکید یں کرنے کے بعد اس سے احتراز کا حکم دیا - یہاں تک کہہ دیا کہ تمام گناہ بخشدیئے جائیں گے تمہارا شرک نہیں بخشا جائے گا - مجھے بھی میری حد سے نہ بڑھانا میں بھی تمہاری طرح اس کا ایک بندہ ہوں - صرف اتنا فرق ہے کہ تمہیں اس کا پیغام پہنچانے آیا ہوں - مجھے اوروں کی طرح بڑھا کر پوجا پاٹ نہ کرنا -

یہ تھا وہ آخری پیغام جس کی رسولِ عربی نے تبلیغ شروع کی - یہ تھی دین و مذہب کی وہ آخری حجت جس کو شرک کے خس و خاشاک سے پاک کر کے آبِ زلال بنا کر دو آتشہ و سہ آتشہ کر کے قوم کے سامنے پیش کیا اور اس کا نام اسلام رکھا اسلام !! وہ اسلام جو خالص خدا کا مذہب ہے - انسان پرستی سے اسے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں - اسلام ! جس میں خدا کا تصور اور اچھے عمل کا پیغام ہے - اسلام ! جس کی مجموعی خوبی کو دوسرے ادیان نہیں پہنچ سکتے :-

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

اسلام ! جو انسان کے لئے سراسر اخلاق و اعمال کا مجموعہ ہے - اس آزاد زمانے میں بھی ملت اسلامیہ کی جان اور امتِ محمدیہ کا ایمان ہے - یہی ہے اس ہدایت کی آواز کا خلاصہ جو کوہِ قبیس پر آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے بلند ہوئی تھی اور لاسلکی رَو میں آویزہ ہو کر دنیا میں پھیل گئی تھی -

یہ پیغام سن کر قوم کا ذہین طبقہ ہوا جو نئی ہدایت پر ہر ایک قوم کا ہوتا چلا آیا تھا - عبرت شکن نے یہ بھی مارا - طریقِ بیگانہ زبان حق نہ گفت سکے لئے کھڑے ہو گئے - باطل پرستی کی ہمت افزا

کام کرنے لگی - روشنی کے منافذ کو ہاتھ رکھ رکھ کر دبانے لگے - الزام لگائے آزار پہنچائے - ایسی جسمانی و روحانی تکلیفیں دیں کہ ان کے سامنے تمام انبیاء کی تکلیفیں ہلکی ہو گئیں - کھلی نشانیوں کو جھٹلانے کے لئے شاعر و ساحر کہا - اور دعوت کا کوئی لمحہ مخالفت سے خالی نہ چھوڑا - لیکن پیکر صبر و تسکیب رسول نے مخالفت فتنہ انگیزی اور اس ایذا و اذیت کی پروا نہ کرتے ہوئے پیغام دھرا دھرا کر دشمنانِ صداقت کے دلوں کو نرما لیا - آخر کار یاد دہانی کے ارشاد و ہدایت سے شیاطین احدیت کو دماغوں میں اتار دیا - اکثر ایمان لے آئے اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر دوسروں کو سمجھانے لگے - لیکن ابولہب اور ابوجہل کے ساتھ امیہ کے بیٹے ابوسفیان نے مخالفت میں سخت تیز قدمی شروع کر دی - وہ جانتا تھا کہ محمد صلعم کو کامیابی حاصل ہو گئی تو ہماری شخصیت بنی ہاشم کے عروج کے نیچے دب کر رہ جائے گی - آئندہ بھی ان کے مقابلے میں ابھرنے کا کوئی موقع نہ رہے گا - قبول کی بابت اپنے مذہب کی طرفداری کا خیال اتنا نہ تھا جتنی یہ خلش کام کر رہی تھی - اب آپ کو اتنا ستایا گیا کہ خطرات عیاں ہو گئے - سازش کا جال وسیع کر دیا گیا - جان لینے کی ٹھان لی گئی - بیرونوں کو بھی سخت اذیتیں پہنچنے لگیں - آپ نے جب مکے کی فضا کو اتنا مکدر دیکھا ٹھیرنے کی کوئی صورت نہ رہی تو آخر دس سال کی تبلیغ کے بعد گھر بار عزیز و اقارب اور وطن مالوف کو خیرباد کہہ کر اللہ کے دین کی تبلیغ کے لئے دوسرا مقام منتخب کر لیا اور مدینے تشریف لے آئے - کچھ عرصے بعد ایمان لانے والے بھی دکھ درد جھیلتے ہوئے پہنچ گئے - یہ ہے دوسری ہجرت نبی مسلمانوں کی - پہلے آپ نے صحابہ کی ایک جماعت کو مکے کے مصائب سے بچانے کے لئے حبشہ بھیجا تھا - جس کی سرداری حضرت جعفر طیار کے سپرد کی تھی - مہاجر کی اصطلاح یہاں سے شروع ہوئی - مدینے والوں نے نصرت و امداد کا حق ادا کر کے انصار کا لقب پایا جو کچھ میسر تھا سامنے رکھ دیا اور مہاجرین کو اپنے گھروں میں جگہ دی - دین خدا کی اعانت اور جاں فروشی فرمانبرداری دینے مسلمانوں کی دستگیری کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی - لیکن سابقہ عرب جیسی قوم سے تھا انہوں نے مدینے میں بھی دین خدا کی تبلیغ کے لئے مہلت نہ دی - چھیڑ چھاڑ کر کے حملے شروع کر دیا -

Marfat.com

مٹھی بھر بے سروسامان ایمانداروں خدائے واحد کے پرستاروں نے جمعیت اور ساز وسامان والے دشمنوں کو ایسی زکیں دیں کہ بیں بول گئے۔ قربانی کی وہ مثالیں پیش کیں کہ دنیا اُس وقت تک ایسی مثالوں سے قاصر تھی۔ خدا کے نام پر گاجر مولی کی طرح کٹ جانے تھے۔ دشمنوں کی اس طرح صفیں الٹتے تھے کہ دوبارہ قدم جمانے کی جرأت ہی نہ ہوتی تھی۔ ایک ایک نے لشکروں کے کام کیے۔ مرجانا سہل ترین کام ہوگیا۔ خدا کے فدائی بننے کے بعد پھر جان کو پھر کاہ کے برابر بھی وقعت نہ دی۔ اس جانبازی کے ساتھ مٹھی بھر مسلمانوں نے اہل عرب کے عزم وارادے کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ جب کفارِ مکہ نے دیکھ لیا کہ الجھنا آسان کام نہیں بار بار شکستیں کھا چکے تو مجبور ہوکر مکے کے گھروں میں خائب خاسر ہوکر بیٹھ رہے۔ آخر رسول کے لئے وہ دن آیا کہ آپ مکے پہنچے۔ کعبے کو بتوں کی نجاست سے پاک کرکے دشمنوں کو انتہائی دلجوئی کے ساتھ ایمان کی تلقین کی۔ اور معافی و درگذر کی ایسی مثال پیش کی کہ اس مجسمۂ اخلاق رسول کے ہی شایان شان تھی۔

ادھر سے اطمینان ہوا تو آپ نے قریب و دور کے قبائل میں تبلیغ کی سرگرمی شروع کی۔ اب شرک کا ایوان انکا دسامنے نہ تھا اور تھا تو توحید کی کامیابی کے سامنے کمزور پڑ چکا تھا۔ ابوسفیان کی کم وبیش بہتر لڑائیوں نے اپنی خاندانی شکستوں کے ساتھ اہل عرب کی آنکھیں کھول دی تھیں۔ ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ آفتاب توحید کے سامنے لات وہبل کی شعبدہ چشم نگاہیں تک نہیں سکتیں۔ اسلام کی روشنی پھیل کر رہے گی اور اسماعیلی رسول کے عزم راسخ کے سامنے ان کی مذبوحی حرکات بیکار ہیں۔ وہ رسول جو یہ کہہ چکا ہے کہ میرے دہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے۔ تو پھر بھی میں تبلیغ رسالت سے باز نہ رہوں گا۔ طبیعتوں نے سچائی کو بھانپ کر اور سچے دین کی حقانیت سے مرعوب ہوکر دل و دماغ حملے کرنے شروع کر دیئے۔ "یدخلون فی دین اللہ افواجا" کا مژدہ پہنچ گیا۔ آبادیوں پر آبادیاں اور قبیلوں پر قبیلے لبیک کہتے ہوئے بڑھے۔ اور حلقہ بگوش اسلام ہوکر دین خدا

Marfat.com

کے فدائی بننے لگے۔ وہی رسول جس کی آواز کو قوم نے جھٹلایا تھا۔ سر توڑ مخالفت کی تھی اپنے پیغام کی تبلیغ میں کامیاب ہوا۔ قوم کو ہی نہیں بلکہ تمام عرب کو اُس دین متین کا پیرو دیکھ لیا جس کے بعد کوئی دین آنے والا نہ تھا۔ اللہ اکبر کی آواز عرب کے ریگستان سے بلند ہو کر فضا میں گونجنے لگی۔ صدی مشرکین توحید کے جام سے سرشار ہو کر مسجد ابراہیمی کے پروانے بن گئے۔ بدوؤں تک کے سینے میں توحید الٰہی کی آگ بھڑک اٹھی۔ وہ جن کے پاس کوئی قانون قاعدہ نہ تھا۔ خدا کے قانون کے آگے سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ اور آگے چل کر سعی تبلیغ کو ایسا گرم کیا کہ خدا کا پیغام کونوں کھدروں تک پہنچا دیا۔

کج فہم مخالف کہتے رہتے ہیں۔ کہ رسول عربیؐ تلوار نہ سنبھالتے تو کامیابی نہ ہوتی۔ دین کی تبلیغ صلح و آشتی ہی سے ہونی چاہیئے۔ مذہب میں لڑائی جھگڑے کی گنجائش نہیں۔ اتنے کشت و خون کے بعد سر جھکا بھی دیئے۔ تو کیا ہوا اس طرح تو ہر ایک آدمی اپنے خیالات کے پیرو بنا سکتا ہے۔ رسول اور میدان جنگ گرم کرے۔ فوجوں کو لڑائے؟ جنگ اور مذہب؟ توبہ توبہ! اسلام سختی کا حکم دیتا ہے۔ لڑائی کی ترغیب کرتا ہے! صرف ایک خدا کی پوجا؟ بزرگان دین کی پرستش سے انکار؟ ان کی شرکت سے امتناع جو بتانے والے تھے؟ جو چلانے والے تھے؟ خدا کا کام تو صرف بھیجنا تھا۔ ان کی محنت کا صلہ ہونا چاہیئے۔ اسلام میں چار بیویوں کی اجازت؟ بیوہ کا نکاح؟ عورت دوسرے گھر کی مالک ہو جاتی ہے۔ اس کا باپ کی میراث میں حصہ؟ مذہب اور قانون کی بندشیں؟ شریعت کا نفاذ؟ دنیا کے معاملات میں دخل؟ یہاں کی تمام فضیحتی میں شرکت؟ توبہ توبہ! یہ کیا مذہب ہے؟ کچھ مذہب و مذہب نہیں۔ دنیاداری ہی کی ترغیب ہے۔ روحانیت کا شائبہ بھی نہیں۔ جو مذہب کی اصل غایت ہے۔ یہ معترضین گرفتیں کر کر کے پھولتے ہیں۔ کہ بس ہم نے اسلام کو ہلکا کر کے دکھایا۔ اب اسکی خوبیاں کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ لوگ ہمارے ہی جنجال پر جھکیں گے۔

یہ بے توفیق معترضین اگر مذہب کے مقصد و مفہوم کو سمجھ جائیں۔ یہ دیکھ لیں۔ کہ مذہب اسی پاپ سے بھری ہوئی دنیا کیلئے آتا ہے۔ فرشتوں پر نہیں اتارا جاتا۔ اسی بد نیت بد معاملہ نفع پرست لذت گیر انسان کو صحیح راستے پر چلانے کیلئے ہے۔ عالم روحانیت کے واسطے نہیں۔ تو اسلام کی خوبیاں ان کے سامنے عیاں ہو جائیں۔ ان مذاہب پر گہری نظر ڈالیں۔ جو جذباتی فطرت کو کچلتے ہیں۔ ان کی صحیح روش نہیں نکالتے۔ وہ انسان کو اصل میں دنیا میں رہنے کے

Marfat.com

قابل نہیں چھوڑتے۔ اب شروع سے نگاہ ڈالنی چاہیئے۔ کہ اسلام نے کیا کیا احسان کئے۔ پہلے خدا کو ہی لیجئے۔ جس پر ادیان کی بنیاد ہے۔ اس بارے میں جو مختلف نظریے چل رہے تھے۔ اسلام نے آکر ان کو ایک ہی قول فیصل میں نمٹا دیا۔ لیتی وہ ایک ہے۔ کیسا؟ مالک کل و جز۔ قادر مطلق۔ وحدہٗ لاشریک۔ خدائی کا مالک۔ اسکے سوا کسی کی پرستش نہیں۔ بزرگ کیسی بے حقیقت ہے۔ وہ بھی اس کے عاجز اور محتاج بندے ہیں۔ صرف خدا کے لئے موت زندگی ہے۔ کیا لاکھوں دیوی دیوتاؤں اور ہزاروں ذہنی جنجالوں میں یہ فیصلہ اس قابل نہ تھا۔ کہ تمام ہفوات سے انکار کر کے دنیا اس پر جھک جاتی نہ تین اجزاء سے مرکب خدا رہتا۔ نہ اس کا خاندان اور بیٹے بیٹیاں رہتیں۔ نہ انسانی ڈھانچ میں آنے والے بھگوان برلبتے۔ نہ اتنی مختلف راہیں رہتیں۔ ایک خدا ہوتا۔ اور مخلوق اس راستے پر گامزن ہو کر اختلافات مٹا دیتی۔ اگر ہٹ دھرم خود پرست انسان نے اس احسان کو غور سے نہ دیکھا۔ اور اس کے خوبصورت اختصار پر گردن نہ رکھی تو اسلام پر کیا ذمے داری ہے۔

اب اصول و ضوابط کو لے لیجئے۔ اس لحاظ سے بھی وہ بہترین مجموعہ ہے۔ اور مذاہب خیالی تسلی سے زیادہ نہیں اور اس میں پچھلے اگلے سارے اخلاق جمع ہیں۔ زندگی کی ضرورتیں ملتی ہیں۔ جو باتیں مذہب کے نام پر ترقی کی مستحق تھیں۔ وہ سب اکھٹی ہیں۔ وہ حقیقت میں مذہبی روشن خیالی ہے۔ بیشک تبلیغ دین نرمی اور خلق و کرم سے ہونی چاہیئے۔ کوئی سنے یا نہ سنے۔ مہربانی کے ساتھ کہنے والا کہتا رہے۔ لوگوں کی نفرت و حقارت کی پرواہ نہ کرے۔ فرض کی ادائیگی میں صبر و سکون سے تکلیفیں جھیلتا رہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ جب مخالفت کا طوفان امڈ کھڑا ہو۔ دشمن ہر طرف سے زرغے میں لے کر مٹانے کی سر توڑ کوشش شروع کر دیں۔ اور پھر یہ کہ اس کی تعلیم بھی مردنی پھیلانے والی نہ ہو۔ بلکہ جذبہ و روح پیدا کرنے والی ہو۔ جس میں خیالی پہلوؤں کے بجائے عمل کی ہی تلقین ہو۔ تو بے خبر لوگوں کے سامنے گردن رکھ کر دین کو ناکامی کے حوالے کرنا۔ اور یونہی نااہل جاہلوں کے ہاتھوں مٹ جانا کسی ہوشمند کا کام نہیں۔ مکر و فریب کی تبلیغ سے سختی کی تبلیغ کہیں بہتر ہے۔ برملا طور پر اعلان کلمۃ اللہ کر دینا دھوکے اور چال کے پردوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ آنحضرتؐ نے نہایت لطف و کرم سے تبلیغ شروع کی۔ دس سال وہ دکھ جھیلے کہ الامان والحفیظ۔ یہاں تک کہ جب کوڑا کرکٹ بکھرا اور اوجھڑیاں آپ پر پھینکی گئیں۔ تو یہی کہتے رہے کہ خدایا! میری قوم کو معاف کر دے۔ یہ مجھے پہچانتے نہیں ہیں۔ پھر جب کسی صورت بھی مخالفوں نے درگذر

نہ کی۔ تو وہی کیا۔ جو ایسے موقع پر کرنا چاہیئے تھا۔ اس لئے کہ وہ آخری حجت لے کر آئے تھے۔ تمام ضرورتوں کو مذہب میں ممزوج کر کے دکھانا تھا۔ مثال پیش کی کہ انسانو! جب مضر نہ رہے۔ مارنے والا کسی بھی حیثیت پر ہاتھ نہ روکے۔ دین خدا کو مٹانے کی ٹھان لے۔ تمہاری جان مال عزت آبرو اور گھر بار پر قابض ہونا چاہے۔ تو بہترین اخلاق یہ ہے۔ کہ اس کے سامنے لوہے کی دیوار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔ اس طرح روکو۔ اس طریقے پر دشمن کا دفعیہ کرو۔ بڑھے ہوئے ارادے لیٹ ہو جائیں۔ اور دین کے ساتھ اور چیزیں بھی اُس کی دست برد سے بچ جائیں۔ چار بیویوں کی اجازت بدچلنی کا علاج تھا۔ تاکہ انسان کی بڑھی چڑھی لوا لہوسی کی روک تھام ہو جائے۔ چاریں اُٹھ کر پھر دوسرے گھروں پر چھاپہ نہ مارے۔ وہ ایک کے قائل ہیں۔ ہر موڑ پر نئی سنبھال لیتے ہیں۔ اور اس عیب کو ہنر سمجھتے ہیں اسلام نے نیک چلنی پر سخت زور دیا۔ نامحرم پر آنکھ اُٹھانا بھی حرام کر دیا۔ مسلمان کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی قرار دی۔ کہ وہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھتا ہے۔ نگاہ جھکا لیتا ہے۔ شرمگاہوں کی حفاظت کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ تم عدل نہ کر سکو گے۔ ایک پر اکتفا کرو۔ اور اگر جذبات بالکل بے قابو ہو جائیں۔ تو چار تک کر سکتے ہو۔ اغیار اس اجازت کو حکم بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اور دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونک کر مغالطے میں ڈالتے ہیں۔ اپنی بدچلنیوں پر نگاہ نہیں کرتے۔

نکاحِ ثانی طلاق اور میراث پر کچھ کہنا بیکار ہے۔ ان چیزوں پر آج اسمبلیوں میں بل پیش ہو رہے ہیں۔ جو ان چیزوں سے بالکل بے خبر تھے۔ یا وہ جو اعتراضوں کی بوچھاڑ کیا کرتے تھے۔ خود تجاویز پیش کر رہے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو جاتا ہے۔ کہ اسلام نے تیرہ سو سال پہلے کن اصول کو رواج دیا تھا۔ ہاں مذہب کے نام پر جو آزادی پیش کی جاتی تھی۔ وہ پیش کر دی تھی۔ دنیا اندھی تھی۔ دیکھ نہ سکی۔ اپنے تاریک تار پود میں لپٹی ہوئی تھی۔ اسکی خوبیوں کو نہ پہونچ سکی۔ اُن لوگوں پر حیرانی ہوتی ہے۔ جو مذہب کو صرف میٹھی باتوں میں محدود کرتے ہیں۔ ان نادانوں کو یہ علم نہیں کہ انسان کو قانون قاعدے کی سخت ضرورت ہے۔ چند اخلاقی چکنی باتوں سے اس کی بدنیتی نہیں رک سکتی۔ اگر وہ مذہب کے نام پر جاری کر دئے جائیں۔ تو کیا برائی ہے۔ خدا کا خوف درمیان میں رہ کر ان پر زیادہ عمل کرا سکتا ہے۔ اس لئے شریعت ضروری ہے۔ مذہب دنیا ہی کے معاملے کو چلانے کیلئے ہونا چاہیئے۔ عالم بالا کی مخلوق کو نہ اصولِ اخلاقی کی ضرورت ہے۔ نہ قانون قاعدے کی۔ اسلام نے وہ اخلاق پیش کئے ہیں۔ جو انسان کو انسان بھی

Marfat.com

بنا سکتے ہیں۔ اور نظامِ معیشت کو بھی درست رکھ سکتے ہیں۔

جب دشمنانِ دینِ خدا ناکامیوں پر ناکامیاں اٹھا کر تھک تھکا کر بیٹھ رہے۔ تو اب آپ کو قدرے اطمینان کے ساتھ تبلیغ کا موقعہ ملا۔ گو اس وقت بھی مخالف ساز باز سے غافل نہ رہ کر یہودیوں اور عیسائیوں کو بھڑکتے رہے اور یہودی۔ جو ہر اصلاحی تحریک کے دشمن رہے ہیں۔ بدعہدیاں کر کے خود بھی پریشان اور تباہ ہوتے رہے۔ اور مسلمانوں کو بھی پورا سکون حاصل نہ ہونے دیا۔ تاہم جتنا بھی وقت تھا۔ اس کو رسول نے پیغام کی تشریح پر لگا دیا۔ مسائل و احکام کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال ڈال کر وضاحت کی۔ قرآن کے اوامر و نواہی پر زور دے دے کر عمل کی تاکیدیں کیں۔ خدا اور خوفِ خدا کو دلوں میں جاگزیں کیا۔ ہر حکم پر خود عمل کر کے دکھایا۔ جو کچھ فرمایا برملا فرمایا۔ تبلیغ کھلی تبلیغ تھی۔ کوئی بات شروع سے آخر تک راز بنا کر پردوں میں نہیں لپیٹی۔ اس لئے کہ ذات کی پرستش مقصود نہ تھی۔ ذاتی فوقیت کا ذکر تک نہ تھا۔ صرف ذاتِ احدیت مقصود تھی۔ جو کچھ کیا۔ اسی کیلئے کیا اسوقت بھی کوئی یار و مددگار تائید کرنے والا ہم خیال نہ تھا۔ اور اُس وقت بھی جب یہودی عیسائی اور منافق قدم قدم پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرتے تھے۔ سوئی کا بیلچہ اور رائی کا پہاڑ بناتے تھے۔ طرح طرح کے الزام گھڑتے تھے۔ اور پھر جب اللہ والے مسلمانوں پر ان کی گرفتوں کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ تو دانت پیستے تھے۔ کفِ افسوس ملتے تھے۔

آپ نے آخری پیغام کی تشریح و تفصیل میں سارا وقت صرف کر دیا۔ تمام امور کو عدل و انصاف پر ٹھہرایا۔ اس طرح کہ یہودی اور عیسائی بھی اپنے جھگڑے آپ سے فیصل کرانے لگے۔ دیانتداری کا یہ عالم تھا۔ کہ آخری وقت بیماری کی حالت میں مسجد میں تشریف لائے۔ لوگوں کو امانت و دیانت کی تاکیدیں کیں۔ اور پھر فرمایا۔ کہ اگر مجھ پر کسی کا دین ہو۔ یا کبھی کوئی زیادتی ہو گئی ہو۔ تو اس وقت بدلہ لے لے۔ قرض کی وصولی کر لے۔ ایک بدو کھڑا ہو گیا۔ کہا۔ کہ اے اللہ کے رسول! ایک مرتبہ سفر میں میں آپ کے ہمرکاب تھا۔ اونٹ کو تیز کرنے کیلئے آپ نے کوڑا اٹھا کر مارا۔ جو میری پیٹھ پر لگا۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا۔ کہ اس کو کوڑا دے دیا جائے۔ تاکہ اپنا قصاص میری زندگی میں مجھ سے لے لے۔ قیامت میں دین دار نہ رہوں۔ چاروں طرف سے ایک ہمہمہ بلند ہوا۔ اصحاب میں سے بعض رونے لگے۔ اور ساتھ ہی وہ بدو بھی۔ میری جان آپ پر فدا ہو۔ کہتا ہوا قدموں پر گر کر رونے

Marfat.com

لگا۔ یہ ہے وہ رسول جس نے دین اور دنیا کو مخلوط کر کے معاملات کی اصلاح کو فرضِ دین قرار دیا۔ رات دن گذرنے والے حالات کی جن میں بدنیتی ضروری آجاتی ہے۔ اس طرح اصلاح کر دی۔ کہ اب شوشے کی گنجائش نہیں۔

ادیان میں تبلیغ کا طریقہ مختلف رہا ہے۔ لیکن اسلام کا طرزِ تبلیغ بھی نہایت سادہ اور مبنی بر صداقت تھا۔ وہی اصحاب و انصار جو مشرکین سے جہاد کر کے واپس آتے تھے۔ آپ اُن میں سے زیادہ واقفوں کو انتخاب کر کے قبیلوں کے وفود کے ساتھ کر دیتے تھے۔ وہ جا کر اسلام کی ضروری باتیں سکھاتے تھے۔ بس یہ کہ خدا ایک ہے۔ کسی کو اس کا شریک نہ کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ کی تلقین کرتے تھے۔ بتاتے تھے۔ کہ دخترکشی بہت بری بات ہے۔ قیامت میں پکڑے جاؤ گے۔ چوری زنا مکر و فریب نہ کرو، سچائی اسلام کا شعار ہے۔ اسے اختیار کر لو۔ ہر ایک بُرے کام سے بچو۔ ایسا بھی ہوتا تھا۔ کہ مبلغ قبیلے میں پہونچے۔ مخالف پارٹی تلواریں سونت کر ٹوٹ پڑی۔ اور سب کو قتل کر دیا۔ لیکن کوئی ایک مثال ایسی نہیں۔ کہ سونتی ہوئی تلواریں دیکھ کر کسی نے جان بچانے کی غرض سے اپنے معتقدات سے انکار کیا ہو۔ خوشی سے کٹ مر کر ختم ہو جاتے تھے۔ یہ اس لئے۔ کہ ہر ایک کام بنیاد اعلاءِ کلمتہ الحق اور سچائی و صداقت پر تھی۔ اپنے خیال کو مکر و فریب کے پردوں میں لپیٹ کیسا۔ یا چوٹلے پنے سے لاٹھی کے نشان اور آنکھوں کے کنایوں اشاروں سے لوگوں کو پھنسانا کیا معنی؟ دور دراز گوشوں مکانوں کے ویرانوں دیواروں کی اوٹوں سے جال پھیلانا اسلام کی صداقت سے بعید تھا۔ جو اسلام کے دشمنوں اور ایک آدھ دین کے مبلغوں میں رہا ہے۔

رہبرِ عالم نے دینِ الٰہی کے جزو کل احکام کو انسانوں تک پہنچا کر آخری حج کے دنوں میں "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" کی سند حاصل کر لی۔ اور اس سے کچھ دنوں بعد اپنے فرائض کو باحسنِ وجوہ ادا کر کے اس رفتنی گذشتنی دنیا سے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ مسلمانوں پر اس حادثہ جاں کاہ سے بجلی سی گری۔ لیکن اپنے فرائض کا احساس کر کے ضبط سے کام لیا۔ اور صبر شکر کر کے تعلیم الٰہی کو سینے سے لگا لیا۔ یہی حضرت کی امانت تھی۔ یہی آپ کی بہترین یادگار تھی۔ بیشک آپ اس ناشناس دنیا سے چلے گئے۔ لیکن اپنے بعد ایسی جماعت چھوڑی۔ جو خدائی تعلیم سے صحیح معنی میں انسان بن چکی تھی۔ اسلام کی خوبیوں کو سمجھنے والی ہے وحدت سے

Marfat.com

سرشار غیراللہ سے بیزار جس کے سامنے اسلام کے مقابلے میں دنیا کی ہر ایک نعمت ہیچ پڑ چکی تھی۔ جسکے نزدیک اتقا عمل اور اخلاق فاضلہ حاصل زندگی تھے۔ جن کی نگاہوں میں دنیاوی شان و شوکت اور بلند الثانوں کا حوق ہیچ ہو چکا تھا۔ حق گوئی سادہ روی اور نیکوکاری بزرگوں میں سرایت کر چکی تھی۔ وہ عرب و تشتت و افتراق کی حد سے آگے نکلے ہوئے تھے۔ اتحاد و اتفاق کی زنجیر میں بندھ کر ایک جان دو قالب ہو گئے۔ رسول نے جس اخوت کو رگوں میں اتارا تھا۔ اس نعمت کو ہر ذاتی فائدے سے افضل سمجھنے والے دین کے مفاد کو زندگی کا لازمہ بنا بیٹھے۔ ہر ایک آرزو اور ہر ایک کوشش خدا کے لئے وقف ہو گئی۔ ایسے مسلمان ہو گئے۔ کہ خدا پرستی کے سوا پھر کبھی مادی چیزوں کی پوجا پر نہ جھکے۔ اب بھی زبانوں پر اللہ کو لیعہ سے سوا کچھ نہیں۔ اس آخری دور میں بھی جب مغرب نے پرستش کی سینکڑوں راہیں نکال لیں۔ تو اسی خطے کے ایک انسان نے اسلام کو زوائدات سے پاک کر کے صحیح دین کی تصویر کھینچی۔

دل زمزمۂ توحید سے لبریز ہو چکے تھے۔ روشن تعلیم نے دماغوں میں روشنی پیدا کر دی تھی۔ دنیا کو وہ پیغام سنانا تھا۔ جو اس نے کبھی نہ سنا تھا۔ آخری ہدایت کی نعمت کو سینوں سے لگا کر ملک سے باہر قدم رکھا۔ ایران رومیوں نے چھیڑ چھاڑ کر کے پہلے ہی تہیا کر دئے تھے۔ پہلی ٹکر ان سے ہی ہوئی۔ دوسری طرف ایران کے کسریٰ انہیں آلۂ کار بناتے رہے تھے۔ موجودہ وقت میں بھی عراق وغیرہ پر قابض تھے۔ چیلنج کا سلسلہ چل آیا۔ وہ قوم جو نا اتفاقی کی وجہ سے دبی ہوئی ٹھوکریں سہہ رہی تھی۔ آزادی اور آزاد روی کی زندہ تصویر سننے دیکھنے لگی۔ بڑھی آگے قدم رکھے۔ اور بہکی ہوئی قوموں کو صحیح راستہ دکھانے لگی۔ اس ایلچی کی آواز اب بھی لہروں میں گھوم رہی ہو گی جس نے کسریٰ ایران یزدجرد کے حقارت آمیز فقروں کے جواب میں وعظ کہا تھا۔ کہ اے بادشاہ! ہاں ایسے ہی تھے جیسا تو کہہ رہا ہے۔ اونٹ کا دودھ پیتے تھے۔ سوسمار کھاتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ دبا دیتے تھے۔ جاہل تھے۔ گمراہ تھے۔ لیکن خدا نے ہمارے حال پر رحم کیا۔ ایک رسول ہماری ہدایت کیلئے بھیجا۔ جس نے ہمیں صحیح راستہ بتایا۔ اخلاق سکھائے۔ اور انسان بنا دیا۔

الغرض خاتم النبیین نے عربوں کو اسلام کے نام پر جو اصول و ضوابط ارکان و اخلاق عادات و اطوار خصائل و آداب اور قانون قاعدے سکھائے تھے۔ ان سے کام لیکر انہوں نے دنیا کو سچائی کا سبق پڑھایا۔ ملکوں اور قوموں کی کایا پلٹ دی

Marfat.com

جہاں گئے بے خبر النسا نونکو اپنے رنگ میں رنگ لیا۔ مروت خلوص حسن سلوک اخوت در فاقت رحم و انصاف اور نیک نیتی پر سوسائٹی کی بنیاد رکھ دی۔ جاوا سماٹرا فلپائن اور مشرق بعید کے کناروں تک توحید کی آواز بلند کر دی جہاں صرف تجارت کے سلسلے میں پہونچے۔ وہاں بھی قوموں کو بدل دیا۔ ایشیا کو جمہوریت سے آگاہ کیا۔ جو اسکے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھی۔ عربوں ہی کی فطری آزادی نے اس براعظم میں پہلی مرتبہ سچی اور حسادی جمہوریت کو جاری کیا تھا۔ یہ اور بات ہے۔ کہ اس بادشاہ پرست خطے میں وہ زیادہ دنوں نہ چل سکی۔ ابوسفیان کے بیٹے معاویہ کی چالاکیوں سے ختم ہو گئی اب بعد میں یورپ کے ذریعہ دوبارہ یہاں پہنچی ہے۔ تونئی چیز سمجھکر مقبول ہوئی ہے اسلام کی برکتوں سے انکار کرنا سراسر ہٹ دھرمی ہے۔ چاہے قوموں نے کتنے ہی تعصب سے کام لیا ہو۔ دین متین میں اپنی تنگ نظری سے کتنی ہی کمزوریاں نکالی ہوں۔ اثر اور گرفت سے بھاگ نہ سکیں۔ بدقسمتی اصول سے خوشہ چینی کرنی ہی پڑی۔ وہ اصلاحی باتیں اختیار کرنے پر مجبور ہوئیں جو اتنی مدت پہلے پیش کی گئی تھیں

ہندوستان سے عربوں کا تعلق کوئی نیا نہ تھا۔ قدیم زمانے سے تجارت کے سلسلے میں ہندوستان جاوا سماٹرا لنکا سے لیکر چین کے آخری حصوں تک معمولی طریقے پر جہاز رانی کرتے آئے تھے۔ اسلام کی روح اور تبلیغ کے جذبے نے جہاں روم و ایران کو بدلا شمالی افریقہ کی کایا پلٹی۔ وہاں سفر وسیلۂ ظفر نے دور دھوپ اور ذرائع و وسائل کو وسیع تر کر دیا۔ خشکی و تری کے مالک بنگئے۔ قوموں کو معلوم ہو گیا کہ مذہب صرف یہی نہیں ہے۔ کہ خانقاہوں اور کچھاؤں میں ریاضت و نفس کشی کی محنت پر لگائے۔ وہ دنیا میں اولوالعزمی اور دوڑ دھوپ بھی سکھا سکتا ہے۔ اس قوم نے وسائل آمد و رفت کو آسان کر کے مشرق و مغرب کے ڈانڈے ملا دئے۔ امانت الٰہی کی تکمیل کو سینوں میں دبا کر اٹلی اور فرانس کے بازاروں میں پہونچ گئے۔ ہسپانیہ کو رشک گلستاں بنا کر یورپ کے سوئے ہوئے دل و دماغ کو بیدار کیا۔ دنیا میں دوڑنے کی راہیں سمجھائیں۔ تجارتی اور جنگی دونوں طرح کے بحری بیڑے تیار کئے۔ بحرالکاہل تک ساحلوں پر آبادیاں قائم کر لیں۔ اپنے نمایاں اخلاق و عادات کے ساتھ اسلام کو لوگوں کے سامنے کچھ اسطرح پیش کیا۔ کہ بغیر کسی جبر و تشدد کے توحید پرستی کے جرگے میں داخل ہو گئے۔

چین میں پہونچنے کی ایک سبیل یہ بھی ہوئی۔ کہ جب سعد بن وقاص قادسیہ کی جنگ کے بعد انتظام ملک داری میں مصروف تھے تو چین سے قاصد آیا۔ اور کہا کہ خاقان کے چھوٹے بھائی نے تخت کا دعویدار بنکر بغاوت کر رکھی ہے۔ خاقان نے آپ سے کمک مانگی ہے۔ جو جمعیت آپ بھیجیں گے۔ اگر وہاں رہنا چاہیگی۔ تو وہ انکو تمام ملکی حقوق عنایت کرینگے۔ اور ہر طرح کی امداد دینگے۔ سپہ سالار اسلام نے پانچہزار عرب بھیجدئے۔ جو خاقان کو کامیاب کر کے بغاوت کی جڑیں نکالکر وہیں آباد ہو گئے۔ انکی ہی تبلیغ کی برکت ہے۔ کہ آج

چین میں چھ کروڑ مسلمان عزت و وجاہت کیساتھ موجود ہیں۔ گو اکثریت کے مظالم بھی گاہ گاہے سہتے رہے ہیں۔ پھر بھی ابھی تک اسلام کو سینوں سے لگائے ہوئے خدائے واحد کے پرستار ہیں۔ مشرق بعید کے جزائر میں چار کروڑ سے زائد مسلمان انہیں عربوں کی سعی مشکور کی یادگار ہیں۔ جو لا الٰہ الا ھو کی آواز کو بطحا میں سنکر دوسروں کو سنانے کیلئے قربانیاں دیکر دور دراز خطوں میں پہنچے تھے۔ اور غیر اللہ کے پرستاروں کو خدا کا پرستار بنا گئے تھے۔ زور شمشیر کا الزام لگانیوالے ان جزائر میں مسلمانوں کی کثرت کو دیکھکر شرمندہ ہو جائیں۔ تو بہتر ہے۔

اصل یہ ہے۔ کہ تبلیغی کامیابی بار امانت کی اُس تکمیل پر تھی۔ جو رسول عربی نے اعتقاد اور عقل سے ممزوج کرکے دنیا کے سامنے پیش کی تھی۔ جسکو لوگ بلا تبلیغ بھی سن سنا کر خود بھی قبول کر لیتے تھے۔ ہر قوم کا ایلچی صرف نماز کے طرز کو دیکھکر مسلمان ہو گیا تھا۔ اسلاح گرویدہ ہوا۔ کہ پھر خرائض ایلچی گری سے بیزار ہو گیا۔ اور واپس نہ گیا۔

یہ تکمیل امانت کی مختصر روداد ہے۔ جسکو حضرت اسماعیل کے ایک پوتے نے ایسا کامل کیا۔ کہ بنی اسرائیل اسکا مقابلہ بھی نہ کر سکے تھے۔ نہ اپنی سیاسی طاقت میں جبکہ انکے بیان کے مطابق چار دانگ عالم میں انکی حکومت تھی۔ نہ اُس وقت جب معذوری و مجبوری میں صلح و آشتی کا پرچار کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے خدائے واحد سے دنیا کو ایسا روشناس کرایا۔ کہ پھر کسی محنت کی ضرورت نہ رہی۔ دین کے تشنہ پہلوؤں کو یوں سیراب کیا۔ کہ ہمیشہ کیلئے تشنگی دور ہو گئی۔ پھر اسنے بعد جو قوم اسکی اشاعت کیلئے پیچھے چھوڑی اس نے کسی قربانی کی پروا نہ کرتے ہوئے معلومہ دنیا میں پہنچا دیا۔ امانت کو امانت ہی سمجھا۔ اسمیں کوئی تغیر و تبدل نہ کیا۔ نہ توحید میں دخل کی۔ نہ اصول و احکام کی صورت بگاڑی۔ اگر شکل صورت مسخ ہوئی تو وہ باہر والوں نے کی۔ جو اپنے پرانے جنجال ساتھ لیکر اسمیں داخل ہو گئے تھے۔ اسکے باوجود امانت کے اصلی ڈھانچ میں ایسا تغیر نہ ہوا۔ کہ اہل نظر کو تلاش میں دقت ہو۔ نقش اپنی خوبیوں کے ساتھ اب بھی عیاں ہیں۔ اسی طرح جیسے نقرے کی تحریف میں اصلی الفاظ باقی رہ جاتے ہیں۔ تکمیل ہی وجہ تھی۔ کہ پھر کوئی آنیوالا اس پر کوئی خوبصورت ملمع نہ چڑھا سکا کسی نے جرأت کرکے کچھ کہا بھی۔ تو ہفوات ہی بکی۔ خرافات بڑھائی۔

تعینات مذاہب کے دھل گئے دفتر
رسول نے جو کہا لا الٰہ الا اللہ!

(سیفی)

Marfat.com

پانچواں عکس

زندگی اور مذاہب

نہ پوچھ مجھ سے کہ سیفی! یہ زندگی کیا ہے؟
طریق کار سے ہے گرمیٔ نظامِ حیات!

یہ دنیا کیا ہے؟ کیوں ہے کہاں سے ہے کس لیے ہے؟ زندگی کا کیا مقصد ہے؟ موت اور فنا کیوں ہے؟ جینے میں یہ تلخیاں اور صعوبتیں کیوں مضمر کر دی گئی ہیں؟ فلسفہ جب سے انسانی فکر میں شامل ہوا ان سوالات کا کھوج لگاتا رہا لیکن بہت کچھ کہنے پر بھی ابھی تک جواب سے قاصر ہے۔ مذہب نے البتہ اس بارے میں بہت سی تھپکیاں دیں اور یہ کہہ کر تسلی کر دی کہ خدا ہے۔ یہ کارخانہ اسی کا بنایا ہوا ہے۔ سبب یہ ہوا ہے کہ رازِ مستور نے اپنے آپ کو پہچنوانے کی نیت باندھی۔ پردۂ خمول سے منصۂ شہود پر آنا چاہا۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے کائنات کر دی۔ انسان کو اس کام کے لیے مخصوص کیا۔ ہوش و حواس عقل و ادراک بخشے۔ اس نے جانچا پرکھا اور اپنے معبود کا پتہ لگا لیا۔ جس صورت میں بھی مانا اسے مانتا رہا۔ سجدہ ریزی کرتا رہا۔ اسے خوش کرنے کی بہت ہی کوشش و حرکت پر نگاہ رکھی۔ خدائی کی مصروفیت میں بھی اعمال و افعال پر کڑی نگرانی کی۔ اس کی ہدایت کا خاص طور پر خیال تھا۔ خود بھی آیا اور برگزیدہ بندے بھی بھیجے۔ اس گہما گہمی میں پہچانا بھی گیا اور کائنات کی رونق بھی بڑھ گئی۔ مذہب نے کچھ ایسی باتیں کہیں کہ جن سے انسان کو تسکین مل گئی۔ دوسرے فلسفے کی باریکیوں سے تو اسے اور زیادہ بے چین کر دیا تھا۔ حیوانات میں ہلکا ہو گیا۔

یہ وجوہ جیسی بھی ہوں ہزاروں سال تک تسلی کا باعث رہی ہیں - انسان مطمئن ہو کر بیٹھا رہا دکھ جھیلے، مصیبتیں سہیں ٹھوکریں کھائیں پھر دل کو سمجھا لیا کہ "جو کچھ ہے اُسی کا ہے ہمارا کیا ہے" یہ بہانا ایسا تھا کہ گلہ شکوہ واپس لوٹ جاتا تھا منہ سل جاتے تھے - ہر وقت پیٹ مارنے والی زبان تالو سے چپٹ کر لیٹ رہتی تھی - زمین و آسمان کریدنے والا دماغ گم ہو کر بیٹھ رہتا تھا - یہ جو انسان نے ہزاروں سال تک مزید غور و فکر سے کام نہیں لیا - ٹوہ نہیں لگائی - ایک حد سے آگے قدم نہ بڑھائے اور قدم بڑھائے تو گمراہی پیدا نہ کی - تفتیش دب دبا کر رہ گئی شاید اس کی وجہ یہی ہو کہ اس تسکین کا دباؤ شک و شبہ میں نہ پڑنے دیتا تھا - جب شک نہ تھا تو تلاش کیوں ہوتی - جب شکوک پڑنے لگے تو جستجو بھی تیز ہو گئی - پھر تو غور و فکر کی بے اعتدالیوں نے بڑھکر نہ معلوم کیا کیا کھلایا - لیکن ان سوالوں کے تسلی بخش جواب نہ دے سکا - یہ معمہ علم و عقل کی موجودہ ترقی میں بھی ویسا ہی لاینحل ہے جیسا آج سے ہزاروں سال پہلے تھا - یعنی کیوں ہے کہاں سے ہے کیا مقصد ہے ؟

تاہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ جب انسان یہاں آ ہی جاتا ہے تو اُسے زندگی گزارنے کے لئے کوئی اچھی شاہراہ کی ضرورت ہے - شتر بے مہار ہو کر جینا ناممکن ہے - فلسفے کی راہ پر چلنے سے ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں - اگر اچھی راہ کسی مذہب میں مل جائے تو ہم خرما و ہم ثواب ہے آخر مذاہب بھی اسی لئے آئے ہیں کہ ضرورتمند انسان کو صحیح راستے پر چلائیں - دراصل جس نے یہ دستور العمل اسی لئے نکالے ہیں - کہ ان پر کاربند ہو کر بھٹک جانے والا انسان ٹھیک کنڈے پر چلے - فلسفہ عوام اعتدال پر نہیں رکھ سکتا - مذہب البتہ ان کی سمجھ میں آ جاتا ہے - عقل کا بیل ہو یا خدا کا خوف وہ دو چیزوں کے دباؤ سے قدم نہیں بھٹکنے - اور بھٹکیں تو ہر اس پھیر سنبھال دیتا ہے - کسی نہ کسی وقت ہوش آ جاتا ہے - فلسفہ حقیقتیں دکھانے اور آزاد کر دینے کے بعد گم ہو جاتا ہے مذہب کا تانا بانا تمام ہو کر کوئی دستور حیات پیش نہیں کرتا - مذہب میں اتنی صلاحیت قائم رہا ہے کہ روز مرہ کا طریق کار بنا دیتا ہے اور اگر اس میں ذہنی جنجال

Marfat.com

بڑھا کر کدورت نہ ملا دی جائے تو بہت دنوں کام دے سکتا ہے۔ افسوس یہی ہے کہ بہت جلد صاف چشمے میں ادھر اُدھر سے کوڑا کرکٹ سمیٹ کر ملا دیتے ہیں اور مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

فنا فنا کا کھیل دیکھکر زندگی کو بیکار نہ سمجھ لینا چاہیئے۔ اس کی انفرادی و اجتماعی دونوں صورتیں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ دیکھنے میں تو مختصر سی چیز ہے۔ انسان پیدا ہوتا ہے۔ کہیں درخواست نہیں دیتا۔ کسی سے التجا نہیں کرتا کہ مجھے دنیا کے مصیبت کدے میں بھیجدو۔ نہ ہر آلود باغ کی سیر کرادو۔ یہ حوادث مجبوراً آجاتا ہے۔ ماں باپ سمجھتے ہیں کہ یہ انوکھا کام ہو گیا۔ بھائے بہاں اولاد آگئی۔ حالانکہ محض فطرت کی مجبوری ہے جس سے بچ نہیں سکتے۔ یہاں آنے کے بعد کچھ دلچسپیوں میں گھر جاتا ہے جو حقیقت میں مصیبتوں کے اسباب ہیں۔ کچھ تو وہ دلچسپیاں کام کرتی ہیں کچھ فطری بے پروائی ہاتھ بٹاتی ہے اس طرح انسان پر ایک سستی اور بے پروائی سی طاری ہو جاتی ہے۔ آگ سے کھیلتا ہے زہر سے دل بہلاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ جھولے میں جھول رہا ہے۔ نعمتوں سے لذت اندوز ہے۔ ہر چیز رنگین اور ہر سماں دلکش نظر آتا ہے۔ پھر جب قوتیں جواب دینے لگتی ہیں جسم میں اضمحلال رونما ہوتا ہے۔ وہ خیالی دلچسپیاں بدل جاتی ہیں۔ ہر چیز کی اصلیت نظر آنے لگتی ہے تو چھاتی کوٹتا ہے کہ دنیا کچھ نہیں چند روزہ ہے۔ اس کی لذتیں اصل میں تلخیاں ہیں۔ انسان فانی ہے۔ وہ باتیں کہاں چلی گئیں۔ میں فقیر سے کیوں قریب ہوتا جا رہا ہوں۔ لوگ کیوں بے تعلقی برت رہے ہیں۔ اپنے کیوں اچٹتی ہوئی نگاہیں ڈالتے ہیں۔ کیوں بے پروائی ظاہر کرتے ہیں۔ توبہ توبہ! میں کبھی غلط فہمی میں مبتلا تھا۔ یہ تو کچھ بھی نہیں، اتنا نہیں سمجھتا کہ دنیا وہی ہے ویسی ہی ہے۔ اس کی باری ختم ہو گئی ہے۔ اب اُس کی پیدا وار ٹھکانے لگ رہی ہے۔ یہی سلسلہ ہے۔ یہی نوبت ہے۔ جو پچھلوں سے اس تک پہنچی تھی اور اب اگلوں کے پاس ہے۔

یہ کمزور طبیعتوں کی باتیں ہیں۔ سمجھدار جانتے ہیں کہ جینا ضروری ہے تو اسباب زندگی اس سے بھی زیادہ ضروری ہیں۔ جس مقصد سے بھی پیدا ہوتا ہو آدمی پیدا ہوتا ہے۔ یہاں پہنچنے

Marfat.com

ہی روٹی کا سوال سامنے آجاتا ہے - جب تک دوسروں کے کندھوں پر لدا ہوا ہے سکون ہے سکون ہے بے فکری ہے - جب اپنا بار خود اٹھانا پڑتا ہے تو اسی طرح تلاش اور جستجو کرنی پڑتی ہے جیسے حیوان اور ادنیٰ کیڑے مکوڑے دوڑ دھوپ کر کے پیٹ اُٹھتے ہیں - فطرت آسانی سجھاتی ہے چاہتا ہے کہ بھائی بندوں یا پڑوسیوں کی ڈلیا کھینچ لے - کھیتی کا لے کھلیاں چرائے - کوے کی طرح آنکھ بچا کر ٹکڑا لے بھاگے - لومڑی کی طرح کچھ مکر و فریب سے کھسکا لے - جھوٹ بول کر ابھار لے - لیکن فطری آزادی سے فساد اٹھتا ہے - لگاڑ پیدا ہوتے ہیں - چوٹی چلتی ہے ڈنڈا کھڑکتا ہے حالات نازک ہو جاتے ہیں -

ایک بڑی فطرت جبلی رجحان ہے جو وقت پر آکر پہلی سے کچھ زیادہ ہی فساد لاتی ہے جب تک یہ میلان پورا نہ ہو بیتابی و بیقراری ٹکنے نہیں دیتی - کھڑکیاں جھانکتا ہے - دروازے توڑتا ہے - دیواریں اکھاڑتا ہے - ہر آہٹ پر چونکتا ہے ہر آواز پر کان رکھتا ہے - الجھتا ہے الجھاتا ہے - بہکتا ہے بہکاتا ہے - نزدیک و دور چھاپے مارتا ہے - حصولِ مقصد پر بھی ٹھکانا نہیں بیٹھتا - ذکر، فکر پر بھی لذت نہیں لیتا ہے - التفاتِ جھوٹی نگاہ پر صبر و قرار کھو بیٹھتا ہے - کسی وقت بھی اس خیال اور اس رجحان سے غافل نہیں - پردے کی تصویر سے تسلی کے دفتر پڑھتا ہے - جھوٹی کہانیوں سے آتش حرص و آز کو تیز کرتا ہے - خود کوئی افسانہ تیار نہ کر سکے تو دوسروں کے افسانوں میں دلچسپی لیتا ہے - اور جب خمار اتر جاتا ہے صحت خراب ہو جاتی ہے تو فرشتہ بن کر بیٹھ جاتا ہے - دوسروں کے لئے نصیحتوں کے باب کھولتا ہے - اس فطرت کے فتنے بھی پہلی فطرت کے فسادات سے کم نہیں - ایک کھڑنچ ہے جو رات دن دردیلی ہے - نہ جنگ روکتی ہے نہ قحط اڑا لاتا ہے نہ تباہی و خانہ بربادی فرق ڈالتی ہے نہ افلاس و بے سروسامانی قدم روکتی ہے - جھگڑے اٹھتے ہیں - ٹنٹے ابھرتے ہیں - جہاں بالکل آزادی ہے وہاں بھی بگاڑ ہوتے ہیں - کمی کہیں نہیں -

مذکورہ صورتیں تو انفرادی ہیں - اجتماعی بیچینیاں ان سے کہیں زیادہ اور خطرناک ہیں -

Marfat.com

جب ادھر سے تھوڑا سا سکون ملتا ہے تو عزت طلبی میں مکر و فریب توڑ جوڑ چال بازی اور ظلم و جبر کے مظاہرے کرتا ہے۔ اپنے حق کی مقدار پر راضی نہیں ہوتا۔ دوسروں کے حقوق چھینتا ہے پیچھے دھکیلتا ہے۔ قدم قدم پہ گھاتیں لگاتا ہے۔ اپنے خیالات منوانے کے لئے اپنی رائے کی پیروی کرانے کے لئے پاس پڑوس کو کچلتا ہے۔ کبھی کہتا ہے میں بہت مہذب ہو گیا ہوں حق ہے کہ تم جیسے وحشیوں پہ حکومت کروں۔ نئے انداز کی روشنی پھیلاؤں۔ کبھی کہتا ہے کہ میری سیاست پسماندوں کی ماندگی کا علاج ہے۔ کسی کو حق نہیں کہ وحشت کی سادگی پہ چل کر میرے فوائد سے محروم رہے۔ روپیہ کمانے کے لئے نئے نئے جال بناتا ہے۔ دوسروں کے تن پہ کپڑا بھی چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اچھے خاصے کھاتے پیتے چلتے پھرتوں کو مٹا کر اپنی جیب بھر لیتا ہے اور یہ بھی سمجھتا ہے کہ حق بجانب ہے۔ کمزور ہوتا ہے تو دبا بیٹھا رہتا ہے۔ بھیانک ہوئی پھیکی ہنسی ہنستا ہے قابو طلبوں کو دیکھتا ہے۔ طاقت آجاتی ہے تو ڈنڈا گھمانا شروع کر دیتا ہے۔ اپنے ہر فعل کو بہتر اور دوسروں کی خوبیوں کو بدتر سمجھنے پہ مجبور ہے۔ خود پرستی میں ایسا اندھا ہو جاتا ہے کہ اپنی کھلی حماقتوں کو ذکاوت و ذہانت اور دوسروں کے حقائق کو گمراہی و بدعقلی کہنے لگتا ہے۔ ذرا سی ایک آدھ خوبی پیدا ہو جائے تو خوبیوں کے مرکز بھی اس کے نزدیک رینگنے والے کیڑے ہیں۔ کندۂ ناتراش جاہل پتھر بھی اس فطرت کے آگے سربسجود ہیں۔

یہ ہیں زندگی کے چند پہلو جو انسان کے سکون کو بے چینی سے بدلتے رہے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان فطرتوں کو روک تھام آزادی سے ہوئی ہے یا قانون قاعدے سے۔ فلسفے نے اپنی حقیقت جوئی سے جذبات پہ حجاب کی یا مذہب نے باقاعدہ رکھا۔ دنیاوی آئین نے انجمن کی بھاپ کو اعتدال پہ چلایا یا آسمانی فہمائشوں اور امیدوں نے۔ یہ تو کہنا بالکل بیجا ہے کہ کسی نے بھی نہیں روکا۔ یہ فطرتیں اپنا عمل کرتی ہی رہی ہیں۔ اس لئے کہ کمی زیادتی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کبھی سست چلا آیا اور کبھی کل چلا۔ فلسفہ تو اس عالم روشنی میں بھی خشک بہ لب ہے۔ آزاد کر کے خود محو حیرت مجبور و معذور انگشت بدنداں کھڑا ہے۔

Marfat.com

دنیاوی قانون نے ہاتھ پاؤں جکڑے ہیں دل و دماغ نہیں اپنائے - آخر میں مذہب ہی رہجاتا ہے جس کا عمل مؤثر اور جس کے احکام دل و دماغ پر حاوی رہے ہیں - انسان کو بے اعتدالیوں سے روکا ہے تو مذہب نے ہی روکا ہے - بدعملی پر کی تو ضمیر ملامت کرتی رہی - بس یہی فرق ہے کہ اور قانونوں میں ضمیر کو دخل نہیں رہا - ظاہری گرفت سے نیت میں فرق نہیں آیا -

اس میں شک نہیں کہ تمام مروجہ مذاہب نے کم و بیش اخلاق کی تعلیم دی ہے - اعمال انسانی کی اصلاحیں کی ہیں - لیکن اصلاح کے پہلو بہت ہیں - اتنے ہی جتنے زندگی کے پہلو ہیں - مقابلہ کرنے کے لئے ایک طرف سے نظر ڈالنی چاہیئے - دیکھنا یہ ہے کہ کس مذہب نے کتنے پہلو اصلاح کی مد میں شامل کئے اور کتنے گوشے بے تربیت چھوڑے - مصر کے خیالات تو بالکل متوالی اور وحشت کی یادگار تھے - اصول و ضوابط سے محروم خیالی الجھن کا پشتارہ -

ثراعشر کا استعداد ہی کاروبار کو چلاتا رہا - قدیم اور کہنہ مذاہب میں سے ہندو مذہب ہمارے سامنے ہے جس کے دعوے اب بھی کروڑوں انسانوں کو حقیقت چوتی سے دور پھینک رہے ہیں - اس میں خدا کا تصور ہے - لیکن ویسا ہی جیسا ابتدائے غور و فکر میں تھا - کوئی ترقی نہیں ہوئی - کرم دھرم کا تصور ہے اچھا عمل ہے لیکن بہت محدود اور تنگ - صرف اتنا کہ کروڑوں کو دیا جاتا ہے کہ تالیوں میں کپڑے بن کر رینگنے لگو گے - اس خوف میں عمل کرنے والے سود در سود سے لوگوں کو ہلاک کر کے کچھ دان پن کر لیتے ہیں اور پھر انسان کی رگیں چوسنے لگتے ہیں - اس کے اصول سے انسانوں میں نفرت پیدا ہوئی - چھونا ہاتھ لگانا بلکہ سایہ پڑنا بھی گوارا نہ رہا - ہم جنس ہم خیال آپس کے اختلاط اور میل جول سے محروم ہو گئے - سوسائٹی پر پہنچ بچاؤ اور چھوت چھات چھا گئی - انسان سے انسان نفرت کرنے لگا - ذاتوں کی تقسیم نے انسانی دماغ کو منجمد کر دیا - مفتوحہ اقوام کو شودر بنایا - جانوروں کا سا سلوک کیا بلکہ اس سے بھی بدتر - اس لئے کہ گائے بیل کی پوجا کی اور شودر سے بات کرنا بھی گراں کر دیا - غلاموں سے بھی بدتر حالت کر دی - غلام تو پھر بھی بلند تھوں میں رہتے تھے - کھاتے تھے پیتے تھے - چیزوں کو استعمال کرتے تھے

Marfat.com

اندر یا باہر اکٹھے تھے۔ گھر کا چین جاتے تھے۔ الیسا گرایا کہ ساتھ رہنا کھانا پینا تو کجا شہروں
بہ چلنا دشوار کر دیا۔ جنوبی ہند میں جس سڑک سے برہمن گذرے شودر کو گذرنے کا بھی حق نہیں۔
اس آزادی اور روشنی کے زمانے میں بھی برہمن کو دیکھ کر لیٹ کر گذرنا پڑتا ہے۔ اقتدار کے
زمانے میں جو ان مظلوم انسانوں سے سلوک ہوتا ہوگا اس کی تفصیل دیکھنی مشکل ہے۔ بس یہی
کہ جب کسی شودر کے کانوں تک سنسکرت کا کوئی اشلوک پہنچ جاتا تھا چاہے محض بلا ارادہ
اور اتفاقیہ ہی کیوں نہ ہو تو پگھلے ہوئے گرم سیسے سے اس کے کانوں کے سوراخوں کی
تواضع کر دی جاتی تھی۔ یہ ادنیٰ مثالیں ہیں تنگ نظری کی۔ ان سے اس وقت کے حالات
کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

علمی ترقی چند خیالی فلسفوں پر مبنی تھی۔ ان میں سے ایک روحانیت کا خیالی قصر تھا۔
یہی فلسفہ جس میں انسان ریشم کے کیڑے کی طرح تار بن بن کر اپنے اوپر لپیٹ لیتا ہے۔
اور جب ذاتی توجہ سے کچھ قوتِ ارادی کام کرنے لگتی ہے تو سمجھتا ہے کہ موجودات عالم کا
مالک بن گیا ہے۔ اسی فلسفے کی بنائی ہوئی ذہنیت تھی کہ ہزاروں آدمی لعمیری جنت چھوڑ کر
سادھو سنت بن گئے۔ دوسروں کے کندھوں پر لد گئے۔ بہت سے ترقی کر کے ننگے ہو گئے
ایسے ہی خیالات کی وجہ سے یہ قوم صنعتی اور فنی ترقی میں پیچھے رہی۔ لباس خوراک طرزِ رہائش
وغیرہ میں ذرا بھی آگے نہ بڑھی۔ کوئی عمارت ایسی نہ چھوڑی جس سے نزاکت حسن اور
باریکی کا اندازہ ہو سکے۔ جن فنون کا مذہب سے تعلق تھا۔ ان میں بھی کوئی خاص امتیاز نہیں۔
البتہ گانے میں ترقی کی۔ متنوع پیدا کیا وہ بھی ہزاروں سال فرضِ مذہبی سمجھ کر لپٹے رہنے کے
سبب سے۔ نجوم پر اعتقاد تھا اور معمولی دوکانداری سے سابقہ اس لیے حساب میں انہماک رہا
ہے۔ سوا اتنا نہیں کہ زمین و آسمان کے فاصلے ناپنے ہوں یا زمین کے کرہ کی گولائی معلوم کی ہو۔
تاہم جو اصول وضع و ضبط بھی ہیں اتنا کر سکتے ہیں کہ مذہب کے نام پر پنڈتوں نے انسان کی روک
تھام کی کتنی سادہ پہیلیاں بوجھیں اور زندگی کو تباہ کر دیا۔ اسی ملک میں جب آزاد خیالی کے اصول پر چلے

Marfat.com

بدھ مت نے باگ ڈور ہاتھ میں لی تو سب کو سمیٹ کر گپھاؤں میں بٹھا دیا۔ زندگی کے بہت سے شعبے زنگ آلود ہو کر رہ گئے۔ تعجب ہوتا ہے کہ اتنی بڑی بڑی حکومتیں کس طرح قائم ہو گئیں۔ شاید یہ وجہ ہو کہ لوگ عام طور پر مذہب کے عبادتی پہلو پر جھک گئے تھے۔ بت گھڑتے رہتے تھے، رکاوٹ نہ رہی تھی۔ کوئی راستے میں حائل نہ ہوتا تھا۔ اہل بہت کو کامیابی ہوئی اور ان کے مشاغل کی داد دے کر اور بھی راہیں صاف کر لیں۔

صیابی اور زرتشتی مذاہب اثر انداز ہے۔ انسانی زندگی کے کچھ پہلو سنبھالنے اور اعتقادی طور پر ذہنوں پر حاوی ہوئے۔ لیکن ان میں بھی چند خالص مذہبی رنگ کی باتیں تھیں جو زندگی کے بعض شعبے چلا کر خاموش ہو جاتی تھیں۔ اصولی طور پر اپنے دامن میں کچھ کمزوریاں بھی لپیٹے ہوئے تھیں جو غالباً اس لئے داخل ہو گئی تھیں جو غالباً اس لئے داخل ہو گئی تھیں کہ ان اصول میں وسعت نہ تھی۔ تمام پہلوؤں کو نہ دیکھا گیا تھا۔ اعتقادی اثر میں تمام مذاہب یکساں تھے۔ ہر عزیز چیز سے زیادہ عزیز۔ دماغ میں مرکوز اور رگوں میں مخلوط رہے۔ جہاں بدھ کی جتنی پوجا ہوئی شاید ہی کسی کی ہوئی ہو۔ ہندوستان برما پاس کے جزائر چین اور اس کے ملحقات جاپان کے تبتوں سے پٹ گئے۔ چینی ترکستان تک ان بھگوان کی اتنی پوجا ہوئی کہ تن ہانگ کے پرانے مندروں کے آثار میں سوائے ان کی مورتیوں کے بہت کم اہم چیزیں نکلی ہیں۔ اور اگر ہیں تو انہیں کے اوزان میں سے ہیں۔ بلخ بخارا کے آثار کھودے جائیں تو ان میں بھی سارا ذخیرہ اسی قسم کا برآمد ہوگا۔ اتنا پیار اس لئے کیا گیا کہ اس روحانی ہستی نے انسان کو ذات پات کی بندشیں ہٹا کر آپس میں پیار محبت سے رہنے کی تلقین کی تھی۔ گو یہ نہ بتایا تھا کہ سخت وقت میں کیا چارہ کار ہے۔ انسان کی بدنیتی اور بدامنی میں کیا کرنا چاہیئے۔ اس مذہب نے انسان کو قدرے سکون دیا تھا۔

عیسائیت بھی اپنے اثر و رسوخ میں اس سے کم نہیں رہی۔ حضرت مسیح کو بھی انہیں اصول کی بنا پر پیارا کیا گیا۔ انہوں نے بھی یہی کہا تھا کہ سختی نہ کرو بلکہ جھیلو۔ تھپڑ مارنے والوں کو کرتا بھی اتار کر دیا دو۔ ایسے نیک بن جاؤ کہ معلوم ہی نہ ہو تم بھی دنیا میں ہو کسی بدنیت کے لئے رکاوٹ

بن سکتے ہو۔ یہی وجہ ہوئی کہ مہاتما بدھ کے پیروؤں کی طرح ان کے متبعین بھی کاروبار کی مصروفیتوں سے ہٹ کر راہب خانوں میں جا بیٹھے۔ جو باہر رہ گئے انہوں نے حقیقت میں ارشادات پر پورا عمل نہیں کیا۔ عام طور پر لوگ اُن کی اور اُن کی والدہ عصمت مآب کی پوجا پر لگ گئے۔ نیکی کے کام کئے۔ انسان کی خدمت بھی کی مذہب کا بہت کچھ مقصد پورا ہوا لیکن معاملات کا قانون سوسائٹی کے اصول، اخبار سے برتاؤ سلوک لین دین کے قاعدے اور دیگر ضروریات سے بے خبر رہے۔ یہ بھی طور پر معلوم نہ ہو اکہ سیاسی پیچیدگیوں مخالفوں کی زیادتیوں عہد و پیمان کی صورتوں فتنہ فساد کے فیصلوں میں کیا روش اختیار کرنی چاہیئے۔ یہی وجہ ہوئی کہ جب دوسروں سے ٹکر ہوئی تو پیروؤں نے معمولی کام سمجھ کر بدعہدیاں برتیں۔ کوئی طریق کار سامنے نہ تھا ظلم و جور سے پیش آئے۔ حضرت مسیح کی امن پسندی پر عمل کر کے اندرونی معاملات میں الجھے ہوئے مسلمانوں کو چھیڑ لیا اور ایسی مخالفت کی بنیاد رکھی جس کی آویزش صدیوں جاری رہی۔

اس حقیقت کو سامنے لانے کے لئے حالات کو ابتدا سے دیکھنا چاہیئے۔ دو سو سال کے بعد عیسائیت روم اور یورپ کے دوسرے ممالک میں سرایت کر گئی تھی۔ یعنی وہ مذہب جس کا آغاز کتابوں اشاروں سے ہوا تھا۔ تبلیغ کے نہایت خفیہ طریقے برتے گئے تھے۔ کارکن کونوں کھدروں میں بیٹھ کر جال پھیلاتے تھے۔ جب باہر نکلتے تھے تو یہ غیب کے نشان لاٹھی کے نقوش اور دیگر علامتیں ظاہر کر کے لاسہ لگاتے تھے۔ اب وہ دین درباروں میں پہنچ گیا تھا۔ یونانی قیصران قسطنطنیہ جو مشرقی حکومت روم کے وارث بن گئے تھے عیسائیت کے حامی بن کر خاتم النبیین کی کامیابی پر دانت پیسنے لگے۔ شام اور فلسطین کی حدود پر زیادتیاں کیں۔ اور یہاں تک بڑھی کہ اندر گھس کر مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیں۔ یہ خبر سن کر آنحضرت نے اسامہ بن زید کو فوج دے کر بھیجا اور پھر خود رومیوں کو روکنے کے لئے روانہ ہوئے لیکن حدود کو آدمیوں سے خالی دیکھا اور عیسائیوں سے عہد و پیمان کر کے واپس مدینہ منورہ لے آئے۔ یہی وہ امن پسندی تھی جو بعد میں رومیوں کے لئے بلائے جان بن گئی اور ادھر کے تمام علاقوں کی تباہی ہوئی۔ جو کچھ ملک میں آیا وہ اصلی فوائد سے کوسوں دور تھا

یہ دین بھی بہت کچھ انسان کے افعال و اعمال کا محافظ رہا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ اپنی نرم خوئی کا اثر نہ ڈال کر اہلِ مغرب کو تند و تیز رکھا۔ صاف ظاہر ہے کہ ان کی یہ خوخصلت ملک و قوم کی مرہونِ منت رہی ہے۔ عیسائیت کو انہوں نے صرف تسکینِ خاطر کے لئے رکھا ہوا تھا۔ عملِ روزمرہ کی زندگی میں کچھ اور تھا۔ اس میں عیسائیت کو کچھ اتنا دخل نہیں۔

بہرحال مذاہب جیسے بھی تھے جہاں انہوں نے انسان کے ذہنی قویٰ اور غور و فکر پر تصرف حاصل کر کے اپنی خوش اعتقادیوں میں منہمک رکھا وہاں نیت اور عمل میں بھی دخیل رہے۔ یہ بات اس وقت کی چھین جھپٹ اور بدنیتی کے مظاہروں میں سمجھ میں آنی مشکل ہے۔ یہی کہدیا جاتا ہے کہ فطرت پہلے وعدوں کو روپا کرتی ہے۔ لیکن حالات پڑھ کر اور بزرگوں کی باتیں سن کر یہ اندازہ بالکل ٹھیک ہے کہ جاہے اُس زمانے میں اختراع و ایجاد اور مادی ترقی سے محرومی تھی۔ لیکن روزمرہ کے معاملات میں نیک نیتی اور سلامت روی کیسی زیادہ تھی۔ عہد و پیمان کا پاس لحاظ تھا۔ مروت و رفاقت عام تھی۔ پاس پڑوس اور ساتھیوں سے خلوص تھا۔ جھگڑے فساد میں بھی مکر و فریب دخل نہ پاتے تھے۔ لین دین زبانی اس دیانت داری کے ساتھ ہو جاتا تھا کہ اب عدالت کے کاغذ بھر کر بھی نہیں ہوتا۔ خرید و فروخت میں سادگی تھی۔ دو آنے کی چیز سوا دو آنے یا زیادہ سے زیادہ ڈھائی آنے میں مل جاتی تھی۔ یہ حال نہ تھا کہ اب دوکاندار ٹنگنے چوگنے پر بھی صبر نہیں کرتے۔ یہی فکر ہوتی ہے کہ گاہک کے پلے کچھ نہ پڑے۔ ساری رقم انکی ہی جیب میں آجائے۔ قیمت الگ چوگنی لیتے ہیں ڈنڈی الگ مارتے ہیں۔ یہ عذر کرنا کہ یہ باتیں تہذیب کی ترقی میں ہوجایا کرتی ہیں۔ محض عذرِ لنگ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کا خوف اور پاس مذہب نہیں رہا۔ قانون کو ٹھکرا دینا کیا بڑی بات ہے۔ کونوں گوشوں میں کون تحقیق کرنے آتا ہے اور اگر آجاتا ہے تو پیسے کی مار سے نرم ہو جاتا ہے۔ آنکھ پھیر لیتا ہے۔ اُلٹے سلام کر کے تھانے میں جا بیٹھتا ہے۔ روک تھام وہی اصول کر سکتا ہے جو دل و دماغ کو پکڑے۔ خوہ انسان کی ضمیر کو زندہ رکھے۔ عوام اس سے ہی کام کر سکتے ہیں۔ حکومت ایک ایک آدمی

کے پاس نہیں جا سکتی۔ نہ اس کا قانون ضمیر انسانی کا نگہبان ہو سکتا ہے۔ پھر وہ کونسی چیز ہے جو کوٹھڑی کے گوشے میں انسان کے ارادے کو روکتی ہے۔ یہ اصلیت ہے کہ مذہب نے عمل کیا ہے اور فطرت کو روکا ہے۔

نئے مفکرین کی یہ دلیل بھی کہ جرمنی کا نتیجہ ہے کہ قانون نے مخرب کو انسانیت کا درجہ دیدیا ہے۔ وہاں کی دیانتداری اور خوش معاملگی اپنی مثال آپ ہے۔ اصل میں یہ قیاس ہی غلط ہے۔ اس بیاعظم کو ان خطوں سے کیا نسبت ہے جن میں دماغ ہے تربیت نے سمجھ دی ہے ادراک ہے۔ انفرادی اور شخصی غور و فکر ہے۔ یہاں تو مجموعے کے پاس بھی ایک دماغ اور ایک نگاہ نہیں ملتی۔ نری غلط فہمی ہی غلط فہمی ہے وہ تیزی اور ذکاوت کہاں۔ یہاں تو آسمانی ہی ڈنڈا چاہیئے۔ جس میں آخرت بگڑنے کا خوف ہو۔ دوسرے جہان کی رسوائیاں ہوں۔ کتے اور گیدڑ کی جون کا دگدا ہو ان خطوں کے نزدیک قانون کیا چیز ہے۔ چہ کنی است کہ پیش مردماں بیاید۔ قیامت کی تہدید ہی روک سکتی ہے۔

دنیا میں کوئی خیال کمزوریوں سے خالی نہیں۔ جس کو بہتر سمجھا جاتا ہے اسی کو لاکھوں بدتر سمجھتے ہیں۔ جسے تریاق مان لیا گیا ہے اسی کو بہت سے ستم قاتل خیال کرتے ہیں۔ جس کو ہزاروں سال سے آب حیات مانا جاتا رہا ہے اس کو دھتکارنے والوں کو بھی کمی نہیں۔ مسلمہ باتوں میں بھی رائیں مختلف ہیں۔ کمزوریاں نہ ہوں اور کچھ پہلو ضعف و نقاہت نہ رکھتے ہوں تو اختلاف کی صورتیں پیش نہ آئیں۔ یہاں تو کوئی ایک نظریہ بھی ایسا نہیں جس کے بارے میں عوام یا اہل الرائے گتھم گتھا نہ ہوئے ہوں۔ اتنک جو مذاہب آئے تھے ان میں کمزور پہلوؤں کی اس لئے زیادتی رہی کہ زندگی کی زیادہ سے زیادہ ضرورتوں پر مشتمل نہ تھے۔ کسی میں اپنا مفاد پیش نظر تھا دوسروں کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ کسی میں چند اچھی باتوں کے ساتھ زیغ خیالی اور تنگ نظری حد سے بڑھتی ہوئی تھی۔ کسی میں صرف مبدأ حقیقی میں جذب ہو جانے کی تلقین تھی اور کسی ضرورت کا تذکرہ نہ تھا۔ کسی میں سراسر نرمی ہی نرمی تھی برسے وقت کا دستور العمل نہ بنایا گیا تھا۔ کسی میں آسمان کو گھورنے یا دور کے

مظاہر قدرت پر جھک جانے کے سوا روزمرہ کے معاملات کو بہت کم چھیڑا تھا۔ غرض کچھ خامیاں تھیں جو انسان کو ایک مکمل نظام کی دعوت دے رہی تھیں اور چاہتی تھیں کہ مذہب کے نام پر آخری اصول وضوابط ایسے آئیں جو زندگی کے زیادہ سے زیادہ شعبوں پر حاوی ہوں۔ آخر کار اسلام نے آکر اس انتظار کو یوں ختم کیا کہ خدا سے لے کر کمزور بندوں تک تراز و کی تول سے لے کر تجارت حکومت کے معاملات تک بیٹھنے اٹھنے سے لے کر سوسائٹی کے اعلیٰ آداب و لوازم تک سب کام منظم و منسلک کر دیئے۔ اس کے بعد مذہب کی ترقی پر جمود لگ گیا۔ بس یہی ایک صورت باقی رہ گئی کہ آدمی مذہب کے نام سے الگ ہو کر اپنے نئے نئے آپ سنبھال لے۔ یا کلیسائی طور پر پابند ہو کر بھی آزادی کا اعلان کر دے۔ یا ان سادی باتوں کو انسانی کوشش کر کر ہر کارہ کر دے۔ اور ہر بات کی اصلاح و ترمیم اپنے کندھوں پر رکھ لے۔ گو اس آزادی میں بھی پہلے سے زیادہ قانون قاعدوں کی بھرمار ہے اور نہ مذہب سے زیادہ مشکلات پیش آئیں

یہ جو کہا گیا ہے کہ اسلام دیگر مذاہب سے زیادہ مکمل اور ضروریات انسانی پر زیادہ حاوی ہے ایسی مختصر بات نہیں کہ دو چار فقروں میں ادا کر کے بدگمان ذہنیتوں کی تسلی کر دی جائے۔ یہ بہت اہم مقصد ہے جس کا بیان تفصیل چاہتا ہے۔ اس لئے ایک پورا عکس اس پر ختم کر دیا جائے گا کہ غور کرنے والوں کے سامنے ایک خاکہ ایسا آجائے جس سے اسلام کی برتری و برتری کا اندازہ ہو سکے۔ اگلے باب میں تفصیل ملاحظہ فرمایئے اور یہ یقین کر لیجئے کہ خوش اعتقادی کا اس کتاب میں شائبہ نہیں۔ بلکہ خلی ذہنیت کا سراسر مقصد خوش اعتقادیوں کی بیخ کنی کر کے مذہب کا صحیح حقیقی حقہ دکھانا ہے۔ اگر جدید خیالات کے معتقد یہ اعتراض کریں کہ خدا اور مذہب بھی خوش اعتقادی ہی ہے۔ جیسے اور خیالات چلتے رہے یہ بھی داغوں کو لپیٹ رہے ہیں۔ یہ طرفہ ارباب فہم و دانش پر ہنسی کرائی ہیں۔ دنیا میں وقت وقت کی باتیں ہیں۔ اب انسان نے ہزاروں سال پڑھا پڑھا کر سمجھ کر کے نئی راہیں نکال لی ہیں جو زیادہ مفید اور قابل عمل ہیں۔ ٹھکرائی ہوئی طبیعتوں کی یہ گمراہیاں سر آنکھوں پر لیکن سفاہت نے مذہب سے نفور کیا ہے

تو اس کے ضروری حصّے کو کس خطا میں نظر انداز کیا جاتا ہے - اصول وضوابط سے انسان بے نیاز نہیں ہو سکتا - اخلاق سے نفرت کرنا انسانیت کا خون ہے - اس میں طرفداری اور حمایت پرستی کی کیا بات ہے - دس ہزار سال پہلے بھی اخلاق اور قانون کی ضرورت تھی اور اب بھی ہے - خدا کا اور اخلاق کا چولی دامن کا ساتھ ہے - اس کے مان لینے میں کوئی محال لازم نہیں آتا - اُس انسان کی شخصیت سے بھی انکار نہیں ہو سکتا جس نے پھیلائے ہوں - نئی مفید باتیں، اختیار کر لینی چاہئیں - باقی رہیں مہملات وہ آپ ہی اُڑ جائیں گی زحمت کی ضرورت نہیں ٭

Marfat.com

چھٹا عکس

نظامِ معتزلیت

دیا تھا جس نے زمانے کو درسِ فکر و عمل
وہ خندلیبِ چمن میں ہے نغمہ خواں اب بھی (سنیغی)

رسولِ عربی نے مذہب کے وہ پہلو جو ہزاروں سال سے خالی چلے آرہے تھے اس طرح پُر کیے کہ پہلے خدائی کا صحیح مفہوم انسان کو سمجھایا "قل ھو اللہ احد" کہہ کر پچھلی خرافات صاف کر دی۔ ذاتِ احدیت کو دلوں میں بٹھا دیا۔ ماسوا سے تعلق نہ رہا۔ پھر اُس کام پر توجہ مرکوز کی جو پہلوں کے سن گمان میں بھی نہ تھا۔ یعنی دین اور دنیا جو متضاد چیزیں بن کر الگ تھلگ چلے آرہے تھے یوں ممزوج کر دیے کہ پھر تحلیل کا خطرہ نہ رہا۔ عبادت اور معاملات کو جو ظاہراً بونِ بعید رکھتے تھے ایک اشارے میں ملا دیا۔ یعنی نہیں حدّ و جہد صرف رکوع و سجود ریاضت و تپسیا پر موقوف نہ رہی معاملات کی نیک نیتی کو بھی عبادت بنا دیا گیا۔ ہر کام اور ہر عمل کو خدا کی خوشنودی سے وابستہ کیا۔ کہا کہ خدا صرف رحیم و غفور ہی نہیں جبّار و قہّار بھی ہے۔ ہر انسان کا علم رکھتا ہے حاضر و ناظر ہے۔ عمل کو دیکھتا ہے اسی پر جزا اور سزا ہے۔ دوزخ و جنت کی امید و بیم سے اعمال باندھ دیے۔ سچائی کو دین کی جڑ قرار دیا اس طرح کہ پیرو مثال بن گئے۔ یہ بھی کہہ دیتے تھے کہ مسلمان ہو کر جھوٹ بولتا ہے؟ آپ نے ہی دنیا میں پہلی مرتبہ اخوت کی بنیاد رکھی اس وقت جبکہ امتیازات کا ایک طوفان تھا ملک ملک سے نفرت کرکے

Marfat.com

حقیر سمجھتا تھا اور قوم قوم کو گرا ہوا سمجھتی تھی - امیر کے نزدیک غریب جانور تھے اور بادشاہ رعایا کو غلام سمجھتے تھے اُس وقت مساوات کا سبق پڑھایا - امیر و غریب کو برابر کر دیا - بزرگی نیکی اور پرہیزگاری میں محدود کر دی - بادشاہ کو پوجا جاتا تھا - رعایا صرف پیداوار اور پیسے دینے کے لیے تھی تاکہ خزانے بھرے خود تنگی بھوکی بیٹھ جائے اور بادشاہ کی عظمت و شان کی داد دیتی رہے قیصر و کسریٰ اور جہانبانی کہ کہہ پوجے کس کی مجال تھی کہ زیادتی ظلم پر اف کر سکے - اس دین نے انسان کے منہ میں زبان لگا دی - بیباکی صداقت کی حق گوئی کا جوہر بخشا - حضرت مالک اشتر کی وہ تقریر پڑھنی چاہیے جو انہوں نے معاویہ کے بھرے دربار میں کی تھی اور امیر کو کتنے بل کی طرح لتاڑ ڈالا تھا - اس آزادی کی مثالوں سے ابتدائی تاریخ بھری پڑی ہے دیکھنے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام نے کس درجہ کی آزادی عنایت کی تھی - پہلی حدود یکسر توڑ کر پھینکیں حکومت کو مشورے پر لگایا - ہر شخص کو اختیار دیا کہ حاکم کو غلطی پر ٹوک دے - غیروں کے حقوق مقرر کیے - عیسائیوں یہودیوں اور دیگر مذاہب والوں کے ساتھ انتہائی رواداری کا حکم دیا - لڑائیوں کے قواعد بنائے عورتوں بچوں بوڑھوں اور معذوروں کو پناہ میں لیا - ان سے تعرض کرنے کو خلاف حکم خدا کہا - زراعت درخت جنگل رفاہ عام کی کوئی چیز تباہ کرنے سے روک دیا - اور یہ صرف نظریے نہیں رکھے خود عمل کر کے دکھایا اور پیروؤں سے عمل کرایا - علم و ہنر کو کسی کے لئے مخصوص نہ چھوڑا - ہر شخص کے لئے کمالات حاصل کرنے کی راہیں کھولدیں - بلکہ تحصیل علم کو فرض قرار دیا - الحکمۃ ضالۃ المومن کہہ کر تشویق دلائی کہ عقل و دانش کی تلاش کریں اور سمجھ کی باتیں سیکھیں - اس مذہب کے دھنی جلا ہے تھے بھی امام دین بنے اور علم کے آسمان پر آفتاب و مہتاب ہو کر چمکے - قدر شناسی میں کوئی امتیاز نہ رکھا - اغیار کے علم و فن کی اپنوں سے زیادہ قدر کی - مامون الرشید نے یحنا فیوع کو ملک الطب بنا دیا تھا - جو کچھ جانتے تھے کھلے دل سے غیروں کو سکھاتے تھے - یہی خصلت اور آزاد خیالی تھی کہ اٹلی سسلی سپین اور ساحلی علاقے ان کے علم و فن سے بہرہ اندوز ہوئے - علم کی ایسی پیاس لگا دی کہ بلخ بخارا

کے بغداد و مصر اور ادھر کے بلنج بخارا پہنچنے لگے۔ اس شوق میں ہزاروں میل کا سفر پیدل طے ہونے لگا۔ شوق تعلیم کو نہ مسافرت کی سختی گھٹاتی تھی نہ افلاس قدم روکتا تھا۔ وہ ولولہ پیدا کیا کہ ہر طرف علم کے چرچے ہو گئے۔ اس تاریک زمانے میں یہ اشاعت قابل صد تحسین ہے۔ اسی نظام نے تحقیق و تفتیش کے ذوق کو پیدا کیا۔ اس کوشش میں دور غایت اعتقاد اور حسن ظن کو مطلق دخل نہ تھا قرآن مجید تو خیر محفوظ کتاب تھی اور اس کے تدوین متدین ہاتھوں سے بہت احتیاط کے ساتھ ہوئی تھی لیکن احادیث کے بارے میں شکوک و اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ ان کے پرکھنے جانچنے اصلی و مصنوعی کی تنقید موضوع و مخترع کی پہچان میں ذرا سی بھی ہچکچاہٹ نہیں برتی گئی۔ اس تحقیق میں ہزاروں میل کے سفر طے کئے جسکو مشکوک پایا ساقط کر دیا۔ بعد میں تاریخی واقعات و حالات کو چھوڑنا شروع کیا۔ جن مورخین کو غیر محتاط دیکھا، حاطب اللیل کہہ کر کمال باہر کر دیا۔ اعتبار سے گرا دیا۔

آخر میں ابن خلدون کی دکاوت نے فلسفہ تاریخ کی بنیاد رکھی۔ تاریخ کی افسانوی صورت میں وقار پیدا کر دیا۔ البیرونی کی تحقیقات شاہد اس بات کا بین ثبوت ہے کہ انہوں نے اندرونی اور بیرونی تحقیقوں کا دروازہ کھولا تھا۔ ذوق سلیم اور مذاق علمی سے روشناس کیا تھا۔ انہی آثار پر قدم مار کر یورپ نے پچھلی دنیا کو گرد کیا ہے خانہ نشینی زمین گیری۔ بے خبری ناکارگی اس زمانے میں عام تھی قومیں جہالت پسرت سے ناواقف تھیں عربوں نے نظام اسلامی سے سربلند ہو کر قدم مارے۔ ایمانداری اور سچائی کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہو گئے۔ قومیں دیکھتی رہ گئیں۔ دنیا کی آنکھیں کھل گئیں۔ ملکوں کی جانچ پڑتال کی معلومہ دنیا کے کونے کھدرے چھان ڈالے۔ جغرافیے کی تشکیل کی اور اسی ارض پیمائی کی برکت سے امیر البحر سلیمان نے چین تک کے بحری راستوں کے نقشے تیار کر دیئے۔ جغرافیے سے دلچسپی رکھنے والے سیاحوں نے ملکوں شہروں کے حالات لکھے نقشے بنائے اور اپنی کتابوں میں صنعت و حرفت طرز حکومت شہر بیت پیداوار دریا پہاڑ جنگل جانوروں کی شکلیں بھی دی

کے طور طریقے بود و باش کی تشریح کی - مغرب سے لے کر مشرق کے آخری کناروں تک سفر کئے سفر نامے لکھے - ابن بطوطہ کو کون نہیں جانتا - اس کا سفر نامہ اس کی بلند ہمتی کی یادگار ابھی تک نگاہوں کو حیران کرتی ہے - تقویم البلدان اور معجم السلاد وغیرہ کتابیں جغرافیہ عالم کا آغاز کرنے والی ہیں - علم حیوانات پر عجائب المخلوقات پہلی کتاب ہے - فلسفے میں کندی ابن رشد اور بوعلی سینا کا جوہر نابہ ہے یورپ کا اہل علم اس کے مقر ہیں - علم ہیئت پر ان کی حقانی نگاہوں کا بڑا احسان ہے - کوفے اور بخارے کے میدان کو کرۂ ارض کی پیمائش اب بھی یاد ہے - لفظ الجبرا علم حساب میں ان کی ایجاد کی اختراع کا ممنون ہے - مسجد قرطبہ قصر الحمرا دمشق و ظاہرہ کی مساجد ان کے تعمیری حسن کی بہترین نشانیاں ہیں -

اسی نظام نے اخلاق و حسن سلوک کا سبق پڑھایا تھا کہ جن میں بھی جا بیٹھے ایسا گرویدہ کیا کہ وہ ہم خیال بن کر جذب ہو گئے - آج ایرانی ترکستانی مصری بربری اور دیگر بہت سی اقوام اُن کے مسلک کی سالک اور ان کی تہذیب کی حامل ہیں - بلکہ اپنے آبا و اجداد کی نسبت کو فخر نہیں سمجھتیں اس نظام معنیت کے بانی ہی پر فخر کرتی ہیں - جبر و تشدد کا الزام اب بھی زبانوں پر ہے یورپ کے مبلغوں نے مع اپنی منظم حکومت کے ایشیا کے ملکوں میں زور مارا - کروڑوں روپے خرچ کئے اور آخری چالیں بھی ساری چل لیں پھر بھی کسی ایک ملک کو بھی عیسائی نہ بنا سکے - بات صرف اتنی تھی کہ عرب "تلوار جزیہ یا اسلام" پیش کرتے تھے - سوچنے کی بات ہے کیا وہ قومیں جو تھوڑا سا ٹیکس دے کر اپنے دین و مذہب کو بچا سکتی تھیں ایسی بد عقل یا کمزور تھیں کہ وہ جھٹ مسلمان ہو جاتی تھیں - نہیں - یہ اس نظام معنیت کی خوبی تھی جو آخر کار مخالفوں کو متوجہ کر کے گرویدہ کر لیتی تھی - ورنہ وہ تو لا اکراہ فی الدین کے پابند تھے - اصل یہ ہے کہ ان کا عدل و انصاف مرنا و سلوک اخلاق و عادات رواداری اور طرز ادا و حسن بیان پھر اس کے ساتھ دل و زبان کی یکانگت نیک نیتی یہ ہی سب چیزیں مل جل کر ان کی تبلیغی کامیابی کی ضامن تھیں - کیا یہ ممکن تھا کہ ہندوستان کے راجپوت جو اپنی آن عزت

Marfat.com

اور دین و مذہب پہ پروانہ وار قربان ہو جاتے تھے جن کی شجاعت و دلیری خود داری اور جان بازی مانی ہوئی تھی وہ مسلمانوں کے تشدد سے مسلمان ہو گئے۔

بات دراصل یہ ہے کہ جب یہ نظام مغلیہ ہندوستان میں پہنچا ہے گو وہ اصلی وارثوں کے ہاتھوں نہیں پہنچا تو یہ ملک اپنی چند پرانی باتیں بھی ہاتھ سے کھو چکا تھا۔ نہ کوئی تازہ جاندار علم تھا نہ گیان گن تھا نہ کوئی عقل لگتا خیال تھا۔ بس ایک فرسودہ سیاست تھی جس کے ٹکڑے اڑے ہوئے تھے نظم و نسق سے محروم قانون قاعدے سے آزاد۔ سپاہیانہ فنون بھی بہت پرانے تھے۔ طرز معیشت کی تو نہایت ہی زدہ صورت تھی۔ سوسائٹی عام ذوق سے خالی اور آزاد روش سے بے بہرہ۔ جب دونو اصول ٹکرائے تو ہندی اصول محض صید زبوں ثابت ہوئے فنون جنگ کے سامنے فن جنگ نہ ٹھہر سکا۔ سیاسی توڑ جوڑ اور نظم و نسق کے آگے سیاست نہ ٹھہر سکی۔ طرز بود و باش اور مجلسی اخلاق و آداب کے مقابل سادہ رہائش اور تنگ نظری نہ ٹھہر سکی۔ جب میل جول ہوا اکٹھے بیٹھنے اٹھنے کا موقع ملا تو مذہب کے اصول و ارکان اور علوم و فنون کا مقابلہ ہوا۔ صنعت و حرفت کا تقابل پیش آیا۔ اس نظام کا مذہب سراسر روشن خیالی اور دلکش اصول پہ مبنی تھا۔ اعتقادی وہمی اور خیالی باتیں بالکل پھیکی پڑ گئیں علوم و فنون بالکل تازہ تھے پاٹ شالاؤں کے خیالی نظریے مقابلہ نہ کر سکے۔ صنعت و حرفت بھی بہت ترقی کر چکی تھی تاہم یہاں کی چند چیزیں اچھی خاصی تھیں۔ زیور برتن اور کپڑے نے کچھ وقعت پیدا کی لیکن ان چیزوں کی اصلاح میں بھی بہت گنجائش تھی۔

میل جول کے بعد تو آمدہ تہذیب نے ملک میں سرایت شروع کی۔ یہاں کی تمام چیزوں کو سرپرستی میں لے لیا۔ اور ان میں شوق پیدا کر کے اہل ملک کے سامنے ترقی و جدت کی راہیں کھول دیں۔ یہاں کی یادگاریں زیادہ تر بلکہ سب کی سب بدھ مذہب کے زمانے کی ہیں۔ ان سے ہی بہتری یا کمی کوتاہی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ان کو ہی لے لیجئے اجنتا اور ایلورا کی تصویریں اور مکان کی عمارتی لباس کی کوتاہی کا پتہ دے رہی ہے۔ زیور اور تاج تخت سے بن

Marfat.com

کا نشان ہیں۔ خود عمارتیں محنت کی داد کے ساتھ تقابل اور تزاکت سے محروم ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ سوتی کپڑے کی بہتات بھی تھی، اور اچھا بھی تھا لیکن تن ڈھانکنے میں بخل سے کام لیا جاتا تھا۔ چیز کے ہوتے ہوئے بھی، استعمال کا ڈھب نہ آیا۔ اسی لئے کہ اوپر کا تربیت کرنے والا طبقہ نیچوں میں لگا ہوا تھا۔ ذوق نہ تھا کا نہ لگے کیا حدت کرتے۔ یہ حالات تھے جب قوموں کو بدلنے والا نظام سلطنت ہندوستان میں پہنچا۔ سیاست کا رخ پھیر دیا۔ ایسی حکومتیں چلائیں کہ اشوک اور گپت گرد ہو گئے۔ جمہوریت چھوڑ کر شاہی بھی قائم کی تو اس کے جاہ و جلال اور شان و شوکت کے سامنے بکرماجیت کی سیاست پھیکی ہو کر رہ گئی۔ زندگی کے ہر شعبے کو زندہ کر دیا کاریگروں کی سرپرستی اور تربیت کی۔ کمخواب اطلس یا نات زربفت جامدانی کامدانی نیفہ بین زردوزی وغیرہ قسمیں ایجاد کر کے بنارس کے جلاہوں کو بہترین صناع بنا دیا۔ موچیوں کو چپل اور چمڑے کی جوتیوں سے نکال کر سلیم شاہی پہ لگایا۔ ننگے پیروں کو زردوزی جوتیاں نازک اور سیک پنائیں راجوں کی دماغی تربیت کر کے قطب مینار پرانے قلعے کی مسجد جامع دہلی لال قلعہ تاج محل اور قلعہ آگرہ جیسی شاندار سر فلک مضبوط اور خوبصورت عمارتیں بنوائیں۔ قلعوں میں شان مضبوطی اور حسن پیدا کر کے گوالیار اور چتوڑ کے قلعوں کی اصلاح کر دی۔ دکن کے آثار ان کے ذوق کی گواہی دے رہے ہیں۔

درزیوں کو اگر کچھ چیت پاجامے یا وسلے اور بالا پوشوں کی کاٹ پر لگایا یہاں تک کہ شیروانی ایجاد کر کے بنا دی۔ برتنوں کے خوبصورت تراش بنا کر حیدرآباد کو ظروف سازی کا مرکز بنا دیا۔ زیورات میں باریکیاں اختراع کرائیں۔ آب پاشی کو سنبھالا تو نہریں کھدوا کر جنگلوں کو سیراب کر دیا۔ دہلی کے گلی کوچوں میں پانی جاری کر دیا۔ باغ لگوا کر جنگل گلزار کر دیئے۔ صندل انناس اور انگور وغیرہ جیسی چیزیں آگرے کی گرم خشک آب و ہوا میں پروان چڑھا دیں۔ آسام کی طرف متوجہ ہوئے تو پیوند کی ترکیب نکال کر سیکڑوں قسمیں پیدا کر دیں۔ وہی ہندوستان جس کے باشندے دریا کی طرف مکان کی پیٹھ رکھا کرتے تھے قدرت کے مناظر کے شائق بن گئے۔

Marfat.com

گانا ناچنا اس نظام سے بہت دور تھا جبکہ اس کی سرپرستی کی تو خالص راگ کی خشکی میں اپنے باریک ذوق سے گھلاوٹ اور مٹھاس بڑھا دی۔ اس طرح آمیز کیا کہ خیالی آمیں رنگینی پیدا ہو گئی۔ راگوں میں اصلاح کر کے سازوں کی ایجاد میں حصّہ لیا۔ امیر خسرو جیسے بزرگ نے ایک قسم کی دلکش انسری اختراع کی اور گانے میں راگنیاں نکالیں۔ مصوری و سنگ تراشی بھی اس بت شکن قوم کے خلاف تھی۔ تاہم اس کی قدر دانی سے ترقی کرائی اور خوشی سرور و غم کی مصوری کی۔ خانخاناں کی قدر دانی اس مصور کو حیران کر گئی تھی جس نے کسی عورت کو نہاتے ہوئے بھانو اجسم پر پھیرتے ہوئے دکھایا تھا اور اس سردار نے داد دی تھی کہ تم نے وہ کیفیت دکھا دی ہے جو جسم پر پھریریوں سے پیدا ہوتی ہے چہرے سے وہ کیفیت خیال ہو رہی ہے۔ مصور اس داد پر تڑپ گیا تھا اور امیر کی تیز نظری کی داد دی تھی۔ اس میں بھی بڑے بڑے صاحب فن پیدا ہو گئے۔ یہاں کی بھدی بت تراشی میں بھی اصلاح کر دیتے اگر بت گری اور بت فروشی کو خلافِ توحید پرستی نہ سمجھتے۔

ہندو جیسی کم آمیز قوم کو سوسائٹی کی حدود سے آگاہ کیا۔ ان کی چھوت چھوگھٹا کر ملنساری مروت لحاظ اور رواداری سکھائی۔ نفرت اور بیگانگی کبھی پروان نہ چڑھی۔ اس لئے کہ انسان سے نفرت کرنا یا اسے درجہ انسانیت سے گرانا ان کے اصول سے الگ تھا۔ باوجودیکہ مثل شجاعت کے انگریز کی طرح نیگروں میں بیٹھ کر منفتوحہ قوم کے لئے دروازے بند نہیں کئے۔ انہوں نے ایک ہی غدر میں نفرت اور حقارت شروع کر دی اور اس قوم نے آئے دن کی لیاقتوں پر بھی حیوان نہیں سمجھا۔ بلکہ جو آئے ان کو دلجوئی سے شریک حکومت کر کے جرنیل اور سپہ سالار بنایا وزارت تک پہنچایا۔ ملک کی تجارت اور بیچ بیوپار کی مالیت ان کے سپرد کر کے خود فوجی خیمہ کشی میں لپٹے رہے۔ حکومت کی سخت ذمّے داریاں اپنے لئے رکھ لیں اور لالگاں کو بازار کی زرکشی دیدی دفتر حوالے کر دئے خزانے سونپ دئے۔ ورنہ وہ چاہتے تو تجارت دفتر اور اس قسم کی اور چیزوں پر بھی چھا جاتے۔ دوسروں کو کاروبار کے معاملات دے کر اگر تھوڑا سا معمولی ٹیکس لگا دیتے تھے تو آج تک ان کو بدنام کیا جا رہا ہے حالانکہ اس میں حفاظت کی سخت ذمے داری تھی۔ اب سو طرح کے ٹیکس دیتے ہیں اور

Marfat.com

سب نہیں ہلانے ۔ سترفیصدی تک ادا کیا اور آسمان سر پر نہ اٹھایا ۔ پھر یہ کہ اس زمانے کا اسوقت سے مقابلہ کرتے ہیں جب دنیا اتنی آگے نکل چکی ہے ۔ ہندوستان کی رسم پرست زمین میں ان کو بھی بعض اوقات یہیں کا نمونہ بننا پڑتا تھا اور آخر کار اس بے اصولی زمین نے ان کو بھی یہیں کا نمونہ بنا دیا ۔

اسلام ہی تو ہے جس نے قدیم بے اعتدالیوں کو دور کر کے ضبط و نظم اور دنیا کو باقاعدگی سکھائی ۔ جب جنگ میں ہر طرح کی زیادتی روا رکھی جاتی تھی اس نے ہی یہ حکم دیا تھا کہ کمزوروں کو نہ ستایا جائے ۔ رخاہ عام کی چیزیں تباہ نہ کی جائیں عہد و پیمان کی سختی پابندی ہو ۔ صلح جو سے فوراً صلح ہو ۔ دشمن بھی پناہ میں آجائے تو اس کی حفاظت کی جائے ۔ جنگ میں پہل نہ ہو ۔ زیادتیاں سہ کر بدلہ لیا جائے ۔ غرض تمام یہ باتیں اہل ہند کی کشش کا موجب ہوئیں ۔ ان پر زیادہ اثر پڑا جو قریب تھے ۔ راجپوت دست و بازو بن گئے تھے ہر وقت کے ساتھی / تھے گروہ در گروہ اس آزادی خواہ روشن مذہب پر جھک گئے اور اس کے بہتر نظام پر لبیک کہہ کر اختیار کر لیا ۔ اگر کوئی یہ خرافات کسی ہندو راجپوت کے سامنے بھی کہے کہ نبی من جنیو روزانہ اترتے تھے اور اس طرح ہندو مسلمان بنائے گئے تھے تو وہ کہنے والے کا منہ نوچ لے ۔ حقیقت یہی ہے کہ راجپوتوں نے بھی اوروں کے ساتھ اسلامی روشن خیالی کشادہ دلی اصلی بہتری اور مساوات دیکھ لی تھی ۔ ایک طرف تو ہر وقت کی تنگ دلی اور ترچھ خیالی تھی دوسری طرف آزادہ روی ملنساری اور یکجہتی ۔ ایک طرف ہزاروں دیوی دیوتاؤں کا لاؤ لشکر تھا ۔ دوسری طرف ایک قادر مطلق کی عبادت ۔ کہاں وہ طول کہاں یہ اختصار ۔ ایک طرف توہم پرستی اور تنگ خیالی دوسری طرف روشن خیالی سادگی قناعت و استغنا ۔ ایک طرف غیروں کے ساتھ خورد و نوش کی آزادی دوسری طرف ماں باپ بھائی بہن سے بھی اجتناب اور بچاؤ ۔ اپنی اپنی تھالی اپنی اپنی کٹوری ۔

ایک طرف کھانے کے طریقوں میں ذہنی افلاس اور ہلکا پن ۔ چینی جیسی صاف ستھری اور خوبصورت چیز سے نفرت پتوں کا استعمال اور گندگی دعوتوں کی بے سلیقگی اور بے ترتیبی

کھانے کے تنوع سے بے خبری اقسامِ طعام سے ناواقفیت ۔ ناپنے کے مجلات ظروف کی جگہ مٹی کی سکوریں ۔ دوسری طرف مہمانداری مہمان نوازی دعوتوں کی شاندار بے تکلفی ۔ میزبانوں کا خلوص مہمانوں کا شعور ، اور تمیز ۔ نشست برخاست میں تہذیب آدابِ محفل کا سلیقہ اور سلیقے میں کمری اور دھوتی کی جگہ قسم قسم کے بھاری بھرکم لباس ۔ چغے کلی دار انگرکھے اچکنیں یا دلے پاجامے شلواریں ۔ چہروں کی شان بڑھانے والی پگڑیاں ۔ ایک طرف بے منظر مکان بند حویلیاں تنگ صحن تنگ و تاریک کوٹھڑیاں نہ روشن دان نہ بیرونی دروازے نہ کھڑکی نہ برآمدے نہ غلام گردش ۔ دوسری طرف دالان شہ نشین ایوان صحنچیاں سیر کے لئے دروازے بارہ دریاں ۔ دروازوں پر آمد و الوداع کے پر خلوص پر انداز سلام اور معانقے ۔ پائیں باغ روشیں کیاریاں قسم قسم کے گل بوٹے انواع و اقسام کے خوبصورت درخت اور پودے ۔ کونوں پر گنبد سامنے دریاؤں اور تالابوں کے نظارے ۔ غرض معشیت کے عمدہ طریقے سوسائٹی کے بہتر اصول ۔ یہیں پر موقوف نہیں یہ نظام معشیت جہاں بھی گیا قوموں کی آنکھیں کھولدیں ۔ رہنے سہنے ملنے جلنے اور علم مجلسی کے قواعد سکھائے ۔ بزم و رزم کے اصول بتائے ۔ نہ تنگ نظری برتی نہ انسان کو حیوان سمجھا نہ حرص و لالچ کو جگہ دی ۔ دین کے ساتھ دنیا حاصل کی لیکن دنیا کو پوجا نہیں ۔ نہ بت پرستی کو ایمان نہ بنایا ۔ حکومتیں حاصل کیں کمایا کھایا بخشا اور کھلایا ۔ لاکھوں کے انعام دیئے اور ملک بخش مشہور ہو گئے ۔

اس میں ذرا سا بھی شک نہ سمجھنا چاہیئے کہ جو کچھ اثر پڑ چکا تھا اگر افغان و مغل بادشاہ اس سے فائدہ اٹھا کر عربوں کی طرح تبلیغ کی کوشش کرتے یا عیسائیوں کی طرح ایک ایسا کا پیچھا کرتے تو سارا ہندوستان نہ سہی بیشتر حصہ ملک کا آج مسلمان ہوتا ۔ یہ بھی جو کچھ ہوا وہ ان ابتدائی بزرگوں کی کوشش کا نتیجہ ہے جن کی قبروں پر آج نا سمجھ جاہل مسلمان ناچ گا کر اسلامی روح کو فنا کرتے ہیں اور اصل مقصد سے کوسوں دور ہو چکے ہیں ۔

ذکر آچکا ہے کہ جب خدا پرستی کے مفہوم کو سمجھ لینے والے عرب باہر نکلے ہیں۔ تو پہلی ٹکر رومیوں سے ہوئی۔ اس لئے کہ انہوں نے انہیں بلا وجہ چھیڑ اٹھا اور دوپہلے ہو کر پیشقدمی کی تھی۔ معمولی چھیڑوں کے بعد ہرقل کو سبق دینے کے لئے دمشق کے علاقے میں جا پہنچے۔ لگان وصول کیا گیا۔ لیکن جنگی مصلحت سے اس علاقے کو چھوڑ کر پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو لوگوں کو بلا کر وصول شدہ لگان واپس کر دیا تاکہ دوسری صورت میں اگر وہ واپس نہ آسکے تو ذمے داری پوری نہ کرنے کے سبب اس رقم کے دین دار رہیں گے۔ عیسائیوں نے اس منصفانہ برتاؤ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ خدایا! اس عادل اور منصف قوم کو پھر واپس لانا۔ یہ اس بات کے شاہد ہیں کہ ناانصاف رومیوں کے بجائے حکومت کریں۔ یہ دعا اس طرح قبول ہوئی کہ پینتیس ہزار مجاہدوں نے تین لاکھ رومیوں کو یرموک کے میدان میں شکست دی اور دوبارہ دمشق پر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد یروشلم والوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ رسولِ عربی کے نظامِ مشیت اور اصولِ رواداری کی مثال ہے۔ یہ وہی طریقے تھے جن پر رسول نے خود عمل کر کے دکھایا تھا اور کہہ گیا تھا کہ خلق خدا کیساتھ مہربانی سے پیش آؤ۔ اگر چاہتے ہو کہ خدا عرش پر مہربان ہو تو تم اہلِ زمین پر رحم کرو۔ عیسائیت ان باتوں کی قدر نہ کر سکی۔ اس نے یہ ضبط و نظم کا ہے کو دیکھا تھا۔ پہاڑی کے وعظ میں مست تھی۔ ان کو تو اتنا بھی بتلانے والوں نے نہ بتایا تھا۔ کہ خدا کیا ہے کیا ہے پیچیدگیت کر کر کے اس کے تعینات طے کئے اور آخر کار تین ٹکڑے کر ڈالے۔ بلکہ اسلام کو ان خوبیوں کے باوجود بدنام کرنے کے لئے کتبخانے بھرتے رہے۔

اس نظام کی اشاعت کے لئے اب راستہ صاف ہو چکا تھا۔ مراکو تک شمالی افریقہ فتح ہو گیا۔ بحر روم کے تیرا سو میل سمیت یورپ میں آگئے۔ یہانتک کہ اسپین میں پہنچکر بے سواد ملک کو علم و ہنر سے بھر دیا۔ ایسی شاندار مثالیں ہیں۔ کہ عیسائیت ان کے کمالات کو سمجھنے سے بھی قاصر تھی۔ علم اخلاق شجاعت و شہامت کی ایسی مثالیں پیش کیں کہ یورپ

کے نیم وحشی دیکھ دیکھ کر صدیوں حیران رہے۔ سات سو سال تک بد عہدیوں کا مقابلہ کیا جب باہمی نا اتفاقی نے گرایا تو عیسائیوں نے ساری نرم تعلیم بالائے طاق رکھ کر بربریت کو تازہ کر دیا۔ ذرا سی بھی رواداری نہ برتی۔ بتیس لاکھ کو بے خانماں کر کے افریقہ کے ساحل کی طرف نکال دیئے۔ پھر بھی انہوں نے آخری وقت تک خودداری اور غیرت کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور چپے چپے پر خون کا جواب خون سے دیتے رہے۔ بے غیرتی کی ایک مثال بھی ویسی نہیں ملتی جو عیسائیوں نے یروشلم میں دی تھی جب مجاہد اعظم صلاح الدین نے دوبارہ اس کو فتح کر کے حکم دیا تھا کہ عورتوں بچوں بوڑھوں معذوروں کو امان ہے عورتیں جو کچھ لے جانا چاہیں لے جائیں۔ پھر یہ ہوا تھا کہ بے غیرت مرد ان کے کندھوں پر لدے تھے اور وہ انکو شہر سے باہر اٹھا کر لے گئی تھیں۔

بغداد اس نظام کا مرکز تھا۔ اسلامی علوم کے ساتھ دنیا کے ساتھ علوم کے اس میں دریا بہائے۔ اس وقت تک قومیں ایسی ترقی سے محروم تھیں۔ ہارون و مامون کی علم دوستی نے ہر ملک کے اہل کمال جمع کر لئے۔ ترقی و تہذیب میں ایشیا کے ممالک کو گرو کر دیا۔ ہر خطے کے وسائل کو بڑھا کر علم تجارت و زراعت صنعت و حرفت اور فنون جنگ کو ترقی دی۔ مربع بنا کر دشمنوں کو حلقے میں لے لینا عربوں ہی کی ایجاد ہے۔ کارخانے کھولے ہسپتال بنائے۔ نہریں کھدوائیں۔ طب یونانی کو عروج پر پہنچایا۔ اس وقت جب یورپ میں تعویذ گنڈوں اور دعاؤں سے مریض کو موت کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ آمد و رفت کے وسائل کو جوڑ کر انسان کے لئے دوڑ دھوپ کی راہیں کھولدیں۔ شہروں میں حمام کا طریقہ عام کیا صفائی اور اصول صحت کو رائج کیا جب یورپ کے گھر عیسائیت کی صفائی سے مزبلہ بنے رہتے تھے۔ اخوان الصفا جیسی سوسائٹیاں قائم کیں۔ اگر ہارون الرشید کو عیسائیوں کی آئے دن کی عہد شکنیاں مہلت دیتیں تو نہ معلوم تمدن کو کہاں پہنچاتا۔ ساری عمر اس طرح گذری کہ قسطنطنیہ کے بد عہدوں سے صلحنامہ کر کے لوٹا ہے اور بیڈ پھیرتے ہی انہوں نے

Marfat.com

پھر قتل و خون کا بازار گرم کر دیا۔ پھر ایسے مظالم توڑنے تھے کہ انسانیت آنسو بہاتی تھی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ وہ ان کا ذاتی فعل تھا تو ہارون رشید اور دیگر بااختیار طاقتوروں کا سلوک بھی دیکھنا چاہیئے کہ وہ فوراً مغلوب کر کے کس برتاؤ سے پیش آتے تھے۔ ان بیانات سے یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ اُونھ! یہ پرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں ان کو دہرانے سے کیا حاصل۔ حال کی فکر ہونی چاہیئے۔ اس لئے کہ واقعات و حالات کو سامنے نہ رکھا جائے تو مقابلہ صحیح طور پر نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کہ کہانیاں نہیں بزرگوں کے کارنامے ہیں۔ جو قوم اپنی تاریخ بھول جاتی ہے ختم ہو جاتی ہے۔ ان کا تو تکرار بھی گوارا کر لینا چاہیئے۔

مذہب کے نام پر صرف یہی ایک نظام مغنیت تھا۔ جس میں نیک نیتی، نیکوکاری، سچائی اور صداقت کے ساتھ دنیا چلانے کے بھی اصول تھے۔ اس میں وہ اہلیت تھی جس نے عقل و شعور دانش و ادراک عنایت کر کے بدوؤں تک میں نظم و نسق کی لیاقت پیدا کر دی تھی۔ ورنہ ملک داری خالہ جی کا گھر نہیں کہ ہر ایک سنبھال لے۔ پنڈت نہرو جی کی ساری عمر سیاست میں گذری ہے لیکن جب حکومت کی دیرینہ آرزو پوری ہو کر کندھوں پر آئی تو چاروں خانے چت جا پڑے کر دم بخود بیٹھے ہیں۔ حکم احکام دہلی سے باہر قدم نہیں رکھتے۔ بدنظمی اور ظلم و ستم کا بازار گرم ہے اور تدارک نہیں کر سکتے۔ سیاسی تنیدے جان کو آ رہے ہیں۔ انتظام حس و خاشاک ہو کر اڑ گیا۔ وہی اپنے سامنے پیش آ رہی ہے جو انہوں نے انگریز پر توڑ رکھی تھی۔ اس کام کے لئے بڑی ہوشمندی اور تدبیر کی ضرورت ہے۔ مردوں اور وحشیوں پر بھی قابو رکھنا تدبر کے بغیر میسر نہیں ہوتا۔ غور کرنا چاہیئے کہ بھیڑ بکریاں پالنے والے سارہانی کرنے والوں نے کس طرح قیصر و کسریٰ کی میراث کو خود ان سے بہتر چلا کر دکھایا۔ فتح کر لینا اگر اس زمانے میں آسان بھی مان لیا جائے تو غیر ممالک اور غیر اقوام پر اس نظم کے ساتھ حکومت کرنا تعجب سے خالی نہیں۔ صرف حکومت ہی نہیں کی زندگی کے ہر شعبے کو زندہ کر کے دکھا دیا۔ خاص کر عراق کو شہروں سے تباہ و برباد کر کے ایسا خطہ کر دیا تھا کہ اس زمانے میں ایسا بنانا

Marfat.com

مشکل ہے ۔ ہر جنس کی پیداوار تھی ۔ اسی وجہ سے اس میں لگان کی شرح اور ملکوں سے ڈیوڑھی اور دگنی تھی ۔ ہسپانیہ جو رومیوں اور گاتھوں کے زمانے میں بھی افسردہ اور مردہ تھا اسے تمدن و تہذیب عطا کر کے یورپ کے خشکدے میں انسانوں کی قیام گاہ کا حق دیدیا ۔ ملک میں سڑکیں بنائیں ۔ سیکڑوں کوس تک دو طرفہ سنترے اور مالٹے کے درخت لگا دیے ۔ راہرو معطر خوشبوؤں میں سفر کرنے لگے ۔

اس نظام نے دنیا میں اقتصادی حالت کو درست کر کے مالی مشکلات پہلی مرتبہ ہلکی کر دیں سود در سود کی لعنت جس نے انسان کی کمر توڑ رکھی تھی اس سے نجات دی ۔ تجارت کو جائز قرار دیکر سود کو حرام کر دیا ۔ بار بار تاکید کی کہ سود لینے والا دوزخی ہے ۔ قیامت کے دن مجرم سمجھا جائے گا ۔ تجارت اور سود ایک چیز نہیں ہیں ۔ اب کبھی سود کی نیت نہ باندھنا یہ خیال خدا اور رسول سے لڑائی باندھنے کے برابر ہے ۔ قرضِ حسنہ کی صورت نکلی اور اطمینان نہ ہونے کی حالت میں رہن یا قبضہ کو جائز رکھا ۔ صاف الفاظ میں ڈرایا کہ "الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن ۔ ومن عاد فاولئک اصحاب النار ھم فیھا خلدون ۔" جو لوگ سود کھاتے ہیں اٹھ نہ سکیں گے مگر اسی طرح جیسے جن بھوت چمٹے ہوئے اٹھتے ہیں ۔ "اور جو اب سود لیں گے دوزخی وہی ہیں اسی میں ہمیشہ رہیں گے ۔" یا ایھا الذین امنو لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ ۔ "اے ایمان والو دگنا چوگنا سود مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرو شاید فلاح پا جاؤ ۔"

سود خواری ہمیشہ فتنہ و فساد کا باعث رہی ہے ۔ یہودیوں پر جو یورپ میں تباہیاں آتی رہی ہیں ان کا سبب صرف یہی نہ تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا دیا تھا ۔ بڑی وجہ یہی تھی کہ یہ سود خوار قوم لوگوں کو ناپاک قرضوں میں جکڑے رکھتی تھی جب مقلسوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو جاتا تھا تو حضرت مسیح کے حادثے کو دہرا کر لوگوں کو بھڑکا کر ٹوٹ پڑتے تھے

Marfat.com

اور تباہی لاتے تھے کہ برسوں کی جمع جتھا ان کے ہاتھ سے نکل جاتی تھی۔ کشت وخون کا بازار گرم ہوتا تھا اور بھیڑ سے ہوئے مویشی انہیں کو نوں کھدروں سے نکال کر تلوار کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔ سود سے نجات حاصل ہو جاتی تھی نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ پھر سوائے اس کے چارہ نہ رہتا تھا کہ بیت المقدس پہنچیں اور دیوار گریہ پر جھک کر نالہ وشیون کریں۔ ذرا سا سکون ملتا تھا تو پھر اسی مشغلے میں لگ جاتے تھے۔ منہ لگے خون اور زر پرستی کی پیاس نے اسباب مذلت سے بے نیاز کر دیا تھا۔

ابھی عہد انگریزی میں بنیوں نے مخلوق کو سود کے پھیر میں لے کر سیکڑوں گھر برباد کر دیے۔ بڑے بڑے خاندان اپنی غفلت سے شکار ہوئے۔ روٹیوں کو محتاج ہو گئے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ گورنمنٹ کو دخل دے کر روک تھام کرنی پڑی۔ قانون بنائے تاکہ لوگ سود کی تباہی سے بچ جائیں۔ لیکن آنکھ اس وقت کھلی قافلہ جب دور گیا، سود خواری کام کر چکی۔ خاص زمیندار طبقہ تباہی کی حد کو پہنچ گیا۔ کبھی ساہوکار نے کسانوں کی عرق ریزی جفاکشی اور جاں کاہی پر ترس نہ کھایا۔ دن کے شغلے کہ کبھی پیچھا نہ چھوڑا۔ یہ انسان کو زندہ رکھنے والا طبقہ ہر چھ مہینے کی کمائی حریص لالہ کے حوالے کر کے بال بچوں کو فاقوں کے سپرد کرتا رہا۔ ہوتا یہاں بھی وہی جو یورپ میں یہودیوں کے ساتھ رہا تھا۔ لیکن گورنمنٹ کی سخت گرفت اور گنجائش دینے والے قانون سے غریبوں اور مظلوموں کو انتقام سے باز رکھا گیا۔ انفرادی مار دھاڑ پھر بھی رہی اور کسے دن تھمے سہتے رہے۔

اسلام نظام نے آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے انسان کو سود کی خرابی سے بچایا تھا اس کے ساتھ دوسرے پہلو بھی سنبھالے۔ روم و ایران میں بھی کسانوں کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ کوئی قانون نہ تھا جو بے اصولی سے بچاتا۔ اب یہ ہوا کہ ان پر مالیہ عدل و انصاف سے لگایا گیا۔ براہ راست حکومت کے ماتحت کر لیا۔ زمیندار اور ساہوکار کے ظلم و ستم جبر و تشدد سے جان چھڑا کر خوش حال و فارغ البال کر دیا۔ آزادی

دے کر فریاد کرنے کا حق عنایت کیا - دربار سرکار میں پہنچنے اور حاکموں سے درد دل کہنے کی اجازت ہوئی - زنجیر عدل کو جلانے لگے - اس لیے کہ انہیں عدل و انصاف کا حکم دیا گیا تھا - تاکید تھی کہ "یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بہما فلا تتبعوا الہوی ان تعدلوا" مسلمانو! انصاف پہ قائم رہو - اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ اگرچہ اپنے ماں باپ اور رشتے داروں کا نقصان ہو - اور چاہے وہ مالدار ہوں یا محتاج - اللہ ان کا تمہاری بہ نسبت زیادہ خیر خواہ ہے - پس تم انصاف کرنے میں اپنی خواہشات کے تابع نہ ہو" وان حکمت فاحکم بینہم بالقسط" اے رسول! جب تو ان میں فیصلہ کرے تو عدل و انصاف سے کر بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے" ولا یجرمنکم شنآن قوم الا تعدلوا - اعدلوا ہو اقرب للتقوی" مسلمانو! کسی قوم کی دشمنی تمہیں انصاف سے نہ روکے - انصاف کرو وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے.

یہ عدل و انصاف کی تاکیدیں اور وہ احکام ہیں جو کسی آسمانی کتاب میں نہیں ملتے دشمنوں سے بھی انصاف کرو - خواہشات اور جذبات سے متاثر نہ ہو - یہ ہے عملی رحم و کرم - سود کی حرمت بھی انصاف کی ہی بنا پہ ہے - یہ ظلم نہیں تو کیا ہے کہ سو روپے کسی سے لے لیے جائیں تو ساری عمر اُن کی ادائیگی سے پیچھا نہ چھوٹے اور مذہب اس کو حق بجانب قرار دے کیا ظلم ہے! اس نظام میں پیسے پہ پیسہ لینا ناجائز قرار دیا گیا اس لیے کہ کسب زر کی حرص اور امور کی طرح اعتدال پہ نہیں رہتی - آج کل کیا ہو رہا ہے؟ ایسی ایسی تباہیاں دیکھی ہیں بربادیاں نگاہوں سے گذری ہیں - جڑ ہیں ہار ہو گئی ہیں آئندہ کا اطمینان نہیں لیکن انگریز کی پیدا کردہ جوع زر لوگوں میں بیٹھی ہوئی زہر کشی پہ لگے ہوئے ہے - اندھے ہو کر سمیٹ رہے ہیں - سوائے پیسے کے

Marfat.com

اور کوئی ٹھکر ہی نہیں رہی ۔ اسلام نے بلند ہمتی کے ساتھ قلندری کو اسی لئے آمیز کیا تھا کہ انسان خواہشات کا بندہ نہ رہے ۔ باقی جو صورتیں یورپ نے نکالی اور حصص کی نکالی ہیں وہ سب تجارت پر مبنی ہیں ۔ سرمایہ تجارت میں لگایا جاتا ہے اور اس کا نفع تقسیم ہوتا ہے ۔ یہ کاروباری چیزیں ہیں یہودی اور بنئے کے سود در سود سے الگ ۔

دیکھنا چاہیئے کہ اعشار پر لگان یا ٹیکس زیادہ تھے یا مسلمانوں پر ۔ کسانوں پر انصاف کے ساتھ لگان مقرر کیا گیا ۔ غیر مسلموں سے خیر تلے کے نام پر مختصر سا ٹیکس لیا جاتا تھا اور اس میں جان مال عزت آبرو اور دیگر ہر قسم کی حفاظتی ضمانت ہوتی تھی ۔ سوائے کسی خاص پیش آمد کے اور کوئی بار ان پر نہ پڑتا تھا ۔ یہ دوسری بات ہے کہ فوجی خلفشار کے اضطراری حالات مجبور کر دیتے ہوں اور مسلمانوں کے ساتھ ان سے بھی چندہ لے لیا جاتا ہے ۔ مسلمانوں پر آمدنی کا چالیسواں حصہ بیت پر لگایا اور پانچواں حصہ اور مقرر تھا ۔ یوں بھی ان پر کئی ٹیکس جمع ہو جاتے تھے ۔ اور وقت پر الگ فوجی ضرورتوں میں کھینچ لیا جاتا تھا ۔ فوجی خدمت کا لزوم صرف انہیں پر تھا دوسرے اس سے بری تھے ۔ اور اگر کچھ رعایت بھی مل جاتی ہو تو کیا ہے ۔ انگریز نے اہل وطن کو سیکڑوں رعایتیں زیادہ دے رکھی تھیں ہندوستانی محروم تھے ۔

اس نظام نے رواداری اور اغیار سے سلوک کی زندہ مثالیں پیش کی ہیں ۔ یروشلم کو دوبارہ فتح کر کے معافی دیدی تھی حالانکہ عیسائیوں نے قبضہ کرتے وقت مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا ۔ اتنا کہ گھوڑوں کی ٹاپیں خون سے رنگین ہو گئی تھیں ۔ مسلمانوں نے طیلے اور اختیار میں معافیاں دی ہیں ۔ شیر شاہ سوری نے جب سی پی کی ایک ریاست کے ظلم و ستم اور بے حرمتی دیے عزتی کا بدلہ لیا تو قتل عام نہ کیا تھا ۔ بس اتنا ہی جتنا مسلمان مردوں اور عورتوں پر ظلم ہو چکا تھا یہ آنحضرت نے عیسائیوں سے جتنے بھی معاہدے کئے ان میں وہ سب حقوق ان کو دیئے جن سے خود مسلمان متمتع تھے ۔

جس دین کی بنیاد غیر اللہ کی پوجا کے خلاف رکھی گئی تھی جو بت پرستی کو ہرگز گوارا نہ کر سکتا تھا اس نے محض رواداری اور لا اکراہ فی الدین کی بنا پر مشرکوں بت پرستوں سے ان کے معتقدات کی بنا پر عہد و پیمان کئے۔ یہودیوں کو حلیف بنایا اور اگر اس متلون قوم کی بد عہدیاں مجبور نہ کر دیتیں تو معاہدہ درمیان میں نہ رہتا۔ پھر بھی جو سلوک ان سے یورپ میں ہوتا رہا وہ مسلمانوں کے یہاں نہیں ہوا۔ ان کے قابل لوگوں کو حکومت میں شریک رکھا۔ شرارت کے جواب میں کچھ سختی ہو گئی ہو تو اس کا کیا ہے۔ وہ کونسی قوم ہے جس نے حکومت لے کر ہوا سر پر نہ آنے دی ہو۔ انگریز جیسی آزاد قوم مفتوح اقوام کو خاص کر ہندوستانیوں کو کتے بلی کے برابر سمجھتی رہی ہے بلکہ کتوں کی تو بہت ناز بردار رہی ہے۔ یہودیوں کی عجب خو خصلت تھی۔ دنیا انقلاب کا گھر ہے کوئی مٹتا ہے کوئی بنتا ہے۔ ایک جاتا ہے ایک آتا ہے۔ جب اس پاس سے اٹھ کر کوئی قوم دوڑنے لگتی تھی تو یہ اللہ میاں کو یہ اطلاع کر کر اسکو پیچھے گھسیٹنے میں لگ جاتے تھے۔ اور جب بدشعوری سے ناکام رہتے تھے تو سازشوں کے جال پھیلا کر دھکے کھاتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ زر پرستی نے اخلاق فاضلہ سے کر دیا تھا۔ کیا ہوا اگر آپ پیسے کے تو ٹوٹے سے امریکہ اور یورپ کی مدد پر مسلمانوں کو تنگ کرنے کے لائق ہو گئے ہیں۔ کہیں ہزاروں سال میں کوڑی کے دن پھرے ہیں۔ وہ بھی دوسروں کی خوشامد درآمد اور پیسے کے زور سے۔

اسلامی نظام معیشت سرمایہ داری کے سخت خلاف ہے۔ اس سرمایہ داری کے جس نے کارل مارکس کو سرمایہ داروں کے خلاف جہاد پر آمادہ کیا۔ خود رسول عربی کی تمام زندگی اقتدار و اختیار میں بھی درویشانہ گذری اور آل و اصحاب بھی سب کے سب نہایت سادہ زندگی گذار کر دنیا سے رخصت ہوئے نہ جاہ و حشمت کی آرزو کی نہ اسباب عیش و تنعم پر جھکے۔ قباؤں میں لیپ خرمہ کے پیوند لگاتے رہے اور مصر کے گیہوں کے ڈھیروں میں جو کے سوکھے ٹکڑے چباتے رہے۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر میں

Marfat.com

چکی اور بوریے کے سوا کچھ نہ تھا۔ جن کو معلوم نہ تھی یا ہوئی انہوں نے بھی ساز و سامان کو بیکار ہی سمجھا۔ حضرت عائشہ کے پاس کچھ تھوڑا سا سونا تھا جب آنحضرت کو آخری وقت کی بیہوشی سے ہوش آیا تو آپ نے فرمایا کہ عائشہ! کیا تم گوارا کرتی ہو کہ خدا کے رسول کا حساب آخرت میں طول کھینچے؟ وہ سونا جو تمہارے پاس رکھا ہے غریبوں میں تقسیم کر دو۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ جنگ خندق میں جب خندق کھدی تو اس کے کھودنے میں آپ خود بھی شریک تھے ایسی حالت میں کہ فاقہ تھا اور شکم مبارک پہ پتھر باندھے ہوئے تھے۔ شیر خدا علی مرتضیٰ عسرت میں زندگی گذارتے تھے۔ جب مہمانوں کے لئے چندے ہوتے تھے تو ڈھال تلوار ہی سامنے رکھ دیتے تھے۔ جن خشک ٹکڑوں پر درخیبر اکھاڑا تھا ان ٹکڑوں سے جو خود زمین کھود کر اور کدال چلا کر بوتے جوتتے تھے۔ کام کو فرض سمجھتے تھے۔ خود حضرت فاطمہ خانہ داری کا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ فضہ لونڈی سے حصہ رسدی کام لیتی تھیں۔

شاہ ایران نے دربار خلافت کا ایلچی مسجد نبوی میں بھیجا۔ خلیفہ کی تلاش کی۔ لوگوں سے پوچھا تمہارا بادشاہ کہاں ہے۔ وہ اس کو سمجھاتے ہوئے حوالے مدینہ میں لے گئے اور حضرت عمر کی طرف اشارہ کیا جو سر ہانے کوڑا تکیہ کے ہاتھ رکھے سنگریزوں پر سو رہے تھے کہ یہ مسلمانوں کے امیر ہیں۔ ہمارے یہاں بادشاہ نہیں ہوتا۔ ایلچی ہیئت اور لباس کو دیکھکر جس میں پیوند لگے ہوئے تھے گھبرا کر بولا کہ تم لوگ مجھ سے مذاق کرتے ہو؟ اتنے میں حضرت عمر کی آنکھ کھل گئی۔ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ جب ایلچی کی نگاہ پڑی تو رعب دیکھ کر سنجیدہ ہو گیا۔ ان بزرگوں کو رسول کی صحبت میں رہکر دنیا سے کچھ دلچسپی نہ رہی تھی۔ سادگی سکھائی گئی تھی سادگی پسند تھی۔ یہ بتایا گیا تھا کہ غیرت کے ساتھ روزی کماؤ اور اسے اپنی ذات عیال عزیز و اقارب بیواؤں یتیموں مسافروں اور محتاجوں مسکینوں پر خرچ کرو۔ جمع کر کے دبا نہیں بلکہ خود کھاؤ دوسروں کو کھلاؤ یہ حق "معلوم" سائل و محروم سائل اور محروم کے لئے مقرر حق ہے۔ پیسے کی اس محبت سے نفرت دلائی جو

Marfat.com

دوسرے وسائل سے ہٹا کر صرف زر پرستی پر لگا دیتی ہے۔ ملک کو افلاس کے حوالے کرتی ہے لاکھوں کو ثروت لایموت سے محروم کر کے سرمایہ داروں کے دروازے کا غلام بناتی ہے اسی محبت سے ہٹایا گیا " وتحبون المال حبا جما " تم مال کی محبت بہت کرتے ہو۔ محتاجوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں کرتے۔ میراث کا حلال و حرام مال سب کھا جاتے ہو۔ یا ایھا الذین امنوا انفقوا مما رزقناکم من قبل الخ " مسلمانو! جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہے نہ دوستی ہے نہ سفارش ہے " الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ لا یتبعون الخ " جو لوگ خدا کے راستے میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور بعد میں نہ احسان جتاتے ہیں نہ ایذا دیتے ہیں وہ خوف و حزن سے چھوٹ کر اجر پائیں گے۔ وہ بے خوف اور بے غم ہوں گے جو رات دن چھپے اور کھلے اپنا مال راہ خدا میں صرف کرتے ہیں۔ جو خدا کے دیئے ہوئے مال میں بخل کرتے ہیں اس بات کو اچھا خیال نہ کریں یہ ان کے حق میں بدترین بات ہے۔ بعض جگہ خدا اور رسول پر ایمان لانے کے ساتھ خرچ کو ملا دیا ہے " آمنوا باللہ و رسولہ و انفقوا الخ " اور جو ایمان لائے اور مال کو خرچ کیا ان کے لئے بڑا اجر ہے۔ موت آنے اور پچھتانے سے پہلے مال کو راہ خدا میں خرچ کرو۔ ضروری کاموں میں خرچ کرنے کی بار بار تاکیدیں ہیں۔ پھر جہاں اتنی تاکیدیں ہوں وہاں یہ سرمایہ داری کیا پیدا ہو سکتی ہے " لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون " یہاں تک کہدیا کہ بغیر عزیز چیزیں خرچ کئے تم نیکی حاصل نہیں کر سکتے " وما تنفقوا من خیر فان اللہ بہ علیم " جو مال تم خرچ کرو گے اللہ کو معلوم ہے " الذین ینفقون اموالھم باللیل و النھار سرا و علانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم و لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون " جو لوگ رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں ان کے لئے خدا کے یہاں اجر ہے۔ نہ وہ خوف زدہ ہونگے اور نہ غمگین ہونگے۔ یعنی

Marfat.com

خدا کی خوشنودی اور عمل کا اجر پائیں گے ۔
یہی نہیں کہ مالدار اس میں بھی فائدہ اٹھالیں اور غریب یہاں بھی محروم رہیں - ان کو بھی جب توفیق اجر ہے - فقیر کی پائی امیر کے دینار سے کم نہیں " الذین ینفقون فی السراء و الضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین " جو لوگ فراخی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں - غصے کو ضبط کرنے والے لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تو نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے - اور وہ لوگ کہ جب وہ بُرا کام کرتے ہیں اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہ معاف کر سکتا ہے - ایسے ہی لوگوں کے لئے "تو مغفرت ہے عمل کرنے ہی والوں کے واسطے تو جزا ہے" - اس آیت میں تحمل اور ضبط کی بھی تعلیم ہے اور راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی بھی ترغیب ہے - اور یہ بھی ثبوت ہے کہ خدا کے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا - یہ سب کے ہی لئے ہے - یا وہی گناہ بخشا کرتے ہیں اس کی ترغیب ہے ۔
آج کل چند سرمایہ دار کارخانے دار یا سود خوار دولت اکٹھی کر لیتے ہیں کسان مزدور یا متوسط طبقہ جس کی محنت سے امارت کے قصر تعمیر ہوتے ہیں وہ بیچارے ضروریاتِ زندگی کو ترستے ہیں - محنت اُن سے زیادہ کرتے ہیں اور پھر تنگی ترشی اور فاقوں کی چکی میں پستے ہیں - حساس لوگ چیختے ہیں چلاتے ہیں کہ یہ ظلم ہے - دولت کو منجمد نہ کرنا چاہیے - جتنی پھرتی رہے تو عام احتیاج گھٹ سکتی ہے - جتنی آدمیوں کی محنت کا اتنا صلہ دیا جائے کہ وہ بھی فارغ البالی سے گذارہ کر لیں - سب کو روٹی ملے سب کی حاجتیں پوری ہوں - اس میں نہ کسی قوم کا نقصان ہے نہ کسی ملک کا - نہ زمین پر گرانی ہے نہ آسمان کی برہمی ہے - سب کو پیٹ بھر روٹی ملنے لگے تو خدا کی خوشنودی ہو سکتی ہے - اس کی یا مذہب کی شگفتگی کا کیا امکان ہے - اس کے لئے وہ لوگ کسانوں کو ابھارتے ہیں - مزدوروں کو ہڑتال پر آمادہ کرتے ہیں تاکہ لالوں کی دھوتیوں میں سے پیسہ نکل کر ان مسکینوں کی

Marfat.com

ضرورتوں کو پورا کرنے تن ڈھانکنے پیٹ بھرنے اس سخت وقت میں مشکلات کچھ آسان ہوں کہیں لیڈر گرفتار کیے جاتے ہیں۔ کہیں پر چایا جاتا ہے کہیں گولی چلتی ہے اور پھر بھی حل مرحلے پر نہیں پہنچتا۔ دنیا میں بے چینی و اضطراب ہے کوئی گوشہ گوشہ اس ہائے ہائے سے خالی نہیں۔ روٹی کا سوال اور سرمائے کی فریاد بلند ہے لیکن بے چینی کی اس تفصیل کا درماں ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اسلامی نظام میں بیان کر دیا گیا تھا۔ جس پر ابتدا میں عمل ہوا پھر بعد میں مسلمانوں نے قرآن کو مولویوں کے حوالے کر کے اس کو سمجھنے اور غور کرنے کی زحمت سے جان چھڑا لی اور نتیجے میں اپنے اصول سے بے خبر ہو کر نظام جاہل بن کر بیٹھ گئے۔ جب وقت کا دباؤ ان باتوں کو سامنے لاتا ہے اور کتاب پر کسی واقف کی نگاہ پڑ جاتی ہے تو حیران ہوتا ہے کہ اسلام نے ان مشکلات کو کس طرح اتنے پہلے حل کر دیا تھا اور ہم کیوں بے خبر اور جاہل بنے بیٹھے ہیں۔

اس بارے میں سورۂ حشر کے شروع میں صاف آیت ہے کہ "مَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ" جو مال خدا کاؤں والوں سے رسول کی طرف سے عائد کرے وہ خدا و رسول اس کے عزیز و قریب یتیم مسکین اور مسافروں کے لئے ہے "تاکہ ان کے ہی درمیان دائر نہ رہے جو تم میں امیر ہیں" آیت کا یہ آخری حصہ غور کے قابل ہے۔ آج کل جو یہ اشتراکیت کا شور ہے وہ اسی دفینے بازی اور پیسے کے انجماد پر ہے کہ چند مالداروں کے پاس جمع ہے جامدی و سادی ہو کر ضرورتیں پوری نہیں کرتا۔ اس کی موجیں غریبوں اور مسکینوں تک نہیں پہنچتیں۔ یہ صورت نہیں کہ کارخانے دار یا اور سرمایا دار آمدنی کا بیشتر حصہ محنتی آدمیوں کے لئے محنت کا پورا صلہ مقرر نہیں کرتے۔

Marfat.com

حکومت سہولتیں پہنچانے کے بعد کسانوں کی پیداوار میں سے کافی حصّہ گذارنے کے لئے نہیں چھوڑتی دوسروں کو موقع دیتی ہے کہ خودکار خانے اور اسی قسم کے آمدنی کے صیغوں پہ حاوی ہوکر خون چوسیں - ان چیزوں کو اپنے قبضے میں نہیں لیتی - اسلام میں گو اتنی تفصیل نہیں لیکن اس آیت سے بنیادی اصول قائم ہے - خلافت ارلعہ کے زمانے میں ہر چیز حکومت کی تھی - نہ زمیندارہ سسٹم تھا نہ کارخانے داروں کو حاوی ہونے کی گنجائش تھی - سود کی لعنت یکسر فنا ہوگئی تھی - دین کے اختصار اور اس کی روشنی میں رسم رسوم بالکل مٹ گئی تھیں - اسی لئے عام رفاہ تھی - آفات آسمانی ہی خلل انداز ہوتی ہوں گی - وبائیں اور قحط مصائب لاتے ہیں تو دوسری بات ہے آدمی آدمی کو نہ چوستا تھا - کسی سے کوئی زیادتی ہوتی تھی تو آزادی کے ساتھ چارہ جوئی کر لیتے عدالتیں اونچی نہ تھیں - حکام تک پہنچنے میں نہ تو دربان کی ضرورت تھی نہ خوشامد کی حاجت تھی - دعویٰ کے کاغذ اسٹامپ کی لعنت اور رشوتوں کے خرچ سے دربار سرکار اور عدالتیں پاک تھیں دردرسیدہ لوگ اخیر تو اخیر خود خلیفہ کے سامنے جاکر فریاد کر لیتے تھے وہ خود بھی عوام کی تکالیف کو محسوس کرتے تھے - اس لئے کہ اپنے آپ کو اعلیٰ و برتر نہ سمجھتے تھے - نہ عرب کی فطری آزادی اُن کو انوکھا عجوبہ مخلوق سے بالاتر بننے دیتی تھی - حضرت عمر راتوں پھرتے تھے تاکہ لوگوں کی زیادتیوں اور تکلیفوں کا خود معائنہ کریں - جناب امیر حضرت اسد اللہ الغالب کی یہ حالت تھی کہ ناج کی بوریاں خود لادکر بیواؤں اور محتاجوں کے گھر پہنچاتے تھے بلکہ ان کی زدہ حالت دیکھ کر روتے تھے اور اپنے آپ کو اس کا ذمّے دار محسوس کرکے پشیمان اور افسردہ ہوتے تھے -

اس نظام کا قومی خزانہ بیت المال آنحضرت کے سامنے ہی شروع ہوگیا تھا - چونکہ ہر کام کی بنیاد نیک نیتی پر تھی اس کا انتظام بھی انتہائی دیانتداری سے چلا - معذور محتاجوں کے لئے امداد مہیا ہوئی - یتیموں اور بیواؤں کو گذارے کی فکر سے سبکدوش کر دیا گیا - قومی متحدہ کاموں کا چلانا آسان ہوگیا - رفاہ عام کے ساتھ فوجی خدمات کے لئے وظائف مقرر ہوئے - بچوں تک کو فوجی وظائف دیتے جاتے تھے تاکہ ملک مذہب کی حفاظت کے لئے بہتر ضرورت ہو جائے

Marfat.com

وقت پر پیدائشی سپاہی مہیا ہو جایا کریں۔ جوں جوں وسعت ہوتی گئی خزانہ بھی بڑھتا گیا۔ دیانت داری کا یہ حال تھا کہ ایک شب جناب علی مرتضیٰ اپنے عہد خلافت میں بیت المال میں بیٹھے حساب کتاب کی پڑتال کر رہے تھے۔ زیتون کے تیل کا چراغ سامنے رکھا تھا۔ اتنے میں آپ کے بھائی حضرت عقیل ناداری کی شکایت لے کر آئے اور وظیفے کی کمی کا گلہ کیا۔ آپ نے چراغ پر ہاتھ مارا وہ گل ہو گیا۔ انہوں نے اندھیرے کی شکایت شروع کر دی۔ فرمایا کہ یہ تیل مسلمانوں کے بیت المال کا ہے اور تم سے جو گفتگو ہے وہ ذاتی نہج کی ہے اس میں وہ تیل خرچ نہیں ہو سکتا۔ بنی امیہ کے نیک خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا ایک واقعہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔ خود خلفا کو بھی بیت المال سے اتنی ہی رقم ملتی تھی جو ان کی سادہ ضروریات کو پورا کر دے۔ وہ بزرگ ایثار و قربانی کا مجسمہ تھے۔ انہی کے مخلص ہاتھوں نے اس نظام کی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم بنایا تھا۔ اگر وہ سادہ جمہوریت قائم رہتی اور بادشاہ پرست طبیعتیں خلل نہ ڈالتیں تو اس نظام کی خوبیاں دیرپا ہو جاتیں۔ مسلمان باہر کی دنیا کو بھی اس مذہبی اشتراکیت سے روشناس کر دیتے۔ شومئ قسمت کہ بنی امیہ پر روئے کار آ گئے اور اپنی چالوں سے اس صورت کو بدل کر شخصیت پر کھینچ لیا۔ تاہم ان کے زمانے میں عصبیت کی وجہ سے کچھ عربی خو خصلت باقی رہی۔ پھر یہ کہ مذہب کا اثر گہرا تھا ان کے مسموم افعال و اعمال عوام پر اثر انداز نہ ہوئے لیکن بنی عباس کے اقتدار نے صورت حال بدل دی۔ انہوں نے عربی خود داری میں بیگانہ نہ دیکھ کر عجم کو حاوی کر لیا اور وہ مخصوص بانیں عوام سے بھی چھٹ گئیں۔ بلکہ انکی پالیسی نے عربوں کی قومی زندگی کو فنا کر دیا۔ قوم اس طرح بیٹھ گئی کہ بصرے کی اخوان الصفا انجمن بھی جان نہ ڈال سکی۔ یہاں تک کہ چنگیزیوں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور رہا سہا مرکز بھی ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو گیا۔ ادھر ہسپانیہ میں بھی تفرقہ انگیزیوں اور حمیری مضیری رقابتوں نے رگیں توڑ دیں اور یہ نظام مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب کا مصداق بن گیا۔

بعد کے کملے حاکموں نے اپنی ذہنیت اور اپنی ہی خصوصیات کو چلایا۔ مذہب بھی وہ رہ گیا جو پانسو سال کی مکتسب تر میموں سے تیار ہوا ہے۔ یہ نظم رہا نہ سادگی اور خدا پرستی رہی۔ کتاب موجود

Marfat.com

ہے سوائے کون دیکھتا ہے۔ کشائش رزق اور مردے کی بخشش وغیرہ ہی کے کام آتی ہے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ اسلام نے سیر چشمی پیدا کرنے اور حرص و لالچ سے بچانے کے لئے اپنے اصول میں قلندری بھی آمیز کی تھی۔ سادگی اور نیت کی درویشی بھی سکھائی تھی تاکہ کاروبار کو بلند کر کے زر پرستی کے چکر میں نہ پڑیں۔ اصحاب صفہ اسی قلندری کا نمونہ تھے۔ ایک طرف میدان جنگ میں مال و جان اور دین و ایمان کے دشمنوں کی صفیں کاٹتے تھے۔ دوسری طرف مسجد نبوی میں بیٹھ کر بے غمی اور قلندری کے ساتھ درس حیات لیتے تھے۔ ایک طرف سیاسی اور مذہبی پیش آمدوں میں رائے زنی کرتے تھے۔ دوسری طرف تھوڑی چیز پر قناعت کر کے افلاس اور سامانِ حیات دونو کو ٹھکراتے تھے۔ کچھ یہ بھی نہ تھا کہ فکر روزی سے راہبوں اور جوگیوں کی طرح فارغ البال تھے۔ احتیاج کی یہ حالت تھی کہ خدا کو خود ان بیچاروں کی سفارش کرنی پڑی۔ "وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ الخ" مسلمانو! جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہارے ہی فائدے کے لئے ہے۔ اور تم کو سوائے اللہ کی رضاجوئی کے اور کسی نیت سے خرچ نہ کرنا چاہیئے۔ جو کچھ خرچ کرو گے تم کو دیا جائے گا۔ تم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ "لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا" خیرات ان لوگوں کا حق ہے جو اللہ کے راستے میں اٹک گئے ہیں۔ ملک میں چل پھر نہیں سکتے۔ سوال سے بچنے کے سبب انجان آدمی انہیں مالدار خیال کرتا ہے۔ تو انہیں ان کے چہرے سے پہچانتا ہے۔ وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔ خود رسول بھی اچھے وقت میں بھی ضرورت سے زیادہ نہیں لیتے رہے۔ اصلی چیز یہ قلندری نہیں کہ رہبر تو ایک لنگوٹی یا چادر میں گذارہ دے اور پیرو حرص و لالچ کو ایمان بنا کر بھیک جی کی پوجا کریں۔ سارے فلسفے چاٹ کر بھی پیسے کو مٹھی سے نہ چھوڑیں۔ مسلمان بھی اس مقام کو دور سے دیکھیں کہ کن لوگوں کی مدد کرنی چاہیئے کون حقدار ہیں۔ وہ کبھی ایسے ناکارہ بے شرم پاخانوں اور مزاروں کے بچمنشوں مستنڈوں کی یہ ورثہ کر کے قوم میں بیکار عنصر کو بڑھا

کر ظلم کرتے ہیں۔

یہ اسلام نے ہی بتایا کہ انسان کو پیسہ کتنا چاہیئے۔ بس اتنا کہ ضرورتیں پوری ہو جائیں اور بے تشویش عمر گذر جائے۔ تنگی ہو تو سب کے لئے ہو اور فراخی آئے تو سب حصّے دار ہوں۔ یہ خیال کہ دنیا پیسے سے چلتی ہے۔ کاروبار سرمائے سے سنبھلتے ہیں ٹھیک ہے لیکن یہ چیزیں حکومت کے ہی پاس ہونی چاہئیں۔ ﴿کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ﴾ تاکہ حریص طبیعتیں غریبوں کا خون چوس کر کاریں نہ خریدیں عیاشی نہ کریں اور اسباب عیش و عشرت مہیا کر کے محنتی محرومیوں کا کلیجہ نہ دکھائیں۔ اگر اسباب حیات مستقل اور بے خطر ہوں تو کروڑ پتی بننے کی آرزو بیکار ہے۔ برلا ہوں ڈالمیا ہوں یا احمد آباد کے کارخانے دار جو روپے کے انباروں پر بیٹھے دنیا کو خریدنے کا دعویٰ کرتے ہیں حصّے میں تو وہی دھوتی اور بینگن کی بھجیا ہے۔ مانا کہ کانگرس ان کے ہی سونے سے سنہری ہو کر کام کرتی رہی ہے۔ سرمایہ داروں ہی نے اس میں دم خم رکھا ہے۔ لیکن سرمایہ داری کی فضیلت کا یہ ثبوت بھی بے حقیقت ہے اس لئے کہ غریب مسلمان لغیر کروڑ پتی مخلوق کے اپنے ناممکن مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ یہ زمانہ وہ نہیں کہ پیسے کے سر بفلک تودے لگائے جائیں اس کے تودے بیت المال ہی میں ہونے چاہئیں تاکہ ٹھیک تقسیم ہو سکے اور بھوک کا صحیح علاج نکل سکے۔ سرمایہ داری کا انجام بھی افلاس اور تنگدستی ہی دیکھا۔ انگریز نے زر پرستی کی بنیاد رکھی۔ جوع الارض کی پیاس لگائی دنیا کا مرکز بنا۔ اور چاروں طرف سے سونا چاندی اور پیسہ کھینچ کر انگلینڈ میں بھرتا رہا۔ انجام یہ ہے کہ بیچارہ قلاش بیٹھا ہے۔ احتیاج کو ترس رہا ہے۔ سرمایہ دار کے دامن میں پناہ لے رہا ہے۔ شراب کے خم لنڈھانے والوں کو چار سگرٹ بھی ڈھب کے نہیں ملتے۔ سپیڑی پڈنگ اور کیک کی ڈبل روٹی بھی مشکل سے مہیا ہے۔ ہمارا حال پھر اس سے بہتر ہے۔ ہماری کم مانگی میں عیش و عشرت کی یاد نہیں جو پلے چین کے تڑپا گئے۔

اسلامی نظام میں بہترین بات یہ ہے کہ اُس نے بلند ترین اخلاق کے ساتھ اغیار کی ٹھوکریں کھانے کو بہتر نہیں سمجھا بلکہ صبر و تحمل درگذر اور معافی کی تاکید کر کے تھپڑ کا جواب تھپڑ سے اور تلوار کا جواب تلوار سے رکھا ہے۔ نرم خو مذاہب نے دنیا کی فطرت کے خلاف نری چکنی چپڑی میٹھی میٹھی باتوں میں الجھا کر سخت وقت کا کوئی تدارک اور ظلم و ستم کا صحیح علاج تجویز نہیں کیا۔ یعنی جب قابو طلب طاقت ور اور ظالم سنگدل وحشی درندگی پر اُتر آئیں کسی لجاجت پر کان نہ دھریں۔ کسی برتاؤ سلوک کو خاطر میں نہ لائیں انتقام میں حد سے گذر جائیں مجبور و معذور کر کے بہادری دکھائیں تو اُس وقت کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیئے۔ کسی نے دوسرا گال پیش کر دینے کی فرمائش کی۔ کسی نے ہر صورت میں صلح و آشتی کا مشورہ دیا۔ کسی نے اس ذکر کو ہی نظر انداز کر دیا۔ لیکن اسلام نے اپنے قابل قدر اصول کی تکمیل کرتے ہوئے حکم دیا کہ دانت کا دانت سے آنکھ کا آنکھ سے بدلہ لو۔ ہر حکم میں تو ایمان لانے والوں سے خطاب ہے لیکن اس حکم کا خطاب عوام سے نہیں صاحبان عقل و دانش سے ہے۔ "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ" اے سمجھدارو! بدلے میں تمہارے لئے زندگی ہے" یہ اس لئے کہ بدلہ ہی ایسی چیز ہے جو وحشی جانوروں کی آنکھیں کھول دیتا ہے۔ جب حملہ آور مقابلے میں کسی کو تیور بدلے ہوئے نگاہیں چڑھائے ہوئے دانت پیستے ہوئے بپھرا ہوا غضبناک دیکھتا ہے تو دل بیٹھ جاتا ہے قدم رک جاتا ہے بڑھی چڑھی ہمت بھی پست ہو جاتی ہے۔ عقل والوں کو اس لئے چونکایا ہے کہ ان باریکیوں کو اس حکم کے فلسفے کو عوام نہیں سمجھ سکتے تو ہر وقت نرم خوئی کا وعظ کرنے والے بھی سمجھ کر کہتے جو کچھ کہتے۔ دوسری وجہ اہل بصیرت کو مخاطب کرنے کی یہ ہے کہ اسلام نے عقل جیسی اہم چیز کو بیکار نہیں کیا جیسا کہ بعض کا خیال ہے کہ عقل بے چین ہے ایک خیال پر نہیں ٹکنے دیتی۔ راہ سے ہٹا دیتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اسلامی نظام نے جہاد کو رکن دین قرار دے کر مذہب مال و جان

Marfat.com

عزت آبرو کی حفاظت کا طریقہ بتا دیا - جب دنیا میں جھگڑے فساد سے مفر نہیں تو ان خرابیوں کا بھی کسی اصول پر ٹھکانا ہونا چاہیئے - پہلے صلح و جنگ کے اصول قاعدے بے جوڑ تھے - عہد و پیمان اور زبان کی پاسداری برائے نام تھی اور اب بھی اچھی قوموں میں کوئی پابندی نہیں - ابھی معاہدہ کرتی ہیں ابھی پھر جاتی ہیں - یا کہہ بیتی ہیں کہ ان کا غذ کے پرزوں کو پھاڑ کر پھینکدو - نہ انتظام کی حد ہے نہ اور کسی قاعدے کی پاسداری ہے - اسلام نے عہد و پیمان کو لوہے کی مضبوط تاروں سے جکڑ دیا - "اوفوا بعہد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا" مسلمانو! جب تم عہد باندھو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو - قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو جبکہ قسم کھاتے وقت اللہ کو ضامن ٹھہرا چکے ہو "کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون" اللہ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم وہ بات کہو جو نہ کرو - یہی احکام تھے جنہوں نے مسلمانوں کو فراخ دل اور استوار بنایا تھا - عہد شکنی نہ کرتے تھے - معاہدوں اور درگذر کی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں - عہد و پیمان کی مضبوطی ان کے حالات سے معلوم ہو سکتی ہے - بدلے میں بھی اخلاق و حدود سے باہر نہیں نکلے - ان سے کہہ دیا گیا تھا "وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصبرین" اگر تم بدلہ تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے - جہاد کے مقامات ان لوگوں کو خاص طور پر دیکھنے چاہئیں جو بہت باریک تہذیب کے قائل ہیں بلکہ عامل ہیں - اس لئے کہ ان کی اسی رگیں دنیا میں ایسے وقت آجاتے ہیں کہ چھاتی پر چڑھ کر انسان کی نسیں اور رگیں کاٹنی پڑتی ہیں - زندہ رہنے کے لئے یہ کام ضروری ہو جاتا ہے - پھر جب اس سے مضر نہیں تو کچھ دن اپنی بھی قائم رکھنا چاہیئے تاکہ دشمن نرم لقمہ سمجھکر نہ مٹا دے - قرآن نے اسی لئے ایسی تہذیب سے احتراز بتایا ہے "ولیجدوا فیکم غلظۃ" اور چاہیئے کہ کافر تم میں سختی اور اکھڑپنے کا مزہ پائیں - تہذیب کو ضرور لازمہ بنایا جائے لیکن وہ تہذیب موت ہے جو دل و دماغ پگھلا دے

البتہ اُس دلیری پر بھی لعنت ہو جو بد عقلی بے حسی اور وحشی پنے سے پیدا ہوتی ہے اسلام نے تو اخلاق سکھا کر دلیری کی ترغیب دی ہے۔ جرأت کو سمجھ میں آمیز کیا ہے۔

مخالف اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ مسلمان خواہ مخواہ ایران و روم پر چڑھائیاں کرتے رہے۔ حالانکہ ان حملوں کے اسباب تھے جو بیان کر دیئے گئے ہیں۔ شاید فرانس کے بعد قدم رک جاتے لیکن نوجوانوں نے شان کسروی دکھا کر سلسلہ بڑھا دیا اور آخر کار سارا ملک دینا پڑا۔ اسلامی اصول کو عربوں نے نہایا بعد والوں نے بھی بلاوجہ یورشیں نہیں کیں۔ محمود غزنوی نوعمر ہی تھا جب اس کے باپ سبکتگین پر اس کے پال اور جے پال باپ بیٹے چڑھ دوڑے اس ارادے پر کہ بڑھتی ہوئی طاقت کو اس کے مقام پر کچل دیں۔ آخر منہ کی کھائی اور خراج کی شرط پر جان چھڑا کر واپس آئے اور پھر خراج سے انکار کر دیا تو بھڑوں کا چھتہ چھیڑ کر خود بھی سبکتگین کے ہاتھوں تباہ ہوئے اور محمود کے لئے راستہ کھول دیا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ یہ فرسودہ قوم ولایتی تلوار کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پر روئے کار آتے ہی پرانی عداوت کا بدلہ لینے کے لئے بڑھا اور سترہ حملوں سے تمام ہندوستان کو تہ و بالا کر دیا۔ پھر دشمنوں اور دشمنوں کے دوستوں کو پسپا کرنے میں رکاوٹ کی تھی۔ یہی صورت عہد عبدالملک میں عربوں کے ساتھ پیش آئی تھی مسلمان تاجروں کو کراچی کے پاس لوٹا گیا۔ اور سب کو قید کر لیا گیا۔ عبدالملک نے راجہ داہر کو لکھا کہ مجرموں کو سزا دے۔ اس نے ٹال کر کہدیا کہ وہ بحری قزاقوں کا کام ہے اور وہ میرے بس میں نہیں۔ پھر محمد بن قاسم نے کیا جو کچھ کیا۔ اسی طرح کے اسباب پیدا ہوتے رہے اغیار سے آویزش کے۔

دنیا جیسی جھپٹ ہے۔ لڑائی سے مضر نہیں۔ شروع اسلام میں ہی مخالفوں نے سخت اذیتیں دیں تھیں جنگ کا حکم دیا گیا تاکہ ابوجہل اور ابوسفیان یا اور ایسے ہی دشمن ظلم و جور سے باز آجائیں۔ مسلمان تھوڑے تھے۔ بے سروسامانی بے بضاعتی ساتھ تھی

Marfat.com

اس لئے احکام جہاد بہت زور لگا کر دئے گئے۔ طرح طرح سے سمجھایا اور احکام بھیجے کہ دشمنوں نے تمہیں وطن سے نکالدیا ہے اذیتیں پہنچائی ہیں چاہتے ہیں کہ تمہیں کفر و شرک پر لوٹالیں۔ تم پر حملے کرتے ہیں تباہ کرنا چاہتے ہیں تو مسلمانو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کے راستے میں ان بے بس مردوں عورتوں اور بچوں کے لئے نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال (مکہ) جس کے لوگ ظالم ہیں۔ ہمارا کوئی حمایتی پیدا کر اور کوئی مددگار بنا دے۔ "فلیقاتل فی سبیل اللہ الذین یشرون الخ" ان لوگوں کو اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیئے جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے عوض بیچتے ہیں۔ جو اللہ کی راہ میں لڑے مارا جائے یا غالب رہے ہم اسے بڑا ثواب دیں گے۔ "کتب علیکم القتال الخ" تم پر لڑنا فرض کر دیا گیا وہ تم پر گراں ہے۔ شاید ایک چیز تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور شاید تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ "وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ" ان سے لڑو یہانتک کہ فتنہ جاتا رہے۔ "ان اللہ یحب الذین یقاتلون الخ" اللہ ان سے محبت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں قطار باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ مضبوط دیوار ہیں۔ "وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین" اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ اور زیادتی نہ کرو اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ "یا ایھا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ" مسلمانو خدا کے مددگار بن جاؤ۔

ان احکام نے مظلوموں کو اس قابل کر دیا کہ طاقت ور سامان والے دشمنوں پر غالب آئے اور پھر مظلوموں کے حامی بن گئے۔ زمانے نے پھر وہی صورت پیش کی ہے۔ مسلمان نازک حالت میں ہیں۔ یہیں یہ حال ہے کہ تین کروڑ جیسے دشمن کی مٹھی میں ہیں جو مسلمان کا نام نشان مٹانا چاہتا ہے۔ ہر ایک پاس لحاظ سے بیگانہ ہو کر تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔

Marfat.com

انشاء اللہ مسلمان ہی ان کے حمد و مددگار ہوں گے اور ظالم ہاتھوں سے بچائیں گے ۔

اب دنیا میں آزاد جدید نظام چل رہے ہیں بہت باریک اور جامع ۔ اور شک نہیں کہ مفید ہیں اصول پر مبنی ہیں ۔ انسان کو بہت آگے نکال لے گئے ہیں ۔ نئے سامان ہیں۔ نئے اسباب ہیں لیکن اس کا یقین کرنا چاہیئے کہ مذہب کے نام پر کوئی نظام تلاش کیا جائے تو وہ اسلام کے سوا دوسرا نہیں ۔ اور اگر دنیا پھر واپس لوٹی یا مذہب کی ضرورت محسوس کی تو اسلام سے زیادہ مکمل دستور العمل نہ پائے گی ۔ اس میں اخلاق بھی ہیں اور اصول بھی ۔

Marfat.com

ساتواں عکس

اضافے

بے مہری کے چند گلے تھے کچھ کہتا کچھ پی جاتا
سیفی! اُن کی کج بختی پر کہنی پڑی اَن کہنی بھی

دنیا میں ہدایت و رہبری کے لئے جتنے بھی مذاہب آئے انسانی کمزوریوں کی دراندازی سے محفوظ نہیں رہے۔ یہ حال ہوتا رہا ہے کہ بتانے والا گیا اور اُس کے پیٹھ پھیرتے ہی صاف ستھرے تنے میں سے شاخیں کونپلیں پھوٹنی شروع ہو گئیں۔ ان میں بھی جو تھوڑی بہت اصول لے کر آئے اور اُن میں بھی جو صرف چند اعتقادی باتیں لے کر دماغوں تک پہنچے۔ خدا کے نام پر جو پہنچائے گئے اُن میں انسان پرستی خوش اعتقادی اور وہم پرستی نے شوشے بازی کر کے سیر وزن کو من بھر کر لیا اور بہت جلدی اپنے خیالات کو شارع کے اختصاص میں ملا کر آبِ حیات کہہ دیا گیا۔ تعجب تو ان مذاہب پر ہوتا ہے جو خدا کے نام پر نہیں پھیلائے گئے بلکہ بعض مذہب کے خلاف چلے اور آزاد خیالی پر مبنی رہے۔ وہاں تو تبدیلی کا امکان اس لئے تھا کہ وہم زدہ دماغوں کی نکتہ آفرینی لانے والے اور اس کے معاونوں کی شخصیت کو کھینچ کھینچ کر الوہیت تک پہنچاتی رہی۔ ان کے نزدیک خدائی درجہ اہم تھا۔ خدا بنا کر اپنے وہم اور خوش اعتقادی کی بھڑاس نکال لیتے تھے۔ دم نہ لیتے تھے جب تک انہیں دنیا و مافیہا کا مالک نہ بنا دیں۔ مگر آزاد مذاہب میں تو یہ قصہ ہی نہ تھا پھر شاخیں کس طرح نکل آئیں۔ جہاں تھا بدھ کو بھگوان نہ ہی دیا گیا فرق نکال لئے گئے۔

Marfat.com

جین مت میں بھی کونپلیں پھوٹ نکلیں اور کافی اختلاف پیدا ہوگیا حالانکہ مہاتما مہاویر جی کو خدا بھی نہیں بنایا۔ خیران کی تفصیل مقصود نہیں اس وقت تو اسلام کے اختلافات کا ذکر مطلوب ہے۔ اس لئے کہ اسلام نے اختلاف کا راستہ بہت احتیاط سے بند کیا تھا۔ کسی مذہب میں آئندہ کی احتیاط کا ذکر نہیں لیکن قرآن نے نہایت زور سے فرقہ بندی کا انسداد کیا ہے۔ پھر یہ بیسیوں فرقے کیوں اور کس طرح نکل آئے۔ رات دن مسلمان اُن آیات کو پڑھتے رہے جن میں کھلے طور پر تفرقہ اندازی سے تاکیدیں کر کے روکا گیا ہے۔ ساری تاکیدیں رکھی رہ گئیں اور ہر طبقے نے اپنے آپ کو صحیح اسلام کا متبع سمجھکر علیحدگی کا اعلان کر دیا۔

اس کی تفصیل کے لئے شروع سے نظر ڈالنی چاہیئے۔ اُن باتوں کو دہرا کر خاکہ سامنے رکھ لینا چاہیئے جن پر اسلام موقوف ہے اور جو اس دین متین کی بنیادی باتیں ہیں۔ اسلام کا خاکہ پیش نظر ہوگا تو کمی زیادتی کا اندازہ ہو سکے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جس زمانے میں اسلام نے ظہور کیا عرب میں تقریباً ہر خیال کے لوگ موجود تھے۔ حجاز میں یہودیوں کی بستیاں تھیں۔ عیسائی تبلیغ سے متعدد قبائل متاثر ہو چکے تھے مغربی سمت میں گرجا اور راہب خانے بنے ہوئے تھے۔ بابل کے صابی خیالات بھی ملتے تھے۔ سیریا اور مصر کے بچھڑے بیل کی عبادت سے بھی ناواقفیت نہ تھی۔ آتش پرست حکومت سے گہرا سابقہ تھا۔ مکہ چند بگڑی ہوئی ابراہیمی رسولوں کے ساتھ لات دہبل جیسے بتوں کے سنگین وجود میں خدائی مظہر بنا ہوا تھا۔ رسول عربی نے انہی باطل پرستوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر کے خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچایا کہ "تعالیٰ اللہ عن ذالک علوًّا کبیرًا" "لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر" "عالم الغیب والشھادۃ العزیز الحکیم" جو کچھ تم لوگ سوچ رہے ہو یا جن خیالات میں پھنسے ہوئے ہو خدا ان باتوں سے بہت بلند ہے۔ یہ جو تم نے اس کی خدائی اپنے من مانے خداؤں اور بزرگوں کو دے رکھی ہے غلط عطیہ ہے ملک اور تعریف اسی کے لئے ہے وہی ہر بات پر قادر ہے۔ یہ بزرگ اور خدا جو تم نے مان

رکھے ہیں سب معذور و مجبور ہیں - وہی کھلے چھپے کو جاننے والا اور غالب حکمت والا ہے ، وہی موت اور زندگی کا خالق ہے - حکم ہوا کہ اے رسول ان سے کہدے کہ خدا ایک ہے وہ بہت بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ جنا گیا ہے اس کا جوڑ کوئی نہیں ہے " جَعَلُوا لِلّٰہِ شُرَکَاءَ الخ " ان لوگوں نے جنہوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا حالانکہ وہ اس کی مخلوق ہیں - بغیر علم کے اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں تراشیں وہ پاک ہے اور ان باتوں سے پاک جو وہ بیان کرتے ہیں - زمین اور آسمان کا بنانے والا ہے - اس کے اولاد کیونکر ہو سکتی ہے جب اس کے بیوی ہی نہیں - اُسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے " ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ " یہی اللہ ہے جو تمہارا پروردگار ہے - اس کے سوا کوئی معبود نہیں دنیا اسی کی ہے - اور یہ جو اس کے علاوہ پوجتے ہیں وہ ٹوٹکے کا بھی اختیار نہیں رکھتے - تم اسی کو پوجو - وہی ہر چیز کا نگہبان ہے وہی دینے اور چھیننے والا ہے - اسے آنکھیں نہیں پا سکتیں وہ آنکھوں کو پا لیتا ہے وہی اوّل ہے وہی آخر ہے - وہ قادر مطلق موجود بالذات جزء و کل ہر تصور سے بالا اور ہر قیاس سے منزہ ہے - وہ اکیلا بلا شرکت غیرے اپنی خدائی کا مالک ہے - بس یہ سمجھ لو کہ وہ نور ہی نور ہے - وہ انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے " وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ " اے رسول! جب میرے بندے تجھ سے میری بابت پوچھیں تو سمجھا دے کہ میں قریب ہوں - میں جواب دیتا ہوں جب بندہ مجھے پکارتا ہے - ان کا بھی فرض ہے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں شاید وہ ہدایت پا جائیں " وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ - تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا " ھُوَ الْحَیُّ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ " یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار برکت والا عالموں کا پالنے والا ! وہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں - اسی کی عبادت کرو خلوص کے ساتھ

Marfat.com

اور کسی کو نہ بلاؤ جن کو تم بلاتے ہو وہ تو آسمان و زمین سے روزی دینے پر ذرا سا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۔ لوگوں اس کے بارے میں اٹکلیں نہ چلاؤ۔ مثالیں نہ دو۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ اس کے سوا تمہارا کوئی دوست اور کارساز نہیں ہے۔

یہ ہیں اُن تفصیلوں میں سے چند سطریں جو قرآن نے خدا کے بارے میں بیان کیں اور رسول نے مسلمانوں کے دلوں میں سوائے اس کی ذات کے اور کسی دوسرے کا خیال تک نہ چھوڑا۔ یہی تھا بڑا مدعا رسولِ عربی کا سب سے بڑا۔ تمام قرآن مجید کفر و شرک کی تہدیدوں سے پٹا پڑا ہے۔ کافروں اور مشرکوں کو سخت دھمکیاں دی ہیں کہ جو ماسوا کو پوجتے ہیں ہم ان کو دوزخ کی آگ میں جھونکیں گے۔ سخت عذاب دیں گے پھر کہیں گے کہ اپنے مددگاروں کو بلاؤ۔ يُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهٖ ۔ اے رسول! یہ لوگ تجھے ان سے ڈراتے ہیں جو خدا کے سوا ہیں۔ اَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ الخ۔ کیا انہوں نے خدا کے علاوہ سفارشی بنا لئے ہیں۔ کہدے ساری سفارشیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ سوائے اس کے تمہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ الخ۔ اے رسول! ان سے کہدے کہ بھلا دیکھو تو سہی جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھلاؤ انہوں نے زمین سے کیا پیدا کیا اور آسمانوں میں ان کی کیا شرکت ہے۔ ثبوت میں کوئی آسمانی کتاب دکھاؤ کوئی علمی روایت لاؤ۔ جو خدا کے سوا کو بلاتا ہے اس سے زیادہ گمراہ کون ہے۔ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَوْلِيَاءَ اللّٰهُ حَفِيظٌ عَلَيْهِمْ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۔ جنہوں نے اللہ کے سوا اور رفیق پکڑ رکھے ہیں اللہ کی نظر میں ہیں وہ انہیں آپ دیکھ لیگا تو ان پر داروغہ نہیں ہے۔ اَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهٖ اَوْلِيَاءَ الخ۔ کیا انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے کارساز مقرر کئے ہیں۔ اللہ ہی کارساز ہے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے وہی مردوں کو جلاتا ہے۔

کفر پر تو لے دے کی ہی ہے لیکن شرک پر نو ڈانٹ ڈپٹ میں حد کر دی ہے۔ سخت تہدید کی ہیں۔ یہاں تک کہہ دیا۔ کہ "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ" بیشک خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا جائے باقی رہے اور گناہ سو جس کو چاہے بخش دے۔ یہ آیت سورۂ نساء میں دو جگہ ہے۔ شرک سے بچنے کی اس سے زیادہ اور کیا گواہی ہو سکتی ہے۔ تعجب یہ ہے کہ ایسی تہدیدوں کے بعد اسلام میں کس طرح شرک داخل ہو گیا۔ اللہ کے بارے میں اتنی وضاحت ہے کہ اور کوئی کتاب اتنی تفصیل بیان نہیں کرتی۔ شرک کے بارے میں ایسی بے پناہ دھمکیاں ہیں۔ تفرقہ انگیزی سے بچانے والی آیتیں عن قریب آئیں گی۔ شرک سے بچنے کی تہدیدیں دو ایک اور بھی دیکھ لی جائیں تو اچھا ہے "وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا" اللہ کی عبادت کرو اور اس کا کسی کو ذرا بھی شریک نہ ٹھیراؤ "وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُرَکَآءَ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ الخ" جو اللہ کے سوا دوسرے شریکوں کو پکارتے ہیں سوائے وہم کے کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے صرف اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ قرآن مجید اس تنبیہ سے بھرا پڑا ہے۔ مثلاً یہ لوگ سفارشیں پیدا کرتے ہیں۔ خدا کے کاموں میں شریک کر کے اپنی بداعمالی کی گنجائشیں نکالتے ہیں۔ مسلمانو! نجات نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے۔ نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر "مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ الخ" جو برا کام کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی اور یہ لوگ سوائے خدا کے نہ کسی کو دوست پائیں گے نہ مددگار۔ جس نے خدا کا شریک ٹھیرایا بیشک وہ گمراہی میں پڑ گیا"

یہ چند مقامات لکھنے کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ شرک کیا چیز ہے جس کے بعد ہر ایک نیکی عمل بیکار ہو جاتا ہے جس سے خدا نے اتنا ڈرایا ہے۔ یہاں تک کہہ دیا کہ مشرک نجس ہیں

اب سے حرم میں داخل ہوتی - حالانکہ اسلام روشن خیالی ہے - آدمی کو ناپاک نہیں سمجھتا - سب پر شفقت و رحمت کا حکم دیتا ہے - شرک البتہ کیا چیز ہے کہ کتنا نیا دیتا ہے ہر عمل خیر اکارت ہو جاتا ہے - مشرک ایسا معتوب و مہذب ہے کہ جس کا ٹھور ٹھکانا نہیں - گویا مذہب میں شرک سے بڑھ کر کوئی خطا نہیں - ہر ایک نیکی اس سے اجتناب کئے بغیر بے سود ہے -

دنیا میں کفر بہت کم رہا ہے - انکار کرنے والے ہر زمانے میں تھوڑے تھے - اکثریت خدا کو مانتی رہی ہے - جس صورت میں بھی مانا ہو - مشرک اصل میں وہی تھے جو خدا کا اقرار رکھتے تھے لیکن بزرگوں کو اس کا شریک گردانتے تھے - اس خصوص میں اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سب یکساں ہے - اور ہر مذہب کی اکثریت اس لعنت میں پھنسی رہی ہے - شاذ و نادر ہی کوئی وسیع النظر مفوات سے منکر ہوتا ہوگا - کوئی کہتا تھا کہ خدا کے بیٹے بیٹیاں ہیں اور چونکہ اولاد باپ کے کاموں کی حامل ہوتی ہے اس لئے حضرت عزیر حضرت عیسیٰ اور دیگر بزرگ خدا کی خدائی میں دخل ہی نہیں رکھتے بلکہ انہیں کے انتظام سے کاروبار چل رہے ہیں - بت پرست کہتے تھے کہ ہم ان پتھروں کو خدا تھوڑا ہی سمجھتے ہیں یہ تو فلاں بزرگ کی یادگار ہیں - وہ خدا کے چہیتے ہیں ان کے تصور سے خدا کا تصور بندھ جاتا ہے - یہی اس کے نزدیک ہمارے سفارشی بنیں گے - ہم ان پر نگاہ جما کر خدا کا تصور باندھتے ہیں - ورنہ ہم جانتے ہیں کہ یہ پتھر ہیں اور پتھر خدا نہیں ہو سکتا - یہ فلسفے سمجھدار سنجیدہ ہوئے لوگ نکالتے تھے اور بحث میں سوال جواب کرتے تھے - ورنہ عوام تو اس تاویل سے بھی بری تھے - حبیب بننے والے ہی کہتے تھے کہ محمدؐ! تم ہمارے بتوں کو برا نہ کہو - ہمیں تکلیف ہوتی ہے ان کی ذلت گوارا نہیں - اگر تم ایسا کہو تو ہم مسلمان ہونے کے لئے تیار ہیں - لیکن رسول نے کبھی یہ نہ کہا کہ اچھا میں ان سے چشم پوشی کئے لیتا ہوں تم مسلمان ہو جاؤ - اس لئے کہ اسلام آخری مذہب تھا قرآن آخری کتاب

تھی - اس حجتِ آخر کے بعد دین کا دور نہیں یورپ کا دور آنے والا تھا - یعنی اصلاح کا نہیں الحاد و بے دینی کا دور جس میں انسان نے اپنے معاملات کو خود سنبھالنے کی جرأت کی -

رسولِ عربی نے کوشش کی انتہائی کوشش کہ غیر اللہ کو دلوں سے نکال کر خدا کا صحیح مفہوم دماغوں میں بٹھا دیا جائے تاکہ بعد میں جو کچھ بھی ہو خدا کو ماننے والے اس کو صحیح اور سیدھے طریقے پر مانتے رہیں - آپ کا سب سے بڑا مدعا یہی تھا اور اس میں کامیاب رہے - یہ بتایا کہ سوائے اس کے کسی کو نہ پوجو وہ ایسا اور ایسا ہے - صاف ظاہر ہے کہ مشرک جن کو شریک کرتے تھے ان کو مستقل علیحدہ خدا نہ مانتے تھے بلکہ یہی کہتے تھے کہ خدا تک رسائی کا وسیلہ ہیں - شفیع ہیں سفارشی ہیں روزی دلواتے ہیں - اولاد بخشتے ہیں نہیں زمین سنبھالتے ہیں - آسمان اٹھاتے ہیں خدائی کے دارو مدار ہیں حاجت روائی انہی کے ذریعے سے ہو سکتی ہے - حکم ہوا کہ " وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ " - جن لوگوں نے اس کے سوا حمایتی پکڑ رکھے ہیں اور کہتے ہیں ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ سے قریب کر دیں - یہ لوگ جو کچھ اختلافات کر رہے ہیں بیشک اللہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا - اللہ ایسے ناحق شناس جھوٹوں کو ہدایت نہیں کرتا " إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ الخ " اللہ خوب جانتا ہے جس جس چیز کو وہ اس کے سوا پوجتے ہیں " وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ الخ " وہ معبود جنہیں وہ خدا کے سوا پکارتے ہیں کچھ بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کئے جاتے ہیں - مُردے ہیں جن میں جان نہیں ہے - یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ قبروں سے کب اٹھائے جائیں گے - لوگو! تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اور کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں "

قرآن مجید میں شرک سے بچنے کے لئے ایسی کھلی وضاحتیں ہیں - یہی نہیں کہ رسول

Marfat.com

کی زبان سے نکلیں اور دلوں سے غیر اللہ کو نکالتی چلی گئیں - یہی تعلیم تھی کہ مسلمان خدا کے دیوانے بن گئے تھے - شاید ہی کسی قوم نے اس کے لئے اتنی قربانیاں دی ہوں جتنی مسلمانوں نے دیں - ہاں بنی اسرائیل اس کا ہزارواں حصہ بھی نہ دے سکے - یہ وہ مقصد تھا کہ لاکھوں نبی اسکی تکمیل نہ کر سکے تھے رسول عربی نے انسان کو اللہ الا اللہ دیا - اس طرح کہ اغیار بھی سن سن کر الٹ گئے - لوتھر نے شرک بت پرستی کے خلاف وعظ کیا - ہندوستان کے نیکدرے میں ہل چل مچی - رامانج جی نے ایک خدا کی پوجا کا وعظ کیا - اور کہا کہ عبادت ہی مکتی کا ذریعہ ہے اُسی کی عبادت کرو وہ ایک ہے - کبیر بھگت اٹھے اور بت پرستی کے خلاف سمجھایا - شرک کو دور کرنے کی کوشش کی - ہندو مسلمان کو ملانے کی کوشش کی - ایک بزرگ گورو نانک ہیں جو وحدانیت کا وعظ کر کے ہندوؤں کو خدا پرست بننے کی تلقین کرتے رہے اور شرک سے بچاتے رہے -

جس قوم نے دنیا میں خدا کی پرستش کرائی - شرک کے رگ ریشے کاٹ پھینکے جہاں کوئی کا مقام ہے کہ اُس میں اب سب سے زیادہ شرک ہے اور نہایت سختی سے نہ صرف اس کی حمایت کر رہی ہے بلکہ دلائل و براہین سے "ثابت بھی کرتی ہے کہ حضرت سلیمان بھی تماثیل بنواتے تھے ہم بھی بزرگوں کی یادگاریں بنا لیتے ہیں" تو کیا جرم ہے - حیرت پر حیرت ہے کہ جس رسول نے شرک کو مٹانے کے لئے اتنی صعوبتیں اٹھائیں اس کی اُمت اور اولاد شرک پر مصر ہے - اب اگر آنحضرت خود بھی آجائیں تو یہ لوگ ان لغویات اور خرافات سے باز نہ آئیں اور موحد نہ بنیں - آہ رسول نے تو آخری سانس تک سمجھانے اور بچانے کی کوشش کی - اتنا بڑا انوکھا کارنامہ کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو نور ظہور نہ بتایا - محض اس احتیاط پر کہ مسلمان پھر انسان پرست نہ ہو جائیں - اور جس ہزاروں سال کے شرک کو بہزار دقت و خرابی رگوں سے نکالا ہے وہ پھر لوٹ کر دل و دماغ پر نہ چھا جائے - آخری وقت بھی تاکید کی کہ "لعن اللہ الیھود و النصاریٰ اتخذوا قبور اولیائھم مساجد" اے خدا یہود و نصاریٰ پر لعنت

Marfat.com

کرے انہوں نے اپنے بزرگوں کی قبروں کو مسجد بنالیا ۔ لَا تُطْرُونِی کَمَا اَطْرَتِ النَّصٰرٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ " مسلمانو! میرے متعلق مبالغہ نہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ کے متعلق غلہ کیا۔ میں تو خدا کا بندہ ہوں اس لئے مجھے اس کا بندہ اور رسول کہو یا یہ تو آپ کا کلام ہے۔ قرآن نے رسول کی حقیقت بیان کرنے میں اس سے بھی زیادہ وضاحت کر دی تھی ۔ بار بار کہا کہ " قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْا اِلَیْہِ وَاسْتَغْفِرُوْہُ وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ " اے رسول! ان سے کہدے کہ میں بھی تمہارے ہی مانند ایک آدمی ہوں۔ میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی خدا ہے تو تم سیدھے اسی کی طرف متوجہ رہو اور اسی سے گناہ بخشواؤ اور مشرکوں کے لئے تو بہت ہی خرابی ہے " وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ ۔ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا " اور محمدؐ تو صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے اور بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ اگر وہ مرجائے یا مارا جائے تو کیا تم الٹے پاؤں کفر کی طرف پھر جاؤ گے۔ تو پھر یہ ہے کہ جو کفر کی طرف پھر جائے گا وہ اللہ کو ہرگز کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

مطلب یہ ہوا کہ اسلام کو رسول پر موقوف نہ سمجھو۔ خدا اور اس کے احکام پر مضبوط ہو جاؤ۔ وہ تو پیغام پر ہے انسان ہے رسول ہے۔ ایک دن موت اس کو اپنی آغوش میں لے لے گی۔ اس لئے کہ ہمیشہ کی زندگی کے لئے نہیں ۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ " اے رسول ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشگی نہیں دی۔ تم دین خدا کو دلوں میں استوار کر لو۔ رسول کی بابت غلہ نہ کرو۔ " قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۔ اے رسول کہدے میرا رب پاک ہے تو بہ تو بہ میں تو صرف ایک پیغام پر انسان ہوں ۔ تمہارا پروردگار اللہ ہے جب اس کے سوا

کوئی معبود نہیں تو اسی کو پوجو۔ پھر تاکید کی کہ "مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِکُمْ وَلٰکِن رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" اے لوگو! محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں (کہ تم اس کی اولاد کو خدا کا شریک کر کے پوجنے لگو۔) وہ تو اللہ کا رسول ہے اور خاتم النبیین ہے تاکہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف لائے وہ تم پر بہت ہی مہربان ہے۔" یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خدا مسلمانوں پر درود بھیجتا ہے وہ بھی اکیلا نہیں فرشتوں کو ساتھ ملا کر بھیجتا ہے۔

رسول جس کی محنت سے اسلام دین کامل بنا اور پھیلا خود خدا اس کے لئے یہ کچھ کہہ رہا ہے۔ صرف اس لئے کہ بعد میں کوئی رسول آنے والا نہیں جو بعد میں انسان کو شرک سے بچائے۔ آخری حجت میں سب حجتیں ختم کر دیں۔ اس دین کو حقیقت میں روشن خیالی کا نمونہ بنا دیا۔ لوگ سڑے سڑے آدمیوں کو عرش پر اڑاتے ہیں پانی پر دوڑاتے ہیں ہوا میں اچھالتے ہیں لیکن رسول عربی کی فضیلت کو خدا کی گود میں بیٹھنے والے نہیں پہنچ سکتے۔ اس لئے کہ پیغمبروں کے روشن معجزات نے وہ کام نہیں کیا جو اس رسول کی زبانی تلقین نے کر دکھایا۔ دوسرے رسول مردے جلا کر میٹھی میٹھی تلقین کر کے وہم پروری اور انسان پرستی کو نہ مٹا سکے بارہ بارہ پچاس پچاس سو سو آدمیوں سے زیادہ ہم خیال نہ بنا سکے اور خاتم النبیین نے بغیر کسی معجزے کے مذہب کی روشن خیالی دین کے فلسفے اور زندگی کی کشمکش پر تمام عرب کو موڑ کر رکھ دیا۔ مسلمانوں کی جانیں قربان ہوں اس رسول پر جس نے اس وہم تودہ دنیا میں پہلی مرتبہ کہا کہ لوگو! میں تم ہی جیسا انسان ہوں مجھے خدا کے قاصد کی حیثیت سے آگے نہ نکالنا۔ اسی لئے اس رسول امی کے متعلق کہا گیا کہ "یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ" یعنی مذہب کے نام پر جو تاریکیاں جاری و ساری ہیں ہمارا رسول ان سے نکال کر لوگوں کو روشنی میں لاتا ہے۔ ارشاد ہوا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ "لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ قُلْ اِنَّ اللّٰہَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَۃً وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ"

کافر کہتے ہیں کہ اس نبی پہ پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی۔ اے رسول کہدے کہ اللہ نشانی اتارنے پہ قادر ہے لیکن ان میں سے بہتوں کو سمجھ نہیں ہے۔"
وقالوا لولا انزل علیہ ملک ولو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون " کہتے ہیں کہ اس نبی پہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترا اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو ضرور کام کا فیصلہ ہو جاتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی اور اگر ہم رسول فرشتے کو بناتے تو ضرور اسے بھی آدمی بناتے اور ان پر وہی شبہ ڈالتے جس میں یہ اب پڑے ہوئے ہیں۔" لوگ اصل میں ہر پھر کے یہی کہتے تھے کہ اے محمدؐ! کوئی معجزہ دکھاؤ۔ کوئی نشانی ظاہر کرو تاکہ ہمیں یقین ہو جائے کہ تم خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے ہو۔ آخر ہم کس طرح پہنچانیں۔ علامات تو ہونی چاہئیں۔ پچھلے انبیاء معجزے دکھاتے رہے۔ معجزات ہی پیغمبروں کے لئے امتیاز کا باعث رہے ہیں۔ اعجاز دیکھکر ہم ایمان لے آئیں گے۔ لیکن ان کے مطالبوں کا ہر مرتبہ یہی جواب آیا کہ پچھلے انبیاء کو معجزے دئے گئے تھے تو انہیں دیکھ کر کون ایمان لے آیا تھا جو تم ایمان لے آؤ گے یہ سب حیلے بہانے ہیں۔ "وقول الذین کفروا لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ قل ان اللہ یضل من یشاء ویھدی الیہ من اناب" جو لوگ منکر ہیں کہتے ہیں کہ اس نبی پہ پروردگار کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں ہوا۔ کہدے کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ جو رجوع ہوتا ہے اسے اپنی طرف راہ دکھاتا ہے۔" یعنی یہ معجزے کی ہٹ کر کے گمراہ ہو رہے ہیں ان کے دل رجوع نہیں اللہ رجوع کرنیوالوں کو بغیر معجزوں کے ہدایت کر دیتا ہے۔ "ولو ان قرآنا سیرت بہ الجبال الخ اگر قرآن ایسا ہوتا کہ اس سے پہاڑ چل پڑتے یا زمین پھاڑ دی جاتی یا اس سے مردے بولنے لگتے تب بھی یہ کافر ایمان نہ لاتے۔" ویقول الذین کفروا الخ کافر کہتے ہیں کہ تو خدا کا بھیجا ہوا نہیں ہے۔ یعنی انہیں نشانیاں نہیں دکھاتا تو کہدے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے۔" اے رسول! ان کافروں اور مشرکوں کو موڑنا تیرا کام نہیں۔ میں ہی

Marfat.com

ان کے دلوں کو موڑوں گا۔ یہ یہودی اور نصرانی کہتے ہیں کہ ہم تو پہلے ہی نماز روزہ کرتے ہیں اس کی عبادت کرتے ہیں تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس کے ساتھ اے محمدؐ! ہم تمہیں بھی پوجنے لگیں۔" یہ غلط کہتے ہیں۔ ماکان لبشرٍ ان یوتیہ اللہ الکتاب والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون اللہ ولکن الخ۔ کسی بشر کا یہ کام نہیں کہ اللہ اسے کتاب علم اور پیغمبری عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہے گا کہ اللہ کے ہو جاؤ۔ ۔ ۔ ۔ وہ تمہیں یہ حکم نہ دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا بنالو۔ کیا وہ تمہیں مسلمان ہونے کے بعد کفر سکھائے گا۔"

افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں نے پیغمبر کے ادنیٰ تعلقات تک کو خدا بنالیا۔ ورنہ اس نے تو رسول تک کے لئے ذرا سا رخنہ نہ چھوڑا تھا کہ مسلمان غلط فہمیوں میں پڑ کر اس کو خدا کا شریک بنانے بزرگان دین کا تو ذکر کیا۔ پھر بھی اتنی احتیاطوں کے باوجود سب کچھ ہوا وہی جو پچھلی امتوں میں ہوتا رہا تھا۔ اور جس کے لئے قرآن کو اتنی سخت تہدیدیں لانی پڑیں یہاں تک کہدیا کہ" اے رسول! ہیں نے تجھے معجزے دکھانے کے لئے نہیں بھیجا تو تو انہیں خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا ہے۔" خدا پرستی پر جنت کی بشارت دے اور کفر و شرک پر کہدے کہ دوزخ کا عذاب اور خدا کی انتہائی ناراضگی ہے۔ جو کچھ کروگے اس کا بدلہ پاؤ گے۔ کہدے کہ میں کھلے ثبوت پر ہوں اور اگر میرے پاس وہ عذاب ہوتا جس کی تم جلدی مچا رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان جھگڑا ہی نمٹ جاتا۔" اے رسول! یہ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کب ہوگی اور اس طرح پوچھتے ہیں جیسے تو قیامت کا کھوجی ہے۔ کہدے خدا ہی بہتر جانتا ہے کب آئے گی۔ اور کہدے" لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب الخ۔" میں تو خود اپنی جان کے لئے بھی نفع نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتا مگر جتنا اللہ چاہے۔ اور اگر میں غائب کی باتیں جانتا تو اپنے لئے بہت سی بھلائی

Marfat.com

جمع کر لینا اور مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنی ہیں تو صرف ایمان نہ لانے والی قوم کے لیے ڈرانیوا
اور بشارت دینے والا ہوں ۔" قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم
الغیب ولا اقول لکم عندی ملک ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ " میں تم
تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ میں غیب جانتا ہوں ۔ نہ میں تم سے
یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے وحی کی جاتی ہے
قل انی نھیت ان اعبد الذین تدعون من دون اللہ قل لا اتبع "
اے رسول ! ان سے کہدے مجھے اُن چیزوں کی پوجا سے منع کر دیا گیا ہے جن کو تم اللہ کے
علاوہ پوجتے ہو ۔ کہدے کہ میں تمہاری خواہشوں پر نہیں چلوں گا اور اگر چلوں تو بیشک میں
گمراہ ہو گیا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ آیا ۔

کہاں تک سارا قرآن نقل کیا جائے ۔ آخر یہ بار بار کی تنبیہیں کیوں ہیں ۔ رسول
اپنی پوزیشن کی اتنی وضاحت کیوں کر رہے ہیں ۔ حاشا صرف اس لیے کہ بھٹکے ہوئے انسان
کو انسان پرستی سے ہٹا کر ہمیشہ کے لیے حجت ختم کر دی جائے ۔ یہاں تک فرما دیا کہ لوگو تم
یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ میں اس کام کی کوئی مزدوری چاہتا ہوں یا اس کے بدلے میں اپنی پوجا کا
خیال ہے " لا اسئلکم علیہ اجرًا ان ھو الا ذکریٰ للعٰلمین " میں تم
سے اس کام کی مزدوری نہیں مانگتا یہ تو جہانوں کے لیے نصیحت ہے ۔ یعنی نصیحت اور
ہدایت کی کیا مزدوری مانگوں " قل ما اسئلکم علیہ من اجر الا من شاء
ان یتخذ الیٰ ربہ سبیلا " کہدے کہ میں تبلیغ قرآن کی مزدوری نہیں مانگتا
ہاں اللہ پر ایمان لانا چاہے وہ ایمان لائے ۔ یعنی اجر رسالت یہی ہے کہ تم خدا کو مان لو
" قل ما سألتکم من اجر فھو لکم ان اجری الا علی اللہ " کہدے
ان سے کہ میں نے تم سے کوئی مزدوری تو نہیں مانگی ۔ اگر مانگی ہو تو وہ تمہیں ہی مبارک
رہے ۔ میری مزدوری تو سوائے خدا کے اور کسی پر نہیں ۔ قل ما اسئلکم علیہ من

اجرِ وما انا من المتکلفین "ان سے کہدے کہ میں اس کام کی تم سے مزدوری نہیں مانگتا اور میں بننے والوں میں سے نہیں ہوں" یہ تاکیدیں اس لئے تھیں کہ جانے کے بعد انسان شاخسانے نکال لیتا ہے کہ جس رسول نے اتنی تکلیفیں اٹھائیں اسے کس طرح نہ پوجیں وہ تو ایسے تھے ایسے تھے۔ انسان کی ہدایت کے واسطے صعوبتیں جھیل کر چلے گئے۔ اپنے آپکو بار بار انسان کہا اس لئے کہ بعد میں تو ظہور کی "نادیلیں" ہونے لگتی ہیں کہ وہ پیدا نہ ہوتے تو دنیا پیدا نہ ہوتی انہی کے لئے خدا نے اتنی زحمت اٹھائی ہے" صاف کہدیا کہ میں بننے والوں میں سے نہیں ہوں گویا اجر رسالت بناوٹ اور تصنع ہے اور یہ بات شان رسالت سے بعید ہے" افسوس اندھے لوگ ان باتوں کو دیکھ کر بھی کبھی "توہم پرستی" سے باز نہ رہے اور سب سے زیادہ حیرت مسلمانوں پر ہے کہ انہوں نے شرک لوٹا کر رسول ساری محنت اکارت کر دی۔ اور اسلام کی ایسی بے مثل روشن خیالی کو شرک کی "تاریکی" سے بدل ڈالا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ دوسرے مذاہب کی لن ترانیاں سن کر مایوس ہو گئے اور بجائے اس کے کہ ان کے سامنے اسلام کی آزاد خیالی رکھتے مرعوب ہو کر جھٹ کہنے لگے کہ نہیں ہمارے بزرگ بھی ہوا میں اڑتے تھے پانی پر دوڑتے تھے بادلوں پر سواری کا "مٹھ" تھے۔ آنکھ بند کرتے ہی زمین کے اس سرے پر جا کھڑے ہوتے تھے۔ خدا رحمت کرے ان توہم پرستوں پر یا ان خود غرضوں پر جنہوں نے اسلام کی روشنی کو تاریکی سے بدل کر جاہلیت کی ہتھ پھیری اس میں داخل کر دی۔

بارہا انبیاء کو معجزے دے کر تجربہ ہو چکا تھا کہ نشانیاں دیکر بھی کوئی ایمان نہیں لاتا۔ جھٹ کہدیتے ہیں "ھٰذا سحرٌ مبینٌ" یہ تو کھلا جادو ہے۔ اس لئے رسولِ حرمی کو سمجھانے بتانے اور ڈرانے والی تبلیغ پر مقرر کیا۔ جو وقت آپ معجزوں پر صرف کرتے وہ بھی سمجھانے ہی پر صرف کر دیا۔ اس خشک محنت کا یہ نتیجہ ہوا کہ مشرک اور کافر ایک خدا پر جھک گئے۔ جو کام انبیاء معجزے دکھا کر نہ کر سکے تھے رسولِ آخر الزماں نے رات دن کی

Marfat.com

لگاتار محنت اور ہر وقت کے خوف اور دہشت دلانے سے کر ڈالا - اس سے بڑھ کر آپ کی کیا فضیلت ہو سکتی پھر کیا ضرورت تھی کہ ہم مشرکوں کی طرح کمر کس کر بیٹھتے اور ان باتوں کا انبار لگاتے جن سے بچانے کے لیے آپ نے اتنی جانکاہی برداشت کی - زخمیں اٹھائیں طائف میں جھیلیں - طعن تشنیع سہے - عزیزوں کی جدائی برداشت کی - جسم تیر و نشتر اور تیغ و سناں کے حوالے کر دیا - جان عزیز کو مہلکوں میں ڈالا - سمجھانے بجھانے میں رقت جانی کو فتنیں اٹھائیں - گھر چھوڑا وطن چھوڑا - ہر قسم کے لالچ کو ٹھکرا دیا - جنگوں کی زحمت برداشت کی - افلاس عسرت اور تنگی پر قناعت کر لی - یہ سب کچھ اس لئے کہ خدا کا مقصد سمجھا دیں اور اس کے بندوں کو ماسوا کی ہر قسم کی ہلکی بھاری پوجا سے اکھاڑ کر اسی کی پرستش پر لگا دیں - لیکن بعد میں آنے والوں نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور چھپتر ہزار جیسا تک چشمۂ توحید میں نہ گھولد سئے دم نہ لیا - مسلمانوں کو ایسا بیگانہ بنا دیا کہ اب چاہے کتنا ہی قرآن کھول کھول کر دکھایا جائے وہ سب باتوں کو شرک کے لیے ٹھکرا لیتے ہیں اور رسول کے پیدا کئے ہوئے جذباتوں خیالی توجیہیں کر کر کے الگ رکھا ہوش میں آجانے والے کو اپنی گمراہی کے جام پلانے کی سخت کوشش کرتے ہیں - چاہتے ہیں کہ ایسی نکتہ چینی ان کے کانوں تک نہ پہنچنے چاہیے قرآن بیکار ہو یا رسول کی محنت سے فائدہ جائے - جب کوئی ہفوات سے جان چھڑا کر اللہ والے اسلام پر اصرار کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تو بالکل ہی ملحد ہو گیا - اُن سے انکار کرتا ہے جن کے لئے اسلام آیا ہے - حدیثوں کے سیلاب میں آیات قرآنی کی کھلے بندھنوں تاویلیں کرتے ہیں بلکہ اس میں شاعری سے بھی نہیں چوکتے اور کہتے ہیں کہ قرآن تو بزرگوں نے ہمیں یہی سمجھایا ہے اور کیا سمجھیں - اسلام کے آب زلال کو شرک کی خلاظت سے گدلا کر کر کے گھولے جا رہے ہیں اور مست ہیں کہ حقیقت اپنے کی پاس ہے -

انسان کی فطرت عجیب واقع ہوئی ہے - اوّل تو مانتا نہیں - خلاف اعتقاد بات سن کر تڑپتا ہے دانت پیستا ہے بل کھاتا ہے دلیلوں کے انبار لگاتا ہے - ہتھیر سے کاٹ کاٹ کر انگلیاں نچا نچا کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ٹوٹ ٹوٹ کر گرتا ہے - پاؤں پیٹتا ہے منہ سے جھاگ نکالتا ہے منے

نئے مباحث تلاش کرتا ہے۔ اکیلا بھڑتا ہے پھر مددگاروں کو لاتا ہے جب کوئی حربہ کارگر نہیں ہوتا اور کہنے والا کہے ہی جاتا ہے تو کچھ خوف سے ڈر سے اور کچھ کہنے والے کے یقین و استقلال سے مرعوب ہو کر دگمگے میں پڑتا ہے۔ منہ بند کر کے آنکھیں کھولتا ہے۔ سوچتا ہے دھکا کھاتا ہے۔ بار بار سر ہلاتا ہے پھر بھویں اٹھا کر آدھی آدھی آنکھیں بند کر کے کہتا ہے کہ ہاں! اس میں کچھ حقیقت ہے! آخر پھسلتے پھسلتے ایمان لے آتا ہے۔ پھر دوسروں کے پیچھے شکار تا پھرتا ہے کہ دوڑو دوڑو آگیا۔ ہدایت کو لپٹ جاؤ۔ ایک ایک کو بٹیا تا پھرتا ہے۔ اس لئے کہ ہم خیال بنانے میں انسان کو راحت محسوس ہوتی ہے۔ یہ صرف مذہب ہی کی حالت میں نہیں ہر نئے خیال میں گرہی ہوتی ہے۔ فلسفہ ہو یا کوئی نظریہ۔ باطل ہو یا حق۔ تحقیق ہو یا محض قیاس و گمان۔ پھر باپ سے بیٹے کو میراث پہنچ جاتی ہے۔ ماحول صحبت اور نسل اثر انداز ہوتے ہیں۔ بیٹا کہتا ہے کہ ابا جان سے یہ بات پہنچی ہے وہ کہا کرتے تھے کہ یہ اعتقاد سب سے بہتر ہے۔ واقعی یہ خوش نصیبی ہے کہ ہم سچائی والے گھر میں پیدا ہوئے ہیں۔ ہمارے خیالات و نظریات بہت حقیقت پر مبنی ہیں۔ کچھ ہم ہی سمجھے ہیں اور سب فرقے بالکل گمراہ ہیں۔ جنت ہمارے لئے ہے اس لئے کہ راہ نجات ہمارے پاس ہے۔ اسی حال کا قرآن نے نقشہ کھینچا ہے "وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ۔ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ" اور بیشک یہ اسلام تمہارا دین ہے۔ ایک ہی دین اور میں تمہارا پروردگار ہوں۔ تو تم مجھ سے ڈرتے رہو۔ پھر انہوں نے دین کو اپنے درمیان ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹ لیا۔ ہر فرقہ دین کے اس ٹکڑے سے خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔ اے نبی ایک خاص وقت تک ان کو غفلت میں چھوڑ دے"

یہ باتیں آنحضرت کے سامنے ہی کہدی گئیں۔ قدرت کو معلوم تھا کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ اسلام جیسے تفصیلی و تشریحی دین کے ساتھ بھی وہی گذرے گی جو پہلے ادیان پر گذرتی رہی ہے۔ فرقے بڑھ جائینگے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔ انسان پرستی راہیں نکال لے گی۔ دین کو ذہنی تفریح بنا یا جائے گا۔ قرآن کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا جائے گا کہ یہ بہت مشکل کتاب ہے۔ اس کو تو تیرہ سو سال پہلے جو بزرگان دین تھے وہی

Marfat.com

سمجھنے تھے۔ ہمارے لئے وہی کافی ہے جو وہ بتا گئے ہیں۔ اس کے سمجھنے کا خیال باندھنا ہی غلطی ہے ہماری تکلیف یہ ہے کہ بنائی ہوئی باتوں کو مضبوط پکڑ لیں۔ قرآن نے اسی کا نقشہ کھینچا ہے "وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا" اور رسول کہے گا کہ اے میرے پروردگار! بیشک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا" یہ نقشہ ہمیشہ رہا ہے۔ آسمانی کتابوں کو یہی کہہ کر چھوڑا جاتا رہا۔ پھر جن کے حوالے ہوئیں انہوں نے ان کے مطالب نفسانی اغراض کے پیچھے فرصت میں مسخ کیا اور کسی نے دفعہ جرم نہ لگائی بلکہ دیوانہ وار بیخود ہو ہو کر داد دی اور کہتے رہے کہ ہمارے رہبان و احبار اور مولوی ملا خوب سمجھتے ہیں مطالب کی حقیقت کو پہنچتے ہیں۔ انہوں نے شاعری الگ کی اور آیتیں الگ بیچیں اور جو سلوک کلام الٰہی سے کئے ان کی تفصیل قرآن مجید اس طرح بیان کرتا ہے "فویل للذین یکتبون الکتاب الخ" بیں خرابی ہے ان کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھ لیتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے تاکہ وہ اس سے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں "لاتشتروا بایاتی ثمنا قلیلا" مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کو تھوڑی سی قیمت پر نہ بیچو"

قرآن کی آیتیں بھی اسی طرح بکیں جیسے توریت اور انجیل کی بکی تھیں اور لوگ خوش ہو ہو کر خریدتے رہے جیسے اس وقت خرید لے رہے تھے۔ بلکہ اب کچھ زیادہ اصرار سے خرید رہے ہیں۔ داد بھی دیتے ہیں پیسے بھی دیتے ہیں اور پلاؤ بھی کھلاتے ہیں۔ یہ اس اطمینان پر ہو رہا ہے کہ کوئی پیغمبر آنے والا نہیں جو ان گمراہوں پر ٹوکے اور پیشواؤں کی زیادتیوں کی خبر دے کر رسوا کرے۔ قرآن کی طرح جھگڑے ڈانٹ ڈپٹ کرے۔ اس شاعری اور بیع و فروخت کو آشکارا کر کے اپنا مقصد سمجھائے خدا پرستی پر لگائے۔ تاویلوں سے روک دے۔ یہ جو بہتی گنگا میں ہاتھ دھو رہے ہیں چونک جائیں۔ خدا سے ڈریں کتاب الٰہی کو مضحکہ نہ بنائیں۔ توریت والوں کی طرح قرآن کے حصے بخرے کر کے نہ بانٹیں۔ خدا کی تہدید سے ڈریں "الذین جعلوا القرآن عضین۔ فوربک لنسئلنھم اجمعین۔ عما کانوا یعملون۔ جنہوں نے

نوریت کو نیکا بوتی طے کر دیا تھا۔ تیرے پروردگار کی قسم ہم ضرور ان سب سے باز پرس کریں گے جو کچھ وہ کرتے تھے۔ اے رسول! جن باتوں کا تجھے حکم دیا جاتا ہے انہیں کھول کر سنا دے اور مشرکوں سے الگ تھلگ رہ۔"

قرآن کی مشکل کے بارے میں بہت شور مچایا جاتا ہے تاکہ کوئی اس کے سمجھنے کی کوشش نہ کرے اور حقیقت نہ کھل جائے۔ اس میں یہ فائدہ ہوا کہ اب جو چاہتے ہیں بیان کر دیتے ہیں لوگوں کو اطمینان کہ یہی لوگ سمجھنے والے میں ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ کہہ رہے ہیں قرآن کے مقصود سے بالکل الگ ہے۔ محض خوش اعتقادیوں کی خیر منائی جاتی ہے۔ وانزلنا معکم نورًا الخ کو فوراً نکتہ آفرینی کر کے فرماتے ہیں کہ نور سے فلاں بزرگ مراد ہیں۔ یعنی اللہ و رسول اور اس نور پر ایمان لاؤ۔ اس ثبوت کے لئے جو توڑ جوڑ لگاتے ہیں وہ سننے کے قابل ہیں۔ حالانکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا و رسول اور قرآن پر ایمان لاؤ۔ یہ خدا کی کتاب ہے اور تمہارے لئے دستور العمل ہے۔ مشرک اس پر بضد تھے کہ تم رسول نہیں ہو اور یہ جو کلام سناتے رہتے ہو خدا کا کلام نہیں۔ اس ضد کو بار بار جھٹلایا ہے فاتوا بسورۃ من مثلہ کہہ کر اطمینان دلایا ہے کہ خدا کا ہی کلام ہے شک میں نہ پڑو۔ اتنا نہیں سوچتے کہ معمولی کتابوں میں بھی مشکل باتیں آجاتی ہیں۔ کتاب الٰہی میں بھی کوئی بات مشکل ہے تو اس کے پیچھے یہ ڈھول پیٹنا کہ یہ کتاب سمجھ بوجھ سے بہت بالا ہے یہ ظلم ہے کھلا ستم ہے کتاب خدا کے ساتھ انتہائی بدسلوکی ہے۔ اور مرد نواہی قصص انبیا منکروں اور مشرکوں کی ڈانٹ ڈپٹ وقت کے حالات وغیرہ کا سمجھنا عقل سے بالا نہیں۔ آیات محکمات آسان ہیں متشابہات اگر کوئی نہ بھی سمجھے تو عمل سے قاصر نہیں رہ سکتا۔ قرآن نے خود اس مشکل اور سہولت کا فیصلہ کیا ہے۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر۔ بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ پڑھے ہیں وہ سمجھیں اور جاہلوں کو سمجھائیں کہ خدا کا کسی کو شریک نہ کریں اور اچھا عمل کریں۔ معاملات میں نیک نیتی رکھیں۔ ان کو قرآن کے احکام سمجھائیں اس لئے کہ قرآن آسان ہے۔ فانما یسرناہ بلسانک

لتبشر بہ المتقین وتنذر بہ قوما لدا ۱" بس کس لئے کہ قرآن آسان ہے۔ قرآن کو تیری زبان پر آسان کر دیا ہے۔ تاکہ اس کی پرہیزگاروں کو خوشخبری دے اور جھگڑالو قوم کو ڈرائے غضب خدا کا ہے اگر آسمان کی آخری کتاب کا سمجھنا مشکل ہے تو یہ بھیجی ہی کیوں گئی ہے۔ اس کو خدا کے پاس ہی رہنا چاہیئے تھا۔ باقی رہے پچھلے سمجھنے والے وہ ہرگز یہودیوں کا کام نہیں کر سکتے کہ قرآن کو اپنے لئے قصیدہ ثابت کریں۔

اصل میں اس بات کا لوگوں کو پتہ نہیں خشک کیا ہے اور اس کی حد کیا ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ ادیان کی تباہی میں کفر نے اتنا کام نہیں کیا جتنا خشک کرتا رہا ہے۔ انکار کر دینے والے تو منہ پھیر کر ایک طرف ہو بیٹھتے ہیں۔ تھوڑی سی تعداد ہوتی ہے۔ کسی کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ ان کے خیالات کیا ہیں۔ وہ بھی اکثر بے نیاز ہوتے ہیں۔ کسی سے نہیں کہتے کہ کیسی باتوں میں پھنسے ہوئے ہو۔ مذہب زدوں کی حرکات سکنات افعال و اعمال کو دیکھ دیکھ کر ہنستے رہتے ہیں۔ عوام ان باتوں سے دور کا بھی لگاؤ نہیں رکھتے۔ سنی سنائی خبروں پر کافر کافر کہہ کر دامن بچا لیتے ہیں۔ کفر کے خیالات ذہنیت سے اتنے بعید ہوتے ہیں کہ وہ سمجھ بھی نہیں سکتے کہ یہ کیا بڑ ہانک رہے ہیں۔ دین کے لئے خطرناک طبقہ تو وہ ہے جو مذہب کی ہر بات پر سوراخ کہ اس میں نکتے جوڑنے شروع کر دیتا ہے اور جیسے جیسے ان سوراخوں کے پتھروں کو ہٹاتا رہتا ہے جن کو شارع زحمتوں اور تاکیدوں سے بند کر کے گیا ہے وہم کی انگلیاں ڈال ڈال کر انہیں بڑھاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر کار توہم پرستی اور انسان پرستی کے منافذ کو آہستہ آہستہ سے کھول کر کہنے لگتا ہے۔ دیکھو بھئی! اصل دین کو کوئی نہیں سمجھتا۔ ان سوراخوں میں حقیقتوں سچائیوں اور نجات کے اصلی چشمے مخفی ہیں۔ فلاں فلاں بزرگ دین کی بنیاد تھے۔ راز کائنات انہی کی مٹھی میں تھا۔ یہ صداقت ہیں تم پر ظاہر کئے دیتا ہوں۔ یہ قدرت کے سربستہ راز ہیں۔ انسان ان کا اہل نہیں سمجھ نہیں سکتا۔ اور دیکھنا بھئی! اگر تم ان باتوں کو سمجھ گئے تو نجات تمہارے قدموں پر لوٹے گی خدا کے خاص بندے ہو جاؤ گے۔ نجات ان بزرگوں کے ماننے میں ہے یہ دین وین سب کچھ انہی کے لئے آیا تھا۔ بتانے والا کھل کر بتا نہ سکا مقصود ساری تکلیف سے یہی ہیں۔ یہ قدرت کے کام ہیں

کہ فلاں حضرت کی صورت عیاں ہوئی ذرا اس طرح بندوں کو ہدایت کرکے چلی گئی ۔ اور دیکھو نا! فلاں فلاں حضرت نے جو مصیبتیں برداشت کیں وہ خلقت کی نجات کے لئے کیں ۔ پھر جنہوں نے تمہارے اتنی صعوبتیں اٹھائی ہوں اور ذرا یہ بن کر نجات کا ذمہ لے لیا ہو کیا تمہارا فرض نہیں کہ اُن کے ذکر کو بلند کرکے دنیا کو ان کے قدموں پر جھکا دو ۔ خدا کا ذکر ان کے ذکر کے بغیر نہ کرو ۔ اس کی یاد میں اس کی یاد اس طرح آمیز کردو کہ علیحدگی نہ رہے ۔ یہ ایک ہی تو ذات ہیں ایک ہی نور ہیں ۔ سارا کارخانہ ان کا ہی ہے ۔ اللہ میاں کے مظہر ہیں ۔ یہ نہ ہوتے تو خدا کا ظہور نہ ہوتا ۔ جہانوں کا نور ہیں ۔ دنیا انہی کے لئے بنائی گئی ہے ۔ اوّل سے ایک ہی نور چلا آرہا ہے ۔ مختلف ڈھانچوں اور مختلف جسموں میں ظہور کیا ۔ جسم بھی کیا ہے نور ہی نور تھے ۔ کوئی ہمارے ٹھوس جسموں کی طرح تھوڑا ہی تھے ۔ بس جیسے روشنی میں آر پار دیکھ لیتے ہیں ۔ وہ نور ازل رسولوں سے ہوتا ہوا ان بزرگوں میں آگیا ۔ وہ کور دکھ ہیں جو انہیں صرف بزرگ مانتے ہیں ۔ ایسا محض حسد بغض کی وجہ سے کرتے ہیں ۔ مخالفوں نے ان کی نورانی ہستیوں کو نیست نابود کرنے کی کوششیں کیں اور اپنے بزرگوں کے لئے راہیں صاف کرکے انہیں گھٹانے پر لگے رہے ۔ لیکن نور الٰہی کہیں بجھ سکتا ہے ؟ اور بھئی میں کیا بتاؤں تمہاری نجات کے لیے کیسی کیسی تکلیفیں اٹھائی ہیں ۔ ساری عمر افلاس اور محتاجی میں گذار دیتے تھے ۔ روٹی بھی پیٹ بھر کے نہ ملتی تھی ۔ رونے کا مقام ہے ۔ ان کے فیض سے دنیا روشن ہوگئی ۔ یہ نہ ہوتے تو اسلام مٹ جاتا ۔ خدا کی امانت کس طرح دکھ جھیل کر خلقت تک پہنچائی ہے ۔ واہ ! سبحان اللہ ! کیا ذوات قدسیہ تھیں ! یہ رسول کے دین کو زندہ کرنے والے تھے ۔ ہائے ! کوئی سمجھتا نہیں ۔ یہ اللہ میاں کا نمونہ ہیں ۔ خدا نہیں ہیں تو بہ توبہ ! لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ۔ خدا نہ کہو اور خیر کچھ . . . ہاں . . . ہوں . . . ہوں بہرصورت اسی کا جلوہ ہیں ۔ بہت ہی مظلوم تھے ناقوں میں عمریں کاٹ دیں بڑے ہی دکھ جھیلے دین کے لئے جانیں دیدیں ۔

قرآن بھی نہیں کہ ان کی تعریفوں سے بھرا ہوا ہے بلکہ تمام کا تمام انہیں کا قصیدہ ہے ایک ایک آیت ان کی شان میں ہے ۔ بغض و حسد کی وجہ سے مسلمانوں نے سمجھنے کی کوشش نہ کی ۔ اُنکے

Marfat.com

بے جوہر بے علم دشمنوں کو بڑھایا اور ان بزرگوں کو گھٹاتے رہے ۔ لوگ نا اہل ہیں سمجھتے نہیں ۔ آخر کار یہ تبلیغیں کارگر ہو جاتی ہیں ۔ ایمان اور شرک میں بال بھر کا فاصلہ ہے فوراً طے ہو جاتا ہے وہ جو خدا و رسول کی ہائے ہائے سے کام ذرا رکا ہوا معلوم ہوتا ہے خود غرضوں کی کوشش سے ایک جھٹکے میں رکاوٹ دور ہو جاتی ہے ۔ طبیعت کا فطری رجحان ذرا سے سوچ بچار میں تیز ہو کر سارے ڈراوے بالائے طاق رکھ دیتا ہے ۔ روشن خیالی اور مذہب کی مختصر حقیقت نوازی جھٹکے کھانے لگتی ہے ۔ شادی کی تہدیدیں خدا کی دھمکیاں بیکار ہو جاتی ہیں ۔ کمزور طبیعت بے دماغ نادان جاہل پہلے تو ذرا سا جھجکتے ہیں ۔ پھر بار بار سننے کی وجہ سے مرعوب ہو کر لیٹا رہتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ واقعی یہ بزرگ نہ ہوتے تو دین الٰہی کیا چل سکتا تھا ۔ ان کے ہی ایثار و قربانی سے خدا پرستی کی رسم پڑی ہے واقعی انہیں کتنی نسبتیں ہیں ۔ جن کی تعریف خدا کرے وہ یقیناً اس کا نور ہیں ۔ وہ جو چند آیتیں سنی ہیں نمایاں دلیل ہیں ۔ سارا قرآن فضیلتوں پر گواہی دے رہا ہے ۔ یہ شکایت جو حضرت جی نے سمجھائے ہیں جان رکھتے ہیں ۔ وہ مطالب جو فلاں بزرگ نے بیان کئے ہیں شک شبہ سے بالا ہیں ۔ توبہ توبہ شک آہا ! ان تاویلوں میں شک کرنے ہی کی وجہ سے تو دوسرے گمراہ ہوئے ۔ اور حقیقت میں دکھ بھی تو بہت اٹھائے ہیں ۔ صرف ہماری نجات کے لئے اتنی صعوبتیں جھیلی ہیں ۔ پھر یہ کہ بھلا ہم کیا جانیں قرآن کے مطالب کیا ہیں ۔ یہی ذوات مقدسہ ہیں جنہوں نے کلام الٰہی کو سمجھا اور سمجھایا ۔ ان کے ہی لئے آیا تھا ۔ یہی اس کے رموز سے واقف ہیں ۔ ہاں قرآن رموز کا مجموعہ ہے ۔ طلسم ہے طلسم ۔ الٓمٓرٰ واہ واہ کیا بات کہی ہے ! فلاں بزرگ مراد ہیں ۔ اعداد بھی تو ملتے ہیں ۔ یہی ثبوت کافی ہے ۔ ایسے ہی نکات نے تو اسے اتنا مشکل بنا دیا ہے ۔ بھلا یٰسٓ کا مطلب ہم سمجھ سکتے ہیں ۔ اللہ اللہ ! خدا کے نکات استعارے اور تشبیہیں بھلا انسان سمجھ سکتا ہے ! اس نے بہ برگزیدہ مطہر ہستیاں پیدا کیں تاکہ اس کتاب کو چھوئیں اور سمجھیں ۔ لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ ۔ ہم ناپاک لوگ تو چھو بھی نہیں سکتے ۔ ساری عمر ہیں فقر و فاقے میں گذار دیں ۔ صرف دین کے لئے قیدیں جیلیں دکھ برداشت کئے قتل ہوئے قیمتی جانیں ہمارے لئے دیدیں ۔ آہ آہ ! ہم احسان فراموش کتنے بے حس

Marfat.com

اور بے خبر ہیں۔ جن کے بغیر خدا بیکار ہے ان سے غافل بیٹھے ہیں۔ یہ بدنصیبی اور بدبختی! انسان ملعون ہے تاریکی میں پڑا ہوا ہے دوست اور دشمن کو نہیں سمجھتا۔ واقعی یہ حضرات خدا کا نور ہیں۔ ذات کا خیر نہیں بلکہ غور سے دیکھا جائے تو یہی ہیں جن سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ اصل مقصود سے بے خبر انسان کو ہر قربانی منظور کر کے چونکا دینا چاہیئے۔

یہ غافل اور دین کے دشمن انگڑائیاں لے کر اٹھتے ہیں۔ باہر نکلتے ہیں تو طاقت دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں۔ روش بدل لیتے ہیں۔ ایک ایک ذہنیت کا دبے پاؤں تعاقب کرتے ہیں۔ سلسلہ چل پڑتا ہے۔ شرک کے منافذ پھر پُر ہونے لگتے ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ خیال نہ صرف بیٹھی ہو جاتی ہیں بلکہ رگوں میں اس طرح خون کی جگہ دوڑتی ہیں کہ ہزاروں سال چھٹکارا نہیں ہوتا۔ انسان پرستی کی طاقت فلسفے کے تاب و توان سے بہت زیادہ ہے وہ انسانی دماغ کو دبوچ بیٹھتی ہے انسانی فطرت امید و بیم اور نفع کنی سے بنی ہے۔ نجات اور حصول دین و دنیا کی سامنے نظر آنیوالی تحریصیں بڑی طرح دل و دماغ پکڑ لیتی ہیں۔ بنی اسرائیل نے سامنے کھڑے ہوئے بچھڑے کو اسی لئے پوجا تھا کہ خیالی اعتقاد امید کو موجود دیکھ کر ڈگمگا گیا تھا۔ غالب مرحوم نے نجات کی آس کو اسی لئے دھتکارا ہے:۔

جائے ہے دل نجات کے غم میں
ایسی جنت گئی جہنم میں!

طرز تبلیغ اور بیان کا ڈھب کمزور طبیعتوں پر چھا جاتا ہے۔ اگر تکلیف ہوتی ہے تو پہلی ہی نسل کو ہوتی ہے پھر تو خیالات میراث بن کر اگلی نسلوں کی شہ رگ سے چمٹ جاتے ہیں۔ کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ لاؤ دیکھیں تو سہی خدا کی کتاب میں کچھ اور بھی لکھا ہے یا نہیں۔ بیچارے تاریپود کو اس طرح کلیجے سے لگاتے پھرتے ہیں کہ ہوا نہیں لگنے دیتے۔ ان کو مضبوط کرنے کے لئے چوبیس گھنٹے دلیلیں گھڑتے ہیں۔ کوئی ادھر اُدھر کی بات سن کر دونوں ہاتھوں سے دباتے ہیں کہ جھٹکا نہ کھا جائیں۔ سنبھال کے رکھتے ہیں سنبھال کر اٹھاتے ہیں اور سنبھل رہتے ہیں،

Marfat.com

کہ خدا کی تعلیم ہمارے ہی پاس ہے۔

کچھ دنوں کے بعد ایک جماعت ایسی بھی پیدا ہو جاتی ہے جو خدا سے ملنے کے لئے سرگرداں رہتی ہے۔ اس میں جذب ہونے اور کود کر گرداب سے اس کی ذات میں گم جانے کو حاصل زندگی سمجھتی ہے۔ یہ عجیب گروہ ہے۔ یہ لوگ شریعت کے احکام کو ملمع سازی سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ خدا میں جذب ہونے کے لئے ریاضت عبادت اور محنت شاقہ کی ضرورت ہے فنا ہو کر انسان اس کے وجود میں مل جاتا ہے۔ پھر کوئی علیحدگی نہیں رہتی۔ ایک ذات ہو جاتے ہیں:۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

فنا کا درس پہلے پیر طریقت سے لیا جاتا ہے۔ جب وہ درجہ حاصل ہو جاتا ہے تو انسان رسول میں فنا ہوتا ہے پھر کود کر گرداب سے اللہ میاں کے اندر۔ کہتے ہیں کہ یہ وہ علم ہے جو رسول صلعم خاموشی اور تنہائی میں سکھایا کرتے تھے۔ اور اصحاب صفہ اسی حلقۂ اللہ ھو کے شہید تھے۔ بعض اصحاب کبار کو بھی یہ فن سکھایا گیا اور ان سے دروس الٰہی کی راہیں چلیں۔ بعض اصحاب کو آپ کملی یا چادر اڑھا کر اسی قسم کا علم ماکان و مایکون سکھایا کرتے تھے۔ یہی وہ علم تھا جس سے دوسرے صحابہ محروم تھے یا کمال تک نہ پہنچتے تھے۔ شریعت اور احکام شریعت عوام کے لئے ہیں۔ روحانیت ان سے برتر چیز ہے۔ اور وہی اصل حقیقت ہے۔ جسے نصیب ہو گئی اسے پھر کسی عمل کی ضرورت نہیں رہتی۔ غرض ان کے یہاں بھی خدا کے نام پر عجیب عجیب سانگ ہیں۔ دوزخ جنت دونوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اس گندگی بھرے انسان کا روح۔ اللہ میں مل کر ایک ذات ہو جاتی ہے پھر وہ پانی پہ چلتا ہے۔ آگ میں کودتا ہے شیروں پر سواری گانٹھتا ہے۔ دیواریں چلاتا ہے۔ دریا روک دیتا ہے۔ جانماز موجوں پر بچھا کر اڑا چلا جاتا ہے۔ مریدوں کو سیلاب اور طوفان میں دوسرے

Marfat.com

ے پر پہنچا دیتا ہے - ہاتھ بڑھا کر آفتاب سے مچھلی بھون لیتا ہے - کبھی انا، الحق کہہ کر سولی پر
جاتا ہے - چوٹی کا تعویذ مردے جلاتا ہے - بیماروں کو شفا بخشتا ہے - روزی میں کشائش
تی ہے - حاکموں کی تند مزاجی سرد پڑ جاتی ہے - مقدمے جیت لئے جاتے ہیں - قیدی
ا ہو جاتے ہیں - پہلوانی بازو پر باندھ لیں تو کسی سے نہیں پچھڑتے - حضرت جی کی ایک ذرہ بخش
تک ہزار بلاؤں کو دور کر دیتی ہے - دوّنی کا گنڈا بچے کی پیدائش کی تمام مشکلات حل
دیتا ہے اور انڈے کے چھلکے پر لکھی ہوئی آیت تو وہ اکسیر اعظم ہے کہ سالہا سال کے
بر رسیدہ وصال سے ہم آغوش ہو کر حضرت جی کو الٹی دعائیں دیتے ہیں - عشق کی مشکلات
لتی چلی جاتی ہیں - میاں بیوی کا دنگا ڑ دائمی بناؤ اختیار کر لیتا ہے - گلے میں ایسی باتیں
تی ہیں کہ کھلنے میں نہیں آتیں - بعض آیتیں ایسی لکھ کر دیتے ہیں کہ بھوت پریت فوراً اثر
تے ہیں - اور اوندھے ہو ہو کر بھاگتے ہیں - کسی آیت کا چلا کھینچ لیا جائے اور حضرت
توجہ اس میں شریک کار ہو تو بس پھر تو آدمی خود ہی تمام ٹوٹکوں کا داتا بن جاتا ہے -

یہ ساری باتیں علم باطن کے کرشمے اور قرآن کی آیات کے علم پنہانی کے واقف کار اس
ے کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ایسی توہم پرستیوں کی جڑیں نکال دی گئی ہیں - قل اعوذ
رب الناس ... من شر وسواس الخناس ... ومن شر
نفثٰت فی العقد الخ " میں شیطان کے وسوسوں اور پھونک مارنے والیوں
کے شر سے خدا کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں " فنبذ فریق من الذین اوتوا
لکتاب - کتب اللہ وراء ظھورھم الخ " جن لوگوں کو توریت دی گئی تھی ان
ں سے ایک فریق نے خدا کی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا اس طرح کہ گویا جانتے ہی نہیں
ور اس علم کے تابع ہو گئے جو سلیمان کے زمانے میں شیاطین پڑھا کرتے تھے " بلاشک
وہی تاریک علم تھا جس سے ان حضرت نے پناہ مانگی ہے - جو ہر قوم اور ہر مذہب
ں پہنچا اور تباہ کر گیا - یعنی جھاڑ پھونک گنڈے تعویذ ٹونے ٹوٹکے وہم پرستی کمزوری

Marfat.com

گمراہی جو خدا سے ہٹا کر اس کی کتاب سے غافل کر کے دنیا کی دوڑ دھوپ سے ہٹا کر زندگی کی ضرورتوں سے غافل کر کے آسان طلبی پر لگا دیتی ہے۔ خدا سے ہٹا کر بندوں پر جھکاتی ہے۔ جسم باقی رکھتی ہے روح نکال دیتی ہے۔ ذہنیت مسموم کر کے دماغ مار دیتی ہیں۔ سوچ بچار جاتا رہتا ہے۔ ذاتی غور و فکر مٹ جاتا ہے۔ کندۂ ناتراش ہو جاتے ہیں۔ اندھوں کی طرح حضرت جی کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ انہی کی آنکھوں اور انہی کے کانوں سے دیکھنے سننے لگتے ہیں۔ روشنی سے سر بلند ہو کر پھر تاریکی میں جا پڑتے ہیں۔ اور

اسلام کی روشنی اور آزاد خیالی بھی آخر کار شرک کی آلودگی سے پاک نہ رہی۔ وہ مذہب جس میں صرف خدا پرستی سکھائی گئی تھی نصرانیت اور یہودیت کی طرح سب کچھ بھول کر اشخاص پرستی پر آ ٹیکا۔ خوش اعتقادی سے یا غرض سے بزرگوں کو ایمان میں داخل کر لیا گیا۔ بڑی وجہ یہ بھی ہوئی کہ عوام بیچارے جاہل بے خبر تھے۔ ان تک جو کچھ پہنچتا تھا وہ پیشوایان دین کی زبانی پہنچتا تھا۔ پیشواؤں نے نکتہ آفرینی شروع کر دی۔ حدیثوں نے اس کام میں خاص مدد دی وہ خود عجیب مطالب اور تفسیروں میں لپٹ گئے۔ قرآن کے محکمات سے بھی علاقہ چھوڑ دیا گیا۔ کتاب الٰہی کو جو مسلمانوں کا دستور العمل بن کر آئی تھی۔ محض جھاڑ پھونک اور مردے بخشوانے کے لئے رکھ لیا گیا یا اس کی تاویلوں سے اپنے مقصد کو مضبوط کیا جانے لگا۔ نئے سوت پھوٹ نکلے تھے ان سے چشمے بن بن کر بہنے لگے۔ باثر عالموں کو بھی خیال نہ آیا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں کیا کر رہے ہیں اور مسلمان کدھر چل پڑے ہیں عام و خاص سب ایک ہی رنگ میں رنگ گئے۔ یک جہتی اور اتفاق جس کی سخت تاکیدیں کی گئی تھیں۔ بھسم ہو گیا۔ ہر خیال پر جماعتیں بننے لگیں۔ ہر اضافے پر فرقوں کے اضافے ہونے گئے۔ پھر شاخوں میں شاخیں پھوٹیں۔ بیلیں یوں پھیلیں کہ تنہ خشک ہو گیا۔ لیکن ان کی رفتار تیز ہی ہوتی گئی اور ابھی تک کونپلیں پھوٹے جاتی ہیں۔ اگر کہا جائے کہ "کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا" کا مژدہ

Marfat.com

اور احسان نگاہوں سے اوجھل ہو کر بیکار ہو گیا تو بیجا نہ ہو گا۔ اس لئے کہ اب ہمارے دل میں عام مسلمانوں کے لئے نہیں صرف اپنے فرقے کے لئے محبت ہے اور حقیقتہً اب ہم بھائی بھائی ہیں۔

ان چشموں میں سب سے نقصان دہ چشمہ روحانیت کا تھا۔ جس نے قوت عمل کو دبا کر اپنا دھارا بہا دیا۔ وہ سادہ احکام سرد کر دئے جنہوں نے یثرب کے دیہاتیوں کو خدا کے خوف اور حسنِ عمل پر مجبور کیا تھا۔ ایک عمدہ دستور کار تھا جس سے روزمرہ کے کام میں درستی اور باقاعدگی پیدا ہوتی تھی جو مسلمان کو ہر قدم پر روکتا تھا اور بدنیتی کے دامن کو پارہ پارہ کر دیتا تھا۔ خدا کی پرخوف یاد تھی اور اچھے کام کا شوق تھا۔ زندگی کی کشمکش میں طریق کار سامنے رہتا تھا۔ یہ سیلاب اس طرح چھا گیا کہ عالم جاہل مومن مسلم فقیہ و ادیب مورخ و فلسفی محدث و متکلم امیر و غریب شاہ و وزیر سپاہی و فراول جیغدار و سپاہ سالار سب اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ ایسا بھی ہوا کہ کاروبار اور زندگی کی مصروفیت کو چھوڑ کر لوگ فیض توجہ پر ڈھل گئے۔ ڈھال تلوار بیچ کر حضرت علی کے سامنے زانو تہ کر کے بیٹھ گئے۔ اس میں ایسے ایسے طبقے پیدا ہوئے کہ اسلامی اصول سے انہیں کوئی دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ خانقاہیں بنیں۔ اسلامی راہب خانے تیار ہوئے۔ گیان گن شروع ہو گیا۔ مریدوں کے حلقوں کو توجہ کی آنچ دی جانے لگی۔ التہو کی ضربیں دل و دماغ کو تسکین دینے لگیں۔ اللہ میاں بائیں طرف دل کے اوپر آفتاب بن کر چمکنے لگے۔ توجہ کی برکت نے قیامت سے پہلے ہی دیدار کی نعمت سے سرفراز کر دیا۔ قیامت کے دن پر تھا موقوف کر رکھی تھی دنیا ہی میں جنتے جاگتے نصیب ہو گئی۔

کہتے ہیں کہ یہ مشغلہ اس طرح شریک مذہب بنایا گیا کہ فتوحات جب بلخ بخارا اور قندھار میں پہنچیں تو یہ دھن ازم کے بیکار لوگوں کو اس میں مصروف پایا گیا۔ چیز اچھی معلوم ہوئی یارانِ طریقت نے اڑے اور اسلامی قلندری میں ملا کر چاشنی پیدا کر لی گئی۔ تسبیح بھی وہیں کی یادگار ہے فرق اتنا ہی بڑا ہے کہ مسلمانوں نے دھاگے کی گرہوں کے بجائے

مٹی کے دانے بنا لئے ہیں۔ غرض یہ ہندوستان کے ویدانت کی یادگار اسلام میں جذب کر دی گئی۔ قومی تعمیر میں لگے ہوئے مخلتی دامن سمیٹ سمیٹ کر دوڑ پڑے اور فی بیوتٍ اذان للہ ان ترفع" کی زندہ تفسیریں دیکھ کر دل کی دنیا میں الجھ گئے۔ رقص ایجاد ہوئے۔ خانقاہوں کے صحن میں درویشوں کے ناچ ہونے لگے۔ راگ رنگ کی تشنگی دین کے نام پر سیراب ہونے لگی۔ تانیں اڑنے لگیں الاپ چھونے لگے۔ بھیرویں کے نغموں سے وصال کے جذبے کو حال آنے لگا۔ بڑے بڑے فقہ تال پر ٹھمکا لگانے لگے۔ دادرے اور شام کلیان کے زیر و بم پر اللہ میاں بھی اپنے محبوب بندوں کے شریک حال ہو گئے۔ شیخ سعدی جیسے جہاندیدہ ہوشمند بھی اس لذتِ روحانی میں الجھ گئے۔ اور اگر مدآواز قوال سے سابقہ نہ پڑ جاتا تو اس جنجال سے علامہ اور قبا بھی دے کر پیچھا نہ چھوٹتا۔ جلدی نمٹ گئے اور علامہ ابن جوزی کی خفگی نے جو کام نہ کیا تھا خود ایک قوال کر گیا۔ پھر مطرب خوش نوا کی تلاش نہ کی۔

اس طبقے نے عجیب عجیب خیالات بنائے۔ یہ کہا کہ تکالیف شرعیہ رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے ہیں۔ جب انسان اس میں جذب ہو گیا یا اس کی تفاول کی آنکھوں سے حاصل کر لی تو فرائض شرعی کی پھر کیا ضرورت ہے۔ اپنے آپ کو اس طرح فنا کر دینا چاہیئے کہ من و تو کا امتیاز نہ رہے۔ ایک فرقہ ایسا بھی تھا جو اپنی اس کامیابی کو چھپانے اور حاسدوں سے بچنے کے لئے منہیات شرعیہ کا ارتکاب جائز سمجھتا تھا۔ اور غالباً حضرت سرمد علیہ الرحمہ پیر قتال کو زینت دوش جو کئے پھرتے تھے یہی وجہ تھی۔ مولانا روم جیسے فرد پژدہ اور نکتہ اس انسان نے دین کو دل اور عشق پر لا ٹکایا اور جواز میں کافی فلسفے بنائے۔ مجاہد قوم کے یہ روحانی پیشوا امور زندگی کو سنوارنے کے بجائے استغراق و حال کے عالم میں جب ورق کوٹنے والوں کی دوکان سے گذرتے تھے تو ہتھوڑی کی تال سن کر بازار میں ہی رقص شروع کر دیتے تھے۔ رسول دشمنان اسلام

کو پیت کرنے کے لئے میدان جنگ میں کمان سنبھالتے تھے اور یہ بزرگوار اتنا بھی نہ کرتے تھے کہ دو چار ورق کوٹنے والوں کو گھر کے گوشے میں بلالیں اور ان کی "تال" سے فائدہ اٹھالیں - کہاں قرآن کا سیدھا سادہ روزمرہ کے معاملات کو ٹیک نیتی سے سنبھالنے والا اسلام کہاں خیالی فلسفے کی یہ روحانیت - کہاں وہ قوت عمل - کہاں یہ ذہنی الجھاؤ - اور حال یہ دیکھا ہے کہ جب وقت بگڑتا ہے فتنہ اٹھتا ہے تو روحانی سب سے آگے بھاگتے ہیں - چنگیز کی تلوار نے بلخ بخارا میں جو ان کے ساتھ کی تھی "تاریخ" اب تک دہرا رہی ہے -

بس اتنا ہی فائدہ ہوا کہ نگاہیں خدا سے ہٹ کر قبروں اور مزاروں پر جم گئیں - شرک دین خالص معلوم ہونے لگا - یہ قبریں اور مزار آمدنی کا بہت آسان ذریعہ بن گئے - جہلا ہی نہیں علم والے بھی بیتابانہ دگرتے ہیں سجدے کرتے ہیں اور جیب کے پیسے بھی دے آتے ہیں - روحانیت کے ٹھیکیداروں نے اسلامی عمل سے بالاتر ہو کر ستجاد سے بچالئے - زندہ عمل کی بے چینی سے یکسو ہو کر اللہ ہو کی سکون افروز اور راحت انگیز مشغولیت میں مسلمانوں کو لپیٹ لیا - مجاہد قوم کو بھیڑ بنایا - تپے ہوئے دل سرد کر دئے - دماغ سوچنے کے قابل نہ رکھے - جانوروں کے گلے بنا کر ملکیت میں لے لئے - اس ملک کے جن خطوں میں پیری مریدی کا رواج ہے ان میں جا کر دیکھنا چاہیئے - انسانوں کو کیسا بے خبر کر دیا گیا ہے - اس کام کی قیمت مقرر کی ہے اور اسے کرامتوں میں لپیٹ کر خاموشی کے ساتھ جائداد بنائی ہیں - مریدوں کو سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں کہ حضرت جی بخشوائیں گے - بیچارے اتنا بھی نہیں دیکھ سکتے کہ حضرت جی دو وقت پلاؤ اور مرغے کے قورمے سے روحانیت کو سیراب کر رہے ہیں اور یہیں مکئی یا جوار کی بھی نصیب نہیں - یہ دنیا میں عیش کر کے سونوں پر بیٹھنے والے کاروں میں اڑے پھرتے ہیں اور یہ گڈے کے تختوں پر جھٹکے کھا رہے ہیں - ٹوٹے ہوئے جھلنگوں پر حقہ پی پی کر پسلیاں توڑتے ہیں - ہم سڑی جھونپڑیوں کی گندی فضا میں پڑے جنت کی امید اور حوروں کی آس پر تلخیاں جھیل رہے ہیں - یہ تعویذ کے پیسے بھی نہیں چھوڑتے

Marfat.com

اور ہم اپنی خون پانی کی کمائی ان کے حوالے کر جاتے ہیں - یہ فریب اندام نورانی چہرے ریاضت و عبادت کے نام پر پھلی نہیں پھوڑتے اور ہم رات دن جانکاہی میں لگے رہتے ہیں یہ بیچارے محنتی لیے خبر انہیں خطاؤ نسیاں سے بالا سمجھ کر کہتے پھرتے ہیں کہ ہمیں بخشوائیں گے عذاب سے چھڑائیں گے قیامت میں شفیع بنیں گے -

یہ خیالات اس بنا پر پھلے پھولے کہ زندگی کی کشمکش میں بے چینی فتنہ فساد لڑائی جھگڑا رات دن کی آویزش ہر گھڑی کی تکا فضیحتی ہے - شور و غوغا دشمنی نفرت اور باہمی عناد ہے - روحانیت سے خدا بھی ملتا ہے اور ان جھگڑوں سے بھی چھٹکارا ہو جاتا ہے شانتی ملتی ہے اخلاق مٹتا ہے - انسانی برادری بیل ملاپ سے گذارہ کرتی ہے - نیت اور روح مطمئن ہو جاتی ہے - دنیا طلبی اور زر کشی کے قصے ختم ہو جاتے ہیں - اپنے پرائے کا امتیاز جاتا رہتا ہے اور یہ جو قومی ملکی سیاسی اور وطنی حد بندیاں ہیں ٹوٹ جاتی ہیں - لیکن ان سے پوچھنا چاہیئے کہ اس لٹیا کر دینے والی تعلیم سے کیا فرق پڑ گیا - کونسی قوم ذاتی مفاد کو بھول گئی - کونسا تفرقہ شانتی کی آندھی میں گھٹ گیا - کونسی زندہ قوم دست درازی رک گئی اور کس زمانے میں انسان نے بھائیوں کے گلے نہ کاٹے ؟ اس فن کے عروج میں بھی سخت تباہیاں آتی رہیں - اس اصول کی اتنی ہی برکت ہوئی کہ ان حضرت کے فلسفے نے بگاڑ کر دوسروں کی ٹھوکروں کا نشانہ بنا دیا - اغیار کی چیرہ دستی سے نہ روحانی ضربیں بچا سکیں نہ تعویذ چھڑا سکے - نہ کسی گنڈے نے مدد کی - فنا کے شوق میں خود بھی فنا ہوئے اور قوم کو بھی مٹا دیا -

ایک صوفی صاحب سے پوچھا گیا کہ یہ سلوک و طریقت کا اشارہ آپ نے کونسی آیت سے استنباط کیا ہے ؟ تن کر بیٹھ گئے اور دو آیتیں یکے بعد دیگرے تلاوت فرما دیں - قد خسر الذین کذبوا بلقائنا - اللہ نور السموات ... مشکوٰۃ ... فی بیوت الخ

بیت سے مراد قلب انسان ہے - اس کا نور دل میں ہے اور ہم اسے حاصل کر لیتے ہیں - بہت کچھ فریاد کی گئی کہ پہلی آیت قیامت میں بینی کے بارے میں ہے اور دوسری آیت

Marfat.com

ہیں اس نے اپنی مثال دی ہے - ان میں آپ کا مقصد نہیں ہے - چلیں یہ جیسیں ہو کر بولے کہ تم سے بہت دور ہے - وہ تو سخت محنت سے حاصل ہوتی ہے دو تو جہان چھوٹ پڑتے ہیں -

ایک بار صوفی قوالی میں شریک تھے - مطرب خوشنوا بہت زور مارتا رہا مگر تک نہ ہلا - آخر اس نے نہ معلوم کس خیال پر یہ چیز شروع کر دی - اگر یہی لوڑا مڑوڑی رہے گی تو کاہے کو انگیا نگوڑی رہے گی ؟ صوفی صاحب کی زلف دراز نے جھٹکے کے ساتھ بل کھایا جو کا ایک دل دہلا دینے والا نعرہ لگایا اور دوسرے لمحے سر دھن کر بیتابی و بیلے خودی کے جوش میں کھڑے ہو گئے - کچھ جھومے کچھ ناچے کچھ ٹھمکا لگایا - پھر کیا تھا تمام محفل سر و قد کھڑی ہو گئی اور وہ محفل درہم برہم ہو کر آتشبازی کے بچھو کی طرح کو دنے لگے - قوال کا منہ چومنے تھے پاؤں پر گرتے تھے - تھوڑی دیر کے بعد سکون سے بیٹھے تو کسی شوخ آزاد طبع حقیقت شناس نے پوچھ ہی لیا کہ حضرت ! حافظ اور جامی کی غزلوں پر حرکت پیدا نہ ہوئی اور البیلی ایک بازاری چیز پر آپ نے جان ہلکان کر لی - ارشاد فرمایا کہ یہ کیا کہہ رہے ہو - ظاہر بینوں کے لئے ہاں بازاری ہے - حقیقت شناسوں سے پوچھو ان کو اس میں معرفت کا سمندر متلاطم نظر آئے گا - جناب ! لوڑا مڑوڑی سے مراد ہیں علائق دنیوی جو خدا سے غافل کر کے سدا حقیقی سے دور پھینکتے ہیں - اور انگیا سے مراد ہے روح جس کی لطافت اور خدا اسی مشاغل دنیوی سے فنا ہو جاتی ہے - آدمی سدا فیاض سے دور ہو جاتا ہے ؟ سوال کرنے والا دم بخود رہ گیا اس ذہنیت پر افسوس کیا جو دنیا کے کام نہیں چھوڑتی یہ یاد کر کے اس نے کلام کا رخ پھیر دیا کہ یہ حضرات دیوان حافظ کو اس علم کا الہام سمجھتے ہیں - بعید سے بعید بات کو بھی اپنے مطلب پر چسپاں لیتے ہیں - چلو اس مرفوع القلم طبقے سے کیا الجھنا ہے -

یہی نکتہ آفرینی تھی جس سے سراپا عمل اسلام میں ایک عجیب طرح کا ہوائی فلسفہ تیار ہوا - تاہم یہ جستجو خدا کے نام پر تھی جو بعد میں قبروں پر آ ٹکی - گو یہ بھی ایک ذہنی مغالطے سے زیادہ نہیں - ہندوستان کے رشی منی اس علم کی بہت دور تک منزلیں طے کر گئے تھے حالانکہ توحید الٰہی سے بالکل

Marfat.com

آشنا تھے - یہ ذہنی کاوش اُس دین میں آئی جو سرتا پا عمل تھا سادہ خدا پرستی کا مجموعہ - مسلمانوں کے لئے اس کی رضا حاصل کرنے کے واسطے اتنا ہی کافی تھا کہ " فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون " تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور ناشکری نہ کرو میرا شکر کرتے رہو " اس میں غیب ہونے کی فکر کتنی غلط رہی -

وہ کونسی کتاب ہے جس نے خدا کے بارے میں قرآن سے زیادہ وضاحت کی ہو - بار بار کہا گیا ہے کہ تم مجھے پوجو مجھے مانو - میں ہوں تمہارا رب کسی کو شریک نہ کرو - اچھا عمل کرو اسی میں تمہارے لئے نجات ہے - جو برائیوں سے بچتے ہیں وہی میرے نزدیک مکرم و محترم ہیں - صوفیت نے کچھ اور سمجھا اور احکام و شریعت سے ہٹا کر نہ دین کا چھوڑا نہ دنیا کا - بعض نے دوسرے انسان پرستی ہی کو مطمح نظر بنا لیا - یہ خیال کیا کہ خدا کا کسی کو دست و بازو نہ مانا جائے یا کلمۂ ایمان میں شریک نہ کیا جائے تو ساری نیتیں سارا عمل خیر اور سارے یقین بیکار ہیں - خدائی کا اقرار ان کے اقرار کے بغیر کوئی چیز نہیں - وہ نہ ہوں تو خدائی پھیکی اور بے کیف ہے - وہ تقریباً خدا کے ساتھ پیدا ہوئے جس وقت کچھ نہ تھا تو وہ تھے - لاکھوں سال تک ان کا نور عرش کے پائے کے پاس رکھا رہا - نہ کہاں کہاں پھرتا رہا - آدم علیہ السلام ابھی کیچڑ پانی ہی میں تھے کہ وہ خدائی درجے طے کر چکے تھے - گویا اللہ میاں ان کا نور ساتھ لئے پھرتے تھے - اور نہ معلوم کیسے کیسے ارادے اور کیا کیا آرزوئیں اور تمنائیں اور حسرتیں اس سے وابستہ تھیں - ابھی آنان حوا نے نسل انسانی کی زحمت بھی نہ اٹھائی تھی کہ ذوات مقدسہ پہلے ہی موجود تھیں - آئے تو اپنے وقت پر لیکن نور انبیاء میں منتقل ہو رہا - پہنچے صلب انسانی کے ذریعے گو ان کی پیدائش عام طریق پر نہ تھی - ان کے جسم عام جسم نہ تھے یعنی وہ عناصر اربعہ کے سوا نور سے مرکب تھے - جب خدا نے اپنی نشانیاں دکھائی ہیں تو رسول نے سر وقت جلال میں بھی انہیں ہی دیکھا تھا - تمام پیغمبران کی مصیبتوں پر روئے - وحی و الہام منقطع نہیں ہوئے - ہر زمانے میں موجود رہتے ہیں ورنہ یہ خدا کا کارخانہ ٹکڑے ہو کر فنا ہو جائے - لاکھوں پیغمبران کے آنے کی تمہید تھے - اولوالعزم پیغمبروں سے بزرگ

Marfat.com

ہیں - قرآن جیسی گونگی کتاب کو انہوں نے ہی سمجھایا ورنہ ساکت وصامت پڑی رہتی - دنیا نہیں مٹے گی قیامت نہیں آئے گی جب تک یہ اس پر ایک بار حکومت نہ کرلیں -

ایک فرقہ تو ایسا آیا اس نے زندوں ہی کو حیثیت بنا کر دیدی - اور انتظار اب بھی بدستور ہے ایک شاخ قائم باللہ کا انتظار کر رہی ہے - درزی کہتے ہیں کہ وہ خدا تھا اور آنے کا وعدہ کر گیا ہے آخری شاخوں میں سے تو ایک نے صاف ہی کہ دیا کہ خدائے قدیر ہوں رسولوں کا بھیجنے والا - اس میں بھی وہی پرانی بات ہے کہ ہمیں مان لو دونو جہاں حاصل ہو جائیں گے - توہم پرستی کا پشتارا ہے - مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے جو خرابیاں پیدا ہو سکتی تھیں اور جو اختلافات اور فرقہ بندی آسکتی تھی اس سے زیادہ آئی - نکتہ آفرینی اور متخیل بازی ہوئی کہ تو یہ بھلی - مسلمان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے - پہلے ٹوٹا ہیں مارتے ہیں الف ہو ہو جاتے ہیں - پھر پہلے خیالات کی مشابہت دیکھ کر کان ڈال دیتے ہیں - کبھی ہی غلاظت لادی جائے سمجھتے ہیں کہ ہمیں اب صلہ ملا - آفتاب و مہتاب ہماری کمر پر لدے ہوئے ہیں - خوش ہوتے ہیں - فخر کرتے ہیں کہ راہ ہدایت پالی -

خدا سے ہٹانے اور شرک پر لگا دینے والے اسباب نہایت دردناک ہیں - فطرت انسانی کو وہم پرستی پر گرفتی ہی رہی لیکن اُن پر بھی رحمت ہو جنہوں نے ایسے اضافے کر کے اسلام کے اصول سے بیگانہ کر دیا - سب سے بڑا سبب یہ ہوا کہ قرآن مجید کو یا تو جھاڑ پھونک کیلئے رکھ چھوڑا یا مولویوں کے حوالے کر دیا جنہوں نے علم تو بہت پڑھا لیکن کتاب الٰہی کو بہت کم دیکھا اور دیکھا بھی تو اس سے اپنے وہم کی تائید کرائی - عوام تو عوام متوسط طبقے کو بھی معلوم نہیں کہ اس میں لکھا کیا ہے - جب تک عرب رہے وہ اپنی زبان کی چیز کو سمجھتے رہے اور اسوا پر نہ گرے بعد میں سب نے اپنی ہی کہی - کیا اچھا ہوتا کہ جس ملک میں بھی پہنچتا متن کے ساتھ اس زبان میں ترجمہ کر دیا جاتا - لکھے پڑھے تو کم سے کم اس کے اوامر و نواہی سے واقف ہو جایا کرتے - خدا نے حفاظت کا وعدہ کیا تھا لیکن انسانوں نے حفاظت کی نیت

Marfat.com

باندھ کر مطلب فوت کر دیا۔ متن کو قائم رکھ کر ترجمہ ہو جایا کرتا تو توریت و انجیل کی طرح یہ کتاب مسخ نہ ہوتی اور کوئی مطلب بھی سمجھتا۔ انجیل کے ترجمے سب پڑھتے ہیں اور اس کی آئتیں پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو موڑتے ہیں مسلمان بچاروں کو یہ معلوم ہی نہیں کہ ان کی کتاب میں کیا لکھا ہے۔

اگر قرآن کی تمہیدوں پر نظر رہتی اور معلوم ہوتا کہ پچھلی قومیں کیا کرتی رہی ہیں جو اتنی سے دے کی گئی ہے تو مسلمان شرک کا ارتکاب ہرگز نہ کرتے۔ جن خیالات سے شرک نے راہ پائی ان کا بیان ہو چکا اسباب لکھ دیئے گئے۔ کس طرح گنجائشیں نکالی گئیں۔ اور کس طرح ہر ایک نے اپنے آپ کو حق پر سمجھ کر تفرقے کو پیار کیا۔ اس دین کے ٹکڑے اڑا دیئے جس کا تجزیہ خدا و رسول نے نشیب و فراز دکھا کر ناممکن کر دیا تھا۔ گو وہ دین خالص اللہ والا اسلام اب بھی اس کی کتاب میں موجود ہے اس کو کیا کیجئے کہ اب ذہن اس اختصار پر نہیں آسکتے۔ خدا و رسول اور اچھے عمل روزمرہ کے معاملات کی درستی پر جھکنا ناممکن ہو گیا ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ اختلاف تو شرک نے ڈالا ہے۔ اس طرح کہ بزرگانِ دین کے گھٹاؤ بڑھاؤ میں لگ گئے۔ ورنہ اب بھی قرآن میں ہر نگاہ پر دیکھ سکتے ہیں۔ ہر سورے میں "مِن دون اللہ" کی ضربیں آجاتی ہیں۔ وہ اس سے بالاتر ہے جسے وہ شریک کرتے ہیں "مَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ" لوگ پہلے ایک ہی فریق تھے۔ پھر باہم اختلاف کیا اور اے رسول! اگر تیرے رب کیطرف سے ایک بات پہلے ہی مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کر دیا جاتا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں "وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ۔ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ الخ" یہ لوگ اللہ کے سوا ان کو پوجتے ہیں جو نہ انہیں نقصان

پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ اے رسول! ان سے کہدے کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اس کے علم میں نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور اس سے بالاتر ہے جو وہ شریک کرتے ہیں"

ان آیتوں کے ہوتے مسلمان کو کس طرح جرأت ہوئی کہ وہ شرک کو اصل دین بنا بیٹھے ساری سفارشوں کی حقیقت ان سے کھل جاتی ہے جن کے سہارے پر ہم نے بزرگوں کو خدا کی خدائی میں شریک کرکے ان کو دیوی دیوتاؤں سے بھی آگے نکال دیا ہے۔ اگر خدا قرآن کے بیان کے مطابق اپنی خدائی کا مالک ہے۔ وزیروں امیروں اور خزانچیوں کی محتاجی نہیں رکھتا۔ ایسے انتظام کے لئے نہ کلرک درکار ہیں نہ معمار و مزدور۔ وہ سنتا ہے دیکھتا ہے بندوں کی ضرورتوں سے واقف ہے کروڑہا کروڑ عالموں کا انتظام کر رہا ہے تو ہماری مدد کے لئے مددگاروں کا کیوں محتاج ہے۔ کیا اس نے بھی محکمے بنا رکھے ہیں کہ نیچے سے عرضی پہ نوٹ لکھے ہوئے آئیں گے تو ان کے مطابق وہ حکم صادر کریگا۔ شاید اسی لئے ہم عریضے لکھ لکھ کر دریاؤں میں ڈال رہے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ وہ عالم الغیب ہے اور غیب سے کسی رسول کو بھی ضرورت کے مطابق ہی واقف کرتا ہے دلوں کی گہرائیوں سے واقف ہے۔ اسی لئے کہا ہے کہ میرے سوا جو کچھ پوجتے ہیں بیکار ہے وہ نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ افسوس اختلاف ایسی ہی وہمی باتوں سے پیدا ہوا ہے کہ کہ دوسروں کے بزرگ غدار سہی نہیں ہمارے اس کی گود میں بیٹھے ہیں۔ دوسرے تو یونہی رہنے جلا ہے تھے۔

سفارشوں کے قائل اس بیان پر یہی کہتے ہیں کہ ہم کوئی شرک کرتے ہیں بزرگوں کو خدا کا محبوب مانتے ہیں۔ خدا کے یہ ارشادات تو اس زمانے کے مشرکوں عیسائیوں اور یہودیوں کے بارے میں ہیں۔ ہم پر صادق نہیں ہم کوئی بت بنا کر پوجتے ہیں۔ ان ضدیوں کو خدا نے صاف کر دیا ہے "وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنَّهٗ

لا الٰہ الا انا فاعبدون - وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سبحٰنہ - بل
عباد مکرمون " اے محمدؐ! ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف
یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں اس لئے تجھی کو پوجو۔ مشرک کہتے ہیں کہ خدا کے
بیٹا ہے - میں اس سے پاک ہوں وہ تو معزز بندے ہیں کسی بات میں سبقت نہیں کر سکتے
بلکہ اس کے حکم کے مطابق کام کرتے ہیں - جو کچھ ان کے آگے پیچھے ہے خدا جانتا ہے - جس
سے خدا راضی ہو وہ اس کے سوا کسی کی سفارش نہیں کر سکتے " اس آیت سے انسان پرستوں
کی ساری عذر داریاں اور سارے اضافے باطل ہو جاتے ہیں - انبیاء کی تعلیم صرف خدا
پرستی کی تعلیم تھی - لوگوں نے تعلیم کو بدل کر معزز بندوں کو خدا بنایا - ان کی شفاعت کی
آڑ لی - ہم بھی یہی کر رہے ہیں کہ معزز بندوں کو خدا کا شریک بنا رہے ہیں اور کن کو؟
اور رسول کو نہیں بلکہ اس کے عزیزوں کو خدائی کا شریک ٹھیرا تے ہیں - رات دن انہی کو
چمٹے رہتے ہیں - جس طرح پچھلے اپنے بزرگوں کو پوجتے رہے وہی صورت ہماری ہے بلکہ
اس سے زیادہ - حالانکہ وہ معزز بندے ہیں ہم پر ان کی عزت ہے ایمان میں شرکت نہیں
ایمان تو خدا و رسول پر موقوف ہے پھر قرآن کے حکم اور روز مرہ کا اچھا عمل - اگر
کوئی یہ کہے کہ پچھلے بت پرستی کرتے تھے اس لئے خدا نے لے دے کی ہے - پچھلی آیت
عباد مکرمون بتا رہی ہے کہ وہ بھی ہماری طرح اپنے بزرگوں کو پوجتے تھے - یہ
آیت بھی اسی کی وضاحت ہے " والذین یدعون من دون اللہ لا
یخلقون شیئا وھم یخلقون - اموات غیر احیاء وما یشعرون
ایان یبعثون - الٰھکم الٰہ واحد " وہ معبود نہیں یہ لوگ اللہ کے علاوہ
بلاتے ہیں کچھ بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کئے جاتے ہیں - مردے ہیں جن میں
جان نہیں - انہیں یہ بھی معلوم نہیں کب اٹھائے جائیں گے - لوگو! تمہارا معبود ایک
ہی معبود ہے -

Marfat.com

مسلمانوں پر افسوس ہے چاہے وہ کسی فرقے کے ہوں شرک کی کس طرح گنجائش نکال لی۔ جنہیں ہم پوج رہے ہیں کیا یہ آیت اُن پر صادق نہیں آتی؟ بتوں کے بارے میں لفظ خلقت نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا کہ وہ لوگ بھی ہماری طرح انسانوں کو پوجتے تھے۔ موت اور زندگی بتوں کے لئے نہیں۔ یہ انسان پرستی کی طرف کھلا اشارہ ہے۔ بت قیامت کے دن کیا اٹھائے جائیں گے حشر و نشر تو انسان کے ساتھ ہے۔ قیامت کے دن لات و ہبل میں جان نہیں ڈالی جائے گی بلکہ جن کے نام پر وہ پوجے گئے ان کو زندہ کر کے پوچھا جائے گا۔ اُن سے ہی پوچھا جائے گا جن کی یادگاریں بنا کر ہم پوج رہے ہیں۔ جن کی قبروں کی خاک چہرے پر مل رہے ہیں سجدے کر رہے ہیں ان سے ہی سوال ہوگا۔ جس طرح حضرت عیسیٰ سے پوچھا گیا "وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ۔ قَالَ سُبْحٰنَکَ الخ" اور جب اللہ نے کہا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا لوگوں سے تو نے کہدیا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو دو معبود بنا لو۔ اس نے کہا تو پاک ہے۔ مجھے کب لائق ہے کہ وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں ہے۔ اگر میں نے یہ بات کہی تو تو اسے ضرور جانتا ہوگا۔ اس لئے کہ تو میرے دل کی جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات سے واقف نہیں۔ تو عالم الغیب ہے۔ میں نے تو وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی۔ اگر ہمارے شرک کی یہی حالت رہی تو ہم بھی اپنے بزرگوں کی پیشی کرا کے چھوڑیں گے۔ ہم بھی تو یہی کر رہے ہیں۔

مسلمان رسول کی ہی پوجا پر لگے ہوئے نہیں ہیں ایک بڑا فرقہ تو سب کے بزرگوں کو ملا کر پوج لیتا ہے پھر اگر کہیں اینٹ بھی دبا دی جائے تو جھٹ قبر بنا کر سبز چادر ڈال کر مورچھل ہلانے بیٹھ جاتا ہے۔ اوروں کے خدا تو مقرر و معین ہیں۔ اس کے خداؤں کا شمار سناتن دھرم سے بھی زیادہ ہے۔ حالانکہ قرآن اب بھی چلا چلا کر کہہ رہا ہے "اَتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ

وَرُهبانهم اربابًا من دون اللہ والمسیح ابن مریم۔ وما امروا
الا لیعبدوا الٰھًا واحدًا لا الٰہ الا ھو۔ سبحٰنہ عما یشرکون الخ
اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا بنایا اور مریم کے بیٹے مسیح کو بھی۔ حالانکہ
انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی بندگی کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں
و بشریک بنانے سے پاک ہے۔ اللہ کے دین کو پھونکیں مار کر بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اس
سے کم پر راضی نہیں کہ دین اسلام کے نور کو پورا کرے۔ چاہے کافروں کو کتنا ہی ناگوار گذرے۔
اسی نے اپنے رسول کو سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے چاہے
مشرکوں کو برا ہی لگے "۔ اس آیت میں احبار و رہبان کا ذکر ہے۔ ہم بھی تو آغاز کے علماء
سلفین اسلام کو پوجتے ہیں۔ چاہے ان کا اصطلاحی نام کچھ ہی رکھ چھوڑا ہے۔ درویشوں اور
اور ولیوں کو پوجتے ہیں حالانکہ وہ بھی رہبان احبار ہیں درویش ہیں۔ لیکن دوسرے پوجیں تو
کافر ہیں اور ہم مومن پوجیں تو پکے دیندار ہیں۔ بلکہ جو ان باتوں کو شرک کہیں وہ ہمارے
نزدیک گردن زدنی ملحد بے دین ملعون و مردود ہیں۔ ان کو قاضی الحاجات بنائے بیٹھے ہیں
جو ہم سے بھی زیادہ مجبور و موزور تھے۔ اس لئے کہ وہ خدا تھے اور ان پر بھی وہی حالات
گذرے جو ہم پر گذرتے ہیں۔ خدا ہی مسلمانوں کا قاضی الحاجات ہے " الیس اللہ
بکافٍ عبدہ "۔ کوئی سمجھدار اس آیت پر نظر ڈالے کیسی حسرت ٹپک رہی ہے
کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں "۔ ایسی آیتوں کے ہوتے ہم غیر اللہ کو پوجنے
ہوئے ہیں؟ خدا کو کافی نہ سمجھکر انوار مقدسہ قائمہ کو پوج رہے ہیں!

حاشا کلا انہیں پرستشوں نے ہمارے ٹکڑے اڑائے ہیں فرقہ بندی پیدا کی
ہے۔ اب ہم خدا پر بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ گروہ پر گروہ اور شاخوں پر شاخیں ہیں
سب ایک دوسرے کو گمراہ سمجھتے ہیں۔ کاہے سے؟ غیر اللہ کو پوجنے سے! قرآن نے
تو سب کچھ کہدیا تھا اس کی کس نے پروا کی " ان الذین فرقوا دینھم وکانوا

Marfat.com

شیعًا لست منھم فی شیٔ - انما امرھم الی اللہ - ثم ینبئھم بما کانوا یفعلون " بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہ بن گئے - تجھے ان سے کیا مطلب - ان کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے - وہ انہیں جتائے گا جو کچھ کرتے تھے "
واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا - فاذکروا نعمت اللہ الخ "
مسلمانو! سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو - خدا کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے - اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی تو تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے " افسوس ہم نے اس کی رسی کو چھوڑ کر سینکڑوں ٹکڑوں میں پکڑ لیں اور اس کے فضل سے محروم ہو گئے ورنہ ان حالوں کو نہ پہنچتے " ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البینات - واولئک لھم عذاب عظیم " مسلمانو! ان کی طرح نہ ہو جن کے پاس کھلے کھلے احکام آ چکے تھے پھر انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور پھوٹ ڈالی - انہی لوگوں کو تو بھاری عذاب ہوگا " یہ کہنا کہ فلاں فلاں نے پھوٹ ڈالی کوئی عذر نہیں - ان کے بعد ہمیں اکٹھا ہو جانا چاہیئے تھا - وہ تو غرض کے اندھے تھے دوسروں کو خیال کر کے " تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم " بیچ میں کھڑے ہو کر پڑھ دینی چاہیئے تھی - الگ دین بنانے کی کیا بات تھی ؟ اب چال یہ ہے کہ کافر و مشرک سب اکٹھے ہیں اور ہم ایک خدا والے نہ اکٹھے ہیں نہ ہو سکتے ہیں - حضرت جی کی برکت سے - سب مسلمان ہیں - اور اچھوتوں کی طرح الگ حقوق مانگتے ہیں -

قصہ سارا بزرگوں کے پیچھے ہے - کیا اچھا ہوتا کہ ان پر دین کو موقوف نہ سمجھ کر اپنی رائے کے مطابق ان میں سے اپنی اپنی پسند کے چن لیتے باہمی کھنڈت سے تو بچتے - قرآن کے کھلے احکام کے بعد اختلاف تو نہ ڈالتے اور عذاب عظیم کے مستحق تو نہ بنتے - یہ کہنا کفایت نہ کرے گا کہ ہم نے تھوڑا ہی اختلاف ڈالا ہے - کوئی فرقہ بھی اس عذاب سے باہر نہیں - اس لئے کہ خدا پرستی سے اختلاف تھوڑا ہی ہوا ہے - اپنی رائے سے بزرگوں کے انتخاب پر جو تی

Marfat.com

چلی ہے - پھر قرآن نے اختلاف کا جو نتیجہ بتایا تھا کیا وہ ابھی نکلا نہیں "لاتنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین" اللہ و رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں نہ جھگڑو - اس سے تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی - اور صبر کرو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے" بیشک بزدلی آگئی وہ جوش اور سچی دلیری نہ رہی جو اتفاق اور یکجہتی میں ہوتی ہے پھر ہوا کیا تھی رہتی - یہ اس لئے کہ ہم نے صبر و تحمل سے کام نہ لیا اور آپس میں خلیجیں حائل کر کے تفرقہ بیں شروع کر دیں -

کاش مسلمان ان مقامات کو دیکھیں اور مسلم ہو جائیں - اللہ والے اسلام کو مضبوط پکڑ لیں اور بزرگوں پر رحمت بھیجیں ان کی عزت کریں - اور بیشک اپنے اپنے انتخاب کی آزادی ہونی چاہیئے اتنی آیتیں لکھی ہیں - کوئی غور سے پڑھے اور حقیقت پر نگاہ ڈالے تو ناممکن ہے کہ خالص اسلام اس کے سامنے نہ آئے ؛ باقی رہا کہنے والا اور چونکانے والا وہ تو محض اسلام کی ہمدردی میں کہہ رہا ہے جو کچھ کہہ رہا ہے - اس کام کے لئے وہ کافر ملحد مرتد کے الفاظ کو دعاؤں کے برابر سمجھتا ہے - گو سمجھنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ بزرگوں کی پوجا ہوتی رہے اللہ میاں آپ راضی ہو جائیں گے - ایسے مرتدوں کی بات کیا سننی ہے "فانتظروا انی معکم من المنتظرین"

کیا درد تھا کہ ضبط سے دل میں نہ رک سکا
حق بات کہہ کے سنت میں سقراط نے جان دی

Marfat.com

آٹھواں عکس

نئی کروٹ

دنیا کی دار و گیر میں مغرب تھا محوِ خواب
کروٹ جو لی جہان کا دفتر الٹ دیا!

پیغام الٰہی کی جو روح رسولِ تہامی نے ذریت اسماعیل کے ساتھ اہلِ عرب کے دلوں میں بھر دی تھی وہ مشرق و مغرب کی وسعتوں میں پھیلی۔ ادھر اللہ اکبر کی آواز دیوار چین سے ٹکرائی ادھر شمالی افریقہ اور اسپین سے ہوتی ہوئی فرانس کے میدانوں میں گونجنے لگی۔ دنیا میں ایک عالمگیر انقلاب آیا۔ نیا نظامِ معیشت، نئے نئے مہذب ممالک پر چھا گیا۔ توحید پرستی کی روشنی نے قوموں کی زرخیز خیالی کو آزادی سے بدل دیا۔ عربوں کی تہذیب و ترقی یورپ سے راہب خانوں پر منڈلائی۔ عمامہ پوش تیز ہوش گندمی رنگ کے آزاد رووں سے ان کا سابقہ پڑا۔ سمجھ کی باتیں ستھری عبائیں چست پھریرے جسم روشن خیال ہنر پرستی علمی مذاق جدت پسند ذہنیت ایک خدا کا نظریہ ترقی پسند تعمیری دور دیکھے تو انگڑائی لی۔ اپنی فضا پر نظر ڈالی۔ ان کے قصر و ایوان اور رہائش کے عمدہ طور طریقے دیکھے۔ تقشف اور ترکِ دنیا کی وجہ سے وہ نہانے کو معیوب سمجھتے تھے۔ صحت کے اصول سے بے بہرہ تھی۔ عمل کا کوئی معیار نہ تھا۔ گناہ پادریوں سے معاف کرا لیتے تھے۔ لاکھوں مرد اور عورتیں خیالی نیکی میں ڈوب کر اپنی عزیز عمریں گرجاؤں اور راہب خانوں میں ضائع کر رہی تھیں۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کے بتوں کے سامنے بیٹھا نیاں رگڑ رگڑ کر نجات کی راہ ڈھونڈی جا رہی تھی۔ پوپ کا اقتدار اب ہلانے کی جرأت نہ دنیا تھا۔

Marfat.com

صحرا نشینوں کی آزاد روی کو دیکھ کر احساس میں بیداری آئی ۔ علمی شوق نے گدگدایا۔ بائبل کے نسخے گرجاؤں کی میزوں پر چھوڑ کر تحصیل علم کے لئے قرطبہ کی تلاش میں کوہِ پائرنیز عبور کر گئے ۔ دوسرے راستوں سے پہنچے اور یونیورسٹی میں داخل ہو کر عربوں کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا جن کو وہ کافر سمجھتے تھے ۔ دیگر علوم کے ساتھ ابن رشد کا فلسفہ لے کر گھر لوٹے ۔ انسانی ترقی کے حالات بیان کئے ۔ مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کو سراہا ۔ اسپینی شہروں کی شان و شوکت کے نقشے کھینچے ۔ عمارات و تصور کے دماغی خاکے بنا کر دکھائے ۔ صنعت و حرفت تجارت و امارت کا حال کہا ۔ عربوں کی شہادت و بسالت فنون سپہ گری و شجاعت کی تصویریں کھینچیں ۔ یورپ میں ہر طرف شوق بڑھا تانتا بندھ گیا ۔ دوسری طرف سلرنو میں پہنچکر طبی کالج سے فیض حاصل کیا ۔ علاج و مداوا سیکھ کر اصولِ صحت و طہارت کی خوبیوں سے آگاہ ہوئے ۔ شفاخانوں کے طریقے بیماروں کی تیمارداری علاج معالجے کا سلیقہ دیکھ کر آنکھیں کھلیں ۔ قرطبہ کے کتبخانے عیسائیوں کے لئے کفر و شرک اور شیطانی تعلیم کے ذخیرے تھے ۔ جب نظر پڑی تو معلوم کر کے حیران ہوئے کہ جن علوم کو وہ گمراہی خیال کرتے تھے وہ علم و اخلاق کا سرمایہ ہیں ۔ علم ہیئت کو عربوں کی عقابی نگاہ نے چار چاند لگائے تھے ۔ اٹلی کے ساحل پر ان کی بستیاں تھیں جن میں پہنچکر صاحبان بصیرت نے ستاروں اور سیاروں کی نقل و حرکت کا ذکر سنا تھا اور سسلی اور پلرمو کی یونیورسٹی میں تحصیل علم کے لئے پہنچے تھے انہیں فیوض نے ان کو بیداری کا پیغام دیدیا ۔

یورپ جہالت کی تاریکی کو محسوس کر چکا تھا کہ اتنے میں ایک اور انقلاب آیا ۔ ترکوں نے چھ سو ہجری میں قسطنطنیہ فتح کر لیا وہ قسطنطنیہ جس کی بد عہدیوں نے مسلمانوں کو چھ سو سال ستایا تھا ۔ ترک عیسائیوں کو دھکیلتے دھکیلتے خوش انتظام ہیں وائنا کی دیواروں پر جا کھڑے ہوئے ۔ یورپ میں کہرام مچ گیا ۔ گرجوں میں فریادی گھنٹے بجنے لگے لیکن تیمور کی ناصافیت اندیشی نے ان کو ناکام کر کے لوٹا دیا ۔ اس دار و گیر میں جو اہلِ علم

Marfat.com

یونانی الاصل اپنے بزرگوں کے ذخیرے سینے کے نیچے دبائے بیٹھے تھے قسطنطنیہ سے نکل کر یورپ کے مختلف ممالک میں پھیل گئے۔ جو لوگ عربوں کی صحبت میں علم کی چاشنی چکھ چکے تھے یہ علمی ذخیرے ان کے ہاتھوں میں پہنچے۔ چرچا شروع ہوگئی۔ بیداری میں شرارے پیدا ہو گئے۔ لیکن مذہبی طبقے کی گرفت نے کھلا پٹا نہ کھانے دیا۔ ارسطو افلاطون اور دیگر حکمائے یونان کے علمی نشتر مذہبی تار پود میں اپنا کام کرنے لگے۔ اندر ہی اندر مواد پکتا رہا۔ اور چونکہ اس عام جہالت میں مذہبی طبقہ ہی لکھنے پڑھنے سے روشناس تھا۔ انہیں میں تحقیق و تفتیش کی آگ سلگتی رہی۔ قدرت نے ہر قوم کی ایک مدت مقرر و معین کر دی ہے "لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ" عرب کچھ نا التفاتی کچھ رفتار کی تھکن اور کچھ سوئے تدبیر سے کمزور ہو گئے۔ وہ مذہبی و سیاسی جوش اور قومی یکجہتی نہ رہی۔ اغیار میں رہ کر خصوصیات کھو بیٹھے۔ اسپین سواحلِ بحیرہ روم اور اندرونی علاقوں میں سوئٹزرلینڈ تک جا بسے تھے اہلِ یورپ کی بیداری اور جوش سے اکھڑنے لگے۔ اور رفتہ رفتہ ہٹ کر ساحل فرنچ پر آ ٹکے۔ پھر سمٹ سمٹا کر بحیرہ روم کے مشرقی کنارے پر ٹھہر گئے۔

بڑی وجہ یہ ہوئی کہ گریگری پاپ کے پروپیگنڈے نے تمام یورپ کو بھڑکا دیا قومیں کولنے کو نے سے کھینچ کر بیت المقدس کی رہائی کے لئے فلسطین پر آ پڑیں۔ تاہم ابھی ایسی حالت نہ تھی کہ ان وحشیوں کی رو کتھام نہ ہو سکتی۔ ابھی زنگی جیسا مدبر موجود تھا۔ عربوں اور ترکوں کی مشترکہ تلواروں نے تین تین لاکھ کے لشکر کاٹ کر کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ بعد میں صلاح الدین نے اس سیلاب کو پامردی استقامت اور تدبر سے روکا اور ایسا سبق دیا کہ دھارے کا رخ پھر گیا۔ جب یہاں کامیابی نہ دیکھی تو یہ لوگ کھسیانے ہو کر اسپین پر جا پڑے جہاں عربوں کی نا التفاتی اور سوئے تدبیر نے فرڈیننڈ اور ازبلا کو پہلے ہی کامیابی کی امید دلا دی تھی اور ان دونوں نے اتنا جنگ سے نہیں جتنا توڑ جوڑ اور چالوں سے غرناطہ کی بچی کھچی تہذیب کو ادھ موا کر رکھا تھا۔ ادھر سے یہ مدد پہنچ گئی تو زیادہ جرأت ہو کر ضربیں لگانے لگے۔ پھر بھی مسلمانوں نے چپے چپے اور بالشت بالشت زمین کے

Marfat.com

لئے خون کی ندیاں بہائیں۔ عورتوں تک نے مردانہ جرأت کی وہ داد دی کہ تاریخ کے ورق
البتہ سنہرے ہیں۔ آخر کار موسیٰ الترا جل کی شمشیر زنی کے بعد تیس لاکھ مسلمان وہاں
سے نکل کر الجیریا مراکش اور ساحلی علاقوں میں آ گئے۔

گو ابھی تک ترک یورپ کے ایک حصے پر قابض تھے لیکن اسپین کی رکاوٹ ہٹنے کے
بعد اہلِ یورپ نے ہاتھ دکھانے شروع کئے۔ ادھر سے فرصت مل اطمینان ہوا تو دوسرے
مشاغل کی طرف جھکے۔ اسپین والے عربوں کے شاگرد تھے کچھ دنوں ہاتھ پاؤں مارتے رہے۔ ترکوں
کی وجہ سے خشکی کا راستہ مخدوش ہو گیا تھا۔ ہندوستان کے سلسلے دولت اور تجارت کے لالچ میں
بحری راستے کی تلاش ہونے لگی۔ کولمبس اس تگ و دو میں امریکہ جا پہنچا۔ اس براعظم کے معلوم
ہونے سے اہل مغرب کو آگے بڑھنے کا موقع ملا ایک نیا میدان ہاتھ آ گیا۔ آپس کے مذہبی جھگڑوں
یا اصلاح کنندوں کے اختلاف سے جو مغرب چھوڑ گئیں تھیں وہ خود یا بحر امریکہ جانے لگیں
ہمت والے دلیر پہنچے اور سونا سمیٹ سمیٹ کر لانے لگے۔ قافلے کے قافلے آباد کاروں کے
جا بسے۔ ادھر البرقوق اور واسکوڈے گاما نے ایک عرب جہاز ران کی مدد سے بحری راستہ
تلاش کر لیا۔ جس کے پیچھے اتنی سرگردانی ہوئی تھی۔ اب یورپ کے ہر ملک کے حوصلے بڑھ گئے
پرتگال اسپین ہالینڈ کے بعد انگریزوں نے بھی ہاتھ پیر نکالے۔ مشرقی ممالک پر جو اب مغرب
کی گھڑ دوڑ کا میدان بن گیا تھا آہستہ آہستہ دست درازی کرنے لگے۔

ڈریک پہلا انگریزی سیاح ہے جس نے دنیا کے گرد چکر لگایا۔ اس کی کہانی بھی کولمبس
کی طرح دلیری اور جستجو کا بہترین نمونہ ہے۔ دو دو مہینے پانی میں چلتے رہے اور مستقل مزاجی
سے کنارے پکڑے یا دو یا داں کے طوفانوں سے لڑے۔ ساحلی علاقوں کی قوموں سے لڑتے
مرتے رہے۔ طوفانوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ کئی بار جہاز غرق ہو گئے۔ بھوک اور فاقوں
نے الگ ہلکان کیا۔ اسی سفر میں ڈریک کی سینہ زوری نے اسپین والوں سے مخالفت مول
لی۔ کہیں ان کو مارا کہیں مال و اسباب کے ساتھ سونا لوٹا۔ یوں مصائب جھیلتا رقیبوں سے

Marfat.com

لڑتا اور سونا چاندی جمع کرتا ہوا ۱۵۸۸ء میں ۲۵ ستمبر کو انگلینڈ پہنچ گیا اور اپنی انوکھی معلومات سے ملکہ الزبتھ کو حیران کر دیا۔ یہ سفر یورپ والوں کے لئے اور بھی ہمت افزا ثابت ہوئے دنیا کو ناپنے لگے۔

مشرق میں کیا دم تھا عرب تھے سو اب کمزور ہو گئے تھے۔ یورپ کا اقتدار بڑھ گیا۔ دولت کا الگ اضافہ ہوا۔ ساتھ ہی ساتھ ذہنی دماغی تبدیلی خوشگوار سے ہو رہی تھی لوتھر کی اصلاح سے تیز ہو گئی۔ اس نے عیسائیت کو سخت بلٹا دیا۔ تنگ نظری دور ہوئی۔ روشن خیالی نے دماغوں میں بغاوت پیدا کر دی۔ ہزار سال سے پاپائے روم کا اقتدار ممالک کی باگ ڈور سنبھالے بیٹھا تھا ڈھیلا پڑ گیا۔ سیاسی اختیارات سمٹ کر بیٹیکن کے اندر محصور ہو گئے فرانس میں والٹیئر اور روسو شہنشاہیت اور امرا کے جبر و تشدد کے خلاف جو آگ بھڑکا رہے تھے انقلاب فرانس کی صورت میں بھڑک کر یورپ کے ممالک کو روشن کر گئی۔ آزادی کی ہر طرف بنیادیں پڑ گئیں۔ عیسائیت کے تحکمہ احتساب کے پھندے ڈھیلے ہو گئے دریوں کے فتووں سے جان چھوٹی۔ مذہب کے نام پر اہل علم اور صاحبان تحقیق نے ان کے ہاتھوں دو سو سال صعوبتیں جھیلی تھیں۔ ان سے چھٹکارا ہو گیا۔ حال یہ رہا کہ پادریوں کے خیال کے خلاف کسی نے ایک حرف بھی زبان سے نکالا تو فوراً شکنجے میں کس دیا گیا۔ ایسی دردناک سزائیں ملتی تھیں کہ ڈاکوؤں کو بھی نہیں دی جاتیں۔ کتنے تنوروں میں جھونک دیے گئے۔ چتاؤں میں جلا دیئے گئے اور نہ معلوم کتنے قید و بند کی سختیاں جھیل کر مر گئے۔

گلیلیو پر صرف یہ دعویٰ کرنے کے سبب دو مرتبہ مقدمہ چلایا گیا کہ زمین گول ہے۔ سورج کے گرد حرکت کرتی ہے۔ بہت سے زور باکر ثبوت دیئے لیکن پادریوں کی بالا جانے یہی کہتے رہے کہ انجیل کے خلاف ہے۔ آخر بیچارہ کسی قدر شناس کی سفارش سے رہائی پاکر زبان بند کر کے گھر میں بیٹھ رہا۔ اپنی ایجاد کردہ دنیا کی پہلی دوربین لے کر چھت پر ستاروں

اور ستیاروں کا معائنہ کرتا رہتا تھا - وہ علمِ ہیئت کا پیغمبر کیسی بے بسی میں رہا دیکھ کر جگر پھٹتا ہے - یہ ناشناس دنیا شہیدانِ علم پر کتنا ظلم کرتی رہی ہے - تاہم اس نے کئی مرتبہ چاہا کہ مذہبی رکاوٹوں کا طلسم توڑ دے لیکن یہ کام اگلوں کے مقدر میں تھا - آخر اس مشہورِ آفاق عالم نے اسی کس میپرسی لعنتوں اور پھٹکاروں میں دم توڑ کر جہلا کی ٹھوکروں سے نجات پائی - کام بدستور جاری رہا - کلیسا کا جبر اسے نہ روک سکا - جو بیداری پیدا ہو چکی تھی آنے والے قائم رکھنے کے لئے قربانیاں دیتے رہے - آخر کار اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں روک باگیں بالکل ڈھیلی ہو گئیں - اہلِ علم کامیاب ہوئے - مخالفوں کے زور ٹوٹ گئے اور تحریر و تقریر کی آزادی کا میدان ہاتھ آگیا -

ان رکاوٹوں اور زحمتوں نے مذہب سے رہا سہا بیزار کر دیا تھا - پہلے اسی پر ضربیں لگائیں - اس کے سارے نظریے توڑ پھینکے - پھر تیز نظر اور انوکھے دماغ پتال کی خبر لانے لگے - ڈیڑھ ہزار سال پہلے یورپ کے ایک کونے اور کنارے لے کر وٹے لے کر مشرقی ٹمٹماتے نور کو سورج بنا دیا تھا - اس دوسری کروٹ میں دنیا ہی نئی بنا ڈالی - غور و فکر کی برکت سے وہ انقلاب پیدا کیا کہ پچھلی دنیا کے خواب و خیال میں بھی نہ آیا تھا - عرب استادوں سے اختراعاتِ علوم و فنون اور کلوں کی ایجاد نے ہزاروں میل آگے نکال دیا - انسانی خیالات کے ہر شعبے کو پر کھنے والے آئے - والنٹیر ہیگل، بوپ، ہیوم، ہربرٹ اسپنسر، ڈرائیڈن، بیکن، آپلے، ورڈسورتھ، میکالے، ہکسلے، سیموئیل کالرج، براؤننگ، کیٹس، ڈکنز، شیلے، ٹینی سن، رسکن، یورپ میں اٹلی فرانس جرمنی اور خاص کر انگلینڈ نے نیر نظر انسان پیدا کر کے ہر علم اور ہر فن پر احسان کیا - جنہوں نے خیالات کی کایا پلٹ دی ہر خیال کو سرے سے پرکھ ڈالا - پھر رو رعایت کاہے کی تھی نہ زمین کو بخشا نہ آسمان کو -

کوئی تبدیلی دفعتہً واقع نہیں ہوتی - تغیرات رفتہ رفتہ بروئے کار آتے ہیں - یورپ کے انقلاب میں بھی صدیاں خرچ ہوئی ہیں - آغاز کے لوگوں میں تشکیک کا بڑا درجہ ہے

Marfat.com

اس نے خیالات کو پرکھنے کے بجائے فطرت انسانی کی تحلیل کی ۔ اصل یہ ہے کہ اس کے روزمرہ کے افعال و اعمال کو جانچ کر نفسیات کی بنیاد رکھدی جو آنے والوں کے لئے ایک زبردست تحریک ثابت ہوئی ۔ اُس وقت علمی جستجو کا آغاز تھا ۔ راجر بیکن نے نئی تحقیق کی بنیاد رکھدی تھی ۔ پھر بھی ذرائع وسائل بہت محدود تھے جبکہ تیز نظر انوکھے شکسپیر نے انسانی دل و دماغ کو کھنگالنا شروع کیا ۔ اُس کی باریک بین دور اس نگاہ نے گوشت پوست کے پردوں کو خیال کے نشتر سے ہٹا کر فطرت کے نقش و نگار کو عریاں کر دیا ۔ بچے بوڑھے جوان اور پیر خود سر غریب امیر شہری دیہاتی عالم جاہل بازاری درباری سب کے قول و فعل کو جانچ لیا ۔ رگوں اور نسوں کی گہرائیوں تک پہنچ کر اُن مرکزوں کو معلوم کر لیا جن سے نیتیں اور خیالات بن بن کر نکلتے ہیں ۔ جوہر موڑ پر ڈھکے جاتے ہیں ۔ ہر موقع پر بصارت اور بصیرت سے چھپائے جاتے ہیں اور سخت احتیاط کے ساتھ الفاظ کے غلافوں میں لپیٹے جاتے ہیں ۔

محبت کے پرستاروں سے ایسی باتیں کہلائیں جو حقیقت میں واقع ہوتی ہیں ۔ افسانوں کے پیرایے میں پیش آنے والے واقعات بیان کئے ۔ دوسروں کی زبان سے وہ صداقتیں بیان کیں ۔ جو رات دن پیش آتی ہیں ۔ لیکن تیز نگاہیں بھی اُن تک نہیں پہنچتیں ۔ اپنے یہاں چیزیں بہت شاذ ہیں ۔ مقاماتِ حریری کے مصنف نے لفظی صنعتوں کے ڈھیر لگا دیئے جیسا کہ ایشیا کا خاصہ ہے مطالب و خیالات کی بہت کمی رہگئی ۔ مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو مشرق و مغرب کا فرق نمایاں ہو جاتا ہے ۔ یہاں لباس کی ٹیپ ٹاپ اور ظاہری ملمع سازی تک دماغ پہنچتا رہا ہے مطالب و معانی کی خوبی سے بہت کم سروکار تھا ۔ وصاف اور درہ نادرہ اس خصوصیت کی بہترین مثالیں ہیں ۔

شکسپیر کی یہ ایک بات کتنی حقیقتوں پر مبنی ہے کہ "دنیا میں کوئی بات بھی اچھی بُری نہیں انسان کا دماغ اُس کو اچھا یا بُرا بناتا ہے" یہی صورت ہے جو تمام خیالات اور پسند ناپسند کے فلسفے پر حاوی ہے ۔ جن باتوں کو ایک جماعت حقارت سے ٹھکراتی ہے دوسرا

Marfat.com

طبقہ اس کو نور اور تازہ روح سمجھ کر سینے سے لگا لیتا ہے۔ لوگ ہر خیال اور ہر نظریے سے محبت و نفرت کرتے ہیں۔ اسی اصول پر بہتر بدتر ہے اور بدتر بہتر سمجھا جاتا ہے۔ یورپ کے عقلا کی باتوں کی مثال ہمارے ادب میں کم ہے لیکن ہمارے عقلا نے بھی غور و فکر سے اقوال میں حقیقتیں بیان کی ہیں۔ عربوں کے اقوال ان کے مقابلے میں رکھے جا سکتے ہیں۔ اردو میں بھی چیدہ چیدہ باتیں ملتی ہیں۔ خدائے سخن میر تقی میر کی نگاہ شکسپیر کے اس نکتے پر پہنچتی ہے بلکہ کچھ آگے نکل گئی ہے۔ اُن کی ایک غزل ہے جس کا مقطع ہے:-

سخت کافر تھا جس نے پہلے میر
مذہب عشق اختیار کیا۔

اسی میں فرماتے ہیں:-

یہ تو ہم کا کارخانہ ہے
یہاں وہی ہے جو اعتبار کیا

اس اختصار میں بڑی وسعتیں ہیں۔ خوخیال بھی مان لیا جائے اس سے باہر نہیں۔ خیالات و معتقدات کی ساری دنیا ان دو مصرعوں میں سمودی ہے۔ اپنی اسی تیز نظری پر افسوس کر کے اور ناقدر شناسی کا گلہ کر کے ایک جگہ فرمایا ہے:-

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ میر سودا اور غالب جیسے استادوں کو اگر ماحول اور فضا یورپ کی ملتی تو یہ دلوں سے حقیقتوں کے موتی نکالتے۔ ہندوستان کی فضا ہی کیا اور پھر وہ بھی گراوٹ کے زمانے میں۔ پھر بھی انہوں نے چیدہ چیدہ جو کچھ کہدیا ہے موجودہ اہلِ نظر کو دکھایا جا سکتا ہے۔

شکسپیر کی باتیں دیکھ کر "الشعراء تلامیذ الرحمٰن" پر نظر جاتی ہے

Marfat.com

اس کا زمانہ انگریزوں کی تاریخ میں بڑا اہم زمانہ تھا۔ بیکن، رسکن، رسیلے، اُس کے ہمعصر ہیں جنہوں نے انسان کو یونان کے بعد الفاظ کی ملاحت سے نکال کر معانی و مطالب کے حسن پر جھکا دیا۔ اگر شکسپیر نے اپنی نگاہ کی باریکیاں نظم اور ڈرامے میں دکھائیں تو ان لوگوں نے مضمون نویسی کا ایک عجیب میدان ایجاد کر کے نثر نگاری کو عروج پر پہنچایا۔ خیالات نظریات حقیقت نگاری اور تنقید کا ایک انوکھا طرز نکالا۔ انہی کی رہنمائی سے ڈرائیڈن اور پوپ وغیرہ جیسے مفکر بعد میں تیار ہوئے جن کی ذہنی بغاوتوں نے یورپ کو ہی نہیں تمام دنیا کو بدل دیا اور باریک بینی سے نہ کی کوڑیاں نکال لیں۔ وہ تخیر و قابلیت وہ اسلوب زندگی وہ الوالعزمی اور استقلال جس کے سہارے قدم بڑھتے ہیں جس سے دماغوں میں تفوق پیدا ہوتا ہے۔ حکومت کی قابلیت آتی ہے وہ ان اولین و متوسطین کی تحریروں میں موجود ہے۔ یورپ میں بیشک نئی روح پیدا ہو رہی تھی اور بلاشک وہ قدرتی امر تھی۔ لیکن ادبی انقلاب بھی اثر ڈالتے ہیں اور اسباب سے کم نہیں رہا۔ گوئٹے کی قوم پرستی کے انقلاب نے اتنک برابر اثر ڈالا ہے۔ المانی دل و دماغ اس کی صدائوں کی گونج سے کبھی خالی نہیں رہے۔ انہی لوگوں نے وطن پرستی کی بنیادیں مضبوط کی تھیں جو اصول بن کر چلیں۔

ہمارا یہ خاصہ رہا ہے کہ بے خبری کو آگاہی اور آگاہی کو بے خبری سے بڑھاتے گھٹاتے رہے ہیں۔ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ اچھی بات کو نکال کر اختیار کرتے اور بُرے خیالات کو جو ہمارے مناسب نہ تھے روک کر دیا کرتے۔ یہ کہنا جائز نہیں کہ ہمارے یہاں سب کچھ تھا۔ اس لئے کہ ہمارے ذخیرے میں حقیقت نمائی بہت ہی کم ہے۔ عرب اگر فخر کرتے تھے دوسروں کو گونگا کہتے تھے تو حق بجانب تھے اُن کی جاہلیت کی فصاحت و بلاغت اور حقیقت نگاری کو بھی خدا ہی نے اِنّا اعطیناک الکوثر الخ کر کے کیا تھا۔ ہم محض تخیل بازی کو سب سے بہتر نہیں کہہ سکتے یورپ نے حقیقت نگاری کو علم ادب کا

Marfat.com

مقصود قرار دیا - زندگی بیدار کی - تاہم اگر ان پھیکے مبالغوں اور بعید از حقیقت ذخیروں میں سے انتخاب کیا جائے تو ایسے جواہر ریزے نکل سکتے ہیں جو مقابلے میں رکھ سکیں - مشرق بعید کو چھوڑ کر صرف سنسکرت اور قدرے فارسی کے ادبی انباروں میں سے چناؤ کیا جائے تو کچھ اقوال نکل آئیں گے جو مغرب کے معترضین کی تسلی کر سکیں -

اہلِ عرب نے دنیا کو غور و فکر سے دیکھ کر ایسی باتیں بہت کہی ہیں جو قدرتی صداقت پر مبنی ہیں - ایک بنیادی مقولہ یاد آگیا ہے جو حقیقت نمائی سے خالی نہیں " دَرمع الدّھر کیفَ مَادارَ " زمانے کے ساتھ پھر وجدہر کو بھی وہ پھرے " اس قول کی صداقت کا خود مسلمانوں کی حالت سے اندازہ لگ سکتا ہے - یورپ نے دنیا کو بدل دیا تھا - اس قول پر عمل کر کے زندگی سنبھالنے کے لئے بدلنا ضروری تھا - کچھ بھی اثر نہ ہوا - اور ہوا تو صرف ان کی وہ بُرائیاں اختیار کر لیں جو یہاں ہمارے نبھنے والی نہ تھیں - خوبیوں پر نظر بھی نہ ڈالی - انگریز کے لائے ہوئے انقلاب سے ہندو مع اپنی فرسودہ قباحتوں کے متقلب ہو گیا مسلمان جہاں پہنچ چکے تھے وہیں رہے - اس لئے پچھڑی رہ گئے " النّاسُ علیٰ دِینِ مُلوکِھِم " لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں - سرسید مرحوم نے اس قول کی صداقت سے انکار کیا ہے - کاش وہ اس وقت موجود ہوتے اور دیکھتے کہ ہندوستان کی ذہنیت پر انگریز کے اصول کس طرح بلا تبلیغ مسلط ہو گئے - روزمرہ کی زندگی ان کے سانچے میں کیسی ڈھل گئی حالانکہ وہ اپنی کوٹھی میں بیٹھا رہا - دلیسیوں کے میل ملاپ سے بہت دور رہا - چاروں طرف سے شور بھی مچتا رہا کہ بہت کافر ہیں دور رہو - پھر بھی عورت مرد بچے بوڑھے جوان اُدھر نا معلوم طریقے پر بدل گئے اور اب جو قوم بھی سیاسی تفوق حاصل کرے گی اُدھر ڈھل جائیں گے - یہی ہوتا رہا یہی ہوتا رہے گا - ایران جیسا مہذب ملک عربوں کے رنگ میں رنگ گیا تھا - پھر خاندانِ صفویہ کی نقل کرنے لگا - پھر یہلوی طرز پر پہلو بدل لیے " سیّدُ القومِ خادِمُھُم " ان کی آزاد جمہوریت پسند طبیعت کا آئینہ ہے - یعنی قوم کا سردار اس کا

خادم ہوتا ہے - یہ وہ فقرہ ہے جو قوموں کے ادب میں کمیاب ہے - بہت اقوال ہیں اس مضمون میں گنجایش نہیں جو لکھے جائیں -

غرض اہلِ یورپ اور خاص کر اہلِ برطانیہ نے ادب کی کایا پلٹ دی - مذہب کی چھو چھو سے نجات حاصل کر ہی لی تھی - بند شیں کھلتے ہی چاروں طرف کو پھیل گئے - زمین پر دوڑے آسمان پر اڑے مشرق و مغرب چھانے - میدان کھودے پہاڑ اکھاڑے خیالات پر کھنے کے بعد مظاہر قدرت کے اسباب تحقیق کئے جن کے آئے دن کے ظہور سے انسان لاکھوں سال کا نپتا رہا ہے - یہی تحقیقیں تھیں جن سے نئے علوم و فنون ایجاد ہو گئے - زمین چھاننے کی وجہ سے جغرافیہ مرتب ہوا علاقوں اور منبع ہائے دور دراز معلوم کرنے میں بلند ہمت انسانوں نے اپنی عمریں ختم کر دیں - تاریک افریقہ کے اندرونی علاقوں میں جا گھسے جہاں اُسے پہلے کبھی مہذب دنیا کا کوئی انسان داخل نہ ہوا تھا - دریاؤں کی صحیح گذرگاہیں معلوم کیں - امریکہ کا چپہ چپہ چھان ڈالا - ڈریک جیسا نڈر زمین کا چکر لگا چکا تھا متجسسوں نے اس سے آگے قدم مارے - ناقابل گذر مقامات میں ناپ تول کی - لیونگ سٹون کو تہ دریافت کا شوق چرایا - جب وہ افریقہ کے بڑے دریا زمبیسی کے کنارے پہنچا تو دہانے سے لے کر منبع تک تحقیق کرنے کی نیت باندھی - پھر جیسی جیسی صعوبتیں اٹھائیں وہ سفر کیا حضر میں بھی اٹھنی مشکل ہیں - کہیں بخار کہیں — ہلاک سیسی مکھی کہیں دلدلیں کہیں آبشاروں اور گرداپوں کی تنہائی - قبائل کا قہر و غضب اس تگ و دو میں عزیز عمر کے تیس سال صرف کئے اور معلومات بہم پہنچا کر آخر کار اسی کام میں جان دیدی - ہم اٹھ کر ان دریاؤں کی گذرگاہیں اور منبع دیوار سے لٹکے ہوئے نقشوں پر کیسی آسانی سے معلوم کر لیتے ہیں - ذرا بھی اندازہ نہیں کرتے کہ یہ معلومات کتنی قربانیوں سے حاصل ہوئی ہیں - ہم اپنے ملک کی موٹی چیزوں پر بھی نظر نہیں ڈالتے - کہیں جائیں بھی تو عورتوں کے حسن و قبح کی داستانیں کر کر لذت لیتے ہیں - نہیں دیکھ سکتے کہ

Marfat.com

آدمی کیسے ہیں ملک کیسا ہے معیشت کیا ہے۔ گھر میں آکر اپنے ہی وطن کی خوبیاں اور خوبیاں بیان کرتے ہیں۔

امریکہ کے ابتدائی حالات نہایت دلچسپ ہیں۔ پیسے اور شہرت کے طالبوں نے بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ یہ بڑا عظم اسپین والوں کی محنت سے معلوم ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ یورپ کی تمام قومیں ڈھل پڑیں اور تلاش و جستجو کے کارنامے تاریخ میں چھوڑ گئیں۔ اسپین کا ایک افسر پیرو تک پہنچ چکا تھا اور ملک کو اس کے سونے اور پیداوار سے مالدار کر دیا تھا۔ اس افسر کا نام بل بوا تھا اور اس کے نائب کا نام پزارو۔ جس نے تلاش کا تقصیہ کام ختم کیا اور ۱۵۲۴ء تک اپنا ارادہ پورا کر لیا۔ کارٹیز فرانسیسی نے انہی دنوں کینیڈا کے تین سفر کئے نئے علاقے اور نئے جزیرے معلوم کر کے لوٹا۔ ولیسیوں کو رام کیا آباد یاں بسائیں مصائب جھیلے لیکن انسان کے لئے ایک نئی دنیا بسا گیا۔ منگو پارک نے افریقہ میں دریائے نائیجر کے منبع کی جستجو میں ایسی ایسی ناقابل برداشت تکلیفیں اٹھائیں کہ پڑھو تو یقین نہیں آتا۔ کیسے کیسے معمولی کاموں کے لئے ان لوگوں نے جانیں کھپائیں ہیں۔ اسی دور میں اس بہادر نے وحشیوں کے ہاتھوں زندگی کا خاتمہ کر لیا۔

۱۷۶۵ء میں کپتان کک انگریزی بحری سیاح نے دوبارہ دنیا کے گرد چکر لگایا۔ محض ایک علم نجوم کی معمولی سی معمولی بات کے لئے نکلا تھا اور اتنا بڑا کام کر گیا۔ نیوزی لینڈ کی تفصیل معلوم کی۔ آسٹریلیا کے مقامات دیکھے ان کے نام رکھے۔ اس بہادر سیاح نے تین سفر کئے۔ اور آخر میں قطب جنوبی تک پہنچ گیا۔ ان سفروں میں سینکڑوں جزیرے معلوم کئے اور ان ممالک میں اپنے آدمی بھی چھوڑے جو ولیسیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ خود بھی آخری سفر میں ہوائی جزیرے کے ولیسیوں کے ہاتھوں بے رحمی سے مارا گیا۔ یہ وہ بڑا سیاح ہے جس نے معلومات کے

ڈھیر لگا دیئے۔ جزیرے اور ہزاروں میل لمبے ساحل جو کسی نے پہلے نہ دیکھے تھے دریافت کر ڈالے اور اپنے ان کارناموں سے شہرت دوام حاصل کر لی۔

بد ماشوں لٹھنگوں اور سزا یافتوں نے بھی تو اس زمانے میں بڑے بڑے کارنامے نمایاں کیے۔ آسٹریلیا کی اندرونی معلومات میں بہت سی جانیں نئے آبادکاروں کی ضائع ہوئیں۔ پہلے سٹرٹ کی مہم نے حالات کا کھوج لگایا اور دردناک عذاب سہے۔ سخت مصیبتیں اٹھا کر معلومات بہم پہنچائیں۔ برک اور ولز نے بعد میں وہ مصائب جھیلے کہ پڑھ کر پیغمبروں کی تکلیفیں معلوم ہونے لگتی ہیں۔ ہزاروں میل کا سفر پیدل طے کر ڈالا اور آخرکار نہایت دردناک مصیبتیں جھیل کر دنیا کو خیرباد کہہ دی۔ یہ وہ حالات ہیں جو اہل نظر کو ضرور پڑھنے چاہئیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اہل یورپ نے محض معلومات کے لئے کیسی کیسی عزیز جانیں کیسی کیسی مصیبتیں اٹھا کر قربان کی ہیں اور یہ علوم و فنون کتنی قربانیوں سے حاصل ہوئے ہیں۔ ان سب کی کہانیاں تفصیل سے پڑھنی چاہئیں۔

قطب شمالی کی تلاش انیسویں صدی کے شروع ہی میں شروع ہو گئی تھی۔ ۱۸۱۸ء میں ایک ناروے کے سیاح نیکسن نے آخری نقطے تک سفر کر ڈالا اور گرین لینڈ کے اندرونی علاقے۔ اس نے گرین لینڈ کے بعد کا سفر جو نیرہ ساتھیوں کے ساتھ کیا پڑھنے کے قابل ہے۔ کئی سال قطب کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ اور ۱۸۹۵ء کے شروع میں ۸۶ درجہ شمالی تک پہنچ گئے۔ وہاں سے واپسی پر زندہ سلامت ناروے پہنچے۔ یہ کام اصل میں پیری ہنسین کے عزم راسخ نے ۱۹۰۹ء میں تکمیل کو پہنچایا اس طرح کہ قطب کے آخری نقطے پر پہنچ کر امریکہ کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ کئی مرتبہ جانکاہ کوشش کے بعد یہ مستقل مزاج انسان کامیاب ہوا۔ راس بارک سے سخت ترین راستہ شروع ہوتا تھا جو تین سو پچاس میل تک برف سے گھرا ہوا تھا اور جہاز اس میں ایک سیاہ دھبہ معلوم ہوتا تھا۔ کئی جگہ برفانی تودوں سے ٹکرایا۔ برف میں جم گیا لیکن یہ جری سیاح اور اس کے ساتھی

برف سے لڑتے رہے ۔ پھر برفانی گاڑیاں لیں جن میں کتے جوتے جاتے ہیں ۔ برف کے گھر بنا کر چار پانچ مہینے کی صبر آزما قطبی راتیں ان میں بیٹھ کر گذاریں ۔ اِس طرف کی آخری بندرگاہ سے سیدھے قطب کی طرف چلے یہ چار سو میل کا راستہ تھا ۔ اس سفر میں ایثار و قربانی کی ایسی مثالیں ان سے وقوع میں آئیں ۔ جتنے قطب سے قریب ہو جاتے جاڑا بڑھتا جاتا تھا ۔ ہوا تیز ہوتی جا رہی تھی ۔ آخر میں تو ایسی سخت آئی کہ چہروں میں رخنے پڑ گئے اور آخر کار قطب شمالی پر جھنڈا جا گاڑا ۔ یہ اتنی محنت مشقت تھی کہ قیاس میں نہیں آسکتی ۔ بعد میں ایمنڈسن اور سکاٹ نے قطب جنوبی کو فتح کیا ۔ اُن کا حال بھی اولوالعزمی عزم راسخ اور فرض شناسی کی ایک لرزا دینے والی داستان ہے ۔ ہولناک خطروں سے نکلے ۔ کئی سرد موسم بیچ میں گذارے اور آخر کار قطب جنوبی میں پہنچ کر واپسی میں یکے بعد دیگرے سب موت کے گھاٹ اتر گئے برف کے تودوں میں دب کر انسان کو دعوت عمل دے گئے غور کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ انسانیت سے بالاتر تھے ان کے عزم راسخ کے سامنے انسانی کمزوری ہیچ ہو جاتی ہے ۔ موت کا یقین رکھتے ہوئے قدم مارے اور فرض میں ذرا سی بھی کوتاہی نہ کی ۔ ان کی قومیں ان کی قربانیوں پر جتنا چاہیں فخر کریں حق بجانب ہیں ۔ ہم ان کے پاس ہوتے تو دیوانہ کہہ کر مذاق اڑاتے کہ ہوا کیسے احمق ہیں قطبوں میں جان دینے جا رہے ہیں ۔

انسان میں شعور پیدا ہوا تو اجرام سماوی کو دیکھ کر حیران ہوتا رہا کہ یہ ہماری زمین کی ہر چیز سے مختلف کیا چیزیں ہیں ؟ یہ ان کی نقل و حرکت کیا ہے کیوں ہے ؟ مختلف زمانوں میں مختلف قیاس آرائیاں کی گئیں ۔ کسی نے کہا دیوی دیوتا ہیں کسی نے اڑائی کہ ہماری زندگی میں ان کو بہت دخل ہے ۔ کسی نے قیاس لڑایا کہ دیوتا سورج کو دن بھر چلاتے ہیں اور رات کو سمندر میں ڈبو کر پھر مشرق سے نکال دیتے ہیں ۔ دیہاتی بغیر کسی قیاس کے اپنے رات کے کاموں میں ان کے طلوع و غروب سے وقت کی تعیین کرتے رہے ۔ بابل یونان اور عرب

کے تیز نگاہوں نے بہت سی تحقیقیں کیں۔ سبعہ سیارہ معلوم کئے۔ کبھی اندازہ لگا کہ زمین مرکز ہے کبھی یہ خیال ہوا کہ سورج منبع ہے لیکن یونان کے بعد عربوں نے بہت سے اندازے صحیح لگائے۔ سیاروں سے گذر کر ستاروں پر نگاہیں جمائیں۔ شکل صورت کا تعین کیا۔ شجمی ستاروں کے نام رکھے۔ ظہر الدب۔ مراق۔ فخذ۔ مقرنہ کو کہا کہ بل کی شکل ہے اور اس کا مجموعہ دب اکبر کہلاتا ہے۔ ستاروں کے وہ بے شمار جھرمٹ جو آسمان پر بکھرے پڑے ہیں قدماء نے اکثر معلوم کر لئے تھے اور نام بھی رکھ لئے تھے سیف الجبابرین میں سب سے بڑا اور خوبصورت پُراسرار جھرمٹ ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ انسانی آنکھ کے لئے کوئی آلہ نکل آئے جو سامانِ جستجو بن کر مزید تحقیقات کا سبب ہو جائے۔ یورپ کی باری آئی۔ ہالینڈ والوں نے دوربین کے شیشے معلوم کئے لیکن وہ خام بھی تھے اور وہ لوگ پوری طرح ان سے کام بھی نہ لے سکے۔ اتنے میں اٹلی کے گلیلیو نے دوربین ایجاد کر کے علم ہیئت میں انقلاب عظیم برپا کر دیا اور اس عظمت کا سہرا اپنے سر پر بندھوا لیا۔ دوربین سنبھال کر اس نے آسمان کو ٹٹولنا شروع کیا۔ پہلے چاند کی چھان بین کی۔ اس کی وادیوں اور پہاڑیوں کا خاکہ کھینچا۔ سورج کے داغ معلوم کئے اُن کی اہمیت بتائی۔ مشتری کے تابع ٹٹول ڈالے یہ کہہ کر سورج اپنے محور پر گھومتا ہے نظامِ کاپرنیکس کی تصدیق کر دی۔ علم ہیئت والے اور پادری اس کی تحقیقوں سے دونو چیخ پڑے۔ خلاف تحقیق اور خلاف عقائد باتوں نے بیچارے کو کلیسا کا مغضوب بنا کر عمر بھر مصیبت میں رکھا۔ مذہب اس بات کو کہاں گوارا کر سکتا تھا کہ زمین گول ہے گردش کرتی ہے۔ اب دوربین میں بہترین ترقیاں ہوتی گئیں۔ ہاگنس نے اپنی طاقتور دوربین سے زحل کے گرد گھومنے والے روشن ترین سیارے کو معلوم کیا پھر زحل کے حلقوں کی اٹل تحقیق کر ڈالی۔

اتنے میں علم ہیئت کا بڑا محقق اسحاق نیوٹن دنیا میں آیا اور عکسی دوربین تیار کر کے

ایک اور انقلاب پیدا کر دیا - ہال اور ڈولینڈ نے جدت کر کے عدیم اللون دوربینیں بنائیں - ہرشل جو جرمنی کا رہنے والا تھا اس نے انگلینڈ میں رہکر ایک حد تک دوربین کی اصولی تکمیل کر دی بعد میں بہت بڑی بڑی کلیں بنائی گئیں - کیلیفورنیا میں مونٹ ولسن کی رصدگاہ کی دوربین کے شیشے کا وزن ساڑھے چار ٹن ہے - یہ شعاع کو دو لاکھ پچاس ہزار دکھاتا ہے - اس دوربین نے چاند کو صرف چار پانچ ہزار میل کے فاصلے پر لا کھڑا کیا ہے جو زمین سے دو لاکھ چالیس ہزار میل دور ہے - پہلے انسانی آنکھ صرف پانچ ہزار ستارے دیکھ سکتی تھی لیکن لیکن اس دوربین نے ان کی تعداد دس لاکھ کر دی ہے - اور ان اندازہ ایک ارب لگایا گیا ہے یہ پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ زمین نظام شمسی میں تمام سیاروں سے چھوٹی اور صرف عطارد سے بڑی ہے - ستارے اور جھنڈ تمام کے تمام ایک نظام کے ماتحت ہیں - ہر نظام میں ایک یا ایک سے زیادہ سورج ہیں - آپس میں ان کا فاصلہ اتنا ہے کہ ارب کھرب اور پدم پدم ان کے مقابلے میں اکائیاں ہیں - گو موسم کی تبدیلی کی وجوہات یقینی نہیں لیکن اس میں دوسرے اجرام کی اثر اندازی مسلم ہے - زمین سورج سے الگ ہوئی ہے جو جیمز جینز نے ریاضی کے اصول سے معلوم کیا ہے - وجہ علیحدگی کی یہ بیان کی ہے کہ کوئی بڑا جسم حرکت کرتا ہوا سورج کے قریب آیا جس کی جذب سے سورج کا ایک حصہ ابھر کر الگ ہو گیا - اور بخارات کی صورت میں اس کے گرد چکر کھانے لگا - نیز گردش میں ثابت ہو کر مادے کے ٹکڑے ادھر اُدھر بکھر گئے - زمین اور دیگر سیاروں کی پیدائش کی صورت یہ ہوئی - ان میں مشتری اور زحل سب سے بڑے اور زہرہ عطارد مریخ اور زمین چھوٹے کروں میں آ گئے - یہ بھی نظریہ ہے کہ بڑے سیارے تیز گھومنے والے مادے کے درمیانی حصے سے اور چھوٹے آخر سے نکلے -

اس نظریے کی تقویت یوں ہوتی ہے کہ ان سب کی حرکت ایک طرح کی ہے - بلکہ رخ بھی سب کا ایک ہے - ایک ہی طرح کے مادے ہیں - علم ہیئت قیامت کے امکانات

Marfat.com

ثابت کرتا ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ کوئی ستارہ گردش کرتا ہوا زمین سے ٹکرائے۔ گو نظم و ضبط اور بے شمار خلا کی موجودگی اس امکان کو بعید ٹھہراتی ہے۔ قیامت کا ایک امکان یہ بھی ہے کہ سورج کی گرمی کبھی زائل ہو جائے اور وہ مقررہ جگہ نہ ٹھہر سکے۔ ہیئت دان تحقیق کر چکے ہیں کہ سورج کی حرارت خفیف مقدار میں گھٹ رہی ہے۔ ہر گیارہ سال کے بعد تیزی سے چمکتا ہے اور رفتہ رفتہ گھٹنے لگتا ہے۔ یہ بھی امکان ہے کہ خود زمین بھی چاند کی طرح ٹھنڈی ہو جائے۔ اس لئے کہ زمین کے بعض حصے اس طرح تباہ ہوتے رہتے ہیں۔ یا مثلاً خشکی سمندروں میں ڈوب جائے اور ایسا ہوتا رہا ہے جہاں اب پانی ہے وہاں کبھی خشکی تھی کبھی بحرِ شمالی خشک زمین تھا۔ یہ ثبوت مختلف مشاہدات سے مل چکے ہیں۔

نیوٹن نے کششِ ثقل کا قانون ایسا نکالا کہ علمِ ہیئت کے اندازوں میں جان پڑ گئی پیمائیں مضبوط ہو گئیں۔ درجہ قیاس آرائی سمجھی جاتی تھی۔ اس مردِ بزرگ نے انسان کو بہت معلومات دیں۔ سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ سورج شاہ سے سیارے جو گردش کر رہے ہیں اس کا ثبوت اسی کے قانون سے ثابت ہوا ہے۔ جتنے بھی اجرامی نظام ہیں اسی سے ان کے ثبوت ملتے ہیں ورنہ گردش اور راستوں کی توضیح بہت مشکل تھی۔ حال یہ ہے کہ صرف مقناطیسی کشش سے جہلا کو حیرانی ہوتی ہے۔ وہ خیال نہیں کرتے کہ اوپر سے گرنے والی ہر چیز زمین کی طرف کیوں آتی ہے۔ یہانتک ثبوت ہو چکا ہے کہ ہوا نہ ہو تو پر اور دوسری زمین پر اکٹھے گریں۔ یہ اجرام کی تیز گردش ہی ہے جو ان کو تصادم تباہی سے بچا رہی ہے کیپلر کے نظریئے نیوٹن نے ہی ثابت کر کے دکھائے اور انہیں مسلمات بنا دیا۔ وہ قانون اٹل ہو گئے جن کا کیپلر نے محض اندازہ لگایا تھا گو ان کے اندازے بھی ہمارے مسلمات سے زیادہ صحیح ہوتے ہیں۔ نیوٹن ہی کی تحقیق ہے کہ سورج میں کشش کی طاقت ہے جس کی وجہ سے تمام سیارے اس کے گرد مستطیل منحنی کے راستوں میں گردش کرتے ہیں۔ یہ مستطیل کی گولائی میں جو خمکنی ہے کسی بیرونی طاقت کا اثر ہے۔ زمین کی عام گردشیں

دو ہیں - اپنے محور پہ گھومتی ہے اور ساتھ ہی سورج کے گرد لمبی گردش کرتی ہے - ان دو بڑی گردشوں کے علاوہ دو تین گردشیں اور بھی ہیں - ہلتی ہوئی چلتی ہے آگے پیچھے ہٹتی بڑھتی چلتی ہے جو کسی بیرونی کشش کا اثر ہے - یہ نظریہ بھی ہے کہ زمین کے قطبین کوئی قطبین کے سروں کو ملانے والی چیز ہے جو خط کی صورت میں ایک قطب سے دوسرے قطب تک لی ہوئی ہے اور کشش کا کام کر رہی ہے - یہ معلوم کیا گیا ہے کہ دوسری جیسے بالٹ کو جب خط استوا میں تولا گیا تو وزن ٹھیک تھا لیکن جب قطبین میں اس کا وزن کیا تو بہت بڑھ گیا - یہ اس خط کشش کا اثر ہے - شاید اسی وجہ سے قطب شمالی اٹھا ہوا اور جنوبی دبا ہوا ہے - زمین اپنی لمبی رفتار میں ناک کی سیدھ نہیں چلتی بلکہ عرضاً ادھر اُدھر ہٹتی بڑھتی چلتی ہے - یہ ثبوت ہے کہ کوئی جرم سورج کے علاوہ اس کو کھینچ رہا ہے -

سورج کی عنایت سے زمین پر زندگی ہے - یہی زمین کو کھینچتا ہے ورنہ کسی اور جسم سے جا ٹکرائے - زمین اٹھارہ میل فی سیکنڈ کے حساب سے ایک مقررہ راستے پر دوڑ رہی ہے - سورج کی حرارت خفیف سی گھٹتی ہے مگر وہ اپنے مدوجزر کے ذریعے پھر حاصل کر لیتا ہے - سورج چمکدار مادوں سے بنا ہوا ہے - گیسوں کے درمیان کوئی روشن مادہ تیر رہا ہے - اتنا بڑا ہونے کے باوجود زمین یا چاند کی طرح ٹھوس اور سخت نہیں بلکہ زمین اور دیگر سیاروں سے وزن میں بہت ہلکا ہے اس لئے کہ گیسوں کا مجموعہ ہے . اور گیس ہلکی چیز ہے - پھر بھی اس میں زمین کے تیس سے زائد مفردات موجود ہیں - لوہا جس طرح اور اجسام میں کثرت سے ہے اس میں بھی زیادہ ہے - گیسوں میں سے ہائڈروجن بہت زیادہ مقدار میں ہے - آکسیجن اور ہیلیم کی بھی ملاوٹ ہے - دھاتوں کے انجرات بھی موجود ہیں - لوہے کے ساتھ میگنیشیم کافی مقدار میں ہے کیلسیم - پوٹاشیم - سلیکان - سوڈیم اور دوسری سب دھاتیں اس میں موجود ہیں - یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ اس میں طبقے ہیں اور ہوا کی طرح نہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں - اس کا

Marfat.com

قطر آٹھ لاکھ چھیاسٹھ ہزار میل اور زمین سے فاصلہ نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے۔ سورج کا ایک عجیب بات گلیلیو ہی نے معلوم کر لی تھی کہ اس میں داغ ہیں جو ایک ہی سمت میں گردش کرتے ہیں۔ بعد شائنر نے ان کی تحقیق کی معلوم ہوا کہ اس کی سطح کا سفر چودہ دن میں ختم ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ داغ کنارے پر آکر غائب ہو جاتے ہیں۔ پھر اتنی ہی مدت کے بعد دوسری طرف ظاہر ہوتے ہیں۔ دونوں سمتوں کی گردش کا اندازہ ان داغوں ہی سے معلوم ہوا یہ کہ سورج اپنے محور پر اٹھائیس دن میں گھومتا ہے۔ انہیں داغوں نے یہ بھی ثابت کیا کہ یہ ٹھوس کرہ نہیں ہے۔ اس کی حرکت کی مدت مختلف مقامات سے مختلف اندازے میں ہے۔ ایک اور تماشا دیکھا گیا کہ یہ داغ تقسیم ہو جاتے ہیں اور اتنی تیزی سے بکھرتے ہیں کہ آنکھ جھپکنے کی مدت اس کے آگے ہیچ ہے۔ یہ داغ زمین پر بھی اثر انداز ہیں۔ اس لئے کہ جب زیادہ ہوتے ہیں تو مقناطیسی سوئی میں تغیر واقع ہو جاتا ہے۔ یہ اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ بعض کا قطر پچاس ہزار میل اندازہ کیا گیا ہے۔

شعراب نے یہ معلوم کیا کہ سورج میں جو جوار بھاٹا آتا ہے جس کا چڑھاؤ چار سال اور اتار ساڑھے چھ سال میں ہوتا ہے۔ گھٹاؤ میں داغ مٹ جاتے ہیں اور بڑھاؤ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس مد و جزر کی مدت گیارہ سال ایک مہینہ ہے۔ سورج کی سطح خاتم کاری فرش کی طرح ہے لیکن جو شعلے اس سے بلند ہوتے ہیں وہ دو دو اور تین تین لاکھ میل تک لمبے ہو جاتے ہیں۔ ان تغیرات اور سورج کی اس شان و شوکت پر غور کر کے سوچنے والا چار موجۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ قدرت کے یہاں حجم اور عظمت کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے۔ کتنے کتنے بڑے اجسام ہمارے سروں پر گھوم رہے ہیں!

چاند بذات خود روشن نہیں سورج کی ہی روشنی سے روشن ہوتا ہے اور ہم سے تمام اجرام کی بہ نسبت قریب تر ہے۔ صرف دو لاکھ چالیس ہزار میل کا فاصلہ ہے قطر دو ہزار ایک سو ساٹھ میل ہے۔ زمین کا رقبہ چاند کے رقبے سے تیرہ گنا زیادہ

ہے - یہ سورج اور زمین دونو کے گرد گھومتا ہے - زمین سورج کے گرد تین سو پینسٹھ دن میں گھومتی ہے اور چاند صرف ستائیس دن میں چکر کاٹ جاتا ہے - کبھی اپنی گردش میں زمین سے صرف دو لاکھ تیرہ ہزار میل رہجاتا ہے - جب سے بہت طاقتور دوربینیں ایجاد ہوگئی ہیں اس کا چپہ چپہ مشاہدے میں آچکا ہے - بہت صاف ستھرے فوٹو لئے گئے ہیں اس کی سطح گنجے کے سر کی سی ہے - گول گول دائروں کا سلسلہ ہے جن کی شکل بچھے ہوئے آتش فشاں پہاڑوں کے دہانوں کی سی ہے - ان پہاڑوں کی احتیاط کے ساتھ پیمائش ہوچکی ہے - بعض دہانوں کے قطر بیس بیس اور چالیس چالیس میل کے ہیں - بار بار کے مشاہدات سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ بھی کبھی لاکھوں سال پہلے سورج کی طرح روشن تھا اور زمین بھی روشن تھی دونو چمکتے ہوں گے - لیکن چاند چھوٹا ہونے کی وجہ سے جلد سرد ہوگیا اور زمین اپنی جسامت کے لحاظ سے ابھی گرم ہے - سطح ٹھنڈی ہوگئی ہے تو جگہ جگہ ہنوز دہکتی ہوئی آگ ہے - جیسے یہ ٹھنڈے ہوئے ہیں سورج کی گرمی بھی اسی طرح گھٹ رہی ہے -

چاند میں بے شمار پہاڑ ہیں - بعض بہت بڑے ہیں - نہریں ہیں جو پہاڑوں اور میدانوں میں گذر رہی ہیں - بعض دس میل اور بعض پچاس میل تک لمبی ہیں اور چوڑائی کسی کی دو میل سے زیادہ نہیں - یہ اصل میں شگاف ہیں جو سو سے چالیس گز تک گہرے ہیں - یہ چاند کے عجائبات میں شمار ہوتے ہیں - چاند کے گرد فضا بالکل نہیں - مردہ جسم ہے اور اگر کچھ جان ہے تو بس اتنی کہ خفیف سی کچھ گھاس اگ آتی ہے جو لمبی راتوں کی سردی میں فوراً فنا بھی ہوجاتی ہے - اس پر کچھ معمولی سے تغیرات محسوس ہوتے ہیں جو کرہ کے لحاظ سے نہ ہونے کے برابر ہیں - یہ جو آتش فشاں پہاڑوں کے سے دہانے ہیں اندازہ کیا گیا ہے کہ کبھی جیتے جاگتے آتش فشاں پہاڑ تھے لاوا اگلتے تھے - ان میں سے اکثر کے منہ پر بڑی بڑی فصیلیں ہیں جن کا قطر چالیس اور پچاس میل کے درمیان ہے - بیچ میں

Marfat.com

چٹانیں ہیں جو دوسرے ہیجان کی علامت ہیں - ان میں سے ایک چٹان کا قطر چھبیس میل کے قریب ہے - نباتات معدوم ہے اس لئے کہ اس کرہ میں پانی کا نام نشان نہیں - کہر اور اوس بھی نہیں ہے - تیز سے تیز دوربین کو بھی تین سو سال کے عرصے میں کوئی بادل کا ٹکڑا نظر نہیں آیا - زمین کے گرد تین سو میل ہوائی فضا ہے اور زمین کی حیامنہ پر اثر انداز ہے - چاند اس سے خالی ہے اور تغیرات سے محفوظ اسی طرح جیسے چاندار بیمار ہوتے ہیں اور پتھروں پر کچھ اثر نہیں ہوتا - سورج اور چاند مل کر سمندر کے جوار بھاٹے پر اثر انداز ہیں - موجودہ علم ہیئت میں چاند میں بڑھیا بیٹھی چرخہ کات رہی ہے - لیکن اب معلوم ہوا کہ وہاں سرے سے چاندار ہی نہیں اور یہ کالے داغ جو اس کے حسین چہرے کو مدھم کر رہے ہیں اصل میں پہاڑ اور غار ہیں جن کی وجہ سے حسن میں خامی آگئی ہے -

پہلے صرف اتنا معلوم تھا کہ سورج میں سیارے ہیں ستارے چمک رہے ہیں لیکن اب یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ درمیانی فاصلوں میں سیاروں کے بھی چھوٹے سیارے ہیں اور مریخ و مشتری کے درمیان متحرک ستارے بھی ہیں بہت زیادہ تعداد میں جن میں سے بعض پچاس میل کے قطر کے بھی ہیں - ان ستاروں اور سیاروں کے علاوہ ہمارے سورج کے نظام میں دمدار ستارے ہیں جو زمین کے قریب آجاتے ہیں اور پھر نہایت تیزی سے دور بھاگ جاتے ہیں - یہ سیارے جن حلقوں میں سورج کے گرد گردش کرتے ہیں ان کو ناپا جاتا ہے تو حیرت سے سانس رک جاتا ہے بہت ہی زیادہ فاصلہ ہے - صرف زمین کے حلقہ کا قطر یعنی وہ حلقہ جس پر زمین سورج کے گرد حرکت کر رہی ہے جب اسے ناپا جاتا ہے تو اس کا قطر سولہ کروڑ پچاس لاکھ میل ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ اتنے دور دراز فاصلے کو طے کرنے کے لئے زمین فی سیکنڈ اٹھارہ میل دوڑ رہی ہے - یہ رفتار اتنی تیز ہے کہ رائفل کی گولی کی رفتار اس کے سامنے ہیچ ہے - زمین اس سے سوگنا تیز دوڑ رہی ہے - مشتری بڑے سیاروں کے درمیان دوڑ کر سورج کے گرد بارہ سال میں چکر پورا کرتا ہے - یورینس چوراسی

Marfat.com

سال میں اور نیچون ایک سو بیسٹھ سال میں اپنا سفر ختم کرتا ہے - ستارے جو بے شمار فاصلے کے سبب اتنے چھوٹے معلوم ہوتے ہیں ہمارے سورج سے بہت بڑے ہیں اور ان کے نظام سورج کے نظام سے بہت وسیع ہیں بلکہ شہر اور گاؤں کی نسبت ہے -

اجرام سماوی میں دمدار ستارے سب سے ہلکے اور کم اثر ہیں بعض چمکدار ہیں اور بعض تاریک - اب تک تین معلوم ہو چکے ہیں - ڈونٹی کا مشہور دمدار ستارہ چھ مہینے تک سامنے رہکر چمکتا رہا - اس کی دم خنجر کی طرح تھی - اتنا بڑا تھا کہ دم اور سر میں پانسو لاکھ میل کا فاصلہ تھا - اس کا خول باریک لفافے جیسا اور دم شعاعوں سے مشابہ تھی - دمدار ستارے عجیب عجیب کرتب کرتے ہیں - ایسا بھی ہوتا ہے کہ سورج کی طرف آتے ہوئے دم پیچھے اور لوٹتے ہوئے آگے کر لیتے ہیں - یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان کا کوئی مقررہ راستہ نہیں کشش ثقل کے تابع ہیں یہ تعجب خیز بات ہے - جب یہ کسی سیارے کے پاس سے گذرتے ہیں تو رفتار میں کمی بیشی ہو جاتی ہے - عجیب بات ہے کہ ہیلی نے جو اپنے دمدار ستارے کی آمد کے بارے میں پیش گوئی کی تھی پوری ہوئی - ۱۶۰۷ء میں کہا تھا کہ ۱۷۵۸ء میں وہ ستارا ظاہر ہوگا - ایسا ہی ہوا - پھر کہنے کے مطابق ۱۸۳۵ء میں سامنے آیا - یوں بھی ہوتا ہے - کہ سیارے انہیں کھینچ کر غائب کر دیتے ہیں - یہ ٹوٹ پھوٹ کر بھی فنا ہو جاتے ہیں -

عطارد اور زہرہ کے بارے میں خیال ہے کہ یہ سیارے آبادی کے قابل ہیں ان میں زندگی کا امکان ہے - زہرہ کا ایک ہی حصہ سورج کے سامنے رہتا ہے حالانکہ اس کا فاصلہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ میل ہے - مشتری تمام سیاروں سے بڑا ہے - سورج سے اڑتالیس کروڑ بیس لاکھ میل ہے - رفتار صرف آٹھ میل فی سیکنڈ ہے - بارہ سال میں دورہ پورا کرتا ہے - اتنا بڑا ہونے کے باوجود زمین سے وزن میں صرف تین سو دس گنا زیادہ ہے - اس کے چار چاند ہیں جو تابع ہو کر چلتے ہیں - یہ زمین کی طرح زیادہ ٹھوس نہیں - بہت گرم ہے اور ابھی تک سرد ہونے کا عمل جاری نہیں ہوا - سورج کی طرح

اس پر بھی دھبے پڑتے ہیں - یہ ثبوت ہے - اس بات کا کہ یہ سیارہ گیس کے بادلوں کا خول پہنے ہوئے ہے اور اسی خول پر دھبے ظاہر ہوتے ہیں - اس پر سخت طوفان آتے رہتے ہیں جو اندرونی تغیرات کا نتیجہ ہیں - اس لئے کہ سورج کی حرارت اس پر بھی بہت کم پہنچتی ہے - مگر روشنی سے مستفید ہے - چاند سفر میں اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں - جو گنتی اور حالت سورج کے نظام میں ہے مشتری کے نابٹین کے نظام میں وہی نمونہ ہے مگر چھوٹے پیمانے پر -

مریخ زمین کا نمونہ ہے اور زندگی کا اس میں یقین ہے - یہ زمین سے بہت قریب آجاتا ہے - پھر بھی چار کروڑ میل کا فاصلہ رہتا ہے - ہیئت دان اس کے بارے میں سب سے زیادہ باتیں جانتے ہیں - اس کی تمام سطح کا مشاہدہ ہو چکا ہے - قطر چار ہزار دو سو ساٹھ میل ہے - زمین اس سے دس گنی بڑی ہے - یہاں تک اندازہ لگ چکا ہے کہ اگر اس میں زندگی ہے تو انسان یہاں سے طاقت ور اور چست ہے - یہاں کا آدھ سیر وزن اس میں صرف تین چھٹانک ہے اس کا دن چالیس منٹ زیادہ ہے - اہم زمین بات یہ ہے کہ مریخ کا کرہ ہوائی کے بخارات اور آکسیجن سے مرکب ہے اور بارش کا زیر دست امکان ہے - قیاس ہے کہ اس کے بادلوں سے برف بھی گرتی ہوگی - اس کے قطبین زمین کی طرف سے ڈھکے ہوئے ہیں - سطح پر نباتات کے آثار ہیں - جنگلات اور چراگاہیں ہیں - اس پر کالی دھاریاں نظر آتی ہیں - جو نہایت اصولی شکل پر ہیں اور چونکہ سیدھی ہیں اس لئے نہریں قیاس کی جاتی ہیں - موسم سرما کے شروع میں پانی نظر آتا ہے - اس کے بعد پانی مفقود ہے - بہت سی سطح غبار کا بادیہ اور مریخ ریت کی ہے جو اس کو قدیم زمانے میں خونی مشہور کر چکی ہے - یہ مسلم ہے کہ نہروں میں پانی ہے - اور نشانات تاریک نباتات کے ہیں جو ان نہروں کے کنارے پر اگی ہوئی ہے - کرہ ہوائی کنڈ سے زیادہ سرد ہے لیکن اتنی حرارت موجود ہے جس میں ذی روح گذارہ کر سکتا ہے - اس کا دن چھ سو ستاسی دن کا ہے - سورج کی گرمی کم پہنچتی ہے - فوٹو میں اس کے روشن اور تاریک خطے آتے ہیں - خیال ہے کہ روشن خطے براعظم ہیں اور تاریک خطے سمندر ہیں - ایک خطہ بہت

Marfat.com

بڑا براعظم ہے جو آبنائے کے ذریعے دوسرے براعظم سے جدا ہوتا ہے۔ تحقیق ہو چکا ہے کہ اس کی سطح پر تغیرات ہوتے رہتے ہیں اور خود کسی ہلکی سی روشنی کے نقاب میں چھپا ہوا ہے۔ اسی کی وجہ سے معائنے میں مغالطہ لگ جاتا ہے۔ بعض اوقات گہرے بادلوں میں چھپ جاتا ہے اور حالات کا معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کی فضا سال میں صرف دو مہینے معائنے کے قابل صاف ستھری رہتی ہے۔ ہوائیں اور رویں بھی تحقیق ہوئی ہیں۔ اب موجودہ دوربینوں سے زیادہ طاقتور دوربینیں بنائی جا رہی ہیں جن سے مریخ دلچسپ ترین کرہ بن جائے گا۔ پروفیسر ایزف ہال نے ایک موقع پر جب وہ زمین سے نسبتاً قریب تر آ گیا تھا اس کے دو ماہوں کا پتہ لگا لیا۔ اندرونی ماہ ان میں سے اس کے گرد سات گھنٹے چالیس منٹ میں دورہ پورا کر لیتا ہے۔ دوسرا بیرونی چاند چالیس گھنٹے میں گھومتا ہے۔ اسکی معلومات میں اضافے کی ابھی بہت کچھ امیدیں ہیں۔ خاص کر وہ لکیریں جو ہندسی شکلوں میں فوٹو میں صاف آ چکی ہیں نگاہ کو دلچسپی سے کھینچتی ہیں۔ دل بیتاب ہو جاتا ہے کہ ان کو قریب سے دیکھ کر کسی طرح حقیقت حال معلوم کی جائے۔ یہ بھی خیال ہے کہ یہ آبادیاں ہیں شہر ہیں۔ پھر یہ کہ ان کا تقاطع ہوتا ہے اور وہاں سیاہی گہری ہو جاتی ہے۔

زحل جسامت میں مشتری سے دوسرے نمبر پر ہے۔ تیس سال میں سورج کے گرد دورہ پورا کرتا ہے۔ اس کے گرد عجیب قسم کے چکر ہیں اور یہ سورج سے آٹھ سو چوراسی ملین دور ہے پانچ ہزار چھیانوے میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلتا ہے۔ قطر اکھتر ہزار میل ہے۔ وزن میں حجم کے لحاظ سے بہت ہلکا ہے۔ اندازہ کیا ہے کہ اس کی کثافت پانی کی کثافت سے بھی کم ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ٹھوس نہیں ہے۔ اس پر عجیب طرح کے بادل چھائے رہتے ہیں۔ اس کا جگرا ابھی تک دہکا رہا ہے۔ خیال ہے کہ مشتری اور زحل بھی ابھی تک سرد نہیں ہوئے ہیں۔ جب یہ تینوں سرد ہو جائیں گے تو جسامت میں دوسرے سیاروں سے بھی گھٹ جائیں گے۔ پہلی مرتبہ گلیلو نے زحل کے حلقوں کا معائنہ کیا اور بتایا کہ یہ

اصل میں تین ستاروں کے مجموعے سے مرکب ہے جو آپس میں ملے ہوئے ہیں - یہ گول نہیں ہے مستطیل نما لمبوترا سا ہے - اس کے بعد حقیقت کھلی کہ وہ دو بیرونی اجسام ستارے نہیں بلکہ اس کے حلقے کے دو حصّے ہیں - ہائیجنس نے یہ تحقیق کی کہ زحل کے چکروں کی ترکیب ننگ ہالوں سے ہوئی ہے اور عجب تر یہ کہ جب وہ چکر اس کے ساتھ حرکت کرتے ہیں تو مختلف زاویوں میں پھرتے ہیں - پھر بھی ہر وقت اس کے استواء سے چمٹے رہتے ہیں - کبھی کنارہ بعض اوقات اتنا باریک ہو جاتا ہے کہ نگاہ اسے دیکھ نہیں سکتی - اگرچہ اس وقت بھی اس کی چوڑائی چار سو میل سے کم نہیں ہوتی - زحل اور اس کے یہ حلقے سورج کی ہی روشنی سے روشن ہوتے ہیں - گو یہ حلقے ٹھوس نہیں پھر بھی زحل پہ ان کا سایہ پڑتا ہے - بعض مبصروں کا خیال ہے کہ یہ حلقے ذرّات اور غبار سے بنے ہوئے ہیں - اس سیارے کے دس نائب ہیں - ان میں سے ایک بالکل مختلف سمت میں گھومتا ہے جس کی حرکات سکنات کا پروفیسر پکرنگ نے بغور معائنہ کیا تھا اور فوٹو بھی اتارا تھا - بعد میں اور تحقیق ہوئی تو صرف دو چکر ثابت ہوئے جن کے درمیان ایک تاریک سی لکیر ہے اور حقیقت میں وہ بھی چکر ہی ہے - یہ ان کی بیٹی باندھے ہوئے فوٹو میں بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے -

زہرہ اکیلا سیارہ ہے اس کا کوئی نائب نہیں - بہت نورانی اور خوبصورت ہے اسی وجہ سے اس کی پرستش ہوتی رہی ہے - یہ کبھی دو دو مہینے غائب ہو جاتا ہے اور غروب آفتاب کے وقت اچانک چمکنے لگتا ہے - اصل میں اتنا غائب نہیں ہوتا حرکت کی مجبوری ہے اس لئے کہ شام کو غائب ہو جاتا ہے تو صبح کو مشرق میں نمودار ہو جاتا ہے - بلکہ بعض مرتبہ دن میں بھی چمکتا ہوا آسمان پہ نظر آ جاتا ہے - یہ دیکھ کر غم ہوتا ہے کہ یہ نورانی چمکدار سیارہ اصل میں چاند کی طرح سیاہ ہے اور سورج سے منوّر ہوتا ہے - جسامت میں زمین سے کچھ کم ہے - زمین کی طرح اس کے گرد بھی کرۂ ہوائی ہے - یہ عجیب بات ہے کہ جب کبھی کوئی سیارہ اتفاقاً دوسرے سیارے کے گرد گزرتا ہے

Marfat.com

کوہیئت دانوں کے لئے ایک عجیب موقع ہوتا ہے اس لئے کہ زہرہ کے گذرنے سے انہوں نے نظام شمسی کی پیمائش کی ہے - یہ پیمائش کئی مرتبہ ہو چکی ہے - اس کا قطر سات ہزار چھ سو ساٹھ میل ہے - سورج سے چھیاسٹھ ملین میل دور ہے - زمین سے بہت گرم ہے حالانکہ زمین کے سے ہیں - موسم اسی طرح بدلتے ہیں - نائبین کی ابھی پوری تحقیق نہیں ہوئی - خیال ہے کہ اس کے ساتھ چاہیں - دوربینیں انہیں عنقریب تلاش کر لیں گی -

یورینس اور نیچون خالص اس زمانے کی تلاش سے معلوم ہو کر سیاروں کی تعداد بڑھا رہے ہیں - پہلے لوگ زحل کو نظام شمسی کا آخری سیارہ سمجھتے تھے - ان کو معلوم نہ تھا کہ یورپ کے متلاشی دو اور بھی نکال کھڑے کریں گے اور پھر نیچون نظام کا آخری سیارہ مقرر ہوگا - یہ دونو آخری کنارے پر متحرک ہیں اور اتنی دور ہیں کہ ان کی سطح کا ٹٹولنا مشکل ہے یورینس کا قطر تینتیس ہزار دو سو پچاس میل اور نیچون کا سینتیس ہزار دو سو پچاس میل ہے - پہلا زمین سے چھتیس گنا بڑا ہے اور دوسرا ایک سو پچاس گنا - دونو سورج سے اتنی دور ہیں کہ سورج کا اثر بہت کم پہنچتا ہے - یورینس کے چار اور نیچون کا صرف ایک نائب ہے - یورینس چوراسی سال میں سورج کے گرد گھومتا ہے - اس میں تیئیس سال کا دن اور اتنی ہی رات ہے یہ حالت حیات کے منافی ہے - نیچون سورج کے گرد ایک سو پینسٹھ سال میں گھومتا ہے - یورینس ہرشل کی محنت سے برآمد ہوا جو علم ہیئت کا سب سے ذہین ماہر تھا - اس کی بہن کیرولائن رات بھر پاس بیٹھی اس کے نتائج نگاہ نوٹ کرتی رہتی تھی ایسی محنتی بہن کسی کو نصیب نہیں ہوئی - یورینس اسی مرد فرزانہ کی محنت سے معلوم ہوا - اس سے پہلے کے ہیئت دان اسے ستارہ سمجھتے رہے تھے - اتنا البتہ کہتے تھے کہ یہ جو ایک طرف کو کھینچا ہوا ہے ضرور کوئی بڑا جسم اپنی طرف کھینچ رہا ہے - جرمنی کا ڈاکٹر بلی ویر نے مکمل حساب لگا کر نیچون کی موجودگی اور سیارہ ہونے کے بارے میں یقین واثق پیدا کر چکا تھا - رصد گاہ کی مدد کے بغیر اسی حساب سے نیچون تلاش کر لیا اور دنیا کو حیران کر دیا - کیا عجب ہے جو اس سے بھی

پرے کوئی سیارہ ہو۔ ممکن ہے کہ بہت دور اس دوربینیں ایجاد ہو جائیں اور کوئی اور سیارہ سات پر اضافہ ہو جائے۔

روشنی کے بارے میں پہلے بہت مختلف نظریے تھے۔ بعض چاند سورج اور ستاروں کو روشنی کا منبع سمجھتے تھے۔ بعض انسانی آنکھ کو مرکز بتاتے تھے کہ ڈھیلے سے نگاہ نکل کر دوسری اشیاء کو محسوس کرتی ہے۔ بعض کا خیال تھا کہ روشن چیزیں ذرات پھینکتی ہیں اور وہ پٹھے سے ٹکرا کر روشنی پیدا کر دیتی ہیں۔ سائنس اور خاص کر لاسلکی کی ایجاد نے معلوم کیا ہے کہ روشنی چلتی ہے اور اس کی رفتار حیرت انگیز ہے۔ اس تحقیق کی بنیاد رومر نے رکھی ۱۶۷۶ء میں اس نے قانون بنایا کہ روشنی سفر کرتی ہے۔ اس ایجاد میں علم ہیئت کا ہی احسان تھا۔ اس کا اندازہ عطارد کے چاندوں کے غائب و حاضر ہونے سے لگایا گیا کہ روشنی سفر کرتی ہے۔ مثلاً یہ کہ کسی چاند کی روشنی زمین پر فوراً نہیں پہنچتی۔ پھر بعد میں تحقیق ہوا کہ روشنی سے زیادہ تیز رفتار دنیا میں اور کوئی چیز نہیں۔ ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل دوڑ جاتی ہے۔ سیکنڈ کے آٹھویں حصے میں دنیا کے گرد چکر لگا سکتی ہے۔ آئن سٹائن نے کہا ہے کہ اس کی رفتار کی حد ہے اور یہ کہ تیرنے رفتار پتلے پن کی وجہ سے ہے۔ روشنی کی شعاعیں بہت گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ لاسلکی کی لہریں لمبی ہیں اور رفتار میں روشنی کے برابر ہیں۔ نیوٹن نے بتایا تھا کہ روشنی بہت سے رنگوں کا مجموعہ ہے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ روشنی پیدا کرنے والی گرمی ہی کے قانون سے اشیاء کے اجزائے ترکیبی معلوم ہوئے ہیں یہاں تک کہ روشنی کا بھی تجزیہ کر لیا گیا بلکہ اسی سے ستاروں اور سیاروں کا بھی تجزیہ ہوا ہے درجۂ حرارت تک معلوم کر لیا گیا ہے۔ سب سے عجیب بات یہ کہ روشنی ہی کی رفتار سے ستاروں سیاروں زمین اور سورج وغیرہ کا باہمی فاصلہ معلوم ہوا ہے۔ یہ کیسی حیرت انگیز بات ہے کہ جو اجسام زمین سے قریب ہیں ان کی روشنی یہاں آٹھ سال میں پہنچتی ہے اور جو دور ہیں ان میں سے تو بعض کی روشنی ایک لاکھ پچاس ہزار سال میں پہنچتی

ہے۔

روشنی فریب بھی دیتی ہے مثلاً بھوت اور آسیب پیدا کرتی ہے۔ براکن کا بھوت جو ہارٹز پہاڑ دیوں میں نظر آتا رہا وہ روشنی ہی کا کرشمہ تھا۔ ۱۷۹۷ء میں ایم ہائے نے اس کی تحقیق کی۔ جب نظر ڈالی اور ساتھ ہی اپنی ٹوپی کو اٹھایا تو بھوت کے سایئے میں بھی ویسی ہی حرکت پیدا ہوئی۔ جب دوسرے آدمی کو لے آیا تو بھوت بھی دور ہو گئے۔ یعنی آدمیوں کے سایئے سورج دھند بادل اور روشنی کے مرکب سے بنے تھے اور بھوت معلوم ہوتے تھے۔

ٹوٹنے والے تارے ہمیشہ عجوبہ رہے ہیں۔ ان کی ہر ملک اور ہر قوم میں مختلف تاویلیں تھیں۔ ایسا بھی ہوتا رہا کہ زمین پر ان کا کوئی جز گرا اور لوگوں نے اس پر مندر بنا کر پوجا شروع کر دی۔ انیسویں صدی میں دیکھا گیا کہ نارمنڈی کے ایک گاؤں پر دوپہر کے بعد آگ کا ایک شعلہ منڈلا رہا ہے۔ جب پھٹا تو کافی دور تک اس کے ٹکڑے گرے اور کسان دہشت زدہ ہو گئے۔ تجربہ گاہ میں معلوم ہوا کہ ٹکڑوں میں پتھر اور لوہا ہے۔ اب ہیئت داں بتاتے ہیں کہ اس قسم کے بیس بلین ٹکڑے روزانہ زمین پر گرتے ہیں لیکن کرۂ ہوائی انہیں گرما کر سرخ کر دیتا ہے اور وہ جل کر خاک ہو جاتے ہیں۔ شاذ و نادر ہی کبھی زمین پر پہنچتے ہیں۔ اس قسم کے گرے ہوئے پتھر کافی مقدار میں اب عجائب خانوں میں موجود ہیں۔ کچھ مدت ہوئی جب شمالی سائبیریا میں ایک بہت بڑا ٹکڑا گرا تھا اور سخت تباہی پیدا کر دی تھی۔ شمالی امریکہ میں ایک خشک جھیل کی تہ میں اس قسم کا بہت بڑا ٹکڑا دفن ہے جو اب نکالا جا رہا ہے یہ آدھ میل سے زیادہ چوڑا ہے۔ ٹین سوفٹ کی گہرائی میں ملا ہے۔ سیاح رابرٹ پیری جینسن کیپ یارک سے ایک بہت بڑا ٹکڑا لایا تھا جو خالص نکل اور لوہے کا ہے۔

علم ہیئت نہایت دلچسپ علم ہے۔ بعض پہلے نظریے اب مسلمات بن چکے ہیں اور جو اب حساب اور تحقیق سے قائم کئے ہیں وہ آئندہ تحقیق ہو کر مسلمات بن جائیں گے۔ دنیا سیاسی بے چینی میں تڑپ رہی ہے لیکن یہ طبقہ اب بھی بدستور آسمان کو چمٹا ہوا ہے۔ یہ

Marfat.com

علم توہم پرستی کا بہت اچھا علاج ہے گو وہمی اب بھی یہی کہے جاتے ہیں کہ اوہو! یہ کیا ڈھکوسلے ہیں مفت کی قیاس آرائیاں ہیں ہمارے حضرت جی کو سب معلوم تھا جنہیروں میں اڑے پھرا کرتے تھے۔ خیر وہم کا علاج تو رسولوں کی محنت سے بھی پوری طرح نہ ہوا لیکن جب یہ بات سامنے آتی ہے کہ خود سورج مع اپنے اتنے وسیع نظام کے بارہ میل فی منٹ کی رفتار سے کسی دوسرے نظام کے تابع چل رہا ہے۔ ہم کہیں جا رہے ہیں کچھ معلوم نہیں کہاں جا رہے ہیں یہ سوچتے ہیں پھر خلا کی وسعت پر خیال دوڑتا ہے تو دماغ شل ہو جاتا ہے سینہ پھول جاتا ہے سانس رک کر الجھنے لگتا ہے۔ کیا ہے یہ جہان اور کیا ہے یہ راز! یہ وسعتیں اور یہ پہنائیاں! پھر اکبر مرحوم کے اس مصرعہ پر نظر جا ٹکتی ہے اور تسکین ہو جاتی ہے:۔

جو کچھ بھی ہے یہ خدا کا ہے ہمارا کیا ہے۔

یورپ کے دماغوں نے ایک ایسا اچھوتا علم نکالا جس نے انسان کی دنیا پلٹ دی۔ یعنی سائنس کا اختراع کیا۔ اشیاء کی حقیقت علمی طور پر تجزیے اور تحلیل کے ذریعے معلوم کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ در اصل دوا سازی اس علم کی ماں ہے۔ خود یورپ کے زمانۂ وسطیٰ میں جب ہر طرف جہالت کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں تو اکثر یہودی زہر تیار کرنے میں پھونکا پھانکی کر کے کیمیاوی طریقے نکالتے رہتے تھے۔ اس لئے کہ اس زمانے میں دشمنوں کو راز داری کے ساتھ مارنے میں زہروں کی ضرورت پیش آتی تھی۔ یہانتک کہ خود کلیسا بھی اس آسانی سے فائدہ اٹھا لیتا تھا۔ علم کے پھر ادھر توجہ بڑھتی گئی نئے باب کھلتے گئے۔ پرانے نظریے جو قدیم بزرگوں نے قیاس اور اٹکل سے لکھ دیئے تھے نئے دماغوں نے ان کو عملی طور پر آزمانے کی ٹھانی۔ گلیلو مغرب کا پہلا آدمی ہے جس نے ارسطو کے قول کو جھٹلایا کہ دو مختلف وزنوں کے پتھر زمین پر مختلف وقتوں میں گرتے ہیں بھاری پہلے اور ہلکا بعد میں جو غیالات تھے سب کی تردید کر دی تھی۔ مثلاً یہی کہ زمین ساکن ہے دنیا کا مرکز ہے ستارے

قدرت نے ہماری دنیا کو سجانے کے لئے بنائے ہیں - یا یہ یقین کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ایک ستارہ نیا نمودار ہو جاتا ہے جو اس کی قسمت کا ذمہ دار ہوتا ہے - جنم پتری اسی بنا پہ بناتے تھے اور دس باتوں میں سے کوئی وقوع میں آجاتی تھی تو ایمان لے آتے تھے - یہ سب باتیں اس نے جھوٹی ثابت کیں غرض اسی زمانے سے سائنس کی جستجو تیز ہو گئی اور اب نتائج ہمارے سامنے ہیں ایسے کہ اگر قدماء کو اٹھا کر دکھا دئے جائیں تو چھاتی کوٹ لیں کہ دنیا جادو کی بن گئی ہے -

ڈاکٹر ہاروے نے انسانی جسم کے بارے میں قابل قدر معلومات حاصل کیں جو انگلینڈ کا سامنے والا تھا لیکن ہالینڈ کے ایک نوجوان فان لیون ہک نے سائنس کے آغاز ہی میں ایک عجیب اضافہ کیا - ایک خوردبین ایجاد کر کے گدلے میلے کچیلے پانی کو غور سے دیکھا اور تحقیق کی کہ اس میں بہت چھوٹے چھوٹے عجیب المخلقت باریک کیڑے مختلف شکلوں اور صورتوں کے موجود ہیں اور نہایت عجیب و غریب ہیں - یہاں تک معلوم کر لیا کہ ان میں سلسلۂ توالد و تناسل بھی ہے - ایک یہ بات کہ پانی میں ڈال دئے جائیں تو جاندار ہو کر سلسلۂ تناسل میں لگ جاتے ہیں - اس نے ہر جگہ اور ہر چیز میں ان کی تلاش شروع کر دی - ان کو دانتوں کے پھنسے ہوئے ذرات میں بھی ڈھونڈ نکالا - خون اور بوسیدہ گوشت میں بھی ملے - یہ بھی معلوم کیا کہ بارش کے پانی میں چھوٹے چھوٹے کیڑے گھاس اور پودے ہوتے ہیں جو خوردبین کے بغیر نظر نہیں آسکتے - ان میں بھی توالد و تناسل کا سلسلہ ہے - بعد کی تحقیقوں نے ثابت کر دیا کہ یہ جراثیم یا بیکٹیریا میں جو بڑی چیزوں کو نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں - بیماریوں کا سبب ہیں - یہ نوجوان سترھویں صدی میں ان حقائق پر پہنچ گیا تھا - سائنس میں ایک نئے باب کا اضافہ کر گیا اور بعد میں اس سے بہت معلومات ہوئیں -

سب سے پہلے کاؤنٹ والٹا نے بجلی کی رو معلوم کی تھی - فیراڈے نے جو انگلینڈ

Marfat.com

کا رہنے والا تھا تار کے گچھوں اور مقناطیس سے بجلی کا نکالنا معلوم کیا - ڈیوی جو اُس کا ایک طرح استاد تھا وہ بھی ان تحقیقوں میں حصّے دار رہا - اس نے ملکر یہ معلوم کیا کہ بجلی کی رَو ایک دھات کو دوسری دھات پر ملمع کی صورت میں چڑھا دیتی ہے - یہ دونو ابتدائی موجد تھے - بجلی ایجاد کرکے انسان کو سب سے بڑا خادم دے گئے - فیراڈے نے یہ بھی تحقیق کیا کہ گیس کو دفیق صورت میں اور دفیق شدہ کو پھر گیس میں تبدیل کیا جا سکتا ہے - پانی کی بھاپ پر بھی اس کی نظر پہنچ چکی تھی - یہ اُسی کا قول ہے کہ کسی چیز کو بغیر دیکھے نہ مانو اور نہ مٹواؤ - اس کے بہت سے تجربے اب تک کام آتے ہیں - ان دونو نے یہ بھی معلوم کیا تھا کہ نائٹرس آکسائڈ اور ایتھر کو سانس کے ذریعے اندر کھینچنے سے حواس معطّل ہو جاتے ہیں - جیمز سمپسن نے آگے چل کر کلوروفارم اسی اصول پر ایجاد کیا - سائنس دانوں نے ہوا کو مرکب ثابت کیا یہ بتایا کہ آکسیجن نائٹروجن کاربن ڈائی اور بخارات آبی سے مرکب ہے - طاقت تو مسلّم تھی لیکن یہ ثابت کیا کہ ہوا میں وزن ہے - زمین پر اسکا دباؤ ہے - ہر جسم پر دباؤ ہے - آدمی کے جسم پر ایک انچ میں ڈیڑھ سیر ہوا ہے یہ دباؤ نہ ہو تو جسم پھٹ جائے -

اربعۂ عناصر جو مفرد و مجرّد چلے آ رہے تھے مرکب ثابت کر دیے اور ان سے عجیب کام لئے - زندگی پیدا ہوتے ہی انگلینڈ میں کارخانے جاری ہو گئے - مزدور اور کاریگر ٹک کے کونے کونے سے کھنچ کر کام سنبھالنے لگے - جس پر ورڈ سورتھ جیسے شعرا نے چلّاتی کوئی ہے کہ وہ جنگل نہ رہے وہ فضائیں نہ رہیں - گاؤں کے پرفضا مقامات پر اب دھوآں اگلنے والی چمنیاں کھڑی ہیں - لوگوں میں وہ بے فکری اور سادگی نہیں سب پیسے کی دھن میں لگ گئے ہیں - ان کارخانوں میں انجن بھی استعمال ہونے لگے تھے جو پہلے پانی کی طاقت سے چلائے گئے - پھر پتھر کا کوئلہ نکال لیا گیا جو لاکھوں سال سے زیر زمین دبا پڑا تھا اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ کتنی قیمتی کیمیا ہے - فرانس کے پاپن نامی ایک شخص نے سب سے پہلے ایک معمولی سا انجن بنایا - بعد میں جیمس واٹ نے جو انگریز تھا اسٹیم انجن ایجاد کیا جو بھاپ کی زبردست

طاقت کا راز تھا جس سے کاروبار میں انقلاب عظیم پیدا ہوگیا - دیگر قسم کے انجن بھی اسی مردِ دانا نے نکالے اور پرزوں پر قابو پالیا - کارخانوں اور کوئلے کی کانوں میں یہ انجن کامیابی سے چلنے لگے - اب باربرداری کی مشکلات کو حل کرنے کی فکر ہوئی - رچرڈ ٹریوینھک نے سنہ ۱۸۰۲ء میں ایک دخانی گاڑی ایجاد کی جس کا انجن معمولی اور بڑا تھا - جب لندن میں اس کو سڑک پر چلایا گیا تو سڑک رفتار اور اس کے بوجھ کو برداشت نہ کرسکی - آخر یہ خیال ملتوی کردیا گیا - اب اسٹیفن سن کی باری آئی جو ایک معمولی انجن کی مدد سے کوئلے کے چھکڑے کان سے بیاڑ پر پہنچایا کرتا تھا - اس نے بلوچیر نام انجن تیار کیا جو لوہے کی پٹڑی پر چلتا تھا اور ایک سو بیس من کی آٹھ گاڑیاں چار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے لے جاتا تھا - لیکن اتنے دھکے کھاتا تھا کہ پٹڑی اور کل پرزے دونو خراب ہوجاتے تھے - بھاپ سے سیٹی کی آواز نکلتی تھی جس سے جانور بھڑکتے تھے اور حادثات پیش آتے تھے - بہرصورت اس نے سنہ ۱۸۱۵ء میں ایک انجن بنالیا جو وزن میں ہلکا بیکار پرزوں سے بہری اور بھاپ سے بہت طاقت پیدا کرتا تھا - کانوں کی باربرداری اسی سے ہونے لگی - آخر بیس سفری گاڑیاں جاری ہوگئیں گو لوگوں نے مخالفت اور اعتراضات سے سخت رکاوٹ ڈالی - پہلی گاڑی نے ایک گھنٹے پانچ منٹ میں تو میل کا سفر طے کیا - خود اسٹیفن سن نے انجن چلایا - عوام اور امرا مدتوں ریل گاڑی سے نفرت کرتے رہے - جب تک سنہ ۱۸۴۲ء میں ملکہ وکٹوریہ نے خود لندن سے ونڈسر تک سفر نہ کیا نفرت اور تعصب دور نہ ہوا - پھر سب عام و خاص ریل کے سفر سے مانوس ہوگئے - اسٹیفن سن کی محنت سے دنیا بھر میں ریلیں چل پڑیں اور اس کے ہی انجن کی بدولت دخانی جہاز سمندر میں دوڑنے لگے -

بجلی کے بارے میں کافی دنوں سے تحقیق ہو رہی تھی معلوم ہوچکا تھا کہ کن چیزوں کی رگڑ سے بجلی پیدا ہوتی ہے لیکن بنجمن فرینکلن امریکی نے تجربے کرکے ثابت کیا کہ وہ صرف رگڑ کا نتیجہ نہیں بلکہ مستقل طور پر ایک علیحدہ طاقت ہے - برقِ مثبت و منفی اسی نے نام رکھا - شیشہ شیشے کی رگڑ سے اور منفی لاکھ کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے - بادل کی بجلی سے تجربے کئے

Marfat.com

وہ تجربہ بہت مشہور ہے جو اس نے پتنگ اڑا کر ڈورا اور چابی کے ذریعے کیا تھا۔ ثابت کر دیا تھا کہ کہربا اور بادل کی بجلی ایک ہی چیز ہے۔ پھر اس طاقت کو کام میں لانے کی تدبیریں نکل آئیں۔ آج کب جانتے ہیں کہ اس دریافت نے انسانی تہذیب کو کتنی ترقی دی ہے۔ جان ایرکسن نے جو سوئیڈن کا رہنے والا تھا انگلینڈ میں آکر انجنوں اور جہازوں کے بارے میں عجیب عجیب اختراعیں کیں۔ اسی کا پہلا دخانی جہاز تھا جو بحر اوقیانوس کو طے کر کے نیویارک پہنچا۔ اسی نے لڑنے میں استعمال ہونے والے جنگی جہاز بنائے اور ڈریڈناٹ کی بنیاد ڈالی۔ اسی زمانے میں مفکروں نے ہر کام کی مشینیں ایجاد کیں۔ سامانِ حرب وہ مہیا کیا کہ مشرق اس کے سامنے تلوار بغل میں دبا کر بے دست و پا ہو گیا۔ جب گوروں کی باڑھیں چلتی تھیں تو ہندوستانی دلیر توڑے دار بندوقیں پھینک کر بھاگ جاتے تھے۔ یہاں انگریزوں کی کامیابی زیادہ تر ہتھیاروں اور آلاتِ حرب کی ہی جدت پر موقوف رہی ہے۔ اگر یہ ابر کے ہتھیار نہ ہوتے تو اتنی آسانی نہ ہوتی۔

مشینوں کی ایجاد نے دنیا بدل دی یوں تو جتنی کہانی کہانی ہر ایک کام مشینوں سے ہونے لگا۔ ہمارے یہاں اب بھی حضرت آدم کے زمانے کے آلات و اوزار چل رہے ہیں وہی جو ہزاروں سال پہلے انسان نے القافیہ طور پر نکال لئے تھے۔ ہم چاقو کا دستہ بھی بدلنے کے لئے تیار نہیں۔ وہاں ایک مشین سیکڑوں گز کپڑا ایک دن میں بن دیتی ہے۔ یہ جاء طاقت والے گھروں میں مشینیں فٹا فٹ کپڑے سی رہی ہیں امریکہ کے الیاس کی محنت کا نتیجہ ہیں۔ جس نے ناکامیاں اور مصائب اٹھا کر یہ سادہ سی کارآمد فائدہ بخش اور دیدہ ریزی سے چھڑا دینے والی مشین ایجاد کر کے روزمرہ کی زندگی میں اتنی سہولت پیدا کر دی ۱۸۱۰ء میں لی نوئر نے فرانس میں کیس کا انجن تیار کر لیا۔ پیٹرول سے انجن میں مدد لی اور موٹر میں دوڑنے لگا۔ مٹی کا تیل بھی کوئلے کی طرح زمین میں دوڑ رہا تھا اور دنیا اس سے لیے خبر دین کے تیل سے چراغ ٹمٹما رہی تھی یورپ نے اس کو نکال کر پیٹرول جیسی چیز ایجاد کی اور مفید کام لئے۔ ربڑ کی ایجاد نے ایک انقلاب پیدا کیا اور ٹیوب ٹائر نے گاڑیوں کو ہوا بنا دیا۔ موٹر کار بہت

Marfat.com

سے دماغوں کے غور و فکر کا نتیجہ ہے رفتہ رفتہ اس شکل و صورت پر پہنچی ہے۔

ہوا میں اڑنے کی آرزو انسان کو مدت سے تھی۔ قدیم یونان کا ایک نوجوان آئی کیرس موم سے چپکے ہوئے پروں پر ہوا میں اڑا بادلوں تک پہنچا لیکن موم پگھل جانے کی وجہ سے زمین پر آ پڑا تھا۔ یورپ نے اس خیال کو ذہن میں رکھ کر کوشش شروع کی۔ رائٹ برادران نے اس میں کامیابی حاصل کی اور امریکہ کو اطلاع دے کر مقابلے میں کامیاب ہوئے۔ پھر جنگ عظیم کے بعد بہت ترقی ہوئی۔ آج کل جو اہمیت ہوائی طاقت کو حاصل ہے سب پر روشن ہے۔ آبدوز کشتیاں نکالی گئیں یوبوٹ اسی کی شاخیں ہیں۔ امریکہ نے ایسے آواز گیر بنا ڈالے جو یوبوٹ کا پتہ لگا لیتے ہیں کہ پانی کے کس حصے میں ہے کتنی گہرائی میں ہے۔ پریس کی ایجاد پر اب تک مضامین لکھے جاتے ہیں یہ جان گٹن برگ نے جرمنی میں ایجاد کیا تھا۔ پھر یہاں تک ترقی ہوئی کہ حروف بیک وقت ڈھلتے کمپوز ہوتے اور مشین پر پہنچ کر چھپائی کر دیتے ہیں۔ مرگیں تھالر کی تیس سالہ محنت نے پریس کو طلسم خانہ بنا دیا۔ مورس نے جو امریکن تھا مصوری سے نکل کر ٹیلیگراف ایجاد کیا اور اس سے لوگوں کو روشناس کرنے کے لئے جو صدمے اور روحانی کوفت اٹھائی وہ الگ ہے۔ ۱۹۴۵ء میں اس عاقل آدمی کی یہ ایجاد عام ہو گئی۔ ہزاروں میل کے فاصلے پر آناً فاناً خبریں پہنچنے لگیں۔ اس کے بعد گراہم بیل سکاٹش نے ٹیلی فون ایجاد کر کے لوگوں کو گھر بیٹھے باتیں کرنے کی سہولت دیدی یہ ٹیلیگراف سے بھی زیادہ اچنبھے کی چیز ہے۔ ساری دنیا میں اس کا جال پھیلا ہوا ہے۔ ایڈیسن وہ موجد تھا امریکہ کا رہنے والا جس نے سب سے زیادہ ایجادات کیں اور بھولے سے بھی ولی ہونے کا دعوے نہ کیا حالانکہ ولیوں سے زیادہ مفید کام کئے۔ بجلی کی تقسیم بلب اور آلات و آوزار اسی نے نکالے ڈائے نمو اور سفرنی بیٹری ایجاد کئے۔ بیٹری اسی کا احسان ہے۔ اس نے عمر میں پچاس ہزار سے زیادہ تجربے کئے۔ سیمنٹ اسی کی اختراع ہے۔ وائرلس اسی نے بنایا۔ وہ تین ہزار میل سے تار پیڈو کی آواز سننے والا آلہ اسی کی فکر ہے۔ سینما علم اسی نے نکالی تھی جس کا مسٹر پال نے ترقی کر کے

۱۸۶۲ء میں لندن میں منظم صورت میں مظاہرہ کیا - پھر تو اتنی ترقی ہوئی کہ اب ہر ملک میں زندگی کا جزو ہے۔ ایسا مشغلہ ہے کہ ہماری رگوں میں اتر گیا ہے - اور کہیں نہیں تو فلم میں ہی کچھ دیکھ لیتے ہیں -

اٹلی کے باشندے مارکونی نے لاسلکی ٹیلیگراف ایجاد کیا جس میں نہ بجلی ہے نہ تار ہیں نہ کھمبے نہ سلسلہ محض ہوا کی لہروں سے پیغام رسانی ہوتی ہے - ہوا میں جو لہریں ہیں وہ اتنی تیز رفتار ہیں کہ ایک سیکنڈ میں زمین کے گرد آٹھ مرتبہ گردش کر سکتی ہیں - اس مردِ دانا نے دو بانس کھڑے کر کے کسی طرح یہ بات معلوم کر لی تھی - فرانس میں ایک شخص جوزف نیپ سے نے فوٹوگرافی دریافت کی - شیشے کی پلیٹ پر تصویر آنے لگی - تاہم اس میں نقائص تھے جلد اڑ جاتی تھی - تصویریں دھندلی اور پھیکی آتی تھیں - اتفاقاً ایک رات تصویر کی پلیٹ کو الماری میں رکھا - جب صبح دھونے کے لئے نکالا تو یہ دیکھ کر سخت حیران ہوا کہ تصویر بالکل صاف ابھری ہوئی تھی - جو بات محنت سے حاصل نہ ہوئی تھی یوں آپ ہی آپ ہو گئی - آخر اس نے معلوم کر لیا کہ یہ کام پارے کے اثر سے ہوا ہے پھر کیا تھا ایک سیکنڈ میں تصویریں کھینچنے لگیں - یہ کامیابی ۱۸۴۷ء میں ہوئی - فوٹو کی آسانی اور اہمیت ظاہر ہے سب سے بڑی بات یہ کہ فوٹوگرافی سینماٹوگراف کے لئے تمہید بن گئی -

پولینڈ کی رہنے والی ایک خاتون میڈم کیوری نامی نے عجیب قسم کی ایک دھات معلوم کی جو خواص اور طاقت کے لحاظ سے اب تک سائنس دانوں کی توجہ کا مرکز ہے - اس کا باپ سائنس کا پروفیسر تھا - کیوری باپ کے ساتھ تجربوں میں مددگار رہتی تھی - پولینڈ میں سیاسی تباہی آئی تو وہ فرانس میں پہنچ گئی جہاں بیکریل نامی ایک شخص یورنیم دھات کی تحقیق کر رہا تھا - یہ عجیب دھات کول تار جیسی ہوتی ہے جو روشن اور تیز ہے - اسی کے توڑ جوڑ سے ڈاکٹر رانجن نے عکس ریز نکالا تھا جو آپ انسانی جسم کا اندرونی فوٹو لیتا ہے - میڈم کیوری نے کونسا یعنی پچ بلینڈ میں وہ ذرے دریافت کئے جو روشنی اور طاقت کا سبب ہیں - پچ بلینڈ کی بہت سی مقدار مہیا کر کے تلاش شروع کر دی اور پولونیم معلوم کر لی - اس کے بعد پھر تلاش کی اور دنیا میں وہ چیز زیادہ کر دی جس کا کسی کو علم نہ تھا - یہ ریڈیم دھات تھی جس نے سائنس دانوں کو حیران کر دیا - عجیب تر

Marfat.com

بات یہ ہے کہ یہ دھات ہر وقت متحرک رہتی ہے - اس ایجاد نے تحقیق کا ایک نیا باب کھول دیا - معلوم ہوا کہ یہ جو حرکت کرتی رہتی ہے اس کا باعث اُس کی انتہائی گرمی ہے - یونان میں ڈیمقراطیس نے ہزاروں سال پہلے بتایا تھا کہ مادہ اور اجسام باریک ذرّات سے مل کر بنے ہیں - بعض کہتے تھے کہ وہ تقسیم ہو سکتے ہیں بعض زور دیتے تھے کہ ان کی ذہنی اور خیالی تقسیم بھی نہیں ہو سکتی - ریڈیم اور اس کی بہنوں کی دریافت سے تحقیق ہو گیا کہ ہر ذرہ ایک نظام ہے - ان کا ایک مرکز ہے اور بجلی کے باریک ذرّے اس مرکز کے گرد اسی طرح گھومتے ہیں جیسے سورج کے گرد سیارے - ایٹم میں یہ مرکز ہر وقت پھٹتا رہتا ہے اور آواز بھی نکلتی ہے - یہ معلوم کر لیا گیا کہ اگر چند اجزاء توڑ لئے جائیں تو ان کی طاقت تمام کارخانے چلانے کے لئے کافی ہے - رتھر فورڈ نے ان کو پھاڑ کر دکھا دیا لیکن اس کام کے لئے بہت طاقت کی ضرورت تھی تکمیل نہ ہو سکی - اسی سے سورج کی مسلسل روشنی اور چمک کا راز معلوم ہو گیا - یہی دھائیں اس میں عمل پیرا ہیں - ۱۹۳۸ء میں جرمنی کے سائنس دانوں نے آسمانی بجلی سے ایک کروڑ وولٹ کی طاقت حاصل کرنے کی ٹھان لی - ایک کی جان اسی میں گئی باقی مصروف کار رہے - بعد کی کارروائی پردۂ راز میں ہے -

تاہم اتنا سب جانتے ہیں کہ ۱۹۳۹ء کی جنگ میں ہٹلر کے دعاوی اسی اُمید پر مبنی تھے کہ کوئی ایسی ہی طاقت اس کے سائنس داں نکال لیں گے جو دشمن کی تباہی کے لئے تیر بہدف ہو گی مکمل کامیابی نہ ہوئی اور یہ سعادت اس کی مٹھی سے امریکہ کے ہاتھ میں چلی گئی - انہوں نے بہت جلد قابو حاصل کر لیا اور جاپان میں مظاہرہ کر کے ایٹم بم کی دھاک دنیا کے دلوں پر بٹھا دی - اب نئی تحقیقات سے اور بھی فروغ دے لیا ہے - طاقت کا یہ سرچشمہ نہ معلوم انسان کو کس درجے پر پہنچائے گا - بڑے بڑے سربستہ راز کھل جائیں گے دنیا کسی اور رخ پر چل پڑے گی - سیاسی فتنے ختم ہو جائیں تو یورپ ابھی نہ معلوم کہاں پہنچ کر دم لے -

اس انقلاب میں ایک تازہ تحقیق ہوئی جس نے دین اور دنیا کے معتقدات میں سخت تبدیلی پیدا کر دی - ڈارون جو انگلینڈ کے ایک ڈاکٹر کا لڑکا تھا بڑا ہو کر کیمبرج میں داخل ہوا

Marfat.com

اسے بچپن سے ہی قدرتی تحقیق کا دلی شغف تھا۔ علم طبقات الارض کا اس وقت بہت چرچا تھا۔ بائبل کے اس خیال سے لوگ اکھڑ چکے تھے کہ دنیا چھ دن میں بنائی گئی ہے۔ ڈارون کا خیال تھا کہ یہ پہاڑ اور وادیاں ہزاروں سال میں اس شکل صورت کو پہنچی ہیں۔ اس نے پرندوں اور حیوانوں کا علم حاصل کیا۔ طالب علمی سے نمٹ کر جغرافیے کی تحقیق کے لئے جو جہاز جنوبی امریکہ کی طرف جا رہا تھا اس میں ماہر علم حیات کی حیثیت سے روانہ ہو کر جنوبی امریکہ میں کیڑوں مکوڑوں اور حیوانوں کا معائنہ کیا۔ معدوم شدہ جانوروں کے پنجر نکالے اور اندازہ لگایا کہ یہ براعظم کبھی بڑے بڑے ہیبتناک جانوروں کا مرکز رہا ہے۔ ان پانچ سال کی عجیب سیاحت میں اسے یہ تحقیق ہو گیا کہ تمام جاندار باہم گہری مشابہت رکھتے ہیں۔ وہ یہ سفر آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے راستے ختم کر کے اور عجیب عجیب تحقیقیں لے کر انگلستان پہنچا۔ ہزاروں قسم کے جانور کیڑے مکوڑے معدوم و موجود حیوانات کچھ پہلے بھیجے گئے تھے کچھ اپنے ساتھ لایا ان کو ترتیب سے رکھ کر پندرہ سال تک یہ تحقیق کی کہ چاہے دنیا میں کروڑہا کروڑ قسم کی مخلوق ہے لیکن پیدائش میں ایک ہی اصول کام کر رہا ہے۔ اس نے یہ ثابت کیا کہ کسی نوع کی پیدائش براہ راست عمل میں نہیں آئی۔ جانوروں کی تمام انواع سادہ انواع سے ترقی کر کے ماحول کی موافقت سے موجودہ صورت کو پہنچی ہیں۔ ہر جاندار کے لئے غذا ضروری ہے۔ دوسروں کے لئے بھی غذا بن جاتا ہے۔ نسل کے لئے جوڑا ڈھونڈتا ہے۔ یہ تین باتیں جانداروں کے تنوع کا باعث ہوئی ہیں۔ اس فارمولے کا نام اس نے اصل الانواع رکھا۔ یہ بتایا کہ اپنی حفاظت کے لئے ہر چیز نے اپنے آپ کو ماحول کے مطابق بنایا ہے۔ یہاں ہر چیز دوسری کو کھاتی ہے۔ اس لئے کشمکش حیات میں وہی کامیاب رہے ہیں جو زیادہ پھرتیلے سمجھدار اور دور اندیش تھے اور مکر و فریب یا دوڑ دھوپ سے اپنے آپ کو بچا سکتے تھے۔ ان میں صرف اتنا فرق ہے کہ وہ اور جانداروں سے زیادہ دانا اور سیانا ہے۔ یہاں تک بتایا کہ جس طرح حیوانوں کی انواع الگ الگ پیدا

نہیں ہوئیں بلکہ ایک نوع دوسری سے ترقی کر کے بنی ہے اسی طرح انسان بھی باقی صورتوں سے ترقی کر کے موجودہ منزل تک پہنچا ہے۔ اُس نے چھتیس سال تک کبوتروں کا تجربہ کیا۔ انسان کے ارتقاء کی کہانی مضبوط ثبوتوں کے ساتھ لکھدی — آج تمام حکمائے یورپ اُس کے نظریے کے قائل ہیں۔ کہتے ہیں کہ انسان بندر نہیں تو بندر کا ساتھی ضرور ہے۔ یہ دونو لیموز کی قسم سے ہیں۔ ڈارون نے یہ تحقیقیں ۱۸۲۲ء کے بعد کی ہیں جنہوں نے مذہب کو تو صدمہ پہنچایا لیکن تحقیق کا ایک عجیب باب کھولدیا۔ تاہم اس سے خدا کا انکار نہیں ہوتا اس لئے کہ سارے کام اسی کی قدرت کے ہیں۔ انسان مختلف تعبیریں کرتا ہے۔ اسی کا فعل ہے چاہے کسی صورت سے ہو۔ کیا عجب ہے جو حضرت آدم تکمیل ارتقا کا ظہور ہوں۔ ڈارون پر اس نظریے کے بعد کلیسا کی طرف سے سخت لعنتیں پڑیں لیکن اس نے کبھی خدا سے انکار نہیں کیا۔

کہا منصور نے خدا ہوں میں ڈارون بولا بوزنہ ہوں میں
ہنسکے بولے یہ تب مرا کہ وہ ہے فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست (اکبر)

جرمنی کے فرائڈ اور آئن سٹائن اسی زمانے کے آدمی ہیں جنہوں نے بہت آگے قدم مار کر خیالات اور حقائق میں اضافہ کیا۔ فرائڈ نفسیات کی تخلیق میں اپنے وقت کا امام ہے۔ اس علم کو حدِ کمال تک پہنچا دیا۔ اس نے ایک بات یہ بھی کہدی کہ انسان جو کچھ کرتا ہے جنسی رجحان کے ماتحت کرتا ہے۔ یہانتک کہ سیاست اور علوم بھی اسی جذبے کے ماتحت ظہور میں آتے ہیں۔ آئن سٹائن نے کشش ثقل تک کے اصول کو منسوخ کر کے حساب کے زور سے نئے اصول بنا دیے جو ہماری سمجھ سے بالا اور عام بحثوں کی گفتگو سے ارفع ہیں۔ اللہ اللہ! انسان بھی اتنی باریک حقیقتوں تک پہنچ چکا ہے کہ ان کو سمجھنے کے لئے انوکھے عجوبے دماغوں کی ضرورت ہے۔ قدرت نے ان ممالک کو کیسی ذہنیتیں بخشدی ہیں! ہم ابھی آغاز کو بھی نہیں سمجھ سکتے انجام پر نہ معلوم کب پہنچیں گے۔

یورپ نے علوم کے ساتھ فنون لطیفہ کو بھی حد کمال تک پہنچا دیا۔ خاص کر آرٹ اور مصوری میں تو گنجائش ہی نہ چھوڑی۔ اب اس میں کوئی کیا جدت کرے سوائے اس کے کہ پھر قدرت کی ہو بہو نقل سے ہٹ کر اپنی ایجاد بندہ اگرچہ گندہ پر اترے اور وہی پرانا آن نیچرل و تعصب اختیار کر کے جدت کا دعویٰ کرے جیسا کہ ہو رہا ہے۔ انسان فنون لطیفہ سے پہلے جلد روشناس ہو گیا تھا۔ غاروں اور پتھروں پر لاکھوں سال کے پرانے نقوش ملے ہیں۔ بکری، ہرن اور گھوڑے کے اکھڑے بگڑے ٹیڑھے ٹیگے خاکے اور خطوط ہیں۔ غرض ہزاروں سال تک ڈرائنگ اور تصویر میں سادگی رہی کسی کو اصل چیز کا نشان نہ ملا۔ یہ معمولی سی بات روشنی اور سائے کی جو مصوری کی جان ہے یورپ نے ہی اپنی باری پر معلوم کی۔ اس لیے کہ مشرق لکیر کا فقیر رہا۔ جو کچھ استاد سے سیکھا ایک شوشہ اس پر زیادہ کرنے کو کفر جانا۔ مغرب نے اس راز کو سمجھ لیا کہ جو کچھ ہے جو کچھ نظر آتا ہے وہی بنانا چاہیئے۔ یہی آرٹ کی جان تھی۔ اس فن میں ایسے ایسے تیز نظر باکمال پیدا ہوئے کہ مشرق ان کی نقل بھی نہیں اتار سکتا۔ وہ وہ باریکیاں دکھائیں اور وہ نقشے کھینچے کہ باید و شاید۔ تصویر میں زندگی دکھا دی۔ رنگوں کو اصل رنگوں سے ملا دیا۔

جو کچھ لکھا گیا ان علوم و فنون کا ایک کرشمہ ہے جو یورپ نے بیدار ہو کر پیدا کیے۔ ہزاروں سال کی فرسودہ زندگی کو بدل کر اس کو نئے سرے سے مرتب کر دیا۔ اس طرح کہ گویا پہلے ہی سارے براعظم میں ہیجان پیدا کر دیا۔ اس طرح کہ گویا پہلے ہی سارے براعظم میں ہیجان پیدا کر دیا۔ اس طرح کہ تحقیق کی دھن اور شوق علم کی نہ بجھنے والی پیاس لگ گئی۔ جذبۂ رشک و مقابلہ نے بڑا کام کیا۔ دوسروں سے سبقت لے جانے کے لیے رات کو رات اور دن کو دن نہ سمجھا۔ تفتیش و تحقیق میں دنیا کی لذتوں سے بے نیاز ہو کر عزیز عمریں کھپا دیں۔ آرزوؤں بھری زندگیاں مہمل گاہوں میں کھپا دیں نیوٹن نے ساری عمر شادی نہ کی۔ سیب پر نئی دریافتوں سے ملامتیں اور پھٹکاریں پڑیں۔ کلیسا کے زور ہی میں نہیں بعد تک جس شخص نے بھی اپنی تحقیق یا ایجاد کا دعویٰ کیا اس کا مذاق اڑایا گیا۔

Marfat.com

قہقہے لگے آوازے کسے - بیکن اور گلیلیو ہی پر سختیاں نہیں گذریں - ہر ایک نے قدامت پرست احمقوں کے ظلم جھیلے - ہاروے نے جب دوران خون اور دوسری حقیقتوں کے بارے میں کتاب شائع کی تو اچھے خاصے سمجھداروں نے تاؤ کھائے ناک بھوں چڑھائی - سخت مخالفت کی - لیون ہک کی جراثیمی تحقیق کا ہمعصروں نے مذاق اڑایا تھا - سٹیفن سن نے جب انجن اور ریل گاڑی چلائی تجویز پیش کی تو عوام تو عوام پارلیمنٹ کے ممبروں نے نشانۂ ملامت بنالیا - اعتراضات کی بوچھاڑ کردی کہ جانور بھڑکا کریں گے تو کار بھاگ جایا کرے گا - ایک نادان نے یہ بھی کہا کہ انڈے گندے ہو جایا کریں گے - ڈاکٹروں نے حکیمانہ انداز میں فرمایا کہ سرنگوں میں سے گذر کر صحتیں خراب ہو جائیں گی - فرنیکلن کی بجلی کا تمسخر اڑایا گیا تھا - ہوائی جہاز کے کوشش کرنے والوں پر بے حد قہقہے لگے علم ہیئت کی تحقیقات اور ڈارون کا نظریہ تو مذہب کے خلاف تھا اس لئے لعنتیں پڑیں اور مفضوحیاں ہوئیں - معمولی روزمرہ کی ضرورتوں کی ایجادوں پر بھی مذاق اڑایا گیا ہے - تاہم ان دنیا کے بدلنے والوں نے کسی رکاوٹ کی پروانہ کی - ہربرٹ سپنسر جو آج فلسفے میں مسلم ہے اس کی ساری عمر اس طرح ٹکڑوں میں کٹ گئی کہ جو کچھ کماتا تھا کتابوں کی طباعت پر لگا دیتا تھا جن کو زندگی میں کسی نے ٹکے کو نہ پوچھا - آخر اسی طرح ٹھوکروں میں ختم ہو گیا -

یہ دنیا کو پرامن طریقے سے بدلنے والے تقریباً سب کے سب غریب گھرانوں کے چشم و چراغ تھے - اکثر ان میں سے تاریک جھونپڑیوں اور مفلس محتاج گھروں سے سر نکال کر میدان عمل میں پہنچے اور انسانی تہذیب و تمدن کی نئے سرے سے بنیاد رکھدی - اسٹیفن سن ایک دیہاتی لڑکا تھا ایک زمیندار کی گائیں چگایا کرتا تھا - یہی چرواہا ریل ایجاد کرکے دنیا پر احسان کر گیا - سینے کی مشین جس الیاس نے ایجاد کی وہ ایک نہایت معمولی گھر کا لڑکا تھا - بائیسکل فیراڈے ایک غریب لوہار کا بیٹا تھا جو جلد سازی چھوڑ کر بجلی کا موجد بنا - اصل یہ ہے کہ غریبوں نے اس ترقی میں بڑے بڑے کام کئے ہیں - پھر یہ کہ اکثر نہایت معمولی تعلیم کے آدمی تھے - خود شکسپیر ساتویں جماعت کا بھگوڑا ہوا تھا جو پرنسپلوں اور پروفیسروں کا امام ہے - کہاں تک گنائے جائیں - تعلیم پر موقوف نہیں سب

Marfat.com

کچھ دماغ پر ہے۔

یہ تو ایسی باتیں ہیں جن میں دنیا طلبی کا احتمال ہے اہل مغرب میں بعض صاحبدل ایسے بھی پیدا ہوئے جنہوں نے انسان کی خدمت کو مقصدِ زندگی بنا کر بقائے دوام حاصل کی۔ اس ظالم ناشناس دنیا میں رسولِ عربی نے پہلی مرتبہ غلامی کے خلاف آواز بلند کی تھی اس ظلم کو مٹانا چاہا تھا لیکن افسوس ہے کہ پیروؤں نے اس ارادے کو بھی سنتِ مقررہ سمجھ کر آگے قدم نہ بڑھایا ان کی مساوات اور آزادی پر کفایت کی لیکن اس کام کو دو انگریزوں نے پورا کیا اور انسان کی پیشانی سے غلامی کا داغ دھو دیا۔ ان میں سے دو تین کے نام یہ ہیں۔ جان ہاورڈ جس نے قیدیوں پر ترس کھا کر جیل خانوں کی اصلاح کی ورنہ اس وقت تک جانوروں اور قیدیوں میں کچھ فرق نہ سمجھا جاتا تھا۔ اسی اصلاح کی رو ہندوستان تک پہنچی اور جیل خانوں میں صنعت و حرفت جاری ہوئی۔ محنت مشقت میں کمی آئی اور رہائش کی سہولتیں مہیا ہوئیں۔

اس مردِ بزرگ نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ باوجود سخت مشکلات کے غلامی کا انسداد کرایا۔ اس کام کے لئے پارلیمنٹ میں مسودے الگ پاس کرائے اور دور دراز مقامات پر جا کر الگ معائنے کرتا رہا کہ ان پر عمل درآمد ہوتا ہے یا نہیں۔ یہانتک کہ عام تحریک پیدا کر کے تمام دنیا سے غلامی کی لعنت کو مٹا دیا۔ دوسرا شخص ولبر فورس تھا جس نے جیل خانوں کی اصلاح اور غلامی کے انسداد میں جان لڑا دی۔ میڈم الزبتھ فرائی نے عورت ہوتے ہوئے یہ کام سرانجام دئے اور انسان کے مصائب گھٹائے۔ مشہور لارڈ میکالے کے باپ زکیری میکالے نے بھی اس خصوص میں ساری عمر صرف کر دی اور اپنی نیک دلی سے انسان کے آلام کو ہلکا کر دیا۔ پھر تو تمام یورپ میں انسانی خدمت کی تحریکیں چلیں اور اصلاح کے دروازے کھل گئے۔ بعض انگریزوں نے بدچلنی اور بداعمالی کو روکنے میں عمریں ختم کیں اور اچھے عمل کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہ لوگ حقیقت میں خدا والے لوگ تھے۔ کاش ہم میں بھی خدا ایسے جذبے پیدا کر دے۔ ہم بھی موجودہ بدنیتی بدچلنی اور بے ایمانی کے انسداد کے لئے کھڑے ہو جائیں اور اسلام کی خوش اعمالی اور نیک نیتی کو زندہ کر کے مثال قائم کر دیں۔ اخلاقی سیاسی اور علمی

Marfat.com

میں دامن جھن لیں اور بتا دیں کہ اسلام سراسر عمل ہے۔

یہ ہے۔ مختصر خاکہ ان کارناموں کا جو یورپ نے اپنی یاد ہی پر آکر دنیا میں کیے۔ جن کے سامنے عرب جیسی تڑپ رکھنے والی قوم سرد ہو کر رہ گئی اور مسلمان جن کا دین زندگی سکھاتا ہے۔ کونوں گوشوں میں بیٹھ کر اونگھ گئے کچھ ہوش نہ رہا کہ کیا ہو گئے ہیں۔ ان کی برائیوں کو لیے اور خوبیوں کو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ امانتِ الٰہی کی آگ کو اپنے ہاتھوں سرد کر کے آبِ زلال میں شرک اور تفرقے ملا کر سیچے بیٹھے رہے کہ نور سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ پڑھا تو صرف سند کے لیے پڑھا اور کلرکی کو مقصد بنایا۔ احساس اور عقل سے محروم ہو کر سمجھ کی باتوں کو عیب اور عیب کو ہنر سمجھنے لگے۔

Marfat.com

نوائے عکس

بازگشت

گو آگئے ہیں لوٹ کے منزل سے گھر میں ہم (سیفی)
لیکن دل و دماغ میں اب بھی خروش ہے

عرب دنیا میں امانت الٰہی کو پھیلا کر اس لئے سمٹ گئے کہ یورپ نے ان کی صحبت سے فائدہ اٹھا کر علم و ہنر کے ساتھ زندگی پیدا کر لی - اُن کمالات کا اضافہ کیا کہ قومیں اُن سے نا آشنائے محض تھیں - سمجھ بھی نہ سکیں کہ یہ کیا چیزیں ہیں کیا باتیں ہیں - کچھ سمجھے بھی تو اتنا کہ نکسانی کالرہ پوڈر سرخی اور لپ اسٹک کی نقل اُتاری یا ان کا منہ چڑا کر سیاست کی مٹی خراب کی - لیکن یہی سمجھے رہے کہ ہم مرکز علم و دانش اور اپنے طور طریقوں میں خوبیوں کا مرجع ہیں - اگر کمی محسوس کرتے تو حاصل کرنے کی کوشش کرتے - مجموعہ فضائل و کمالات سمجھے حالت پہ قناعت کر لی -

بہر صورت جو قومیں ایسی ہنر مند یا کمال تھیں کیونکر ممکن تھا کہ دوسری بے خبر قوموں پہ حکومت نہ کرتیں - باہر نکلیں اور صرف پرانی ہی دنیا پہ نہیں نئی دنیا میں تلاش کر کے ان پہ بھی تصرف حاصل کر لیا - ایشیا کے اندرونی و بیرونی علاقوں پہ چھا گئیں - حکومت کے وہ اسلوب نکالے کہ اس براعظم کے خواب و خیال میں بھی کبھی نہ آئے تھے - سیاست کو فلسفہ بنا ڈالا - خاص کر انگریز قوم نے وہ نظام پھیلایا کہ اس سے دوسری قوموں نے سبق لئے - زندگی کے وہ انداز سامنے رکھے کہ مشرق کی کایا پلٹ گئی - ایشیا کا نور دب گیا اور مغرب کا آفتاب تیز تر شعاعوں کے ساتھ دنیا پہ چمکنے لگا - چمگادڑوں کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے - کہ کب یہ روشنی مدھم ہو اور ہم اوندھے لٹکے ہوئے شب کی سیاہی سے پھر لذت اندوز

ہوں - گھبرا گھبرا کر سر مارا کہ ہماری ساکن دنیا میں یہ کیا خیالات اور کیا چیزیں دوڑنے لگیں - کچھ نہیں یہ تو پہلے لوگ سب کچھ کر گئے تھے کیا نئی بات ہے - یہ تو بہت ہی بے ایمان بدمذہب قومیں ہیں ان کی بات نہ سننی چاہیئے - رفتہ رفتہ ان کی نقلیں بھی اُتارتے رہے اور عیب بھی اگلتے رہے - ان کی تکنہ چینیوں کے اثر اور تنہائی کے احساس سے قدم بھی مارے تو اپنی ہی اینڈی بینڈی چال چلی اپنے ہی خیال میں مست رہے اور یہ سمجھے کہ بہت ہی ترقی کر لی

ہم کو مغرب میں رومیوں کے رٹنا کے اور اسپین والوں کی دعوت نے پہنچایا تھا - لیکن یہ بن بلائے مہمان مشرق کے طول و عرض میں پھیل گئے اور جاہ و جلال سے اس طرح رگوں میں پنجے گڑو کر خون کھینچا شروع کیا کہ نسیں تک خالی ہو گئیں اور معلوم نہ ہوا کہ کیا ہو رہا ہے - عجیب طریقے اور انوکھے انداز دکھائے سارے مشرق کو جہاں تک مٹھی میں رکھ لیا - عربوں کو جنہیں وہ رکاوٹ سمجھتے تھے پہلے ہی دھکیل چکے تھے - وہ دنیا کو توحید پرستی سکھانے والی قوم اپنی نا اتفاقی سے ہر جگہ کمزور ہو گئی تھی - اس لیے پناہ ترقی کی تاب نہ لا کر نئے طور طریقوں کا مقابلہ نہ کر سکے پسپائی کی حالت میں اپنے ابتدائی علاقوں میں لوٹ آئی - اتنی سدھ بھی نہ رہی کہ نقل کر کے ہی حالت سنوار لیتے - یہی ہوتا رہا ہے کہ دوبارہ جان نہیں پڑتی - نقل کرنا بھی آسان نہ تھا وہ سامان ہی نقل سے بالا تھے - کہاں عربوں کی وہ پیش قدمیاں تھیں کہاں محکموں کے محکوم بن گئے - اُس عظمت کو بھول کر پھر صحرا نشین ہو گئے جس نے انسانی تمدن کو ان کے دین کا ممنون کیا تھا - ان کی تہذیب کے سامنے مہذب قومیں پھیکی ہو گئی تھیں - جو بیداری سے محروم تھے ان کو دیکھ کر چیت گئے تھے - بے خبروں کو احساس دلایا تھا خشکی اور سمندروں میں دوڑنا سکھایا تھا - تھیبس کے کھنڈرات پر یا نظام تعمیر کیا تھا - ابوالہول نے ان کے جاہ و جلال کو دیکھا اہرام کے پتھروں نے ان کو قدموں اور ہاتھوں کو چھوا تھا - کوہِ اَیٹنا نے ان پر حیران نگاہیں ڈالیں اور ویسوِیس نے اپنی سرسبز وادی میں مہمانی کی تھی - وہ بھول گئے کہ بادشاہ پرستی کو خو خصلت میں داخل نہ کیا تھا -

Marfat.com

جابروں کے جبر و تشدد میں بھی آزادی و خود داری سے دست بردار نہ ہوئے تھے۔ تخت بوسی پر کبھی سر نہ جھکایا تھا۔ خدائے واحد کو مالک و مختار سمجھ کر دنیاوی طاقت کو مختار کل نہ جانا تھا۔ وہی لوگ یورپ کے نئے ارکان و اصول اور جدید سامان حیات سے مجبور و مغلوب ہو گئے۔ کچھ طاقت اور کچھ مکر و فریب سے رگیدے گئے۔ جہاں ہتھیاروں سے نہ دبے وہاں پالیسی کے حربے نے نیچا کر دیا۔ پھر جب بحری قوتیں کام کرنے لگیں تو بکھرا ہوا شیرازہ اور بھی بکھر گیا۔ معمولی یا درمیانی جہاز مقابلے میں ہیچ ہو گئے۔

عربوں کی دنیاوی وجاہت کا خاتمہ تو ہو گیا تھا لیکن اُس وقت بھی ان کے نقش قدم پر چلنے والی قومیں کامیاب جانشینی کر رہی تھیں۔ اُدھر ترک مغرب کے مدِ مقابل تھے۔ ٹکر پر ٹکر لے رہے تھے لیکن قدم پیچھے نہ ہٹاتے تھے۔ ہر معرکے میں پرانی جانبازی اور دلیری کی داد دے رہے تھے۔ ایران میں خاندان صفویہ کا تدبر حالت کو سنبھالے ہوئے تھا۔ اِدھر ہندوستان میں خاندان مغلیہ کا جاہ و جلال اُن کی تیز نگاہ کو چندھیا رہا تھا۔ اصل میں یورپ والے جب مشرق کی طرف بڑھے تو ہر جگہ مسلمانوں سے ٹکرا ہوا۔ جدھر کو جھکے اس دیوار سے ٹکر کھائی۔ یہاں امانتِ الٰہی کے محافظوں کے سوا کون تھا۔ جو ان کے کامیاب سیلاب کو روکتا۔ وہ بھی سمجھ گئے کہ جب تک یہ روڑا راہ سے نہ ہٹے گا ایشیا پر تسلط نہ ہو گا۔ ہر جگہ مسلمانوں کو کمزور کرنے کی کوششیں کی گئیں زیادہ تر توڑ جوڑ سے جوڑ توڑ کر و فریب اور پیسے کے زور سے مطلب براری ہوئی۔ ترکوں پر ہر طرح کی یورشیں ہوئیں جنگ سے بھی اور زر کے زور سے بھی۔ آخر کار ان کے خرخشے سے نجات حاصل کر لی۔ ایران کو بھی جو رہی سہی خوبیاں فنا کر چکا تھا رواں کر لیا گیا۔ ہندوستان کی سنہری چڑیا پر سب سے پہلے نظر ڈالی تھی اور باقی ملکوں کو اسی خاطر طوق و سلاسل میں جکڑا۔ پہلے تجارت کے ڈورے پڑے پھر کچھ طاقت اور زیادہ تر توڑ جوڑ سے رفتہ رفتہ آخر قدم گاڑ دیئے۔ جو رکاوٹیں معلوم ہوئیں وہ تدبیر سے دفع کر دیں۔ کبھی ایک بازو اڑا دیا

Marfat.com

کبھی دوسرا صاف کر دیا۔ کبھی سر کاٹ دیا۔ کبھی ٹانگیں۔ تدبیر جوش اور یکجہتی پہلے ہی فنا ہو چکی تھی ان کی چالوں سے رہی سہی ختم ہو گئی۔ انجام کار یورپ کی سب سے زیادہ عقلمند صاحب علم و ہنر اور سیاست داں قوم یعنی انگریز اس خطہ جنت نشاں پر مسلط ہو گئے۔ مسلمان اپنی خوبیاں عیش پسندی کی بھینٹ چڑھا چکے تھے یا اِن امانت نے جو اخلاق و عزم و ارادے بخشے تھے ان سے محروم ہو چکے تھے۔ انگریز نے بھی اسی رگ و ریشہ پر ضربیں لگائیں۔ انہیں کی نہ جھکنے والی گردنیں موڑ دیں۔ یہ غلامی پر راضی نہ ہونے والی قوم ان سے مانوس نہ ہوئی۔ دشمن اور کافر سمجھ کر کھینچے ہی رہے وہی نفرت اور کھینچاؤ جو مفتوح کو فاتح سے ہوا کرتا ہے اور چونکہ کسی بڑی جنگ میں مقابل ہو کر شکست نہ کھائی تھی خود داری کی لپیٹ بھی نہ ہوئی۔ البتہ ہندوؤں نے انہیں منجی اور اوتار سمجھ کر سر آنکھوں پر رکھ لیا۔ خوب اُچھلیں کیں ان کے کاروبار سنبھال لئے اور خوشامد سے دلوں میں جگہ کر کے سرپرستی حاصل کر لی۔ کام چلتا رہا اور مسلمانوں کی برائیاں کر کر کے جگر میں گھستا رہا۔ ایک کو کھینچتا اور ایک کو غلامی پر راضی ہوتا دیکھ کر انگریز مسلمان سے زیادہ بدگمان ہو گیا تاہم ابھی تک اس کو نفرت نہ تھی جو کچھ تھا سیاسی ضرورت سے تھا۔ اس زمین پر قدم رکھتے ہی اس نے بھانپ لیا تھا کہ اردو مشترکہ زبان ہے اس لئے اس کی سرپرستی کی اور اس کو زبان کا درجہ دینے کے لئے ضرورت پڑی تو مسلمانوں ہی کو اس کام کے لئے انتخاب کرتا رہا۔ یوں بھی وہ دیکھ چکا تھا کہ مسلمان میں حکومت کی اہلیت اور لیاقت ہندو سے زیادہ ہے۔ تازہ محروم ہے یہ قابلیت اس سے فنا نہیں ہوئی اسی لئے شروع میں مسلمانوں کو ذمے دار نوکریوں پر جیدہ جیدہ رکھتا رہا۔ ان کی مجلسوں اور محفلوں میں بھی شریک ہو کر عیش و عشرت کی داد دی اور شاعری کے مشغلے میں بھی حصہ لیتا رہا۔

اس طرح وقت بڑھ رہا تھا کہ ہندو نے کسی امید پر غدر کے توڑ جوڑ لگا کر مسلمانوں کو اس سازش میں شریک کیا اور غدر کی آگ بھڑکا دی۔ یہ صاف دل سادہ مزاج

Marfat.com

صداقت پیت۔ قوم اجنبی حکومت کو سوہانِ روح سمجھنے والی چال میں آگئی اور یوں رہی سہی تباہی کے اسباب مہیا ہو گئے۔ غدر ہوا یوپی کے آزادی خواہ طبقوں نے بلا کسی نظم و ضبط کے اٹھ کر انگریز کو حملہ کر دیا لیکن دوسرے مغربی اور جنوبی صوبوں نے ان کا ساتھ دے کر ساری محنت بیکار کر دی۔ غدر ختم ہو گیا۔ ہندو نے تو للو پتو کر کے انگریز کی بدگمانی فوراً دور کر لی۔ الا بلا مگر دن تلا مسلمان دھر لئے گئے اور سارا جرم ان کی گدی پہ تھپ گیا۔ انگریز اُن پہ برسا اور سارا انتقام کچھ پوربیوں سے اور زیادہ مسلمانوں سے لے لیا۔ اس انقلاب اور بے پرسش و داگیر میں کتنے گھر اور کتنے خاندان تباہ کر دئے۔ بستیاں خاک برابر ہو گئیں۔ ایسی بربادی آئی کہ پھر اس کا اندمال نہ ہو سکا۔ تاہم مسلمان اس وقت تک بھی سمجھ اور شعور سے بے بہرہ نہ ہوئے تھے۔ انگریز کی طرف ہاتھ بڑھایا اور دل ناخواستہ غلامی کے جوئے کو اٹھا کر مجبوراً کندھے پر رکھ لیا۔ تعلیم میں پیچھے رہ گئے تھے انگریزی محکموں میں تو کچھ کھپت نہ ہو سکی البتہ ریاستوں میں اکثر راجاؤں اور نوابوں نے ان کے تدبر سے فائدہ اٹھانے کے واسطے اپنے یہاں بلا لیا۔ راجپوانے کے اکثر مسلمان خاندان اسی دعوت کی یادگار تھے جو اس انقلاب میں تباہ و برباد ہوئے۔ ریاستوں میں بھی پہنچکر انہوں نے خوبصورتی سے انتظام سنبھالے اور ترقیاں دیں۔ لیکن غدر کے بعد عام طور پہ قنوطیت جمود چھا گیا۔ مولویوں نے جو خالی بیٹھے دیکھا تو نماز روزے کی اوپری تاکید کے ساتھ رسمی پابندیوں پہ لگا لیا۔ ذہنیت کو عجیب مشغلے میں الجھایا۔ اسلامی خدا پرستی کی جگہ وہم پرستی اور ہاؤ ہو خیال و خرافات میں اٹک گئے اور آخر کار انہیں مشاغل کو دین سمجھ کر گردن رکھدی اور ایسے پھنسے کہ مٹھی میں نہ دین رہا نہ دنیا رہی۔ مذہبی اختلافات کی جو خلیجیں زندہ قوموں کے نیچے دبی پڑی تھیں خوب پھیلیں۔ تفرقے خوب مضبوط ہو گئے۔ باہر کی دنیا کو بھول کر باہمی تفرقوں کو بھڑکانے لگے۔ اب وہ شعور کہاں تھا جس سے غیر اقوام پہ حکومتیں کی تھیں ہندوؤں کو دوڑتے دیکھا تو مذہبی جنجالوں پہ اور زیادہ جھک گئے۔ ہندو تو انگریزی پڑھ کر دربار سرکار میں رم گئے اور ان کو خود وحدت نے لپٹا کر سینے سے چمٹا لیا۔ اس کیف و سرور میں غفلت طاری ہو گئی :-

کروٹ بدل کے سو گئے یانگِ جرس کے ساتھ — کس کو غرض تھی چھوٹ گئے ہم سفر ہیں کیا (سیمابی)

Marfat.com

انگریز نئے زمانے کی جو چیزیں لایا تھا دوسرے اُن سے فائدہ اٹھانے لگے نئی روح اور نئی زندگی حاصل کرنے لگے۔ اور ہم کبھی پرانی نہ ہونے والی اسلامی تعلیم کو بھلانے پر لگ گئے۔ مولویوں نے داد دی کمر تھپکی اور بڑھاوے دیئے کہ بس اب دامنِ مقصود تمہارے ہاتھ آگیا۔ حضرت جی جنت میں کھینچ لیں گے اتنے ثواب مل جائیں گے جینے کرنا۔ اب تم حقیقت میں دین متین کے پیرو بنے ہو۔ اغیار نے طعنے دیئے آوازے کسے پھبتیاں اڑائیں ذلت و حقارت سے بھی دیکھا اثر نہ ہوا آنکھیں نہ کھلیں۔ وقت نے چونک کر وقت کا ساتھ دے کر جو گری حالت کو سنبھالنا تھا اس سے محروم ہو گئے۔ سَعْیُکُمْ مَشْکُوْرًا سے آنکھیں پھیر لیں۔ مذہب کے نام پر جو کچھ جاری ہو گیا تھا اس میں الجھ کر غور و فکر اور سمجھ سے دور جا پڑے۔ اسلام کو ظلمت اور ظلمت کو اسلام سمجھنے لگے۔ یاد بھی نہ رہا کہ ابھی جاگ رہے تھے۔ عنانِ حکومت ہاتھ میں تھی۔ ظلم و ستم سے نہیں مروت خلوص اور ملنساری سے قوموں کو چلا رہے تھے سیاست و حکومت سے واقف تھے تشبیب و فراز سوچنے کی اوروں سے زیادہ اہلیت رکھتے تھے۔ اگر وقت نے دھکیل دیا ہے تو لاؤ عزت سے زندگی گذارنے کے لائق تو اسباب مہیا کر لیں۔ تازہ علم و ہنر سے مسلح ہو کر ہر طرح کے کاروبار سنبھالیں۔ مصلحت پر نظر ڈال کر حکومت میں جگہ پیدا کر لیں۔ انہیں سدھ کہاں تھی رسم و رواج میں جکڑے پڑے تھے۔ مولوی لوریاں دے رہے تھے۔ عیش نوازی سے جو کچھ بچ رہا تھا وہ رسوم کے پورا کرنے میں صرف ہو رہا تھا۔ لالہ سے پانسو لے کر بھائی برادری میں ناک اونچی کی جا رہی تھی اور وہ ان پانسو کے پانچ ہزار بنا لیتا تھا۔ ہزار روپے شادی بیاہ کے لئے اور دو ہزار کسی مذہبی رسم کو پورا کرنے کے واسطے لئے جاتے تھے اور لالہ ہاتھ جوڑ کر دیدیتا تھا پھر توڑ جوڑ سے ہزار کے دس ہزار بنا کر جائداد پر چھاپا مارتا تھا۔ کبھی کاغذات ٹٹول کر نہ دیکھتے تھے کبھی آمدنی اور خرچ کا جائزہ نہ لیتے تھے۔ گھروں کی بیگمات مست تھیں۔ ان کی منہ مانگی مرادیں اور رسوم کی سرخروئی پوری ہو رہی تھی۔ وہ انجام کو کیا دیکھتیں جب میاں ہی نتیجے سے بے پروا ہو بیٹھے تھے۔ کبھی حساب کتاب نہ پڑتالا کبھی کمی زیادتی نہ جانچی۔

مذاقِ مذہب کی آمیزگی جو محض ایک قسم کا ادبی چٹخارہ یا وہمی نادیدہ تھے۔ نظامِ ضروری

Marfat.com

کاموں پر حاوی ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ حوائج زندگی نذر نیاز اور ادائے مراسم سے پوری ہو جاتی تھیں۔ جب بزرگوں کا لاکھوں کا ترکہ ہر قسم کی عیش پسندی کی نذر ہو گیا تو افلاس نے آگھیرا۔ یہ وہ چیز ہے کہ جب آجائے تو خوبیاں بھی معائب سے بدل جاتی ہیں۔ ساری رونقیں اور ساری رسمیں پیسے سے ہیں یہ نہ رہے تو پھر جوہر کھل جاتے ہیں۔ پھر نہ بزرگان دین کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے نہ بھائی بندوں کی عزت افزائی نصیب ہوتی ہے۔ حالت بگڑی تو عوام کو روٹی کے لالے پڑ گئے اور خواص نے گرے ہوئے وسائل اختیار کر لئے۔ کسی کو اپنی جان کا ہوش نہ رہا۔ آپا دھاپی مچ گئی۔

جب حالات بگڑنے لگے اور مستقبل تاریک نظر آنے لگا تو قدرت نے سرسید مرحوم کو غور و فکر کی توفیق دی۔ انہوں نے حالات کا جائزہ لے کر اندازہ لگایا کہ غفلت زدہ قوم کو جگایا نہ گیا تو انجام برا ہوگا۔ دردمند دل رکھتے تھے تڑپ گئے اور باوجود ملازمت کی پابندیوں کے میدان عمل میں کود پڑے۔ وہ یہ اندازہ لگا چکے تھے کہ انگریز کا چنگل ملک کی ہڈیوں تک پہنچ چکا ہے مسلمانوں کا اختر از تباہ کر دے گا۔ صلاحیت نہیں کہ مقابلہ کر سکیں نہ انگریز غافل ہے کہ کسی کو ابھرنے کی مہلت دیدے۔ سیاسی جد و جہد مزید تباہی کا باعث ہو گی۔ انہوں نے انگریز کے شانہ بشانہ چلنے اور تعلیم حاصل کرنے کو بہترین علاج سمجھا جو وقت کا مقتضا تھا۔ یہ ہدایت ان کے تدبر کا بہترین ثبوت ہے۔ اس نازک وقت میں اس سے بہتر اور کیا تجویز ہو سکتی تھی۔ مرحوم نے تحریر و تقریر اور دوڑ دھوپ سے مسلمانوں کو ہم خیال بنانا شروع کیا۔ چاہا کہ پہلے ایک انگریزی کالج کھول دیا جائے تاکہ قوم یورپ کے علوم و فنون اور اس کی ترقیوں سے واقف ہو کر آنکھیں کھولے حالت دیکھے۔ معلوم ہو جائے کہ دنیا اب کہاں پہنچ چکی ہے۔ تعلیم حاصل کرے اور پھر حکومت کے صیغوں میں داخل ہو کر قومی و سیاسی حالت سنبھال لے۔ ہوا یوں کہ تلاقوم پر پہلے ہی مسلط ہو چکے تھے اس لئے انگریزی کا لفظ زبان پر آنا تھا کہ چاروں طرف سے لعنتوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ ان کے خلاف مخالفت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ چاروں طرف کفر کے فتوے اڑنے لگے۔ غنیمت یہ ہوا کہ اس دانائے قوم نے ایک ہوشمند طبقہ اپنا ہم خیال بنا لیا تھا۔ جس میں مولانا شبلی۔ مولانا حالی۔

صاحبزادہ آفتاب احمد۔ وقار الملک مشتاق علیخاں۔ ڈپٹی نذیر احمد وغیرہ جیسے سمجھدار لوگ شامل تھے جو اس وقت دماغ کے لحاظ سے قوم کا بہترین خلاصہ تھے۔ جس طرح حق پسند لوگ بڑھا کرتے ہیں مرحوم بھی نہایت عزم راسخ کے ساتھ بڑھے۔ رکاوٹوں اور مخالفتوں کی پروا نہ کی۔ مولوی ان کے مرید اپنی جگہ چلّا یا کئے اور وہ جس راستے کو بہتر سمجھ چکے تھے اس پر گامزن رہے۔ لعنتیں جھیلیں ملامتیں سہیں کافر سے زندیق کہلائے پھر بھی قوم کو جگانے سے ہاتھ نہ کھینچا۔ ایک مقام پر تو ایسا بھی ہوا کہ بے توفیق لوگوں نے آپ کے گلے میں جوتیوں کا ہار ڈال دیا۔ جب ساتھی نکالنے کے لئے دوڑے تو فرمایا کہ غم نہ کرو یہ قوم کا عطیہ ہے اسے نہیں اتاروں گا۔ یہ میرے لئے ذلت نہیں عزت ہے۔ جب مکّے میں کافر نیاں آنحضرت پر کوڑا کرکٹ اور غلاظت پھینکتی تھیں تو یہی فرمایا کرتے تھے کہ پروردگار! ان لوگوں کو معاف کردے یہ تیرے رسول کو نہیں پہچانتے۔ جو عزم راسخ لے کر آتے ہیں عوام کی بیہودگیوں سے مایوس نہیں ہوا کرتے۔

حیرت ہوتی ہے کہ تاریخ اپنے واقعات کو کس طرح دہراتی ہے۔ جب مسلمان اپنے علوم و فنون اور اپنا بہترین مذہب لے کر مغرب گئے تو ہر طرف سے احتراز و تجنب کے نعرے شروع ہوگئے کہ کافروں کے علوم و فنون اور ان کا مذہب بہت خراب چیزیں ہیں۔ دنیا داری سکھاتی ہیں۔ مسلمان بہت بری قوم ہے۔ مخالفت کے یہی سارے قصّے جو چھ سات سو سال یورپ والوں کو پیش آئے تھے۔ پہلے تو یونہی در در پھٹ پھٹ رہی پھر جب نوجوانوں میں تحریک پیدا ہوئی کہ قرطبہ جائیں اور علوم و فنون حاصل کریں تو کلیسا کا اختیار اور گھر والوں کی لعنتیں آڑے آ گئیں تھیں وہی کہ یہ مسلمانوں کے علوم و فنون کافر کر دیتے ہیں۔ آدمی اصول و عقائد سے پھر جاتا ہے۔ وہاں بھی یہ ہائے ہائے کارگر نہ ہوئی تھی۔ لوگ پہنچے اور ابن رشد کا فلسفہ پڑھا طب حاصل کی۔ کیا معلوم تھا کہ مسلمان بھی عنقریب ان کی ہی طرح بے بہرہ ہو جائیں گے اور تاریخ وہی دکھائے گی جو انہوں نے اپنی آنکھوں سے یورپ میں دیکھا تھا۔

انگریزوں کی باتیں دیکھ کر ہم اسی طرح بدکے اور مسلمانوں کو پیچھے رکھنے میں ذرا سی بھی کمی

Marfat.com

نہ اٹھا رکھی ۔ ان ناعاقبت اندیش مفکرین کو معلوم نہ تھا کہ اجتناب کیا نتیجہ دے گا ۔ اور وہ قوم جو اپنی شان و شکوہ سے ہندوستان میں رہ چکی ہے اسے کیا روز بد دیکھنا پڑے گا ۔ کاش ان کو زندہ کر کے حالت دکھائی جا سکے ۔ غرض انتہائی مخالفت کے باوجود سرسید مرحوم نے قوم میں دوبارہ روح ڈالنے کے واسطے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا رسالے جاری کیے ۔ دلائل و براہین سے مزوجہ خیالات پر کھلی تنقیدیں شروع کر دیں ۔ مضامین کی اشاعت نے اور کہرام مچایا ۔ ادھر سید نے تفسیر لکھ کر شائع کی ادھر حالی مرحوم نے ایک قومی صحیفہ مسدس حالی، کے نام سے لکھ ڈالا ۔ حالت کا سرقع کھینچکر قوم کے سامنے رکھ دیا ۔ اس کا سوئی قوم پر بے حد اثر ہوا ۔ بلکہ ایسے شعرا پیدا کر دیے جو غزل قصیدہ چھوڑ کر نظموں کے ذریعے قوم کو حساس بنانے لگے ۔ سید نے آخر کار علیگڑھ میں ایک کالج کی بنیاد رکھدی ۔ اس زمانے تک مسلمانوں کی نسلیں نہ بگڑی تھیں ذہانت اور طباعی موجود تھی دماغ میں تیزی تھی ۔ نئی تعلیم نے بڑے بڑے قابل آدمی بنائے ۔ کالج نے قوم میں جان ڈالی ۔ اس کوشش کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا جو نفرت انگریزوں سے تھی انگریزی پڑھ کر جاتی رہی ۔ مذہب و معتقدات میں بھی ذرا کشادگی آئی ۔ یہیں سے کچھ دردمند ایسے بھی نکلے جنہوں نے قوم کی خدمت کو حاصلِ زندگی بنا لیا ۔ پھر دیکھا دیکھی بہت سے کالج اور سکول کھل گئے ۔ مسلمانوں میں بھی کام کرنے اور وقت کو پہچاننے کا شعور بیدار ہوا ۔ لفظ لیڈر کا استعمال ہونے لگا ۔ ڈپٹی نذیر احمد مرحوم نے اپنے لکچروں اور خانگی اصلاح کے ناولوں سے قوم کی خدمت کی ۔ مولانا شبلی نعمانی کی روشن خیالی نے تعلیمی مذہبی اور تاریخی ذخیرے پیش کیے ۔ بعد میں سید سجاد حیدر جیسے صاحب ذوق حضرات نے لیاقتِ ادب سنبھال کر نئے انداز نکالے ۔ عبدالحلیم شرر اور محمد علی طبیب نے ناول نویسی کی نقلیں اتار کر زبان کے اس پہلو کو پرکیا ۔ نئے تعلیم یافتوں نے یورپ اور انگریزی کے ادب سے بہت اچھی خوشہ چینیاں کیں اور خوانِ اردو کو ایوانِ لغت سے مالا مال کر دیا ۔ وہ نوعمر زبان جو قصیدے غزل اور عشق و عاشقی کی زنجیروں میں جکڑی پڑی تھی نئے آنے والوں نے اسے فرسودگی سے آزاد کر کے سوکھے دامنوں کو تر و تازہ خیالات، مضامین

سے سیراب کر دیا - خاص کر نثر نگاری کے دلکش اسلوب نکالے - مولانا محمد حسین آزاد مرحوم اس خصوص میں اس لئے یاد رکھنے کے قابل ہیں کہ انہوں نے اردو نثر کو آغاز میں سنبھالا اور نیا انداز پیدا کیا - ان ہی بیشروؤں نے اردو کی پیشانی سے مفلسی کے داغ مٹائے - وقت کے اصنافِ علم و سخن طبعزاد خیالات یا ترجموں سے اپنی میٹھی زبان میں ڈھال لئے اور حیران کر دینے والی سرعت کے ساتھ اسے مکمل زبانوں کی صف میں کھڑا کر دیا -

سید مرحوم نے جو مشن جاری کیا تھا اس میں کامیاب ہوئے - مسلمان تعلیم کی ضرورت محسوس کر کے ادھر جھک گئے - تعلیم حاصل کر کے حکومت کے اداروں میں بھی خال خال نظر آنے لگے - ہندوؤں پر یہ بات گراں تو گذری لیکن اتنا ہوا کہ ان کے مقابلہ سے انگریزوں کی بے توجہی گھٹ گئی - وہ حقارت اور نفرت جو غدر کے بعد سخت ہو گئی تھی ہلکی پڑ گئی - تعلیم یافتہ مسلمان ذمے دار نوکریوں میں لئے جانے لگے - ان حلقے میں اگرچہ نئی تہذیب کا رنگ چڑھنے لگا - اس طرح وہ خالص ہندی اسلامی تہذیب جس کو بچانے میں مسلمانوں نے اتنی تباہی برداشت کی تھی بچ رہی بننے لگی - انگلشن المحاد کا بھی اثر پڑا - مذہب کی طرف سے ذرا بے پروائی آگئی - نئی نئی نقلوں نے آزادی پیدا کر دی - پرانے تو پہلے ہی ناک بھوں چڑھا کے الگ بیٹھے تھے اس نئے چھٹ کام پر لعن طعن کرتے ہوئے ہوشمند بھی تڑپ اٹھے وہ جو تعلیم و ترقی و تہذیب کے حامی تھے ان سے بھی یہ خرابیاں نہ دیکھی گئیں یہ حالات دیکھ کر اکبر الہ آبادی مرحوم سے جہاں تک کوئی اور سید پر نکتہ چینی شروع کر دی کہ وہ قوم کو اندھا دھند تقلید پر لگا رہے ہیں مسلمانوں کی قومی و مذہبی خصوصیات نہ مٹنی چاہئیں - ہندو شیلے کھلے یورپ اور یورپین کو چاٹ کر بھی ہندو رہتا ہے مسلمان شتر بے مہار بنے جا رہے ہیں - انہوں نے اپنے مخصوص انوکھے مزاحیہ انداز میں خوب خوب چٹکیاں لیں آوازے کسے پھبتیاں اڑائیں اور ہنسا ہنسا کر حالت دکھائی - کبھی کہا :-

حاضر ہوا میں خدمتِ سید میں ایک رات — فرصت جو کم تھی ہے نہ سکی کچھ زیادہ بات
فرمایا تجھ پہ قوم کی اصلاح فرض ہے — میں جلد یا یہ کہہ کے کہ دار آب عرض ہے

Marfat.com

ہر طرف اسکول سازی کا جوش و خروش اور انگریز کی نقالی کا جنون تھا۔ جلسے ہوتے تھے۔ چندے جمع کئے جاتے تھے۔ قومی نظموں کی بھرمار تھی دیکھ کر مذاق اڑایا:-

چوہوں کو نان پاؤ کی پروا نہیں رہی ۔ مانجھی کو اپنی ناؤ کی پروا نہیں رہی
بنیئے کو مول بھاؤ کی پروا نہیں رہی ۔ بدھو کو کہیں لگاؤ کی پروا نہیں رہی
الجھا ہوا ہے چندۂ اسکول میں ہر ایک

پنڈت پراگ کے بنارس پہ آ رہے ۔ لے دے کے شیخ شہر بھی نو لیں پہ آ رہے
حالی غزل کو چھوڑ مسدس پہ آ رہے ۔ ہم فرد تھے سو ہم بھی مخمس پہ آ رہے
الجھا ہوا ہے چندۂ اسکول میں ہر ایک

وہ اس بہاہی کو جس سے سفر نہ تھا کچھ ٹھوس کام نہ سمجھتے تھے اس لئے کہ قوم کی حالت کھوکھلے درخت کی سی تھی کہ اوپر سے سرسبز ہے لیکن اندر سے جگر خالی ہے بیتاب ہو کر کہا:-

جی میں آتی ہے علیگڑھ جا کے سید سے کہوں ۔ مجھ سے چندہ لیجئے مجھ کو مسلماں کیجئے

اس کھچڑی اور بے روح نقالی سے بیزار ہوئے۔ دیکھا کہ ذہنیت میں کچھ فرق نہیں پڑتا نئے تعلیم یافتہ بھی قوم کو زندہ کرنے کے بجائے نکتہ چینیوں سے ہی دل کو تسلی دے رہے ہیں۔ ملت کی بہی خواہی اپنے اخلاق اور اپنے مذہب میں ہے۔ افسردگی میں فرمایا:-

ہم نہ انگریز بنے اور نہ مسلمان رہے ۔ عمر کو مفت میں کھویا کئے نادان رہے
طائفت اسلام کی کہتی تھی مسلمانوں سے ۔ میں تو جب جانوں مرے بعد مرا دھیان رہے

کالجوں سے پہلی کھیپ میں قابل نکلیں جن جوہر تھے لیاقت تھی۔ نشیب و فراز سمجھتے تھے۔ ذمے داریاں سنبھالنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ ان کے بعد جو باہر آئے تو لیاقت کم تھی اور غلط فہمی زیادہ۔ بلکہ طبیعت کے رجحان کے مطابق زنگنی کی طرف مائل ہو کر ناولوں سے دل بہلانے لگے تھے۔ آزاد عیاشی کی طرف میلان ہو گیا تھا۔ دیکھا اور چیخ پڑے:-

الا یا ایہا الناظر تک بیچ رہا شہ بیاد ما ۔ کہ خرقال سہیل بود آوال بر کنار افتاد مشکلہا

بکن ٹرین پائے خود بہ بوٹ ڈاسن و پتلون کہ سر سید خبر دارد ز راہ و اسم منزلہا

اور جب یہ دیکھا کہ ناول پڑھ کر اور یورپ کے خیالات سے متاثر ہو کر عملی ثبوت دے رہے ہیں۔ اعتادِ قومی بناؤ میں لگے ہوئے ہیں۔ بازار دربار سرکار میں پہنچ رہے ہیں۔ اور ہمارے نوجوان ان کے ہمدرس اور ہم جماعت ہو کر کسی اور دھندے میں ہیں۔ ایک ماحول اور ایک ہی فضا میں دو متضاد طبیعتیں تیار ہو رہی ہیں تو بیقرار ہو کر کہا :-

ایک ہی ہوٹل میں پی مل جل کے دونوں نے شراب لطفِ مستی اُن کو آیا اور تو اُلّو ہو گیا

یا ایک دلّی کے نوجوان کا زندہ واقعہ سن کر جو منصوری میں وقوع پذیر ہوا اور دو متضاد معیشتوں کو اکٹھا کر دیا تو سن کر چلّا پڑے :-

بابو گریجوایٹ ہیں کالی کے ساتھ ہیں اک آپ ہیں کہ ہوٹلوں والی کے ساتھ ہیں

انگلینڈ کی آمد و رفت شروع ہو گئی تھی۔ مزید تعلیم کے لئے وہاں کی یونیورسٹیاں پکڑنے لگے تھے۔ اکثر جانے والے جب ڈنر دے کر بیرسٹری یا اور کوئی سند لے کر واپس آنے لگتے تھے تو ایک آدھ لیڈی ضرور ساتھ لے آتے تھے۔ اس حج کا خاکہ بھی کھینچا ہے :-

مس کو دیکھا عاشقِ زلف چلیپا ہو گیا مدت تھا دل بھول کر وہسکی کا پیاسا ہو گیا

اک لعبتِ چین کو لندن سے جب بیاہ کے لائے مغاعلن احباب نے نیز مطاعن سے ان کے دل کو مجروح کیا!

باپ اُن کے نہ بولے کشتی مری واللہ ڈبو دی ہائے غضب اس لڑکے نے صحبت بد پا کر یہ کارِ این نوح کیا

لڑکے نے جواب میں عرض کیا اے قبلۂ و کعبہ سنو تو یہ کون برائی میں نے کی جو فاتح کو مفتوح کیا

یہ حالت دکھانے کے بعد تنقید بھی کی اور مشورہ بھی دیا :-

دیکھنا کہنا ماننا اکبر گورے کو نہ بنانا سالا

بھائی رنگ یہی ہے اچھا ہم بھی کالے یار بھی کالا

لیڈری جو اُن کے سامنے عام ہو چکی تھی۔ ہر کس و ناکس اسٹیج پر پہنچ کر میری پیاری قوم کا لکچر دینے لگا تھا اس کا خاکہ ایسا پیٹا کہ منہ دکھانے جوگا نہ چھوڑا :-

اتنا بھی نہ سمجھے کہ حسین بھی ہے جواں بھی　　شاید نرے لیڈر تھے زلیخا کے میاں بھی

وہ دیکھ رہے تھے کہ ہندو زندگی کے ہر شعبے پہ چھائے جا رہے ہیں اور میاں بدھو انگریزی کے فیض پر بھی کلرکی ہی کو معراج سمجھتے ہیں۔ دوسری شاخوں کی طرف توجہ دلائی اور ایسی زندگی کی جس میں نہ اولوالعزمی ہو نہ سوچ بچار ہو مذمت کی:۔

کیا کہوں احباب کیا کار نمایاں کر گئے　　بی۔ اے ہوئے نوکر ہوئے پنشن ملی پھر مر گئے

اسی بے حسی خود فراموشی اور بے خبری پر چوٹی اڑائی:۔

شیخ و مسجد سے تعلق ترک کر اسکول جا　　چھوڑ ٹرپچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا

چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ　　کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا

اس بات کا خوب اندازہ لگا چکے تھے کہ سطح میں جنبش ہو رہی ہے نہ کا پانی، اسی طرح پر سکون ہے۔ مچھلیاں آرام سے پڑی کیچڑ گارے میں لوٹ رہی ہیں عام غفلت طاری ہے ان کو کوئی نہیں چھیڑتا۔ ان کی بیداری اور احساس کا کسی کو خیال نہیں۔ جب عوام پتھر ہیں تو خیر و برکت کے چشمے نہیں پھوٹ سکتے۔ دیہات میں جا کر کوئی اتنا نہیں کہتا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ مفید رسمیں اختیار کرنے میں کیا فائدہ ہے۔ وہ بیچارے جاہل بے خبر اپنے مشاغل میں تباہ ہو رہے ہیں۔ عوام میں احساس زندگی مفقود ہے۔ انہیں حالات اور مستقبل کی تاریکی کا اندازہ لگا کر مولویوں اور لیڈروں کو مخاطب کر کے چلائے:۔

اے شیخ جب مکیں نہیں دستِ قوم میں　　پھر کیا ہوا جو اونٹ ترے ریل ہو گئے

یہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مولوی اپنے ملّا ازم سے اور خرابی پیدا کر رہے تھے۔ سوتوں کو لوریاں دے کر سلا رہے تھے۔ مشاعروں سے ہٹا کر اپنی شاعری پہ لگا رہے تھے۔ ان کی پرستش تو خوب ہو رہی تھی لیکن قوم کی جان نکلی جا رہی تھی۔

اکبر مرحوم کی یہی چٹکیاں اور نرالے انداز تھے جن پر علامہ اقبال مرحوم تڑپ اٹھے تھے اور ان کے رنگ کی تمنا کر کے "اکبری اقبال" کی نظمیں کہی تھیں:۔

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں　　مفت میں کالج کے لڑکے ان سے بدظن ہو گئے

Marfat.com

بیوہ اب کس سے رہا جب مرد ہی زن ہو گئے

وقت بری طرح بدل چکا تھا وہ بات لوٹ کر تو نہ آسکی تاہم سطح کی اوپری جنبش بھی انہیں بزرگوں کی جانکاہ کوشش کا نتیجہ تھی۔ جو کچھ ہوا وہ بھی نہ ہوتا تو نہ معلوم مسلمان گراوٹ کے کونسے درجے پر پہنچتے۔ خدا رحمتیں نازل کرے سرسید احمد پر پھر بھی قوم کو انہوں نے اچھے وقت سنبھال لیا ورنہ مولویوں کی رائے اور عوام کی بے خبری برے حالوں پر پہنچاتی۔ یہ خیال کہ مذہب ہلکا ہو جائے گا ایک حد تک ٹھیک تھا لیکن زمانے کا ساتھ دیئے بغیر چارہ نہیں۔ مجبوراً ساتھ دینا پڑا۔ یہ مذہبی رہنماؤں کا فرض تھا کہ مختصر اصلی اسلام سے واقف کر کے انگریزی خوانوں کی اصلاح کرتے رہتے۔ ان میں سے جو اکھڑے وہ اس خود ساختہ مذہب کی خرافاتوں کو دیکھ کر اکھڑے۔ تاہم انہیں میں سے قوم و مذہب کو سنبھالا دینے والے بھی پیدا ہو گئے۔ قومی احساس پیدا ہو جائے تو اپنی ہر چیز عزیز ہو جاتی ہے بدلنے پر بھی مسلمان ہی رہے اور آخر کار انہیں لوگوں نے قوم و مذہب کو بچایا۔ مذہبی اجارے دار تو ہلا گلا، خوری اور شاعری ہی پر لگے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کا احسان زیادہ ہے۔ اب اس کو کیا کیجئے کہ بیداری میں تاخیر ہو گئی اور ہندو بہت آگے نکل گئے:۔

کس وقت خواب ناز سے چونکے ہزار حیف!
جب قافلے کی گرد بھی آنکھوں سے چھپ گئی (سیفی)

سید کی تجویز سراسر وقت کا مقتضا تھا۔ اس زمانے کے تنقید کرنے والے غلط اندازہ لگاتے ہیں۔ ایسے وقت میں سیاسی جد و جہد یا بازیافت کی کوشش کیا معنی رکھتی تھی۔ اس لئے کہ قوم کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ احساس اور جوش گم ہو گیا تھا۔ جہالت اور بے خبری کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں۔ نہ مٹنے والے اختلافات تھے۔ غدر کی تباہی دل و دماغ ماؤف کر چکی تھی۔ انگریز ہندوؤں کا تعاون حاصل کر کے مضبوط ہو چکا تھا۔ اس کی تدبیر اور طاقت کے سامنے چون و چرا کرنا بھی رہی سہی تباہی کا باعث تھا۔ خود ہمارے مغربی بازوؤں نے ان کی جڑیں جن کو آزادی خواہ اکھاڑ چکے تھے پنجال میں پہنچا کر مستحکم کر دی تھیں۔ چارۂ کار سوائے اس کے نہ تھا کہ ان کے ساتھ مل کر

Marfat.com

تعلیم حاصل کر کے حکومت سے تعاون کریں اور جب کوشش کاروبار میں شریک ہو جائیں - اب یہ قوم کا فرض تھا کہ مرحوم کے بعد خود نہ بھی سوچتی تو کم سے کم دوسروں ہی کو دیکھ کر زندگی کی راہیں اختیار کرتے - ہم میں تو ابھی گرمی باقی تھی - وہ چل پڑے جنہیں سرد ہوئے صدیاں گذر چکی تھیں - انہوں نے زندگی کے ہر شعبے کو زندہ کر دیا - آپس کے ایسے اختلافات مٹا لئے جو مٹنے والے نہ تھے - ایک بھی ان کے جرگے میں سے مسلمانوں کے ساتھ ہم نوائی کرنے والا نہ رہا - یہاں یہ حالت ہوئی کہ جوں جوں لیڈروں کی کثرت اور رہنماؤں کی افراط ہوئی اختلاف میں اضافہ ہونے لگا - ایک خدا ایک رسول ایک کتاب اور ایک کعبے کو ماننے والے باہمی تکفیر بڑھانے لگے - کہیں مذہب میں شوشے بازی ہوئی اور بڑے ہوئے اضافوں کو نکتہ آفرینی سے اور بڑھانے لگے - کہیں سیاسی جماعتیں سر نکال کر کوس لمن الملک بجانے لگیں - عوام نے یا تو فقیری کا مقدس پیشہ اختیار کر لیا یا پارٹیوں نے جائدادوں کے کوڑے کر کے بتیس تیس لاکھ کی معافیاں بنیوں کی گود میں ڈال کر مزدوری پکڑ لی - سنبھلے ہوئے گھر بھی تباہ ہو گئے - بڑے بڑے خاندانیوں نے ٹانگے ہانکے - جن اوچھوں کے بھاگوں چھینکا ٹوٹ پڑا تھا وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر غریبوں پر حقارت کی نگاہیں ڈالنے لگے - یہ وہ لوگ تھے جنہیں انگریز نے اپنے مطلب کا دیکھ کر ابھار دیا یا وہ جو بچی کھچی تاج خلعتیں سے توڑ جوڑ لگا کر وارث بن بیٹھے انگریز خوب سمجھتا تھا کہ کون اس کی غلامی کے سامنے ناک رگڑ سکتا ہے اس کو فوراً سنجیدگی سے اپنے پاس بلا کر کمر ٹھیک دیتا تھا اور وہ ٹہکاری پر دوڑنے لگتا تھا - جنہوں نے اس سے ذرا سی بھی خودداری برتی نازک حالات ہیں گوشہ کنارے جا لگے - روکھی سوکھی پر "قناعت کی تو بے وسیلگی سے وہ بھی نہ رہی -

ہندو پہلے انگریز کو نجات دہندہ سمجھ کر لپٹا تھا - تعلیم کی بیداری نے سیاسی شعور پیدا کر دیا - جب انگریز نے دیکھا کہ یہ شکار کہیں اکھڑ نہ جائے تو منہ بند کرنے کے لئے انڈین کانگریس کا بت بنا کر اس کے سامنے کھڑا کر دیا - اور چپکے سے کان میں کہہ دیا کہ حقوق شور شرابے کی جگہ آئینی طریق پہ مانگنے چاہئیں - ہم تمہیں آزادی اور سیاسی زندگی ہی تو دینے آئے ہیں - مقصد یہ ہے کہ جنہیں زمانے نے پیش رکھا ہے انہیں انسانیت کے نام پہ اجاگر کر دنیا کی دوڑ میں

شریک کر دیا - یہ مسلمان تو جہاد جہاد کرتے رہتے ہیں سمجھتے نہیں - تم سکون میں خلل نہ ڈالو خاموشی سے کام کرو - جوں جوں اہلیت پیدا ہوتی جائے گی اسی اندازے پر ہم حقوق دیتے رہیں گے - نئے نئے دفتر کا بستہ نیچے رکھ کر ڈنڈوت کئے اور سلام کر کے بستہ اٹھا کر بغل میں دبا لیا - انگریز کو معلوم نہ تھا کہ یہی تسلیاں عنقریب گرفت کو ہلکا کر دیں گی اور اسی بت کے سامنے تمام جاہ و جلال کے ساتھ جھکنا پڑے گا - یہ ڈنڈوت والا جان تو آجائے گا اور پھر بدھا بور یا سمیٹ کر جہاں سے چلے تھے وہیں جا کھڑے ہوں گے - گانگریس کی آگ حسب نصیحت پہلے آہستہ آہستہ سلگتی رہی - جب کوشش نے تعلیم کو عام اور سمجھ کو تیز کر دیا ہر لحاظ سے مضبوط ہو گئے تو کھلے بندھوں مطالبات پیش کرنے لگے - جن سے گنگا سیکھا تھا ان پر ہی پہلے پینترے کاٹنے لگے - ان کی ہی سکھائی ہوئی چوٹوں سے کام لینے لگے - گوکھلے اور مسٹر تلک نے آکر اس خیال کو اور تیز کر دیا جو بلے خبر تھے انکا سر جھنجھوڑ دیا آزادی کی دھن لگا دی -

سید مرحوم کی محنت سے اب مسلمانوں میں بھی ایک طبقہ ایسا موجود تھا جو سیاسی نقل و حرکت اور ملکی و اجتماعی رفتار کو بھانپ سکتا تھا - کانگرس پر نگاہیں پڑیں - ہندوؤں کو کشمکش میں دیکھا اور ملک کی اس دوڑ دھوپ میں شریک ہو گئے - تاہم ہندوؤں کی خود غرضی اور مسلم حقوق سے بے پروائی دیکھ کر ایک جماعت نے کچھ دنوں بعد مسلم لیگ کی بنیاد رکھ دی - اس خیال پر کہ ہندو کسی صورت حقوق بانٹنے کے لئے تیار نہ تھے - اس چھوٹی سی جماعت میں اوروں کے ساتھ راجہ محمود آباد نے خاص انہماک سے حصہ لیا - کیا معلوم تھا کہ آخر میں اسی خیال پر مسلمانوں کا مفاد اٹکے گا اور حالات کے زیادہ بگڑ جانے پر مسلمان اسی چھوٹے سے اختلاف کے دامن میں پناہ لیں گے - ہندو ان کو رگید نے اور مٹانے کی کوشش کرے گا اور طاقت کے گھمنڈ پر سات سو سال کے ساتھ کو یک قلم بدلحاظی سے بدل لے گا - یہ حفاظت تھی مسلم حقوق کی - مسلمانوں میں ایسی جماعت کی ضرورت بھی تھی جو حکومت کے سامنے خالص حقوق رکھ سکے اور جس طرح ہندو نے تعاون سے فائدہ اٹھایا ہے - وہ بھی اٹھائے - لیکن وہ لیڈر جو وطن پرستی کے مقابلے میں ہندو کی بدسلوکی کے باوجود امتیاز

Marfat.com

کو اچھا نہ سمجھتے تھے ان اوقات میں بھی کانگرس کے شریک رہے ہے۔ اس طرح سیاسی گرمی ملک میں تیز ہوگئی۔ ہندو اور انگریز کے تیور گو امید افزا نہ تھے پھر بھی ملک کی آزادی مسلمانوں کے مقاصد میں شریک تھی۔ یہاں تک کہ مولانا محمد علی مرحوم و مغفور منصہ شہود مسلمانوں کے مقاصد کو دیا کر ملک کی آزادی کے لیے سینہ سپر ہوگئے۔ وہ بھی سید مرحوم کے ادارے سے نکلے تھے۔ قوم اور وطن کے دونو جذبے ان کے قابل دماغ اور حساس دل میں پنہاں تھے۔ اسی وقت مولانا ابوالکلام آزاد بھی مولویت کا میدان چھوڑ کر سیاست کے میدان میں پہنچ چکے تھے۔ دونو حضرات نے اپنی اپنی جگہ مسلمانوں کو جگانے اور ان میں احساس زندگی ابھارنے میں سخت جد وجہد شروع کردی۔ ایک طرف کامریڈ، اور ہمدرد نے نگاہوں کو کھینچا دلوں کو گرمایا تو دوسری طرف "الہلال" اور البلاغ نے مذہبی و سیاسی بیداری میں کامیابی کے ساتھ حصہ لیا۔

یورپ نے ہر طرف مسلمانوں پر یورشیں شروع کردیں تھیں احساس کے سامانوں میں سے یہ بھی یورشیں سامان تھیں۔ ان حضرات کی ہائے ہائے سے ہندوستان کے دردمند مسلمان سمجھنے لگے کہ دنیا کیا سلوک کر رہی ہے۔ اتنے میں بلقان وار شروع ہوگئی اور مسلمان تڑپ اٹھے۔ اب آزادی اور حقوق طلبی کے مطالبات میں تیز رفتاری آگئی۔ چیخنا چلانا شروع کردیا۔ کھلم کھلا تنقید کرنے لگے کچھ لیگ کے ذریعے اور کچھ کانگرس کے ساتھ ملکر لاہور سے بھی "وطن" "زمیندار" "پیسہ اخبار" اور سیاست شائع ہوئے جنہوں نے احساس دلانے میں بڑا حصہ لیا اور بعد میں تو یہ شہر اخباروں رسالوں اور اشتہاروں کا مرکز بن گیا۔

غدر نے جو انقلاب برپا کیا تھا ہندوستان کے دل و دماغ پر اس کا اثر پچاس سال تک رہا۔ تباہی و بربادی کی کہانیاں اگلی نسلوں تک میراث کے طریقے پر سینہ بسینہ پہنچتی رہیں۔ انگریز کے تدبر اور تنظیم و نسق نے ایسا رعب بٹھایا کہ دل ہندو گئے۔ ہونٹ سل گئے۔ جرأت نہ ہوتی تھی کہ ان کے جلال کے آگے چیکا را بھر سکیں۔ ہندوستان نے یہ باتیں کا ہے کو دیکھی تھیں کہ حاکم محکوم سے اتنا دور الگ تھلگ کوٹھی میں بیٹھ کر حکومت کرے اور رعایا کی

رگیں جکڑ دے ۔ سامان بھی ایسے تھے کہ چشم فلک نے نہ دیکھے تھے ۔ طور طریقے چال ڈھال رفتار گفتار رنگ روغن قانون قاعدے اصول وضوابط سب سے جدا سب سے الگ ۔ بزم کی باتیں انوکھی رزم کے انداز نرالے ۔ کہاں وہ حالت کہ جھروکے میں بادشاہ سلامت کا دیدار ہے جو رعایا کو اولاد سے زیادہ عزیز اور رعایا انہیں جان سے زیادہ پیاری وہ انکے جاں نثار وہ اس کے فدائی ۔ نہ زیادہ سخت گیری نہ قانون قاعدوں کی بھرمار ۔ یہاں یہ حال کہ اے ! دل ! کالا آدمی ! ٹم بوٹ جانور کا مانگ اوٹا ۔ ولّت خفارت کرنے کھدرے تک قانون میں جکڑے ہوئے ۔ زبان سے بات نکالنا دشوار ۔ کچھ حیرانی کچھ خوف ڈر سب بندھ کر بیٹھ گئے اور جب بمبئی سے پہلی مرتبہ ریل چلی تو دیوتا سمجھ کر انجن کے سامنے ڈنڈوت جوڑے ۔ کلیں چکر کھاتی دیکھیں تو عقل چکرا گئی ۔ کالج میں پہنچکر علوم پڑھے تو زمین و آسمان گھوم گئے ۔ نظام پر نظر پڑی تو وائسرائے سے لیکر چپراسی اور پیادے تک سب دوڑتے ہوئے دیکھے ۔ ہر وقت کے خلفشار سرکشی اور بغاوتوں کی جگہ خلوص ہمدردی وفاداری نیک نیتی اور فرائض کی ادائگی پائی ۔ بڑے سے لے کر چھوٹے تک قانون قاعدے کے پابند دیکھے ۔ دیکھا کہ سب سے بڑے بھی پانچ چھ سال رہ کر واپس ہو جاتے ہیں تمام آنے والے اپنے لئے نہیں بلکہ قوم اور ملک کے لئے حکومت کا بوجھ اٹھا کر فرائض ادا کرتے ہیں ۔ مغرب سے لے کر مشرق تک کہیں بھی بغاوت وطغیان نہیں ۔ اشیا عام طور پر نظم وضبط اور قانون قاعدے کی پابندی سے بیزار رہا ہے ۔ جبر وتشدد ہوا تو چکے ہو بیٹھے نرمی ہوئی تو کھل کھیلے قانون کی پابندی جان کو آجاتی تھی اکتاتے تھے گھبراتے تھے ۔ ملکی اصول و ضوابط کے بنانے سے اتنی رغبت نہ تھی جتنی ان کے توڑنے سے تھی ۔ حال یہی رہا کہ جابر بیٹھ گیا تو ناک رگڑ لی کمزور آگیا تو گھر گھر بغاوت وبدنظمی ہوگئی ۔ لیکن انگریز کے نظم ونسق نے باندھ کر بٹھا دیا ۔ پولیس کا محکمہ ایسا قائم ہوا کہ جس نے عوام وخواص کو بیک بینی و دوگوش چلایا ۔ کہ سکتے ہیں کہ اس نظم وضبط کی پولیس ہی ذمے دار تھی جس کی گرفت ویرانے اور آبادی میں یکساں تھی ۔ ارتکاب جرم کوئی خالہ جی کا گھر نہ تھا ۔ قانون کی پابندی اس کی ذمے داری پر تھی ۔ اپنے

رجحان پر چل پڑتے تھے تو انگریز فوراً کان مروڑ دیتا تھا - اس نے بے قانون سے عمل کرانے چھوڑا - حیرانی ہوتی ہے کہ دور بیٹھ کر کس طرح خلقت کے دل و دماغ بدل دیئے - پاس بیٹھ کر بے تکلف کر کے ہرگز ایسا نہ کر سکتا جو الگ تھلگ رہ کر کر گیا - لوگ اپنے اصول قاعدے بھول گئے - وضع قطع بول چال طور طریقے سوسائٹی تہذیب - آداب محفل طرز مجلسی رسم رسوم وضعداری آپ ہی بدل بیٹھے - اس کی خاموش جراحی کا اثر رگوں تک پہنچ گیا - تھوڑے عرصے میں اتنا کچھ سکھا گیا کہ دوسرا صدیوں میں نہ کر سکتا - جو کچھ بولتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں اسی کے دیئے ہوئے نقشے ہیں - فخر کریں یا اپنے آپ کو انوکھا سمجھیں سب اسی کا فیض ہے - ورنہ حال یہ ہوتا کہ تمام دنیا بدل جاتی اور ہندوستان نہ بدلتا - جیسے ایران و افغانستان جوں کے توں رہے وہ وضعدار جو قمیص پہننا بھی حرام سمجھتے تھے شیروانی اور کوٹ پتلون تک پہن بیٹھے - جو انگریزی کو ملعون قرار دے بیٹھے تھے ان کی اولاد انگریزی کے چار لفظ اٹک اٹک سیدھے بول کر فخر کرنے لگی - جو قال اللہ و قال الرسول کے سوا باقی علوم کو مردود جانتے تھے ان کے ہی سپوتوں نے لندن کے طواف کئے اور لیڈیاں بھی ساتھ لے آئے - جنکی چھوت چھات اور کم آمیزی ضرب المثل تھی گوشت کے نام پر شلجم کو بھی نہ دیکھتے تھے سوشل بن کر سب جگہ پھر گئے سب کچھ کھا گئے اور آزاد خیالی کی تبلیغ کرنے لگے -

انگریز نے قانون کے احساس اور اس کی پابندی کی عجیب طریقے سے تبلیغ کی - وہ یہ کہ کچہریوں کے دروازے کھولائے - سارا ملک مقدمے بازی پر لگ گیا - جسے دیکھو دن نکلتے ہی چدریا کندھے پر ڈالے عدالت کی طرف بھاگا چلا جا رہا ہے - ٹنڈا ہاتھ میں کاغذات بغل میں نہ بال بچوں کی فکر نہ کمائی کا دھیان نہ بیج کا سوچ نہ جتائی کٹائی کا غم - بیرسٹریوں کی تلاش وکیلوں کی جستجو گواہوں کی خوشامدیں قرضے کی چالیں زمینوں کے سودے باغ اور حویلی کا رہن - یہ ایسے مشاغل تھے کہ شہری اور دیہاتی سب دیوانہ وار جُتے ہوئے تھے - اس طرح بچا کھچی جمع جتھا مقدمے بازی کی بھینٹ چڑھ گئی - کتنے گھر اور خاندان اس دلچسپ کام میں قلاش ہو گئے - خود قانونی نکتے سوجھنے لگے - قانون کی زد و ضرب سے بچنے کی راہیں معلوم ہو گئیں اس کی قدر و قیمت اور خوف و ہراس دل پر بیٹھا - وکیلوں کی بن آئی - بیرسٹروں کے

Marfat.com

وارے نیارے ہوگئے ۔ خوب خوب گچھے مارے ۔ حویلیاں بنائیں جائدادیں خریدیں اور ملک کے بہترین طبقے میں شمار ہونے لگے ۔ اکبر مرحوم کو دیکھ کر رشک آیا اور چلا پڑے :۔

قابل رشک ہے زمانے میں
دل وکیلوں کا رات عاشق کی

ان میں کچھ ایسے بھی گرے ہوئے نکلے جو سرِ اجلاس ہاتھ پیچھے کی طرف پھیلا کر موکل سے کہہ دیتے تھے کہ لا کچھ اور دیدے دو لفظ اور نکتے کے کہدوں ۔ اور جب بدعقل بدنصیب موکل کچہری کے عدالتی انصاف پسندوں اور عملے کی رشوتوں سے لٹ لٹا کر تین بیگھے زمین کے لئے بارہ سو روپے برباد کر کے کہیں قسمت سے مقدمہ جیت لیتا تھا تو حقے کے لمبے لمبے کش کھینچ کر یارانِ طریقت میں فخر کرتا تھا کہ تم چاہے کچھ ہی کہو ہوں میں بھی بیرسٹری ۔ پڑھنے ہی کی کمی رہ گئی ۔ یہ قانون شناسی کا وہ ذریعہ تھا جس سے دیہاتی جہلا کے دماغوں میں بھی قانون کے اڑنگوں کا وقار بڑھ گیا اور واقف ہو کر خلافِ قانون رویّے سے حذر کرنے لگے ۔ ایک سلسلہ چل پڑا جو تباہ ہو جاتے تھے مقدمے کمیٹ کر دلالی شروع کر دیتے تھے ۔ نوکر قانون کی طرف رجوع کر کے سر براہ بنا لیتے تھے ۔

انگریز کا نظم و نسق رومیوں کے نظام سے اس لئے سبقت لے گیا کہ ان کے ساتھ اسباب معیشت اور سامانِ حیات جدید و وسیع تھے جن کے ذریعے مشرق و مغرب کے سرے ملا کر کلیجوں کو دبوچ لیا ۔ دوسرے ملکوں کے علاوہ خود ہندوستان کے وسیع ملک کو کابل سے لے کر برما کے آخری سرے تک مٹھی میں اٹھا کر رکھ لیا ۔ سکتے بمبئی ہو آنا ایسا ہو گیا جیسے گھر کے پچھواڑے ہو آئے ۔ ارزانی ہوئی تو روپوں کی چیز کوڑیوں میں بکی ریشم چوڑھے چماروں نے پہنا ۔ گرانی آئی تو پریشانی نہ بڑھی پتے تو پتے درختوں کی چھال نہ کھائی ۔ ہر جنس تھوڑی بہت ملتی ہی رہی ۔ اگر کسی فکر یا پریشانی میں چلے تو کسی لیڈی یا انگریز کا گورا چٹا چہرہ سڈول دست و بازو اور دلکش انداز دیکھ کر فکر بھول گئے ۔ پیچھا پھیر کر دیکھا تو نگاہ سمٹ کر پنڈلیوں پر جا ٹکی اور آرٹ کی باریکیاں خیالی پنسل سے خاکے بنانے لگی ۔ پاس سے بھڑ کر گذر گئے تو راستہ کترا کر ایک طرف کو ہو گئے ہمقدمی کا یارانہ ہوا ۔ ضلع میں ایک بھی ہوا تو سروں پر بوجھ

Marfat.com

محسوس ہوتا رہا وہ بے سمجھے رہے ۔ دماغ کی جودت ان باتوں سے بھی بالا تھی ۔ تیز نظری کا یہ عالم تھا کہ نگاہ ڈالی اور کلیجہ تک ٹٹول لیا دل دماغ میں اتر گئے ۔ جاہ و جلال کا یہ حال ہوا کہ ہم اپنے بادشاہوں کے سامنے جھکتے تھے تو اس میں محبت خلوص اور عظمت و عقیدت تھی ۔ یہاں صرف سیاسی رعب سر خم کرا رہا تھا ۔

علم و فن کی چاشنی کے ساتھ آزادی و حریت کا بھی سبق تھا ۔ یہ تو گوارا نہ تھا کہ بغاوت بالے اصولے پن سے بندھن کھول کر میدان میں کودیں اچھلیں البتہ حقوق طلبی تھی ۔ اخباروں کو آزادی تھی کہ سیاسی باتوں پر رائے زنی کریں ۔ ہر طرح کے حالات سمجھائیں ۔ تنقید کے نشتر چلائیں ۔ انہوں نے رفتہ رفتہ زمانے کی حالت سے باخبر کیا ۔ دنیا کے انقلاب ملکوں کی ترقی اور نئے اصول سے واقفیت دی ۔ دبے دبائے شاگرد استاد کی اجازت سے دل کی کہنے لگے ۔ روشنی آئی جرأت بڑھی ۔ لیکن انگریز دلوں کے رعب داب نے ہاتھ پاؤں نہ کھلنے دیئے ۔ ۱۹۰۵ء تک بری طرح نپٹے سمٹے رہے ۔ اس کے بعد سے توان پکڑنا شروع کیا ہر صوبے میں کم و بیش ایسے آدمی پیدا ہو گئے جو سوئے ہوئے عوام کو آزادی کا تصور دلانا چاہتے تھے ۔ بمبئی کلکتے اور ادھر کے بڑے شہروں میں کھلی مجلسیں قائم ہوئیں ۔ بنگال ایسی تحریکوں کا مرکز بن گیا ۔ اس لئے کہ انہوں نے انگریزی حکومت سے فائدہ اٹھا کر تعلیم حاصل کر کے سب سے پہلے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا ۔ دوسری وجہ ان کی بیباکی کی یہ ہوئی کہ انہی دنوں تقسیم بنگال کے خلاف کھلی مخالفت کر کے انگریز سے دو دو ہاتھ کر چکے تھے ۔ یوپی میں مسلمان اور ہندو ساتھ ساتھ اٹھے ۔ پنجاب میں لالہ لاجپت رائے میدان میں آ گئے ۔ گورنمنٹ کو بھی فکر ہوئی اور سمجھ لیا کہ جو حربے مطمئن کرنے کے لئے استعمال کئے تھے وہ زیادہ ہو کر سامنے آ رہے ہیں ۔ روک تھام شروع کی اور ایسے لوگ قید و بند کی سختیاں جھیلنے کے لئے جیلوں میں پہنچائے جانے لگے ۔ ہندوؤں میں چند اور تحریکوں سے وہ کمزوریاں دور ہونے لگیں جو سیکڑوں سال سے جزو فطرت بنی ہوئی تھیں ۔ یکجہتی کی لہر دوڑی ۔ قومیت کے جذبے نے بڑھ کر اتفاق کا احساس دلایا ۔ سمجھ کی پہلے کبھی نہ تھی ضرورت تھی جوش دلیری اور یکجہتی کی ۔ اس سے ولولے پیدا ہونے لگے ۔ سوتے جاگتے

Marfat.com

آزادی کے میٹھے خواب نظر آنے لگے۔ تقسیم بنگال کے قضیے کے لیے اندازہ لگا لیا کہ سیاسی جدوجہد ہو سکتی ہے اس لیے کہ بیماری سے لارڈ کرزن جیسے مدبر کے اردے روک دیئے تھے۔ وطن پرستوں نے قربانیاں دے کر حکام کو مجبور کر دیا تھا۔ مرد تو عورتوں نے کمشنروں کے منہ پر بم مارے تھے زندگی کا تحفہ دیا تھا۔ اکبر مرحوم نے ان کی کوشش اور مسلمانوں کی بے خبری پر انہیں واقعات کی طرف اشارہ کر کے طعن کیے ہیں اور انگریز کے کمسیاتے بن پر پھبتی کسی ہے:۔

ماشاء اللہ وہ ڈنر کھاتے ہیں — بنگالی بھائی ان کا سر کھاتے ہیں
بس ہم ہیں خدا کے نیک بندے اکبر — اُن کی گاتے ہیں اپنے گھر کھاتے ہیں

گو مسلمانوں کا ایک طبقہ آئینی جدوجہد میں شریک تھا لیکن عام طور پر قوم پر جمود چھایا ہوا تھا۔ جن کو روٹی ملتی تھی مگن تھے اور جن کے لیے روٹی کے لالے تھے انہیں پیٹ کی زحمت اتنی فرصت نہ دیتی تھی کہ ایسے مشکل معاملات پر نظر ڈالیں۔ جو دوڑ دھوپ کر سکتے تھے زمانہ حال کی طرح انہیں فکر معاش نہ تھا۔ تعلیم کی نہایت کمی تھی اور افلاس رگوں سے لگا ہوا تھا بڑھے چرخ کہاں سے برداشت کرتے۔ امیروں کی عیش نوازی تعلیم سے بے خبر تھی۔ حرمت کے فتوے الگ متوجہ نہ ہونے دیتے تھے۔ مفلس، دماغ رکھتے ہوئے بھی علیگڑھ کے فیض سے محروم تھے اور عمر کو پہنچکر قلعی گری نیچا بندی یا مزدوری پر جا لگتے تھے۔ کیسے کیسے دماغ سرسائٹی کی خرابی اور افلاس کی نحوست سے بیکار رہ گئے۔ ذہانت میں کسی قوم سے پیچھے نہ تھے البتہ اسباب کے فقدان نے زنگ آلود رکھا۔ یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یا یورپ کے علاوہ نئی صنعت و حرفت عزت سے جینے کا وسیلہ ہے۔ یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ملک میں لوہے لکڑی کے کارخانے کھلے ہوئے ہیں۔ بہت ہی جوش آجاتا تھا تو بے سروسامانی کی حالت میں مدرسوں میں جاکر آپ زرکفِ دست اور صوبہ صوبا پر جا لگتے تھے۔ اس تعلیم میں بھی اب وہ زور و شور نہ رہا تھا۔ یا تو نرا ٹھٹھا سنا دیتے تھے یا ذہبی نکتہ آفرینی پر لگا کر ذرا بلاغت کی حلاوت کر دیتے تھے۔ وہ میز کی زینت بن جاتے تھے لیکن قوم کی ذہنیت کو ابھارنے کی جگہ خدا ساختہ خیالوں میں الجھا کر دین دنیا دونوں سے بے خبر کر دیتے تھے۔ کنگال قوم ان کی

نباہی ہوئی رسموں اور ان کے مجرّب نغموں میں اور کنگال ہوتی رہی —

غدر کے بعد جو امن آیا ہندو اُس میں اجتماعی زندگی پیدا کرتا رہا اور میاں لوگ شادی بیاہ کے نہایت ٹھوس سے کام کو فلسفہ بناتے رہے — جوان دوسرے نکاح کی فکر میں تھے تو بوڑھے پنچایتیں جمع کرنے اور نسبت منگنی کے جھمیلوں کو طے کرنے کے لئے پگڑیاں باندھ کر بیٹھے اور داڑھی پر ہاتھ پھیر پھیر کر پندرہ منٹ کی بات کو مہینوں میں نمٹانے لگے — پھر ان فیصلوں کو یہ سمجھتے تھے کہ زندگی کے عروج کو چار چاند لگا رہے ہیں — کوئی معمولی سی رسم بھی رنڈی اور قوالوں کے بغیر پوری نہ ہوتی تھی — اوپر سے نہیں نہیں کرتے رہتے تھے اور جب ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑے ہوئے نوجوان اوپر ہی اوپر کوئی جواب لے آتے تھے تو دل میں خوش ہوتے تھے کہ چلو اور کچھ نہیں تو ذرا تانیں ہی سنیں گے — بالوں موچھوں میں کنگھا کر کے چٹ انگرکھے میں دبیز رومال کے بانکپن محفل میں ہی آدھمکتے تھے یا پھر لاحول ولا پڑھ کر کہیں کونے گوشے میں بیٹھ کر کان لگا دیتے تھے — اگرچہ یہ ان تمام باتوں اور مشغلوں کو سمجھ چکا تھا بجانب چکا تھا اور ان کو بدلنے کے لئے آمادہ ہی اسکیمیں بنا لی تھیں — اس وقت تک پھر بھی ملک میں سچائی مروت اخلاق خلوص نیک نیتی موجود تھی — لوگ عیب کو عیب ہی سمجھتے تھے — دوستی کی بڑی قدر و قیمت تھی — رشتے داری میں صلۂ رحم اپنائیت کا خیال ہوتا رہی اور باہمی مدد کا چرچا تھا — ایک پر مصیبت آتی تھی تو سب تڑپ اٹھتے تھے — دور کے رشتے ناتوں پر بھی جان قربان تھی — تعلقات پرانے ہو جانے پر بھی نسلوں تک تازہ رہتے تھے — پاس پڑوس کے حقوق کا لحاظ تھا — آنے والے حاکم نے یہ رکاوٹیں ہٹا دیں — رفتہ رفتہ نئی روشنی نے یہ تعلقات اس نیا پیمانہ کر دیئے کہ یہ باتیں قبائلی زندگی کی یادگار ہیں — ترقی و تہذیب میں سیکولرزم اور مروت و خلوص نہیں رہا کرتے — کاروباری زندگی میں مروت و صداقت بیجا رکاوٹ ہیں — معاملات کے سنبھالنے اور حکومت کے چلانے میں رو رعایت پاسداری اور صلۂ رحم کام نہیں دیتے یہ رسمیں وہیں چل سکتی ہیں جہاں زندگی کی کشمکش نہ ہو — حاکم محض خاندانی بزرگی کی بنا پر جلوہ

تمنائی کرتے ہوں اور عوام صبر و قناعت کے بے معنی لفظ پر زندگی کے جمود میں گرفتار ہوں۔ آنیوالی قوم کی روش دیکھی ان کی ہی لائی ہوئی تعلیم حاصل کی تو ملک کا رنگ بہت جلد بدل گیا۔ چال بازی مکاری جعلسازی بے مروتی بد لحاظی اور گدّے بازی پر زندگی کا مدار ٹھہر گیا۔ زبانوں میں اپنائیت رہی نہ دوستوں میں رفاقت۔ اوروں کے ساتھ مسلمان بھی ان خوبیوں سے بیگانہ ہو گئے جن کے دین کی بنیاد ہی اخلاق اور مروّت پر ہے۔ جنہوں نے دنیا کو خلوص اور لحاظ سے چلا کر لوگوں میں رفاقت اور سچائی کی عادت ڈالی تھی۔ اُس زمانے تک ہندو مسلمان کو دوست رکھتا تھا مسلمان ہندو دوستوں پہ جان قربان کرتا تھا۔ قربانی اور محرّم کے جھگڑوں کے باوجود اکٹھے بیٹھتے تھے اکٹھے رہتے تھے رفاقت تھی دوستی تھی۔ وہ ان کے یہاں بیاہ شادی میں شریک ہوتے تھے وہ ان کی رسم رسوم میں دلچسپی کرتے تھے بلکہ ہولی اور دیوالی بھی منا لیتے تھے۔ وقت پہ ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے تھے۔ اخلاقی تنزلی کے بعد تک یہ باتیں قائم رہیں۔ یہاں تک کہ انگریز کا چالا پورا ہو گیا اور خلوص کی جگہ باہمی نفرتوں نے لے لی۔

مسلمان ایسے حالات میں بھی ذلیل نہیں ہوئے یہاں کی اور قوموں کی طرح گھٹنے نہیں ٹیکے بلکہ ہر صوبے میں عزت سے وقت کاٹتے تھے گراوٹ میں بھی ممتاز تھے۔ قومی خصوصیات فنا نہ ہوئی تھیں۔ سپاہیانہ خدمات نہ مٹے تھے زندگی مفقود نہ ہوئی تھی۔ دکھ یہ ہو گیا کہ مذہبی تفرقہ انگریزی تو تھی ہی کچھ احساس پیدا ہوا تو بدبختی سے سیاسی جتھہ بندیاں بڑھنے لگیں۔ خلفشار عام تھا اس لئے طے نہ کر سکے کہ کونسی راہ بہتر ہے۔ کسی نے کہا دین کے سوا سارے خیالات بیکار ہیں۔ کسی نے کہا موجودہ تعلیم ہر ورد کا چارہ ہے۔ کسی نے کہا ہندوؤں کے ساتھ مل جاؤ۔ کسی نے کہا الگ حقوق مانگو۔ کسی نے کہا اللہ ھو کی ضربیں لگاؤ۔ اس بے چینی میں کیا دھرا ہے۔ کسی نے کہا زور سے کام لینے کا خاکساری کے ساتھ سپاہی بنو۔ کسی نے کہا خدا کی خدمت کر کے ملک کو آزاد کراؤ حقوق آپ مل جائیں گے۔ کسی نے کہا حریت

Marfat.com

کا جھنڈا لے کر کانگریس کی دستگیری کرو۔ بعض کہتے رہے کہ منبر کی نکتہ آفرینی سنو اور غور کرو کہ آیتوں کی تفسیر کہاں پہنچ رہی ہے۔ ان ایمان افروزیوں پہ مسلمان جھک جائیں گے تو زندگی اور ترقی آپ دوڑ کر قدموں پہ آگرے گی مدعا صرف بزرگوں پہ ایمان لانے میں ہے۔ کسی نے کہا مولویوں کا فیصلہ اٹل ہے کانگریس میں مل جانا چاہیئے۔ ایک نے کہا ہم ٹھیک کہتے ہیں دوسرے نے کہا تجویز تو ہماری ہی ٹھیک ہے۔ کسی نے کہا دوڑو دشمن تعاقب میں ہے۔ کسی نے کہا ہم سب کچھ کریں گے ہمارے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے۔ غرض ایک ہنگامہ برپا رہا۔ ہندو سمٹتے رہے ہم بکھرتے رہے۔ سب کچھ کیا گیا اور جو چیز حاصل ہونی چاہیئے تھی وہ نہیں ہوئی یعنی اتفاق اور ہم آہنگی۔ ایک آواز ایک دعویٰ ایک درخواست ایک مطالبہ۔

جس زمانے میں مولانا محمد علی اور مولانا آزاد و ہمرہ نے دوڑ دھوپ شروع کی تھی تو اتنا اختلاف نہ تھا اتنے میں اللہ کا کرنا کیا ہوا کہ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم شروع ہوگئی۔ اور حضرت بہاء اللہ جل جلالہ کی صلح عمومی کا گھنٹا قوموں کے خلق میں اٹک کر دنیا کے سر پہ ایسی بلا لے آیا کہ زمین کی رگیں کھل گئیں۔ انگریز کی خودی نے جھٹکا کھایا اور اس گھنٹہ کی آنکھیں چوپٹ کھل گئیں جو بڑی و بحری طاقت اور ساری دنیا کی حکومت پر اپنے سامنے کسی کی حقیقت نہ سمجھتا تھا۔ انہوں نے دار و گیر میں تمام سامان ہندوستان سے مہیا کئے۔ سترہ روپے کے آدمی کی یہاں کیا کمی تھی۔ روزی رزق کا دروازہ کھلا اور لاکھوں دوڑ پڑے۔ فرانس کے گورے میدان کانوں سے پٹ گئے۔ عربوں کو آزادی کا لالچ دے کر پہلے ہی ترکوں سے اکھاڑ چکے تھے۔ شومئے قسمت سے ترکوں نے جرمنی کا ساتھ دیا اور جنگ کے شعلے راہن کے علاقوں سے اٹھ کر عرب عراق اور فلسطین میں پہنچ گئے۔ ہندوستان اور انگلینڈ کی فوجوں نے بہادر ترکوں کو ان کی بے لشکری اور سامان کی کمی کی وجہ سے مشرقی علاقوں سے پیچھے دھکیل جرمنی کو شکست ہوئی تو ترک بھی کہیں کے نہ رہے۔ بنیادیں متزلزل ہوگئیں۔ قسطنطنیہ

Marfat.com

پر انہیں لوگوں نے انگریز کا قبضہ کرا دیا جو ہندوستان میں بیٹھ کر ان کی ہمدردی میں انگریزوں سے جھگڑ رہے تھے۔ اِدھر مدتوں کی آرزوؤں کے بعد یروشلم پر ان کا قبضہ ہوا۔ ترکوں کی وسیع سلطنت کا آخر کار اس طرح خاتمہ ہوگیا۔ اگر غازی مصطفےٰ کمال نہ اٹھ کھڑے ہوتے تو جو کچھ نظر آرہا ہے وہ بھی نہ رہتا۔ خود ہندوستان کی غلامی نے اسلامی علاقوں پر انگریز کا تسلط جما دیا اور خوش ہوئے کہ کھانے کو خوب بلا پیسے بہت مل گئے دنیا کی سیر کر آئے صاحب بہادر سے گفتگو بھی خوب کھل کر ہوئی۔

اس نازک وقت میں انگریز نے کام نکالنے کے لئے یہاں سیاسی شاطروں سے بہت کچھ وعدے کر لئے تھے۔ جب جرمنوں کے خطرناک ارادوں سے جان چھڑا کر بیٹھے تو یہ لوگ اس کی گدی پر سوار ہوگئے کہ صاحب! جن حقوق کا وعدہ کیا تھا دلواؤ۔ ہم نے تم پر احسان کیا ہے تباہی سے بچایا ہے۔ انگریز شاطروں کا شاطر ان شاگردوں کی درخواستوں کی کیا پروا کرتا تھا۔ کچھ چھیچھڑے سامنے ڈال کر بہلانا چاہا اور فوراً رولٹ ایکٹ نکال کر کھوپری پر دے مارا اور کہا کہ خبردار! شور نہ کرو۔ اہلیت پیدا کرتے جاؤ اور رفتہ رفتہ لیتے جاؤ۔ یہ اشک شوئی بہت ہے پھر دس سال کے بعد لے لینا۔ دنیا جنگ کے انقلاب سے پلٹا کھا چکی تھی۔ نیز نظر بہیں بیٹھ کر اور باہر جانے والے باہر جا کر دیکھ چکے تھے کہ اب شخصی اقتدار فنا ہو رہے ہیں۔ قومیں آزادی کی طرف جھک رہی ہیں۔ اغیار کے قبضے آنکھوں میں کھٹکنے لگے ہیں سب کو آزادی کا حق ملنے والا ہے اجنبی حکومتیں اب قائم نہیں رہ سکتیں۔ جس انگریز کو ہم دیوتا سمجھے بیٹھے ہیں اس کی ناک دم ہلائی جا سکتی ہے۔ کھلے بندھوں مظاہرہ ہو سکتا ہے۔ انہی دنوں مہاتما گاندھی بھی افریقہ میں انگریز سے سیاسی گتھکے بازی کر کے ہندوستان آچکے تھے اور وطن میں آزادی کا پرچار کر رہے تھے۔ ہر طرف سیاسی احساس کی لہر دوڑ رہی تھی۔ ہندوستان کروٹ لینے کے لئے تیار تھا۔

اس وقت تک اس پر سب کا اعتقاد تھا کہ ملک کی آزادی بغیر ہندو مسلم اتحاد کے نہیں

ہو سکتی ۔ دونو قوموں کو سیاسی ہم آہنگی کی ضرورت تھی اور اس کے لئے کوشش بھی ہو رہی تھیں۔ اپنی اپنی ڈفلی بجانے کے بعد بھی گت یہیں آکر ٹکتی تھی کہ ایک ہو جاؤ ۔ اور ملک کو اجنبی طاقت سے چھڑاؤ ۔ لیڈروں کی کوشش کے ساتھ شعرائے زمانہ شناس بھی اس الاپ میں بہت کچھ کہتے رہے تھے ۔ مولانا حالی نے بھی کہا اور اکبر مرحوم بھی مسلمانوں کی حالت پر چھاتی کوٹتے دونو قوموں کی یکجہتی پر زور دیتے رہے ۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ مسلمان اپنی شخصیت کو مذہب کے اصول پر قائم رکھیں لیکن یہ مشورے بھی دیتے تھے کہ :-

کہتا ہوں میں ہندو و مسلمان سے یہی　　اپنی اپنی روش پہ تم نیک رہو
لاٹھی ہے ہوائے دہر پانی بن جاؤ　　موجوں کی طرح لڑو مگر ایک رہو

ان کا اعتقاد تھا کہ چاہے کتنے ہی مناقشے ہوں اور کیسی ہی تفریقیں درمیان میں آجائیں ہندو اور مسلمان ایک ملک کے ہیں الگ الگ نہیں ہو سکتے :-

چیلیاں اک دوسرے کی وقت پہ جڑتے بھی ہیں　　ناگہاں غصہ آجاتا ہے لڑ پڑتے بھی ہیں
ہندو و مسلم ہیں پھر بھی ایک اور کہتے ہیں سچ　　ہیں نظر آپس کی ہم ملتے بھی ہیں لڑتے بھی ہیں

لیکن جب بھانپ لیا کہ ہندو ساہوکار کے تعلقات کو بیس پشت ڈال کر الزام پر الزام لگا کر بدلے لینا چاہتا ہے اور اپنی دنیا الگ بنانے پر تلا ہوا ہے ۔ درپے تخریب ہے ۔ بازار میں گھورتا ہے اور دفتر میں سازشیں کرتا ہے حالات کو مضبوط اور موافق بنا رہا ہے تو مسلمانوں کو چوکانے کے لئے پیش گوئی کی :-

حکم برٹش کا ملک ہندو کا　　اب خدا ہی ہے بھائی صلو کا

علامہ اقبال بھی آغاز میں اسی خیال پر تھے کہ ہندو مسلم اتحاد ضروری ہے ۔ وطن پرستی کے تصور میں نیا شوالہ بناتے رہے جس [illegible] ہر ملک کی تصویر سے بلند دیکھنا چاہتے تھے ۔

Marfat.com

یہ خیال تھا کہ جب ہندوستان تمام امتیازات اٹھا کر متحدہ قوت کے ساتھ آزادی لے کر اپنی عظمت کے کلس اور گنبد بلند کرے گا تو اس کی عظمت و شان کے سامنے دنیا کی بلندیاں جھک جائیں گی۔ ہندو مسلم اس کے دست و بازو ہوں گے اور سب مل کر خلوص اور محبت کے ساتھ دیواریں اٹھانے میں چونا گچ ملائیں گے۔ مدت تک اوروں کی طرح مرحوم بھی مسلمانوں کی حیات نو کے ساعی رہتے ہوئے متحدہ ہندوستان کے قائل رہے۔ لیکن ہندوؤں کی کھلم کھلا اختلاف، چشمک، آویزش نفرت و عداوت دیکھ کر بیزار ہو گئے اور دوسرے مسلمان کو بتانے چلانے پر لگ گئے۔ یہ نزدیک عیاں دیکھ چکے تھے کہ ہندو اب مسلمانوں کی ہستی سے منکر ہوتا جا رہا ہے اور سامانِ حیات پیدا کر کے اپنی ڈفلی الگ بجانا چاہتا ہے لیکن عام طور پر کسی کو خیال بھی نہ تھا کہ وہ کسی شرط پر راضی نہ ہوگا اور دو قوموں کا نظریہ پیدا کر کے معاملہ تقسیم تک پہنچا دے گا۔ وہ تو سارا زور اس بات پر دینا چاہتا تھا کہ اکثریت پر حاوی رہے اور اس کو حسب منشا چلا سکے۔ لیکن اکبر مرحوم نے نہ معلوم کس آنکھ سے حالت کا مطالعہ کر کے آج سے چالیس سال پہلے ہندو کے ارادوں کو بھانپ کر اس آخری شعر سے مسلمانوں کو کان دکھا دیا تھا۔

غرض ابھی حقوق طلبی اور آزادی کے مطالبے پر جھگڑا ہو ہی رہا تھا کہ مہاتما گاندھی مسلمانوں کے لئے خلافت تحریک کی تسلی مٹھی میں دبا کر میدانِ عمل میں کود پڑے۔ یہ اس وقت ایسا مسئلہ تھا کہ مسلمان ملک کی آزادی کا تصور باندھ کر اور خلافت کے احیاء پر اچھل کر بلا پس و پیش کانگرس کی عدم تعاون کی تحریک میں نہایت شد و مد اور انتہائی جوش کے ساتھ شریک ہو گئے اور اس کی بے روح تجویزوں میں قربانی ایثار اور خلوص سے ایسی جان ڈالی کہ کانگرس کا بے گوشت پوست ڈھانچ چوکڑیاں بھرنے لگا۔ علی برادران مولانا آزاد کی دوڑ دھوپ اور ان کی آتشی تقریروں نے مسلمانوں کو ایسا گرم کیا کہ انہوں نے ہندوستان کے جیل خانے بھر دئے۔ جبکہ لاکھوں قید و بند کی سختیوں سے کانپ رہے تھے۔ ان کو جوش دلاتے تھے اور خود مہاتما کہ کے دھوتی سنبھالتے ہوئے پیچھے ہٹ جاتے تھے اور جیلوں سے لوٹ کر یا تو مقدموں

Marfat.com

کی تیاری میں لگ جاتے تھے یا دوکان پر پہنچ کر یہی کھانا لٹنے لگتے تھے مسلمانوں کا ایثار اور خلوص بیڑیاں پہن کر اچھلتا کودتا نعرے لگاتا جیل خانے پہنچ جاتا تھا اور ہندو محض داد دیتا ہوا سود و زر سود میں الجھ کر ایک طرف کو کھسک جاتا تھا۔ وہ وقت اور جوش جنہوں نے دیکھا ہے اسے اب بھی دہرا لیتے ہیں۔ اس سے فائدہ اٹھا لیا جاتا تو آزادی کی بہت سی منزلیں اسی وقت طے ہو جاتیں۔ مہاتما چورا چوری کے معمولی تشدد سے بد دل ہو کر بیٹھ رہے اور تحریک فوراً سرد ہو کر بیٹھ رہی۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ۴۲ء میں دنیا کا بے مثال تشدد دیکھیں گے۔

اس طرح آپ ہی آپ بیٹھ جانے سے گورنمنٹ نے بھی بے فکری کا سانس لیا۔ مہاتما گاندھی جواہر لعل نہرو مولانا محمد علی مولانا ابوالکلام آزاد اور تمام باقی لیڈروں پر مقدمے چلائے گئے اور سب کو جیلخانے پہنچا دیا گیا۔ اس تحریک کے بعد ملک میں بالکل جمود طاری ہو گیا۔ بدترین بات یہ ہوئی کہ اس جمود میں زہریلے فرقہ پرست لوگ آپس کی ایک آدھ آویزش پر آنکھ اٹھیاں لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی معاندانہ کوششوں سے ساکن فضا کو مسموم کرنے لگے۔ مشرقی یو۔پی اور بہار میں آگ بھڑکائی۔ محرم اور بقر عید کے چھٹے سے رکھ رکھ کر فساد اٹھانے لگے۔ اس ہندو مسلم اتحاد کی جڑیں کھوکھلی کر دیں جو مذکورہ تحریک میں مسلم لیڈروں کی کوشش سے قائم ہو چکا تھا۔ ایسا اتحاد جس کی نظیر نہ پہلے دیکھی گئی تھی نہ بعد میں نظر آئی۔ اس سے چھوت چھات کی نفرت انگیز خو خصلت ہلکی پڑ گئی تھی۔ دونوں قومیں ایک تھالی میں کھا چکی تھیں، ایک گلاس سے پانی پی چکی تھیں۔ آثار ایسے ہو گئے تھے کہ مزید کوشش ہوتی تو اس اتحاد کے رگ ریشے اور مضبوط ہو جاتے۔ نہ معلوم ہندو کو کیا سوجھی کہ تڑپ کر کھڑا ہو گیا اور چھیڑا یہ رکھا کہ مسلمان اپنی خوری سے باز نہیں آتا۔ سات سو سالہ فوقیت کو نہیں بھولتا۔ اتحاد سے پہلے اس غلط فہمی کو دور کر دینا چاہیئے۔ اب ہم ہر طرح کیل کانٹے سے لیس ہیں سہارنپور کا بدلہ لینا ضروری ہے۔ یہ نہ سوچا کہ اتحاد مشکل چیز ہے مشکل سے آیا ہے۔ یہ واقعات تو ایک جگہ رہنے کے سبب تمدنی عزیزوں میں بھی ہو جاتے ہیں۔ ان کا انسداد

Marfat.com

اور صورت سے بھی ہو سکتا ہے۔ حالانکہ بہار و نمبرہ کے واقعات نے سہارنپور میں جنم لیا تھا۔ واقعہ رونما ہو گیا تھا یہ کوئی اتنی اہم بات نہ تھی کہ اتنی "لنکی گھولی جاتی"۔

ان حادثات کے بعد نتیجے کے طور پر شدھی کی تحریک شروع ہو گئی۔ ہندوؤں نے کھلم کھلا میدان میں آکر مسلمانوں کو کچلنے کی ٹھان لی اور اُن گذشتہ قربانیوں کی اس طرح داد دینے لگے۔ ہر طرف فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی مسلمانوں پر یورشیں کرنے لگے۔ وقت یہ ہوئی کہ ۱۹۲۲ء کے بعد مسلمانوں میں مزید خلفشار شروع ہو گیا۔ مذہبی اور سیاسی جماعتیں بڑھنے لگیں۔ شدھی کو دیکھ کر خاکسار تحریک چلی جو دیکھتے دیکھتے کامیابی کی صورت اختیار کر گئی لیکن پھر ایک ہی ضرب میں ٹھنڈی ہو گئی۔ مولانا غلام بھیک نیرنگ نے شدھی کے خلاف محاذ بنایا اور کامیاب کوشش کی۔ احرار نے کشمیر میں قدم جما کر سرخروئی حاصل کی۔ غرض مسلمانوں کے مختلف جتھے اپنی اپنی فکر کے مطابق چارہ و علاج ڈھونڈتے رہے لیکن مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کی سبیل نہ نکلی۔ کسی کی کوشش سے ایک پلیٹ فارم پر نہ آسکے۔ مولانا محمد علی مرحوم بھی ہندوؤں کی چیرہ دستی سے بیزار ہو کر مہاتما کی جیب سے باہر نکل آئے اور علیحدہ ہو کر غور و فکر کرنے لگے۔ تاہم ان کے دردمند دل میں ہندوستان کی آزادی کی جو تپش پیدا ہو گئی تھی وہ برابر سلگتی رہی ہندوؤں کی بدسلوکی کا کوئی ایسا اثر نہیں پڑا۔ ادھر سے ہٹ کر مسلمانوں کو جمع کرنے کی فکر کی لیکن اب وہ پہلی سی بات کہاں تھی جو اکٹھے ہو جاتے۔ یہ سعادت تو کسی اور ہی ہستی کے حصے میں آچکی تھی جو بعد میں ہندو کے رویے نے مستحکم کر کے سہل تر کر دی۔ مرحوم اسی فکر میں تھے کہ کوئی راستہ اختیار کریں کہ اتنے میں گول میز کانفرنسیں شروع ہو گئیں وہ لندن چلے گئے اور جب آئے تو پھر غلام ملک میں واپس نہ آئے۔ خلاف قیاس بیت المقدس کی خاک میں روپوش ہو کر ہندوستان کے مسلمانوں کو کچھ اور دن تڑپنے کے لئے چھوڑ گئے۔ یہ خلا کافی عرصے تک نہ بھرا۔ ہندو پنڈت مدن موہن مالوی اور ڈاکٹر مونجے کی سرکردگی میں مخالفت و معاندت کا مجسمہ بن گئے۔ کوئی شہر جتنے فساد سے خالی نہ چھوڑا بلکہ ایک ایک

ہیں دو دو مرتبہ جھگڑے گئے۔ مسلمان سیاسی من سمجھوتے کی کوشش کرتے رہے لیکن اب ہندو قوم کی ذہنیت عرش پر پہنچ چکی تھی کوئی بات طے نہ ہوئی۔

خلافت تحریک کے بعد ہندو زیادہ تر فرقہ پرستی پر جھک گئے۔ یہاں تک کہ خود مہاتما گاندھی مسلمانوں اور دیگر جماعتوں سے بے نیازی ظاہر کرکے ۱۹۲۹ء میں نمک بنانے کے لئے چل پڑے۔ مسلمان ہندوؤں کے سلوک سے دل برداشتہ ہوکر اب کانگریس کو ہندوؤں کی چیز سمجھنے لگے تھے۔ پھر بھی کئی طبقے سراسر کانگریس کے ساتھ تھے۔ انہوں نے اس تحریک میں بھی دوش بدوش قربانیاں دیں۔ گورنمنٹ فرصت میں بیٹھی تھی نمک تحریک کو سختی سے دبا دیا اور لیڈر پھر جیلوں میں بٹھا دیئے۔ مسلمان کو اس وقت مجموعی طور پر کسی دار و گیر میں نہ تھے لیکن عادت کوئی اندرونی بیرونی فکر بھی نہ کی۔ اتنا بھی نہ کرسکے کہ اندرونی تنظیم ہی درست کر لیتے۔ فرصت کو ذہنی اخلاقی قومی یا سیاسی کیجیتی ہی میں خرچ کرتے۔ خود اعتمادی اور جبلی بے پروائی سے نہ یکجہتی پیدا کی نہ اختلافات دبائے نہ انفرادی حالت کو ہی سنبھالا تاہم جس بینا میں بھی تھے ہر جگہ ہندوؤں کی چیرہ دستیوں کا جواب دیتے رہے۔ اس خیال کو غلط ثابت کرتے رہے کہ وہ بغیر مسلمانوں کے آزادی لے کر من مانی کر سکتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد ان تمام دل شکن مایوس کن حالات میں بھی کانگریس کے ساتھ تھے لیکن بیزار ہو جانے والے مسلمان اب بدگمان ہوکر ان کی کانگریس نوازی کی رائے سے بھی بیزار ہوگئے اور ان کی قیادت کو ترک کر دیا۔ تیرہ چودہ سال تک کوئی لیڈر ایسا بر سر کار نہ آیا جس پر سب متفق ہو جاتے۔ حال بے سردار کی فوج کا سا رہا ہر دوڑنے والے کے پیچھے دوڑنے لگے۔ اندازہ نہ لگا سکے کہ کس کو چنیں کہ اتنے میں قائداعظم نے ہندوؤں سے بات بیٹھا ہاڑ کر بکھرے ہوئے شیرازے کو جوڑنے کی ٹھان لی۔ اس دفعہ وہ ہندو کی بدلی ہوئی نیت اور کانگریس کے رویے سے بیزار ہوکر قوم کی فلاح کا خیال لے کر بالآخر سے آئے تھے۔

Marfat.com

ساری عمر کانگرس کے دست بازو رہے تھے ان سے زیادہ ہندو کے ارادوں سے کون واقف تھا۔ ہزار افسوس ہے کہ قوم کا شیرازہ ایسے درجے پر نہ تھا کہ آسانی سے جوڑ لیا جاتا۔ ایک بڑی اور با اثر جماعت کانگرس پر فریفتہ تھی دوسری جماعتوں نے الگ ڈھول پیٹ رکھے تھے ہر طرف مخالفت کے جھکڑ تھے۔ تاہم ان کے عزم راسخ کے سامنے کسی کی پیش نہ گئی۔ انہوں نے لیگ کے پرانے ڈھانچ کو اپنی دماغی قوت سے اٹھا کر کھڑا کر لیا۔ طعن تشنیع سنے ملامتیں جھیلیں لیکن جس بات میں قوم کی بہتری دیکھ چکے تھے اس سے قدم پیچھے نہ ہٹایا۔ آخر کار بے سرے مسلمان مخلص رہنما کی طرف کھنچنے لگے اور مخالفت کے جھکڑ باد موافق میں بدل گئے۔

۱۹۳۵ء کے بعد ہندوؤں کی زیادتیوں سے اکھڑے ہوئے دل ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے انگریز بھی زمانے کا رخ دیکھ کر کچھ دینے دلانے پر تیار ہوا لیکن شرط بہر صورت یہی اٹکا رہا کہ دونوں قومیں متفقہ طور پر مطالبہ پیش کریں۔ کانفرنسیں ہوئیں۔ پہلے لندن بلایا گیا۔ وہاں معاملہ طے نہ ہوا تو ہندوستان میں گفت و شنید کا سلسلہ شروع ہوا۔ مسلمان کو ہندو سے کوئی امید نہ رہی تھی۔ مستقبل ان کے ارادوں نے پھیکا کر دیا تھا۔ مسلمان اس بات پر جم گئے کہ ایسی صورت میں حقوق الگ لے لینے چاہئیں۔ قانون کی اڑنگے بازی اور سیاسی چالوں کے سمجھنے کے واسطے اب وہ جس شخص کی سرپرستی میں تھے اس کی قانون دانی قابلیت اور ذکاوت پر پورا بھروسہ تھا۔ سیاہ و سفید اس کے حوالے کر کے آخری سانس تک اس کا ساتھ دینے پر تل بیٹھے۔ اب دو قوموں کے نظریے پر نگاہیں پہنچنے لگیں۔ تقسیم کی گھومتی پھرتی بات جو علامہ اقبال نے اپنی تیز نظری سے سنجیدہ کر دی تھی دماغوں سے اتر کر زبانوں پر آنے لگی۔ یہاں تک کہ ۱۹۳۵ء کی اصلاحات کے بعد باہمی منافرتیں اور تیز ہو گئیں۔ ہندو اور کانگرس اب مسلمانوں کا کوئی حق ماننے کے لئے تیار نہ تھی۔ لیکن انگریز ان مخالفتوں سے اب بھی فائدہ اٹھا رہا تھا۔ جب مطالبے سامنے رکھے جاتے تھے تو باہمی من سمجھوتے کا عذر پیش کر دیتا تھا۔ قائد اعظم سخت محنت و جانکاہی کے ساتھ قوم کے مقدمے کی پیروی کر رہے تھے کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ نہ

Marfat.com

ہندوؤں کی ہائے ہائے سے دبے نہ قوم کے روڑوں کی پروا کی - خود مسلمان قربانی اور ایثار کا مجسمہ ہے صحیح رہنما مل جائے تو موت کو ہیچ سمجھ لیتا ہے ہر چیز قوم و مذہب پر نثار کر دینا ہے - اسی لئے سوائے چند کے ہر ایک دل و جان سے ان کے ساتھ تھا - یہ تصادم اور اُکتا ٹکت جاری تھی کہ اتنے میں حضرت بہاء اللہ جل جلالہ کی خبر و برکت سے ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہو گئی اور امن عالم مع اپنی تمام ارزانیوں اور سہولتوں کے ساتھ بھسم ہو کر رہ گیا۔

اس مرتبہ جرمن قوم نے ہٹلر کی قیادت میں بلا کی طاقت مہیا کر لی تھی - اور اس کے بل بوتے پر آپے سے باہر تھے - ایک ایک کی چھاتی پر شجار کی طرح چڑھے جاتے تھے - حسب عادت تمام دنیا کو چیلنج دیتے ہوئے جنگ کی آگ میں کود پڑے - ساکن دنیا میں کہرام مچ گیا - انگریز بے سر و سامان تھا بری طرح سٹ پٹا یا - اس طاقت کا مقابلہ مشکل ہو گیا جو اس سے پہلے دنیا میں سخت ٹکر ہوئی اور انگریز نے بری طرح زک اٹھائی - بالکل بے دست و پا ہو کر رہ گیا - ہندوستان جو امن میں سیاست کا اکھاڑا بنا ہوا تھا اس میں کانگرس نے اعلانِ عام کر کے عدم تعاون کا حربہ استعمال کرتے ہوئے تنبیہ کر دی کہ کسی قسم کی مدد نہ دی جائے - تاہم بے روزگاری کی مصیبت موجود تھی - ایم - اے - بی - اے ٹکے ٹکرانے پھر رہے تھے - پیٹ بھرنے کا بھی وسیلہ نہ تھا - جنگ ان کے لئے مژدۂ حیات لے کر آئی - عوام جو کانگرس اور لیگ میں الجھے ہوئے تھے بندشیں توڑ توڑ کر راشن کی لذت اور تگنی تنخواہ کی چمک پر ٹوٹ کر گرے - گاڑیوں پر گاڑیاں اور جہازوں پر جہاز چل پڑے - جانے والے جوان گاڑی کی کھڑکیوں سے سر نکال نکال کر اپنے اپنے قومی نعرے لگاتے تھے - الیا معلوم ہوتا تھا گویا اپنی قوم کے لئے کوئی نیا ملک فتح کرنے جا رہے ہیں - جانوروں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اغیار کی آگ کا ایندھن بننے چلے ہیں - شروع میں مسلمانوں نے میدان جنگ

Marfat.com

پاٹ دیا - پھر ہندوؤں نے دیکھا کہ کہیں حریف بازی نہ لے جائے اور آئندہ کوئی فائدہ نہ اٹھائے اس خیال کے آتے ہی کانگرس کے فرمان پھینک پھینک کر دوڑ پڑے اور ہر محکمہ سنبھال لیا۔ وہ سپاہی بن کر جاتے تھے تو وہ افسر بن کر پہنچنے لگے اس لئے کہ تعلیم تھی وسائل تھے۔

ہندوستان انگریز کا مشکلکشا رہا ہے - اس بہترین شکار کو دبانے کے لئے اس نے ساحلی و سلامی ممالک کو غلام بنایا۔ مسلمانوں کو ہر جگہ کمزور کر دیا - وہ اس مایوسی کے زمانے میں بھی کام آیا آدمی اور سامان جنگ سب کچھ مہیا کر دیا۔ سنہ ۱۹۴۲ء میں کانگرس نے انگریز کو الجھا ہوا دیکھکر ہنگامے اٹھائے - بہار اور یو - پی میں مظاہرے کئے اور تشدد برتا - لیکن انگریز کے استقلال اور تحمل نے اس شور شرابے کو بھی تشدد تدبیر و عدے وعہد سے دبا دیا۔ جنگ کے کاروبار میں مطلق فرق نہ آنے دیا - لیڈر اطمینان سے جیلخانوں میں پہنچا دئے گئے۔ اتنے میں ہٹلر نے روس کو چھیڑ کر گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال لیا انگریزوں نے اس الجھاؤ کو رحمت سمجھ کر پرچا پھیلا کر حسب دستور امریکہ کو ساتھ ملا لیا - اب جرمنی پر ہر طرف سے یورشیں ہوئیں تاریخ نے پچھلے ورق دہرا کر اس تند مزاج قوم کو پھر ایک بار بے وسیلگی پر جا ٹکایا۔ ہٹتے ہٹتے اس دفعہ برلن پر آ جمے اور آخر کار دنیا کی یہ بہترین قوم اپنی طبیعت خوخصلت اور ہٹلر کی بے تدبیری کی وجہ سے تباہی کے کنارے پہنچ گئی - اس طرح مٹی کہ ملک میں گدھوں کے ہل چل گئے - فرانس مٹنے اور آئن سٹائن کا ملک روس کے ہاتھوں خاک برابر ہو کر رہ گیا - نہ سائنس رہی نہ بے مثل کارخانے رہے - نہ صنعت و حرفت رہی نہ وہ بے نظیر دماغ رہے جن سے ملک نے فروغ پایا تھا۔

انگریز پھر ایکبار جیتا لیکن حالت ہارے ہوؤں سے بھی بدتر ہو گئی طاقت ٹوٹ گئی - اس دوران میں ہندوستان بھی اور رنگ بدل چکا تھا - جنگ سے نمٹتے ہی اس نے آزادی کا مطالبہ پیش کر دیا - اس طرف انگلینڈ میں حالات کی نزاکت کو بھانپ جانے والی جماعت برسر کار

آگئی اور اب پھر نئے سرے سے آزادی کی گفتگو ہونے لگی ۔ اکثریت کے ساتھ ساتھ ہر پارٹی اپنے اپنے مطالبات لے کر دوڑی ۔ قائداعظم آنجہانی نے تقسیم کا سوال پیش کر دیا ۔ کانفرنسیں ہوئیں ۔ وہ ہندو جو معمولی مطالبات کو ٹھکراتا رہا تھا اتنی بڑی بات کہاں مان سکتا تھا ۔ وہ تو جداگانہ انتخاب کو بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھا ۔ اس کے ساتھ انگریز نے بھی ہاتھ پاؤں پھیلائے کہ ہم نے دو سو سال کی کوشش سے اس ملک کو متحد کیا ہے کسی طرح ٹکڑے نہ ہونے دیں گے ۔ یہ وہی ہندو کی پرانی سمجھوائی اور ہندو نوازی کی بنا پر تھا ورنہ چھوڑنے ہی پر تل گئے تھے تو انہیں تقسیم و تنظیم سے کیا لینا تھا ۔ بلبل چمن کو چھوڑنے پر مجبور ہو تو لعد کے لینے اور اجڑنے والوں سے کیا سروکار ہو سکتا ہے الو رہے کہ ہُما رہے ۔ لیکن بات تو ساری یہ تھی کہ ہندو کا ساتھ دینا تھا ۔ آخری سانس تک مسلمان کا بھلا منظور نہ کیا ۔ اور حقیقتاً یہ ہے کہ یہ دونوں اب بھی ایک ہیں ۔ ان کو الگ الگ نہ سمجھنا چاہیئے ۔ مسلمان سے انگریز کو خلوص نہیں ہو سکتا وہ اُس کے لئے اب بھی رکاوٹ ہیں ۔ لالہ کی خوشامد کا عاشق اس خوددار قوم سے کہاں مانوس ہو سکتا ہے ۔

ایسے ایسے مخالفوں اور اتنی رکاوٹوں کے سبب سے مرحلہ بہت سخت تھا لیکن پیکر استقامت ..... قائداعظم کے قانون اور یا مردی نے آخرکار اس ناممکن بات کو ممکن کر دیا اور آخر میں ہندو لیڈروں نے بار بار جھنجھٹ کر کے اس پیمان پر دستخط کر کے گردن رکھدی ۔ یہ ایسی بات تھی کہ مایوس مسلمان ہی نہیں دنیا حیران ہو گئی ۔ ہندو منہ دیکھتا رہ گیا ۔ موافق و مخالف سب اس کارگذاری پر داد دینے لگے ۔ دشمن بھی انگشت بدنداں رہ گئے ۔

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

۱۵ - اگست ۱۹۴۷ء کا بیتابی سے انتظار ہونے لگا جس میں اعلان ہونا قرار پایا تھا۔ مسلمان خوش تھے کہ اب انہیں پاؤں ٹکانے کی جگہ مل جائے گی - اور اس وطن میں اپنی ہستی کو قائم رکھنے کا سہارا نکل آئے گا - اس مسرت میں عادت کے موافق برے وقت کی فکر سے غافل ہو گئے خیال بھی نہ تھا کہ کیا ہونے والا ہے - جس طرح پہلے کبھی برے وقت کی تیاری نہ کی تھی اب بھی اس کے تصور سے بیگانہ ہو کر اچھے وقت کی اطمینان سے بیٹھ کر گھڑیاں گننے لگے - اس مسرت میں عام جوش تو نہ تھا اس لئے کہ وطن چھوڑ کر ہجرت کرنے کی ظاہرا کوئی صورت نظر نہ آ رہی تھی - البتہ دفتری دنیا میں ہیجان تھا - تجویزیں اور خاکے بنے - مستقبل میں اس نعمت خداداد کو رکھنے سنبھالنے کی اسکیمیں تیار ہوئیں - خیال یہی تھا کہ جو ادھر اُدھر سے جائیں گے کاروبار یا ملازمت کی مدت پوری کر کے پھر اپنے وطن اور گھر بار میں آ بیٹھیں گے - اور اصلی ٹھکانوں میں بیٹھ کر پاکستان کے قیام و دوام کے لئے دعائیں کر کے دنیا کو خیرباد کہہ دیں گے - جو ادھر رہنا چاہیں گے اُدھر رہیں گے جو اِدھر ٹکنا چاہیں گے اِدھر ٹک جائیں گے - بے خبری میں یہی خیالات ہو سکتے تھے - کیا معلوم تھا کہ پاکستان کے لئے ابھی بہت زیادہ بلکہ بے مثل قربانیاں دینی ہونگی :-

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

دسوال عکس

نمونۂ محشر

قتل و غارت دیس نکالا محتاجی بے ناموسی
جو کچھ دیکھا اِس سے بڑھ کر اور قیامت کیا ہو گی! (سیفی)

انگریز کی تیز نگاہ نے ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی بھانپ لیا تھا کہ حالات کیا ہیں۔ موجودہ نظام میں کیا خوبیاں اور کیا نقائص ہیں۔ کس قوم کو دبایا جا سکتا ہے کس کو اُبھارا جا سکتا ہے۔ کون سی اینٹھے گی اور کون سی آلہ کار بن جائے گی۔ نئے اصول پر کون جھکے گا کون ہماری آمد کو رحمت سمجھے گا کون لبیک کہے گا۔ کون نفرت سے گا اور پیچھے ہٹے گا۔ ڈاکٹر برنیر فرانسیسی نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ شہنشاہ ہند اورنگ زیب دہلی سے کشمیر کو روانہ ہوئے تو میں سواری کے ہمراہ تھا۔ دادو پور کا علاقہ پہاڑ کی تلہٹی میں شاہی شکارگاہ تھا۔ بادشاہ سلامت وہاں شکار کھیلتے ہوئے مع لاؤ لشکر کشمیر کے راستے پر پڑ لیئے سرہند سے آگے پڑاؤ کیا۔ خیمے خرگاہ لگائے گئے۔ دیکھتے دیکھتے ایک شہر میلوں میں بس گیا۔ دکانیں جم گئیں۔ بازار بن گئے۔ امراؤ اہلکاروں کی سواریوں چوبداروں کی دوڑیلوں عوام و خواص اور سپاہیوں کی آمد و رفت سے جنگل میں منگل ہو گیا۔ میں باہر نکل کر ایک ٹیلے پر چڑھا تاکہ اس منظور پور کی نظر ڈال سکوں۔ پہلے شاہی سرگاہ پر نگاہیں پڑیں جس پر خاندان منلیہ کا زریں جھنڈا لہرا رہا تھا۔ پھر سیدھے بازار اور کوچوں پر نگاہ پہنچی۔ اس شان و شوکت جاہ و جلال اور عظمت و اقبال کو دیکھ کر مجھ پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سر سے پاؤں تک کانپ گیا پھر تمام دنیا پر خیال دوڑا کر اندازہ لگایا کہ کسی بادشاہ کو یہ طنطنہ و طمطراق حاصل نہیں جو

Marfat.com

ہندوستان میں شاہان مغلیہ کو حاصل ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ یہ بات اب قائم نہ رہے گی یہ نظام کمزور ہو جائے گا اور یہ دبدبۂ ہیبت خواب و خیال ہو کر رہ جائے گی۔ اس لئے کہ یورپ میں جو خیالات جگہ پکڑ رہے ہیں وہ بروئے کار آجائیں گے۔ نظام بدل جائے گا۔

مسلمانوں کا یہ وہ عہد تھا جس میں سن گمان بھی نہ تھا کہ دلوں کے راستے رگوں میں پیوست شدہ عظمت و اقتدار عنقریب بے جان ہو کر بکھر جائیں گے۔ تدبر کی جگہ بے تدبیری نا عاقبت اندیشی اور دانائی کی جگہ بے دانشی لے لے گی۔ حماقت انگیز سرکشی بے جوہر فخر و مباہات میں الجھ کر سیاست و حکومت کو طفلانہ حرکتوں سے تباہ کرے گی۔ وہ بے شعور ہو جائیں گے جو اتنی وسیع سلطنت کو اس خوش اسلوبی سے چلا رہے ہیں۔ عیاشی کا زہر جڑیں کھوکھلی کر کے سپاہیانہ جوہر کو صرف شیخی بناوٹ اور نمود پر لگا دے گا۔ ڈاکٹر برنیر نے یہ پیشگوئی یقیناً حالات و واقعات کو دیکھ کر کی ہوگی۔ یورپ کا انقلاب اور اس کے عزم و ارادے سامنے آ گئے ہوں گے۔ نئے اصول و ضوابط کا پرانے آئین سے مقابلہ کیا ہوگا۔ شہزادوں کو تولا ہوگا کہ کتنی سمجھ اور دانائی کے مالک ہیں۔ امراء و وزراء کے تیور دیکھ کر اندازہ لگایا ہوگا کہ کتنے مآل اندیش ہیں اور آئندہ ان کی روش کیا رہے گی۔ قومی ہمدردی میں اس ڈھانچ کو سنبھالنے کی فکر کریں گے یا ذاتی اغراض کو مقصود بنا کر چور و ہرایت کی آرزو میں اجاڑ بنے پر لگ جائیں گے۔ حاوی ہو کر بادشاہوں کو کٹھ پتلی بنائیں گے یا قوم کے انجام کو سوچیں گے۔ اپنی ڈفلیوں پر مائیں اڑا کر صوبے سنبھالیں گے۔ دیکھا ہوگا کہ عوام کس رنگ میں ہیں محض بادشاہ کے پجاری ہیں یا زندگی کو سنبھال سکتے ہیں۔ تیز نظر ڈاکٹر نے ضرور گہرا مطالعہ کیا تھا۔

افسوس یہ ہے کہ اورنگ زیب نے جو مخالف قوتوں کو پوری دور اندیشی سے نہ دبایا اور اٹھارہ سال گولکنڈے کے محاصرے پر صرف کر دیئے اس سے ان کو جڑ پکڑنے کا موقع مل گیا۔ وہی کمزور قوتیں تندرست و توانا ہو کر خطرہ بن گئیں۔ پھر یہ کہ جانشینوں کی بے دماغی اور سوئے تدبیر نے آپس میں گتھم گتھا ہو کر ان کو پروان چڑھنے کا اور موقع دے دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ تو اورنگ زیب جیسے دور اندیش سمجھدار اور تیز نظر شہنشاہ نے اس عظیم الشان سلطنت کو منظم و مضبوط حالت میں نہیں چھوڑا تھا۔ بیٹوں کی بے تدبیری اور امراء کی جاہ طلبی نے رہا سہا شیرازہ بکھیر دیا۔ ایسی قابل رشک حکومت کے ٹکڑے اڑ گئے اور ملک طوائف الملوکی کی نذر

Marfat.com

ہو گیا۔ کسی کو اتنی نہ سوجھی کہ لاؤ قطب الدین ایبک کے بیٹے بے تدبیر عیاش آرام شاہ کی جگہ شمس الدین التمش جیسے کو بلا کر دہلی کی حکومت اس کے حوالے کر دیں تاکہ وہ پھر ایک مرتبہ بگڑی ہوئی حالت کو سنبھال لے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں کو پھر سے جوڑ لے۔ اسپین میں سات سو سالہ حکومت اسی طرح چلتی رہی تھی کہ ایک خاندان کمزور ہو جاتا تھا تو افریقہ سے کسی اور طاقتور خاندان کو بلا لیتے تھے۔ بنی امیہ کے بعد مرابطین موحدین تاشقین وغیرہ اسی طرح پہنچ کر حالت سنبھالتے رہے۔ خاص کر یوسف تاشقین نے تو نہایت نازک حالت میں وہاں پہنچ کر جان ڈال دی تھی۔ وہاں باہر سے نہ بھی بلاتے تو یہیں کے آدمیوں میں سے ایسا شخص لیتے جو گرتی ہوئی حکومت کو سنبھال لیتا۔ آخر میں بھی اس پر عمل کر لیتے تو گراوٹ رک جاتی اور تھوڑی دیر کے سیلاب کو روک دیا جاتا جو احمد شاہ ابدالی کو روکنا پڑا۔ افسوس یہ ہے کہ وہ نیک نیت انسان بھی حالت کا اندازہ نہ لگا کر اتنی بڑی کامیابی کے بعد دہلی کا تخت نکموں کے ہاتھ میں چھوڑ کر خود وطن کی محبت میں چیروٹ کر کابل کے سنگلاخ میں جا بیٹھا ورنہ حالات سنبھل کر زندگی بڑھا دیتے۔ اتنی جلدی مونڈھ مڑوڑا نہ ہوتا۔ اس لئے کہ مخالفوں کا زور ٹوٹ چکا تھا راہ میں کوئی ایسی طاقت حائل نہ رہی تھی جسے ہٹایا جا سکتا۔ باقی یہ اعتراض کہ بیرونی آدمی کو بلا کر بٹھانا وطن پرستی کے خلاف ہے سراسر غلط ہے خود انگلینڈ میں ایسا ہوتا رہا ہے۔ اس وقت کوئی حرج نہ تھا۔

یہاں یہ نازک حالات گذر رہے تھے اور انگریز موقع پر گھات لگائے وقت کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ یہ مقدر ہو چکا تھا کہ احمد شاہ ابدالی حافظ رحمت خاں بریلوی شجاع الدولہ لکھنوی اور مرد میدان نجیب الدولہ نجیب آبادی کی کامیابی سے انگریز فائدہ اٹھائے۔ وہ ساحل سے انگڑائی لے کر اٹھا اور دور اندیش شاطر نے نہایت احتیاط سے مہرے بدلنے شروع کر دیئے۔ اجتماعی رکاوٹ ہٹ چکی تھی۔ احمد شاہ ابدالی کے جانے کے بعد کامیاب و ناکام سب کے سب ہریوں کی طرح غفلت میں ڈوبے ہوئے بیٹھے تھے وہ انہیں داؤ گھات سے ایک ایک کر کے پکڑنے لگا۔ کسی کو فوجی انوکھی طاقت سے کسی کو لالچ سے کسی کو گدے بازی سے کسی کو نرمی سے کسی کو سختی سے جال میں پھنسایا۔ جس کسی عیاشی کے مارے ہوئے فرسودہ مصنوعی سپاہی نے میدان پکڑا تو اس سے باقاعدہ سکھائے سدھائے تلنگے اور گورے ٹکرا دیے۔ بندوقوں کی ایسی باڑھیں ماریں پھر تیل توپوں کی ایسی بے

Marfat.com

آنچ دی کہ پہلے ہی جھٹکے میں منہ پھیر دیتے۔ بیچاروں نے پرانے بیکار ہتھیار پھینک کر گھر کی چار دیواری ہی میں آکر دم لیا۔ جن میں کچھ دم و دُرداد ہوش و حواس تھے ان کے پیچھے غدار لگا دیئے وہ مسکین اپنی ہی چھری سے ذبح ہو گئے۔ جو کچھ دنوں بے انتظامی اور سوئے تدبیر کے چھُدّے پر رکھ گئے بھائی کو بھائی سے اور باپ کو بیٹے سے ٹکرا دیا۔ ہر صورت سے اُلّو سیدھا کر لیا۔ مسلمانوں کو پھر بھی ہوش نہ آیا کہ کیا ہو رہا ہے اور تدبیر کیا ہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان کی آخری تلوار ٹیپو سلطان کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی اور غلامی کی زنجیریں مضبوط ہو گئیں۔ دوسروں کا کیا گلہ اپنی ہی غفلت کا کرنا چاہیئے۔ بعد میں جو گراوٹ شروع ہوئی مسلمان بے پروائی سے اس کی منزلیں طے کرتے گئے۔ بقول مولانا حالی کے حکومت کیا گئی جوہر کھل گئے۔ چولا اتر گیا تو معلوم ہوا کہ ڈھانچ میں ہڈیوں کے سوا کچھ نہیں۔ حالت کچھ ایسی تھی کہ وقت کے دانا ترین بھی اُسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور کنوئیں کی من سے باہر نگاہ نہ ڈالتے تھے جس مشغلے میں لگا دیا گیا تھا لگے ہوئے تھے۔ مذہب میں جتنے شوشے نکال دیئے گئے تھے انہیں کی نوک پلک کو سنوار رہے تھے۔ عباشی کی جتنی راہیں نکل آئی تھیں تباہی کے احساس سے غافل کر دیئے گئے لیے کافی تھیں۔ زمیندار سے کاشتکار ہر قسم کی دوڑ دھوپ سے بے نیاز کر چکا تھا۔ عوام میں افلاس نے بڑھ کر عزت سے روزی کمانے کی تڑپ کھو دی تھی۔ وہ دستِ سوال دراز کر دینے میں اپنے آپ کو لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْم کا حقدار سمجھ بیٹھے تھے۔ خلاستھر سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ سرسید مرحوم کے گراوٹ کا احساس دلایا لیکن جیسی تبدیلی آنی چاہیئے تھی نہ آئی۔ مالی اور اخلاقی حالت اور زندگی کے کاموں سے نفرت بڑھتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ وہ عام فہمی جو بزرگوں سے میراث میں پائی تھی اس سے محروم ہو بیٹھے۔

انگریز نے بھی جائزہ لے کر حالت کا اندازہ لگا لیا اور مطلب کے آدمی چن لیے۔ ہندو اس کا شریک کار بن گیا۔ حاکم کی زبان پڑھی۔ انگریزی اسکول بنانے کالج کھولے اور ان کے علوم و فنون سے واقف ہو کر چوکڑیاں بھرنے لگے پہلے ان پر بھی الحاد اور آزادی نے اثر کیا۔ پھر جلد ہی قومیت کے سبق نے احساس دلایا نقالی بند کر دی۔ سوچا کہ سرپرستی کر رہے ابھارے دے رہا ہے دوسرے حریفوں سے آگے نکلنا چاہتا ہے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ راس اور بنگال کے کالے بھجنگ، دکن اور متوسط ہند کے کڈھب سمجھ دماغ ذکاوت اور آل انڈیا سے قوم اصلاح پر جھک پڑے۔ قوم بھی نا سمجھ نہ تھی معمولی سے اختلاف کے بعد فائدے کو بھانپ گئی اور ان کے کہے

Marfat.com

کو پلے میں باندھ لیا۔ نئی زندگی اور نئی روح کی آرزو میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سوچا کہ اتفاق اور یک جہتی کی ضرورت ہے۔ اگر یہ باتیں پیدا ہو جائیں تو اکثریت ہیں ہیں سب کچھ ہماری مٹھی میں آجائے گا۔ ہم اس وقت حکومت میں دخیل ہیں مزید دخل حاصل کر کے حاوی ہو جائیں گے تمام کاموں پر چھا جائیں گے مقابل اپنے فرسودہ رسم و رواج میں غیں پڑا ہے حال سے بے بہرہ اور انجام سے بے خبر جلدی کرنی چاہئے۔ پہلے انہوں نے تعلیم کے علاوہ طے کئے۔ پھر حکومت کے شعبوں پر چھا گئے دست و بازو بن گئے۔ انگریز نے کمر تھپکی داد دی اور مسلمانوں کی طرف اشارہ کیا۔ اس لئے کہ اس کی خود داری اور سات سو سالہ حکومت کی خودی سے تنگ آیا ہوا تھا متوجہ کر کے لگایا ہندو بھی کامیابی میں یہ نہ سوچ سکا کہ ہم ایک ملک ایک فضا ایک ماحول کے ہیں۔ اگر سات سو سال کی حکومت میں مجبوراً کوئی زیادتی بھی ہوئی ہے تو اس کے ساتھ اچھے سلوک برتاؤ بھی رہے ہیں۔ سیاست میں بغاوت اور سازشیں مقبول نہیں ہوتیں ان باتوں پر دبایا بھی گیا ہو تو ظلم و جور سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ یہ باتیں غیر تو غیر اپنے بھی کریں تو ان کے ساتھ رعایت نہیں ہوتی۔ ساری تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ چیتے بیٹے سلیم نے بغاوت کی تو اکبر فوجیں لے کر چڑھ دوڑا۔ یہ خیال نہ کیا کہ اکلوتا ہے اس کے لئے سلیم چشتی علیہ الرحمۃ کی اچاپتیں کی ہیں۔ پیدل چل کر خواجہ اجمیری کی درگاہ کے طواف کئے ہیں۔ یہ وہی شیخو بابا ہے جس کی خاطر بڑے بڑے عزیز سرداروں کی خودی کو کچلا ہے۔ جس کو انتہائی ناز و نعمت سے پالا گیا ہے۔ جس کی ہر ایک زیادتی جان سے یاد عزیز رہی ہے۔ بغاوت پر ساری شفقتیں بھلا کر مارنے مرنے پر تل گیا۔ خود جہانگیر کے سامنے کیا دھرا آیا اور تشدد سے بیٹوں کی بغاوتیں فرو کیں بلکہ ایک تو اسی میں جان سے گیا۔

ہندو نے جوش انتقام میں آنا نہ سوچا کہ روزمرہ کی زندگی میں بھی کوئی زیادتی ہوئی ہے تو وہ بھی بے بنیاد و نہتی کوئی وجہ ہوتی تھی جس کے لئے یہ بامروت قوم بدلحاظی کا نشانہ نہیں بن سکتی۔ انگریز کا منشا پاکر سات سو سال کا بھولا جاگا کر کھوپڑی پر سوار کر لیا اور آنکھوں پر عینکیں رکھ کر غافل مسلمان کے درپے ہو گیا۔ قوم کے سامنے چھاتی کوٹی کہ یہ پلیچھ قوم ہم پر مظالم کرتی رہی ہے۔ اس کو انگریز کے ساتھ مل کر مٹا دینا چاہئے۔ سات سو سال تک تو بھولے رہے لیکن ابھارنے کے لئے جوش دلایا کہ ہم سورماؤں کی اولاد ہیں۔ ہندوستان سے باہر کبھی جھانک کر بھی نہ دیکھا تھا لیکن ترقی و تہذیب کے ہزار ہزار باب پڑھ دیئے۔ ان آذکار و افکار کے باوجود ابھی تک

Marfat.com

عام ہندوؤں میں اس قسم کے زہریلے احساسات نہ تھے۔ اکٹھے رہتے تھے مروّت لحاظ سے وقت کاٹتے تھے معاملات تھے لین دین تھا۔ لڑتے تھے اکٹھے ہو بیٹھتے تھے۔ چاہے سود در سود سے جائدادوں پر چھاپے مار لیتے تھے البتہ منافرت پیدا نہ ہوئی تھی۔

کانگرس قائم ہونے کے ساتھ ایک اور زہریلا انقلاب آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ تمام مخالف تحریکوں سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ تھا اور صرف مسلمانوں کو مٹانے کے لیے چلایا گیا تھا۔ چونکہ مشرق میں ہر تحریک مذہب کے نام پر چلتی ہے اسے بھی مذہب کا نام دے دیا گیا۔ یعنی سوامی دیانند نے آریہ مت کے نام پر نیا پرچار شروع کیا۔ مقصد یہ تھا کہ ہندوؤں کو اسلام اور عیسائیت میں جذب ہونے سے روکا جائے۔ دعویٰ کیا کہ ہندو مذہب میں تمام مذاہب سے زیادہ خوبیاں ہیں۔ اور یہ کہ برہمنوں نے اسے بگاڑ کر خرافات کا مجموعہ بنا دیا ہے۔ حالانکہ اس سوامی کے بیان کردہ اصول میں بھی وہی ایک پرانا فلسفہ ہے یعنی مادّہ صورت جسمیہ اور تناسخ کا بے حقیقت ہیر پھیر۔ صرف اسلام کے اثر میں بت پرستی سے کچھ بچاؤ کیا گیا ہے۔ اصل وہی ہے کہ بڑا مدّعا ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا تھا۔ اور اُن کی جامدِ زندگی میں جوش پیدا کر کے سالہا سال کا اثر زائل کرنا تھا۔ یہ خیال پھیلایا کہ مسلمان کی ہر بات سے نفرت کرنے ہی میں ہندو کی زندگی ہے۔ مذہب تہذیب زبان امتیازی باتیں اخلاق عادات نشست برخاست میں جو ل ہر بات سے بیزار کر دیا۔ ہندوستان میں مذہب چلانے میں دقت نہیں ہوتی بہت جلد چل پھول جاتا ہے۔ سوامی جی کے مذہب کے لیے طبیعتیں پہلے ہی بے چین تھیں۔ سوچا جا رہا تھا کہ مسلمانوں کو دبوچنے کی کیا صورت ہے۔ مسلمان دشمنی کی بُو سونگھتے ہی لوگ ٹوٹ پڑے اور اس مذہب کو روشن خیالی کا نام دے کر اپنوں اور غیروں کے سامنے رکھنے لگے۔ ان کی کتاب میں دوسرے مذاہب کو دل کھول کر برا بھلا کہا گیا تھا۔ عیوب پر صفحات سیاہ کیے تھے۔ مبلغوں نے انہیں زبانی یاد کر لیا۔ باقی باتیں اِدھر کی اُدھر کی ناک کی دم کی توڑ مروڑ کر یاد کر لیں اور پھر مناظروں کے اکھاڑے جمانے خوب خوب ٹکریں لیں اور ہندوؤں میں مشہور کر دیا کہ ہمارے بہت اچھے اصول ہیں کوئی سامنے نہیں ٹکتا۔ جو باقی رہ گئے تھے انہوں نے بھی یہ ذکر اذکار سن کر کان کھڑے کیے اور ایمان لا کر سوچنے لگے کہ واہ وا مسلمانوں سے تو بحث ہو سکتی ہے۔ ان کے روشن اصول میں خامیاں نکالی جا سکتی ہیں ہمارے اصول تو بہت عقل لگے! اوہ! ہم کسی سے کم نہیں۔ بڑے جوش کے ساتھ حصّہ لینے لگے تھوڑے ہی

Marfat.com

دنوں میں ہر شہر اور قصبے میں ان کے مرکز بن گئے۔ پہلے مسلمانوں کے مذہب پر برسے پھر ہاتھ پاؤں پر آ رہے۔ سپاہی بننے کی دُھن لگ گئی۔ لالہ جی نے کندھے تان کر ورزش کی ڈنٹر پیلے بیٹھکیں لگائیں پہلوان بن گئے۔ گتکے بازی سیکھی تلوار کے ہاتھ چلائے اور یقین کر لیا کہ بھولے بیٹھے تھے ہم تو بڑے جوہر کے مالک ہیں ہاتھی اور شیر کا بھی مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہم میں تو ہر ایک سیواجی اور بندہ بیراگی ہے۔ بس مہاراج! اُدھر انگریز کو نکال دو اِدھر مسلمان کو مار گراؤ۔ انگریز جو کچھ نہ کر سکا تھا سوامی جی نے معمولی محنت میں کر دکھایا۔ یہ دیکھ کر وہ بھی خوش ہوا کہ دل کی سی ہو گئی۔ ہم محنت سے بچ گئے۔

مسلمان سب کچھ دیکھ رہے تھے اور مست تھے کہ لالہ شیرینی کر بھی لوٹری رہے گا۔ ہماری بے جگری اس کے ارادے پورے نہ ہونے دے گی۔ مزید غور و فکر کی زحمت نہ اُٹھاتا تھا۔ یہ نہ سوچتا تھا کہ شیرینی لوٹری نے کوئیں میں گرا دیا تھا۔ اپنے مشاغل میں پڑا ایسے فکری کی انگڑائیاں لے رہا تھا نہ فکر امروز نہ درد فردا۔ افلاس آتا تھا تب تعویز لے آتا تھا۔ بیماری ہوتی تھی تب دعائیں لکھوا لیتا تھا۔ مصیبت آتی تھی تو کسی کراری حدیث کا جپ کر لیتا تھا۔ کشائش رزق کے لئے البتہ ذرا جپ کے دام خرچ کرنے پڑتے تھے یہ تعویذ ذرا مہنگا پڑتا تھا۔ انگریز گرا دے تب غم نہ تھا۔ رشی جی بنکاریں تب فکر نہ تھی سوامی جی تحریک چلائیں تب پروانہ تھی۔ کبھی کبھی کوئی ہوش مند آثار کسوٹے دیکھ کر آہ کھینچ لیتا تھا سو نقار خانے میں ایسوں کی آواز کانوں تک نہ پہنچتی تھی۔ مہدیوں اور نبیوں کی آمد کچھ دنوں سے بند تھی ان حالات کے ماتحت وقت کو مناسب اور دشمن کی نقل و حرکت کو موافق پا کر جھٹ ایک نبی بھی آ گئے۔ ان کا مقصد سیاسی رستے میں بیدار کر کے چلانے کا نہ تھا۔ صرف قرآن کے نافہمیدہ غوامض سمجھانا چاہتے تھے۔ ابھی وہ حضرت عیسیٰ کو مارنے جلانے پر لگے ہوئے تھے کہ لگا فضیحتی شروع ہو گئی۔ خدا کے فضل و کرم سے ایک فرقے کا اور اضافہ ہو گیا۔ ہاں ہاں نہیں نہیں کا شور اُٹھا۔ کسی نے کہا نبی نہیں آ سکتا صرف مجدد کی گنجائش ہے۔ کسی نے کہا الہام نہیں ہو سکتا۔ کسی نے کہا مہدی سیدوں میں سے ہو گا۔ کسی نے کہا ہندوستان میں نہیں کعبے کی چھت پر اترے گا۔ کسی نے کہا طلی و بروزی دونو بند ہو چکے ہیں یہ دعویٰ ہی بے محل ہے۔ غرض اس شور میں یہ آمد بھی پھیکی ہو کر رہ گئی گو اغیار کو کچھ جواب دیئے تحریر و تقریر سے مقابلہ کیا مناظروں کے میدان مارے لیکن اپنوں کے سوالوں سے جان چھڑانی مشکل ہو گئی۔ اس آمد پر خدا رحمتیں نازل کرے یہ بھی اپنی سی کر رہے

خلد ہو گئی اور مسلمان جس حال میں تھے اس میں ایک اور نفیہ بڑھ گیا۔ مذہب کے خلفشار میں ایک باب کا خوبصورتی سے اضافہ ہو گیا قومی اور سیاسی بیداری بیچاری اسی طرح حسرت سے منہ دیکھتی رہ گئی۔ بلکہ سیاسی خیالات بھی مذہب بن بن کر جان کو پٹ گئے۔ اتنے روگوں پر بھی یقین رہا کہ تندرستی سے بہرہ اندوز ہیں۔ سب یہی کہتے رہے کہ سب مسلمان ہمارے خیالات پر آجائیں تو مشکلات حل ہو جائیں۔ قرآن سمجھ میں نہیں آتا تو ہم سمجھانے کے لئے تیار ہیں کہ صراط کس کی صراط ہے غور سے کون مراد ہیں اور یہ کتاب کن کی شان کا قصیدہ ہے۔ مَاءَكُمْ غُورًا، کس کے لئے کہا گیا ہے حِزْبُ اللّٰہ کون تھے۔ کن کی تولا کے بغیر مسلمان مسلمان نہیں ہو سکتے۔ خدا کے وہ کون پیارے تھے جن کے لئے دنیا بنائی گئی۔

ہندو کو اب بڑی دھن یہ تھی کہ اب ہم تیار ہو گئے ہیں طاقت کی آزمائش جلدی کرنی چاہئے۔ فتنے فساد کی آگ بھڑکانے لگے۔ محرم و بقرعید پر حسرت و بربنہ نکلنے لگی۔ سوامی جی کی آرزو پوری ہوئی۔ ہندو مسلمان باہم گلے کٹنے لگے۔ انگریز خوش تھا کہ سرکش مسلمان کو کچل دیا ہے اور ہاتھ آلودہ نہیں ہوئے۔ بیسیوں خوب دلتیاں ٹکا رہے ہیں گتھ گئے ہیں دانے کی بھی پروا نہیں کرتے۔ اسے معلوم نہ تھا کہ یہ مزور خوشامدی ٹانگیں مضبوط کر کے اس پر بھی لپکنے والے ہیں۔ وقت کے منتظر ہیں گھورنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ آئینی تسلی کو ایک طرف پھینک کر وہ ۱۹۲۹ء کے بعد صاحب کی مزاج پرسی بھی کرنے لگے۔ استاد نے شاگرد کو منہ پر آتا دیکھ کر سخت جھرجھری لی لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا پچتایا پھر بھی طاقت کا سہارا لے کر ہراساں نہ ہوا۔ پینترے کاٹتا رہا لیکن جرمن کی ٹکر سے بیٹھ گیا۔ بیرونی حالات نے بے حال کر کے لٹا دیا۔ ہندو نے حالات کا جائزہ لے لیا تھا۔ مدتوں پہلے ہندو راج کے منصوبے باندھ لئے تھے کہ نئی رکاوٹ تھی تو مسلمان تھے جو بے حالی میں بھی لوہے کی دیوار بنے کھڑے تھے۔ اس نے اسی رکاوٹ کے لئے انگریز کا دامن پکڑا تھا اس میں بہنے ڈالے تھے اور ضربیں لگاتے لگاتے بنیادوں تک کمزور کر دیا تھا۔ حالانکہ یہ دیوار ان کی ضربوں سے ہرگز کمزور ہونے والی نہ تھی اپنی غفلت اور بے حسی ہی سے کمزور ہوئی تو ہندو نے اسے بیچ میں سے دھکیل دینے کی ٹھان کر حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کی کوشش کی۔

خدا ہماری بے راہ روی سے کتنا ہی خفا ہو گیا ہو وہ جانتا تھا کہ ہندوستان کے مسلمان اس کے دین کے نام لیوا اور بار امانت کے سچے حامل ہیں۔ چاہے اپنی ذات سے غافل ہو گئے ہوں اس کے نام پر اب بھی گولیوں

کی پکار کو پھول سمجھ کر سینوں پر لے لیتے ہیں۔ اُس نے قائدِ اعظم مسٹر محمد علی جناح کو توفیق دی کہ اپنی قوم کی عین وقت پر مدد کریں۔ وہ عزم و استقلال لے کر اُٹھے۔ انگریز اور ہندو کے سامنے ثابت کیا کہ مسلمان اس ملک میں وطنی تعلق کے ساتھ جداگانہ حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ تہذیب اور مذہب کے لحاظ سے الگ ہیں۔ گو اقلیت میں ہیں لیکن غالب اقلیت ہیں۔ اکثریت کی نیت یہ ہے کہ انہیں ایک قوم کے نظریے میں لپیٹ کر زور چال اور تدبیر سے جذب کر لے اور رفتہ رفتہ اسی طرح فنا کر دے جیسے اُس نے تمام پچھلی قوموں کو ہضم کر لیا ہے۔ مسلمان پچھلی قوموں کی طرح بے مایہ نہیں۔ اُن کے پاس اپنی تہذیب تمدن مذہب اور ممتاز کلچر ہے۔ کسی طرح اکثریت میں جذب ہونے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا ہندوؤں کی بدلی ہوئی نیت کا اُن حالات سے اندازہ لگانا چاہیئے جو پچیس سال سے رونما ہو رہے ہیں۔ ہر طرح سے مثانے کی کوشش کی جا رہی ہیں۔ دفتروں میں سازشیں ہیں الزام ہیں بہتان ہیں۔ بازاروں میں آئے دن کے فتنے فساد اور ٹنٹے ہیں۔ وزارتوں میں مزاحمت ہے۔ اندر باہر پروپیگنڈے ہیں۔ دوسرے ملکوں کو مسلمانوں کے وجود سے بے خبر کیا جا رہا ہے اور وہ سراسر مسلمانوں کی حیثیت سے بے خبر کر دیئے گئے ہیں تباہی کے لئے بڑی بڑی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ پھر کس اُمید پر مسلمان اپنے آپ کو ایسی بدنیت اکثریت کے اُوپر چھوڑ دیں۔ ذرا سی بھی رواداری باقی نہیں رہی۔ ہر طرح سے معاملات طے کرنے کی کوششیں ہو چکیں۔ اتنی کانفرنسوں کا کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا۔ کوئی ایک بات بھی نہ مانی گئی۔ بلا شرط کس امید پر حوالے ہو جائیں۔ ان نازک حالات میں ایک وطن کی ضرورت ہے تاکہ اس میں بیٹھ کر اپنی بہتری بہبودی کی کوشش کر سکیں۔ جن صوبوں میں اکثریت ہے وہ دے دیئے جائیں اور سارا باقی ہندوستان ان کے حوالے کر دیا جائے اس میں دونو قوموں کا فائدہ ہے۔ ایک جگہ بیٹھ کر اب گذارہ ناممکن ہے۔ قائدِ اعظم انجمانی نے ان دلائل و براہین سے تقسیم پر سخت ضرور دیا۔ اپنی پامردی اور مستقل مزاجی سے نہیں نہیں کرنے والوں کو سمجھاتے رہے ۱۹۳۵ء کی اصلاحات کے بعد بھی راب روٹی رہی لیکن ہندو اور انگریز برابر مخالفت پر تلے رہے۔

اس دوسری جنگ کے بعد جب ہندو نے دنیا کا پانسہ پلٹا ہوا دیکھا تو ۱۹۴۲ء سے ہتھیاروں کی فراہمی شروع کر دی۔ بم سازی میں کمال حاصل کیا۔ بندوق طمنچے تلوار خنجر نیزے ہر قسم کے تیزاب جمع کئے۔ اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ انگریز اب دوسرے ملکوں پر حکومت نہیں کر سکتا وہ چلا جائے گا۔ سخت انقلاب آنے

Marfat.com

والا ہے۔ حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے لئے چست ہو بیٹھنا چاہیئے۔ مسلمان بے خبر بے سروسامان ہیں ان کو طاقت سے دبایا جائے تو بہتر ہے۔ آسانی سے نہیں تو ذرا مشکل سے قابو میں آجائیں گے۔ ان حالات میں ان پر قابو پالینا ناممکن نہیں رہا ہے۔ رہے سکھ اُن سے کیا الگ تھے۔ ۱۹۲۲ء کے بعد جتنے بھی فسادات کئے گئے سکھ ان میں دست و بازو رہے بلکہ پیش پیش تھے پہل وہی کرتے تھے لاہور کے واقعات شاہد ہیں۔ اب آخر میں انہیں ذرا اور اشتعال دے کہ سبز باغ دکھا کر بالکل ساتھ چپکا لیا۔ وہ مسلمان دشمنی میں پہلے بھی کچھ کم نہ تھے۔ وزارتی حکومتوں جداگانہ انتخابوں نشستوں اور فیصدی سروسز نے انہیں اور بھی زیادہ بعض و عناد پر آمادہ کر دیا تھا۔ تگنا چوگنا لے کر بھی راضی نہ ہوئے اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر تخریبی کارروائیوں میں ان سے سبقت لے جانے کی ٹھان لی۔ دونوں قوموں کو مسلمانوں کے مطالبے اور لفظ پاکستان سے اتنا عناد پڑھا کہ اپنی کتابوں پر قسمیں کھا کھا کر باہم عہد و پیماں کئے کہ تقسیم کسی صورت نہ ہونے دیں گے مسلمانوں کو الگ دھمکیاں دیتے رہے اپنے لیڈروں کو الگ ڈانٹتے رہے کہ خبردار! راضی نہ ہونا۔ دو لیڈر راضی بھی ہوتا چاہتے تھے تو یوں چپ ہو رہتے تھے۔ ۱۹۴۶ء تک یہی چیت بیت رہی۔ اسی سال سردار خضر حیات کی وزارت توڑنے کے لئے پنجاب مسلم لیگ نے مہم جاری کی جو خلوص اور جوش کے مظاہروں پر ختم ہو گئی۔

آخر کار ۱۹۴۷ء اپنا خونی انقلاب لے کر نمودار ہوا۔ ہندوؤں اور سکھوں نے تیاری مکمل کر لی تھی سارے ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف تباہی و بربادی کا منصوبہ طے ہو گیا۔ نہایت باریک اور وسیع سازش کا جال کونے کونے میں پھیلا دیا گیا۔ مرگھٹ کے مردے تک بھی چونکا دیئے گئے۔ کلکتہ مدت سے ان تحریکوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ بڑی احتیاطوں کے ساتھ اسے ہتھیاروں اور تیزابوں سے پاٹا گیا۔ مہا سبھا نے جو محض مسلمانوں کی تباہی کیلئے قائم ہوئی تھی اسی بڑے شہر سے اپنی مہم شروع کی۔ اور اُس جلوس پر برس پڑے جو مسلمانوں نے عملی اقدام کے بارے میں نکالا تھا جو بالکل پُرامن تھا۔ ہندوؤں نے پہلے گلی کوچوں سے چھوٹی ٹولیوں پر حملے کئے پھر کھلے طور پر بیدریغ ہلہ کیا۔ بے خبر نہتے مسلمانوں پر بموں اور گولیوں کی بوچھار ہونے لگی تیزاب سے جھلسنے لگے پیٹرول سے آتشیں مادوں کی بارش ہوئی۔ پھر نیزوں تلواروں خنجروں اور گپتیوں پر رکھ لیا گیا۔ شروع میں مسلمانوں نے نقصان اٹھایا لیکن پھر سنبھل کر وہی پرانی لاٹھی چاقو لے کر پھیل گئے اور فرسودہ چیزوں سے نئے ہتھیاروں کا سخت مقابلہ

Marfat.com

کیا۔ انہی معمولی چیزوں سے سال بھر لڑتے رہے۔ نقصان اٹھائے لیکن ذرا بھی نہ دبے۔ یہ کشت وخون کا بازار ایک سال تک لگاتار جاری رہا۔ یہانتک کہ گاندھی جی اس قتل وغارت سے تنگ آکر وہاں پہنچے اور دونوجماعتوں میں صلح کرادی۔

بمبئی میں بھی اسی وقت ہنگامہ آرائی شروع کردی گئی تھی۔ وہاں بھی مسلمانوں نے بے سروسامانی کے باوجود بے جگری سے مقابلے کئے اور سال بھر تک اپنے چاقوؤں سے بندوقوں پستولوں اور بموں کے جواب دیتے رہے۔ نقصان اٹھائے لیکن ہمت نہ ہاری۔ اب ایک اور میدان گرم ہوا۔ ان شراروں کی چنگاریاں دور دور تک پہنچنے لگیں۔ نواکھلی کے علاقے کے ملاح کشتی بان اور دیگر لوگ کلکتے میں مارے گئے تو واپس جانے والوں نے انتقام کی ٹھان کر ہندوؤں پر یلوریشیں کر کے اشک شوئی کی لیکن انگریز نے جلتی پر تیل ڈالنے کا کام کیا۔ تاہم اُن آٹھ فیصدی نے بھی دلیری اور بے جگری سے مقابلہ کر کے اُن بے پناہ ہجوموں کو پیچھے دھکیل دیا۔ اور دوڑ کر ان علاقوں میں اپنی خوش انتظامی کی یاد تازہ کرنے کے لئے پکڑ دھکڑ شروع کردی اور معاملے کو جلدی دبا دیا۔ بہار کو مہاتما گاندھی کی خاص مہربانی نے بہت پہلے بہادر بنا دیا تھا تاکہ حکومت اور اقلیت کو دبانے کے لئے وقت پر کام آئیں وہ لوگ اٹھے اور اس صوبے کو قتل گاہ بنا دیا۔ اپنی بے مثل شجاعت کا اس طرح ثبوت دیا کہ آٹھ فیصدی مسلمانوں پر لاکھوں کا زغہ ٹوٹ پڑا۔ ایک ایک گاؤں کو دس دس ہزار کے ہجوم نے گھیرا اور مسلمانوں کو نہایت بے رحمی سے ذبح کیا۔ تاہم اُن آٹھ فیصدی نے بھی دلیری اور بے جگری سے مقابلہ کر کے اُن بے پناہ ہجوموں کو پیچھے دھکیل دیا کر عزت اور آن پر جان قربان کردی۔ ہندو سورماؤں نے حسب عادت بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو ذبح کیا اور بے حرمتی کی۔ بہادر انگریز یہ وحشیانہ مظالم اور درندگی خاموشی سے دیکھتا رہا اور مار پیچھے پکار میں شریک ہو کر امن وسکون کا اعلان کرتا رہا۔ بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی اور کسی سے باز پرس بھی نہ ہوئی۔ ساری زیادتیاں دب دبا کر رہ گئیں۔ اس لئے کہ انگریز کو غرض نہ تھی اور وزارت ہندو تھی حکام ہندو تھے۔ شہد کا سا گھونٹ پی کر بیٹھ گئے اور انصاف کی تشنہ کامی چھاتی کوٹتی رہ گئی۔ ہندو نے مسلمان کے لئے ہر ظلم کو جائز قرار دے لیا۔

اس سے بڑھ کر گڈھ مکتیسر میں ظلم ہوا جو ہاپڑ لائن پر گنگا کے کنارے ایک قصبہ ہے ریلوے سٹیشن ہے۔ ہر سال کاتک کے مہینے میں یہاں نہان کا میلہ ہوتا ہے لاکھوں آدمی جمع ہوتے ہیں۔ غریب غربا مسلمان بھی

Marfat.com

اپنی صنعت و حرفت لے کر آجاتے ہیں اور انہیں بیچ کھوچ کر کچھ پیٹ کما لیتے ہیں۔ ہندو نے یہ مناسب مقام تاڑا۔ شکھیوں نے اس جاندار علاقے کو مخصوص رازداری کے ساتھ شکارگاہ بنایا۔ لیکن مسلمانوں کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ حسب سابق اپنی چیزیں لے کر آگئے اور جنگل میں آبادی سمجھ کر اطمینان سے چلنے پھرنے لگے۔ کہیں ہندو لے گھما رہے ہیں کہیں کھلونے بیچ رہے ہیں۔ کہیں گاڑیوں کی جوڑیاں ہیں کہیں ہل اور جوئے ہیں۔ کہیں گاندھی جی کے چلائے ہوئے چرخوں کے نکلے ہیں۔ کہیں مراد آبادی برتنوں کی چمک ہے کہیں علیگڑھ کے تالے ہیں کہیں لکھنو کی مصنوعات ہیں تو کہیں دہلی کے بساط خانے پھیلے ہوئے ہیں۔ کہیں ہندو بھائیوں سے سودے کی گفتگو ہے کہیں مروت کی باتیں ہیں کہ اتنے میں میلے میں ہل چل مچ گئی۔ کسی دوکاندار سے چیر چھاڑ کر کے تازہ تازہ ہندو سبھائی جو ہر طرح مسلح تھے بے خبر نہتے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ قتل عام شروع ہوا اور راہنما والوں نے پوتر گنگا ماتا کو انسانی خون کے چھینٹے دیئے۔ جب میلے کے بے گناہوں کو ٹھکانے لگا چکے تو قصبے کے مسلمانوں پر یورش کر دی۔ لاٹھوں کے ہجوم کے سامنے چند ہزار کی جرأت کام نہ دے سکی اور جام شہادت نوش کر گئے۔ پہلے کانگریس پریذیڈنٹ اور اس کے خاندان کو بے رحمی سے ذبح کر دیا گیا پھر عورتوں بچوں بوڑھوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور اس کے بعد بے عزتی و بے حرمتی کی ایسی مثالیں پیش کیں جن کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی۔ تنہ کر کے کئی لاشوں سے پاٹ دیئے۔ گنگا کی تہہ ائی بے گناہوں کے خون سے سیراب کر دی۔ یہ سب کچھ لفظ پاکستان کے اوپر کیا جا رہا تھا جس کا ابھی کہیں وجود نہ تھا۔ مسلمان اس لفظ پر نظر جمائے بیٹھے تھے کچھ معلوم نہ تھا کہ یہ کیا ہے اور آگے کیا آنے والا ہے۔ سب حادثات سنتے تھے اور صرف غم غصہ کھا کر بیٹھ رہتے تھے۔ پھر بھی لاٹھی چاقو کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ وہ جن آدھوں کے پاس تھا آدھے ان سے بھی خالی تھے۔ بعض دعاؤں پر تھے بعض سوچتے تھے کہ اوہ! وقت پر سب کچھ ہو جائے گا۔ سنبھلنے کی کسی کو فکر نہ تھی۔ سکھ تھا کہ ان تمام فتنوں میں سب سے آگے تھا اس لئے کہ انگریز نے ہم کو نہتہ کر کے اس کے ہاتھ میں تلوار دے دی تھی۔

آثار بالکل سامنے آچکے تھے جن کے لئے کوئی تنظیمی پروگرام تو کیا انفرادی احساس دیکھنے کی بھی ضرورت نہ تھا۔ سمجھتے تھے کہ پاکستان بن جائے گا تو یہ خرخشے آپ دب جائیں گے۔ قائداعظم آنجہانی کی توجہ سراسر اس دو ٹوک جھوپ پر مرکوز تھی۔ ایسی حالت میں دوسرے لیڈروں کا فرض تھا۔ کہ ان حالات سے چونک کے

کسی عام اندرونی تحریک کے ذریعے مسلمانوں کو بڑے وقت کے واسطے تیار کر دیتے توپ بندوق مہیا نہ بھی کرتے تو سمجھا ہی دیتے کہ موجودہ مار دھاڑ سے کام آگے بڑھ جائے تو کیا کریں اور ہندو کی مکمل تیاری سے کیونکر بچیں۔ قوم کی دور اندیشی کا جوہر کھلنے والا تھا۔ عوام کی طرح خواص بھی پاکستان کے خوش آئند خواب میں محو تھے۔ انتانہ بتلایا کہ آندھی آئے تو روشن دان دروازے اور کھڑکیاں بند کر لیں یا سیلاب سے بچنے کے لئے بلندی ڈھونڈ لیں۔ تعجب یہ ہے کہ مقامی لیڈر عوام سے بھی زیادہ بے خبر تھے اور وقت آیا تو وہ خود کوئی راہ نہ ڈھونڈ سکے نہ بنا سکے۔ آخر کار مذکورہ مقامات کے بعد پنجاب کی باری آئی۔ یہاں بھی ہندوؤں اور سکھوں نے مضبوط تیاری کی ہوئی تھی اسلحہ کثرت سے جمع کر لیا تھا۔ بم سازی میں مہارت پیدا کر کے اس نئی چیز کا بھی ذخیرہ کر لیا تھا۔ وہ چیزیں کثیر تعداد میں جمع کر لیں جو اس کے بنانے میں کام آتی ہیں اس لئے کہ تمام ہندوستان میں وہی کیمسٹ تھے۔ محلوں کو دروازے لگا کر قلعہ بند کر لیا۔ عورتوں تک کو اسلحہ کا استعمال سکھا کر دلیر بنا دیا ہر وقت پستول اور چھری کٹار سے لیس رہنے لگیں۔ آزاد علاقے سے لے کر لاہور تک بڑے شہر گویا چھاؤنیاں اور مگزین بن گئے۔ جب ہر طرح اطمینان کر لیا تو پھر طاقت کے زور پر میدان میں کود دے۔ مارچ ۱۹۴۷ء کے شروع میں للکارے کہ پاکستان نہیں بننے دیں گے۔ خون کے آخری قطرے تک تقسیم کو روکیں گے۔ فساد شروع کر دیئے گئے۔ گورنمنٹ کالج کے سامنے ایک لاری میں مسلمان عورتیں بیٹھی تھیں ان سے بدسلوکی کی بے عزتی سے پیش آئے۔ شہر میں مال روڈ پر ایک بہت بڑا جلوس نکالا گیا جس میں ماسٹر تارا سنگھ نے تلوار سونت کر کہا کہ مسلمانوں کو درۂ خیبر کے راستے ہندوستان سے نکال دو۔ مختلف مقامات پر قتل و غارت کی وارداتیں کیں الیادی اظلم کا نمونہ بنے ہر جگہ پہل کی تھی لاہور میں بھی پہل کی۔ مسلمان اصل میں کسی جگہ بھی لڑنے کے لئے تیار نہ تھے۔ یہاں بھی صبر و ضبط سے کام لیتے رہتے۔ حالت اس لئے اقدام سے خالی تھی۔ کہ اوپر کا طبقہ جھگڑے فساد کی اجازت نہ دیتا تھا۔ ماسٹر تارا سنگھ نے امرتسر میں بھی شعلے بھڑکا دیئے۔ لیکن وہاں کے مسلمانوں نے شروع ہی میں ٹکر سنبھال کر ایسی مار دی کہ دونوں کی تیاریاں دھری رہ گئیں۔ کرپانیں بھی چھین چھین کر ان کے ہتھیار انہی کے پیٹ کی نذر چڑھائے۔ ڈنڈوں اور گنڈاسوں سے کوٹے۔ گاؤں کے گاؤں بیرا آ کر پٹے۔ دانت کھٹے کر دیئے کئی مہینے ابھرنے نہ دیا۔ حالانکہ وہاں بھی کوئی منظم کام نہ تھا۔ محض نوجوانوں کی جمیعت کام کرتی رہی۔ سکھ بہادر بہت حیران ہوا کہ یہ کیا الٹی آنتیں گلے پڑ گئیں۔ کہاں وہ ارادے تھے کہاں گھروں سے نکلتے ہوئے

Marfat.com

گھبرانے لگے۔ اُدھر بم تلواریں اور کرپانیں تھیں تو مسلم نوجوانوں کے پاس آگ لگانے کا بے پناہ حربہ ایسا ہاتھ آیا کہ سامنے ہتھیار اس کے سامنے کند ہو گئے۔ ایسی صفائی پیدا کی کہ پاس سے گذرے اور مکان بھڑک اٹھا۔ اس حربے نے سکھوں اور ہندوؤں کو بے دست و پا کر دیا۔

لاہور والے پہلے تو حیران رہے کہ یہ کیا خلاف توقع ہنگامے ہیں۔ پھر پاکستان کے لئے دعائیں کرتے کرتے ہوش آیا تو سمجھے کہ ہندو لڑ رہا ہے۔ میدان مانگتا ہے۔ پھر کر اُٹھے چاقو سنبھال لئے اور آگ لگانے کا مسالہ مٹھیوں میں دبا لیا۔ پھر کیا تھا ہنگامہ وار دگیر بلند ہوا۔ وہ شہر جو امن و آشتی کا گہوارہ صحبتوں اور محفلوں کا مرکز تھا جہنم کا نمونہ بن گیا۔ فتنہ و فساد کے حق میں رات دن ایک ہو گئے۔ نہ مال کی گلگشت رہی نہ تصویر گھروں کے جھگڑے رہے نہ حسن کا ذوق رہا نہ قدر شناس نگاہوں کی پیاس رہی۔ کوئے کھدرے بھی قتل گاہ بن گئے۔ انگریز نے روک تھام کی لیکن جو فتنہ امن کی سرپرستی میں اس حد کو پہنچ چکا تھا دب نہ سکا۔ ساری تیاریوں کے باوجود ہندو سکھ یہاں بھی پھیکے ہو کر رہ گئے۔ راولپنڈی میں فسادات شروع ہو گئے۔ جلوس نکالا گیا۔ پاکستان مردہ باد اسلام مردہ باد کے نعرے لگائے گئے۔ کرپانوں اور تلواروں کو نچاتے ہوئے شاہراہ سے گزرے۔ مسلمانوں پر حملے کئے۔ شہر کے ایک چودھری کے بیٹے کو کرپان سے زخمی کر دیا۔ پھر محلوں کو مضبوط کر کے فائر کرنے لگے۔ یہاں گھمسان زیادہ تھا۔ اس لئے کہ یہ شہر ان دونوں قوموں کا گڑھ تھا۔ تمام کاروبار ان کے ہاتھ میں تھے کثرت تھی طاقت تھی۔ اور مسلمانوں کی حیثیت ہلکی اور بے اثر۔ زیادتیاں دیکھ کر ان میں بھی بچاؤ کا احساس ہوا۔ کچھ بھائیوں کی مدد کے لئے باہر سے آ گئے۔ یہاں بھی وہی ہنگامہ وار دگیر ہوا جو مذکورہ شہروں میں تھا۔ ملتان مدت سے ان کی پالہ بندیوں کا نشانہ تھا وہاں بھی یہی حالات رونما ہوئے۔ تنگ آئے مسلمان ٹوٹ پڑے۔ تمام پنجاب میدان کارزار بن گیا۔ یہاں تک کہ سرحد کا آتش فشاں پہاڑ بھی لاوا اگلنے لگا۔ پشاور ہزارہ ڈیرہ غازی خاں میں فساد ہوئے۔

تاہم اتنی لام بندیوں پر بھی ہندوؤں اور سکھوں کو ان میں سے کسی مقام پر کامیابی نہ ہوئی۔ ہر جگہ زک اٹھانی پڑی اور امن عامہ کو شورش و فساد کے حوالے کر کے خائب و خاسر ہی رہے۔ اب آنکھیں کھلیں کہ کیا سوچا تھا کیا ہو گیا۔ لاہور کی تمام سازشیں اور تجویزیں فیل ہو کر بیکار گئیں۔ بے خبر بے سروسامان مسلمانوں نے بھرکس نکال دیا۔ سوچ میں پڑ گئے۔ کہ ہر مقام پر ناکامی و تباہی ہوئی ہے اب کیا کرنا چاہئے۔ اکثریت کے سامنے نہ بموں کی پیش گئی نہ رائفل نے کام دیا۔ مکر و فریب سے کچھ بنا۔ کوئی اور تدبیر نکالنی چاہئے۔ سکھ سوراج سے بھی زیادہ پٹے ان کو کسی اور ڈھب چلانا

Marfat.com

چاہیئے۔ ان حالات سے پھر اکٹھے ہو کر سوچ بچار کرنے لگے۔

یہ فسادات مارچ کے اندر ہی اندر شہروں سے چل کر گاؤں تک پہنچ گئے۔ اور بہت جلد سرد ہو کر رہ گئے۔ البتہ بڑے شہروں میں خاص کر لاہور میں برابر آگ سلگتی رہی کہیں کہیں اور جگہ بھی دھواں اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ اب ان دونوں نے سر جوڑ کر آگے کے لئے پروگرام بنائے۔ ناکام سازشوں کو نیا جامہ پہنایا گیا۔ سکھ بہادر جو ان سے بھی زیادہ اکھڑا ہوا تھا اس کے کان میں آہستہ سے کہا کہ بہر صورت تقسیم ہو کر رہے گی۔ حکومت مٹھی میں آجائے گی پہلے تو تقسیم میں ریا گھو لیں اور پھر مشرقی پنجاب اور مغربی یو۔ پی میں چل کر مسلمانوں کو صاف کر دیں۔ فوج اور پولیس کی مدد حاصل ہو ہی جائے گی۔ اگر فی الحال گورنمنٹ رکاوٹ ہے تو ریاستوں میں کارروائی شروع کریں۔ ان کو ہموار کر کے ساتھ ملالیں یہ کام نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے اس لئے کہ ان کو پہلے ہی سے روال کر لیا گیا ہے۔ سکھ ریاستوں کو تم روال کرو۔ تم گھاٹے میں رہے ہو۔ مشرقی پنجاب مع یو۔ پی کے گوشہ مغربی کے تمہارے حوالے کر دیا جائے گا وہاں حکومت قائم کر کے گھاٹا پورا کر لینا۔ مرکزی حکومت میں بڑھ چڑھ کر شریک رہو گے تمہارا مستقبل بڑا شاندار ہے۔ بولیں اب دوڑ دھوپ شروع کر دو۔ ایسا پروپیگنڈا پھیلاؤ کہ مردے بھی شریک کار ہو جائیں اور یہ جو دس پانچ رواداری کا دم بھر رہے ہیں یہ بھی آگ بگولہ بن جائیں۔ تم بڑے بہادر ہو تمہارے ہی بھروسے پر تو ان امید افزا تجویزوں کا دارومدار ہے۔ جاؤ مسلمانوں کو وہاں سے نکالنے کی تدبیر کرو اور ان پاکستان بنوانے والوں سے کھل کر انتقام لو۔ ہندو تمہارے دم کے ساتھ ہے سارا ہندوستان تیار کر دیا ہے مدد پر تلا بیٹھا ہے۔ اب ناکامی کا کوئی اندیشہ نہیں حکومت ملنے والی ہے فوج اور پولیس سارا کام کرے گی۔ بے خبر بے سروسامان مسلمانوں کو مار گرانا اب کیا مشکل ہے۔ مغربی پنجاب چھوڑ کر مشرق کی طرف چل پڑنا چاہیئے۔ جب یہ پروگرام پورا کر چکیں گے۔ اور لنگڑا پاکستان مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے تو وہ تو اس کو سنبھالنے رکھنے میں مصروف ہو جائیں گے۔ آبادی کا تبادلہ پناہ گزینی کی صورت میں ہو گا۔ اگر ہم ان علاقوں کے لاکھوں مسلمانوں کو پاکستان کے کمزور کاندھوں پر لاد دیں تو دیکھ تو اس کے لئے کتنی مشکل پیدا ہو جائے گی۔ تمہارے سیلاب کو روکیں گے یا ان کو سنبھالیں گے۔ جائدادوں کارخانوں اور کاروبار کا ذرا غم نہ کرو۔ یہ ہم بہت جلد واپس آکر ان کے ہاتھوں سے چھین لیں گے۔ اس طرح کہ ان کی بدحالی سے فائدہ اٹھا کر کشمیر پر قابض ہو کر گھس جائیں گے اور ان کا کیا دھرا سب خاک برابر کر دیں گے۔ تم خود ہی دیکھو کیا یہ آسان کام نہ ہو جائے گا۔ مرکز سے پخت و پز ہو چکی ہے۔

Marfat.com

پٹیل گروپ مضبوط ہے بر روئے کار ہے تمام ہندوستان میں سنگھ کا جال پھیلا ہوا ہے جو وقت آنے پر آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹ پڑے گا۔ اور یوں بھی تو ہم پاکستان میں نہیں رہ سکتے۔ ان لیگیوں کے ماتحت رہنا آزادی کے بعد کس طرح گوارا کر دگے۔ یہ تمام کارروائی ایسے طریقے سے ہونی چاہیے کہ مسلمانوں کو کانوں کان خبر نہ ہو تاکہ ایسے ہی غافل رکھے جائیں جیسے اس وقت غنیں بیٹھے ہیں۔ راز داری کو اور تیز کر دینا چاہیئے اس طرح کہ چاہے کیسے ہی مخلص ساتھی کیوں نہ ہوں بھولے سے کوئی حرف ان کے سامنے زبان پر نہ آئے کسی خطے کے مسلمان کو ہماری اسکیم کا پتہ نہ چلے۔ سب نے ان تجویزوں پر عہد و پیمان کئے اور سکھ ان سازشوں کے کارکن بن کر چل پڑے۔ ذرا غور و فکر نہ کیا دیوانہ وار ہو گئے بس امرت، ہر قسم کے اخلاق کو انسانیت کے ہر خیال کو ٹھوکر مار کر ایک طرف پھینک دیا اور شیطانی لباس اوڑھ کر بے خبر مسلمانوں کی فکر میں دیوانہ وار بکھر گئے۔ ماسٹر تارا سنگھ نے ریاستوں کے سامنے پگڑی دے ماری کہ مسلمانوں نے ہم معصوم بے گناہوں پر سخت مظالم توڑے ہیں کس دن کام آؤ گے دست گیری کرو اور مسلمانوں سے انتقام کے لئے تیار ہو جاؤ۔

مہاراجہ پٹیالہ کو مسلمانوں سے پیدائشی عداوت تھی۔ باپ کے طریقے کو ریاست سنبھالتے ہی خیر باد کہہ چکا تھا۔ انقلاب کے میٹھے خوابوں میں اپنی فوقیت نظر آئی۔ ریاست کے مسلمانوں کو ظاہر اطمئن کرنے کے لئے پہلے انہیں ڈال کر باہر کے علاقوں میں خاموشی کے ساتھ منتقل کیا۔ اور فوجیں بھیجدیں کچھ وردی میں کچھ سفید کپڑوں میں۔ ان طرف سے لاہور کے سول سپرد ہو کر مشرقی پنجاب میں پہنچنے لگے۔ پھر اداروں کا تانا بانا بندھ گیا۔ ان سب معصوموں نے حسب تجویز مشرقی مقامات میں پہنچکر سخت شور مچایا کہ مسلمانوں نے سخت مظالم ڈھائے ہیں۔ تصویریں بنا بنا کر عجیب عجیب طریقے سے لوگوں کو دکھائیں گلی گلی کوچے کوچے مظاہرے کئے کہ قتل عام کیا ہے یہ فوٹو دیکھو عورتوں کی بے حرمتی کی ہے۔ کیا اب بھی ایسی بے عزتی گوارا کرو گے؟ ننگا کر کر کے بازاروں میں پھرایا ہے مرد عورتیں بچے بوڑھے ذبح کئے ہیں۔ ہمیں لوٹ کر گھروں سے نکال دیا ہے۔ وہ تو ننگے بھوکے تھے ہمارا مال لوٹ کر عیش کر رہے ہیں۔ اور ہم کو محتاج بنا کر ادھر دھکیل دیا ہے۔ ہندو ڈاؤ اور سکھو! تمہاری غیرت کو کیا ہوا۔ اٹھو! اور ان سے انتقام لو۔ کیا یہ اب بھی ایسے مظالم کرتے رہیں گے؟ کب تک ڈرو گے کب تک بدلے نہ لوگے۔ اب کس بات میں کم ہو۔ سورماؤں کے بیٹو! غیرت کرو تلوار اٹھالو اور ان سے سیواجی کے نام پر ہمارا بدلہ لو!

Marfat.com

کچھ تو اس کام پر لگے ہوئے تھے اور باقی خاموشی کے ساتھ اسکیمیں بنا بنا کر ہر شہر ہر بستی اور ہر گاؤں کے لئے سازشیں اور اسکیمیں تیار کر رہے تھے کہ کس طرح حملے کئے جائیں اور کیونکر بے گناہ مسلمانوں کو مرعوب کر کے قتل و غارت کا بازار گرم کیا جائے۔ اتنے اہتمام اور ایسی تنظیم کے ساتھ یہ کام ہوئے کہ ہر مقام میں مسلم کارکنوں تک کے نام کی ڈائریاں بنائی گئیں۔ جو کسی قسم کی ذرا سی بھی نمود رکھتا تھا درج کر لیا گیا۔ خاص محلے اور خاص ٹھکانے پہلے رکھے گئے۔ مکانوں کے محل وقوع اور گذرگاہوں کے اہم موڑ تک لکھ لئے۔ جہاں کمزوری تھی اسے پہلے اور جہاں ذرا مضبوطی تھی۔ اسے بعد میں ضربوں کے لئے انتخاب کیا گیا۔ اوقات دن اور تاریخیں مقرر ہوئیں۔ بڑی شاہراہوں کے ناکے روکنے کے لئے جماعتیں بن گئیں۔ ریلوں اور سٹیشنوں کے لئے الگ جتھے بن گئے۔ تحصیلیں اور ضلعے بٹ گئے۔ علاقے تقسیم ہو گئے۔ غرض اُدھر پہنچتے ہی تجویزوں کے مکمل نقشے اور خاکے تیار کر لئے گئے۔ تین مہینے کی فرصت میں ضروری باتیں طے کر لیں باقی تجویزیں وقتی ضرورتوں پر موقوف کر کے وقت کے انتظار اور وقتی چھیڑ چھاڑ میں مصروف ہو گئے۔

جون میں پاکستان کے بننے کا مژدہ طے ہو گیا۔ ۱۵۔ اگست ۱۹۴۷ء حکومت کی سپردگی کا دن طے ہوا۔ مسلمان اُس وقت کا بیتابی سے انتظار کرنے لگے۔ کسی کو جھوٹوں معلوم نہ ہوا کہ ہندو نے کیا عزم و ارادے باندھے ہیں۔ ۱۵۔ اگست کے لئے سازشی دماغ میں کیا اسکیم تیار کر رکھی ہے۔ حیرت یہ ہے کہ جن سے چولی دامن کا ساتھ اور ہر وقت کی یکجائی تھی اُن کے کان میں بھی بھنک نہ پڑی۔ ہر قسم کی باتیں ہوتی تھیں بحث مباحثے بھی ہوتے تھے لیکن اس قسم کی کوئی بات گہرے دل سے نکال کر نہ زبان تک نہ لاتے تھے۔ کوئی ادھر اُدھر کی کہتا بھی تھا تو ایسے طریقے سے جیسے دنیا کی انقلابی فطرت دکھا رہا ہے۔ یہی کہ نہ معلوم ابھی ہندوستان پر کیا کیا بلائیں آنے والی ہیں۔ انگریز کو سب کچھ معلوم تھا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کچھ تو انگلینڈ میں ہی حالات کا جائزہ لے لیا تھا۔ باقی یہاں آکر کونے کونے کی بھانپ لی تھی۔ دل میں یہی تھا کہ مسلمانوں کو اُن کی ہٹ اور ضد کی سزا ضروری ہے اس لئے نہ کوئی روک تھام کی نہ مسلم لیڈروں کو بتایا کہ بچاؤ کر لو۔ انہوں نے یہاں پہنچتے ہی فیصلے بازی کی داغ بیل ڈالدی تھی سارا زور تصفیے پر دیتے رہے۔ خود بھی یہی رٹ لگائے رکھی۔ کہ دو قوموں کا نظریہ ترک کر کے تقسیم کو موقوف کر دو۔ حالانکہ یہ گفتگوئیں تین چار سال سے زور پکڑ پکڑ کر سرد ہو چکی تھیں ہر مرتبہ ہندو نے دولتیاں لگائی تھیں۔ اور اُس طبقے کو آلۂ کار بنا کر بیچ میں نچاتے رہے تھے۔ جو اُن کی ہمنوائی کر کے ایک قوم کے نظریے کا قائل تھا۔ گو یہ لوگ بھی مسلمانوں کے بااثر جتھے میں سے تھے،

لیکن اپنے اختلاف کی وجہ سے آخر دم تک قوم کی تباہی کے اسباب کو نہ سمجھے۔ ورنہ متفقہ طور پر جو کچھ بھی مانگا جاتا اُس سے کوئی انکار نہ کر سکتا۔ انہوں نے دس کروڑ کی طاقت کو کمزور کر دیا۔ اور ذاتی رائے اور خیال کی نوبت میں قوم کو تباہی تک پہنچایا۔ پھر بھی قائداعظم خلد مکانی کی استقامت نے دشمنوں اور ان دوست نما مخالفوں کی ایک نہیں نہ جانے دی۔ یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں میں تشدد نہ ہوتا اور ایک زبان ہو کر مطالبہ کرتے تو اتنا طول کبھی نہ کھینچتا نہ اغیار اتنی سرکشی و ہٹ دھرمی برتتے۔ جب چاہتے اپنے مطالبات منوا لیتے۔ مخالف جماعت کے سرکردہ مولانا آزاد تھے جن کی ساری عمر قوم کے ہی رانڈ رونے میں گئی تھی۔ جنہوں نے جان سے خدمت کی تھی آخر میں آکر ایسے بھٹکے کہ دس کروڑ کی جگہ تین کروڑ ٹوٹے پھوٹوں کے ہی سرپرست رہ گئے۔ ان کا یہی خیال رہا کہ انگریز کو نکال کر سب قومیں ملک کی آزادی اور بہتری میں کوشش کریں۔ کاش وہ یہ اندازہ لگا لیتے کہ ہندو بھائی رات دن کی ساری کوشش مسلمانوں کی تحریب کیلئے کر رہے ہیں۔ انگریز نے مصلحت دیکھ کر جو کچھ دے دیا دے دیا۔ ہندو کے ہاتھ سے کیا زبان سے بھی کوئی حق نہ ملا۔ جب کہا یہی کہا کہ بلا شرط اپنے آپ کو حوالے کر دو۔ یہی کہا کہ الگ مطالبے رہے تو ہم تباہ کر دیں گے۔ ملک بدر کر دیں گے یہ ملک ہمارا ہے۔ کوئی ایک بات بھی ایسی نہ تھی جس پر ان سے آئندہ کی امید باندھی جاتی کبھی یہ بھی تو نہ بتایا کہ کتنی نسلوں کے بعد ملک اپنا ہوتا ہے۔ وطن بنتا ہے۔ وہ بھی مہاویر جی کے بعد ہی اس ملک پر قابض ہو گئے تھے کہ بعد کے آنیوالوں کو بدیشی کہتے ہیں۔ وہ ایک وقت میں ایران کے ٹھکرائے ہوئے دوسرے قبیلوں سے شکست کھا کر یہاں کے اصلی باشندوں کو ہٹا کر آبسے تھے۔ اسی طرح مسلمان بھی اپنے وقت پر آبسے۔ گاندھی جی گو کشت و خون کے حامی نہ تھے اور یہ خیال نہ تھا کہ مسلمانوں کو اس کشت و خون و ظلم و ستم سے مٹایا جائے اگر چاہتے بھی ہوں تو ایک آدھ جھڈکا ہی چاہتے ہوں گے تاکہ مسلمان اپنی خون طلبی کی ضد کو بھول کر ان کے ساتھ ہو لیں۔ ان کا نظریہ یہی تھا کہ جذب کرنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ دلجوئی سے پرچائے جائیں۔ لیکن پٹیل اور اُس کا گروپ مصر تھا کہ اس رکاوٹ کو ہٹائے بغیر ہندو راج کر گزارے گا مٹا دینا بہتر ہے۔ ان کے دست و بازو اور چیلی چانٹے اطمینان دلا چکے تھے کہ مٹا کر دم لیں گے۔ پنڈت جواہر لال نہرو دونوں حالتوں میں خوش تھے انہیں ہندوستان کی آزادی درکار تھی کسی کو قتل کیا جائے یا جلایا جائے۔ اور چاہے وہ کیسی ہی ٹے ٹولی لنگڑی اندھی کانی روگی اپاہج لنجی منجی۔ اس کا فکر نہ تھا کہ تندرست کر کے لیں۔ پٹیل نے اس آگ کو اتنا

Marfat.com

بھڑکا دیا تھا کہ اب وہ چاہتا بھی تو بجھنی مشکل تھی۔ گھوڑے اتنے منہ زور اور گرم ہو چکے تھے کہ حکم اور ریٹر کے انتظار میں لگامیں کاٹ رہے تھے۔ سموں سے زمین کھود رہے تھے۔ اس شخص نے ہر ریاست میں خود پہنچ کر تیاریاں مکمل کرائیں تھیں۔ خاص کر پٹیالے والے کو نہ معلوم کیا سبز باغ دکھاوئے تھے کہ ۱۵۔ اگست کا بھی انتظار نہ کر سکا اور فوجیں اطراف میں پھیلا دیں۔ پہلی یورش امرت سر پر کی۔ اس کے دیہات میں مسلمانوں پر مظالم توڑے۔ پھر بڑھتے بڑھتے جالندھر اور ہوشیار پور کے علاقوں میں پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ آخر کار ۱۵۔ اگست آگئی اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے بجائے اس کے کہ اعلان کو پیچھے دھکیل کر پہلے آبادی کے تبادلے فوج کی تقسیم اور سامان کے حصے کراتا اور اپنی نگرانی میں یہ چیزیں پاکستان بھیجتا فوراً اعلان کر کے ہندوؤں کو پورا موقع دے دیا کہ من مانی کریں اور مسلمانوں سے جو چاہیں سلوک روا رکھیں۔ ہندو شکر گزار ہو کر ارادوں کی تکمیل میں لگ گئے اور یہ آخری لیڈر بے گناہ مسلمانوں کی تباہی دیکھنے کے لئے اطمینان سے بیٹھ گیا۔ نہ فوج دی نہ سامان حرب دیا نہ دفتر دئے نہ اور کسی قسم کا سامان دیا۔ خوش تھا کہ اب انھیں مطالبوں کی سزا ملے گی۔ دنیا کی شرم سے بھی بے نیازی تھی اس لئے کہ دنیا کو پہلے ہی بے خبر کر کے مغالطوں میں ڈال دیا تھا۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ ہندوستان میں مسلمان کی حیثیت کیا ہے۔ حالات کس قسم کے ہیں۔ آپس کے خرخشے ہیں یا نہیں۔

جس پاکستان کے پیچھے ہندو دیوانہ ہو گیا اور انگریز کینہ توزی پر اتر آیا اس کی صورت یہ تھی کہ لنڈورا حوالے کیا گیا سر دھڑ تھے ٹانگیں نہ تھیں۔ چھاؤنیوں میں نہ کوئی سامان تھا نہ فوج تھی۔ دفتروں میں مثل نہ تھی بلکہ میز کرسی بھی نہ تھی۔ نہ کوئی کارخانہ تھا نہ مشین خالی آدمی تھے جو دم بخود بیٹھے تھے۔ اعلان کے ساتھ سرحدیں مقرر کرنے کا سوال ہوا تو اس کے لئے بھی ایک انگریز ریڈکلف ہی مقرر ہوا۔ ہندوؤں نے شور مچا دیا کہ بڑا قابل مقنن ہے انصاف کا پتلا ہے۔ بہت باریکی سے تقسیم کرے گا۔ حالانکہ جو کچھ اسے کرنا تھا پہلے ہی طے ہو چکا تھا مٹھی گرم کر دی گئی تھی۔ وہ طے شدہ بات ایک طرف پھینک دی گئی کہ جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہ تحصیلیں اور ضلع پاکستان میں شامل ہوں گے اور جہاں اقلیت میں ہیں ہندوستان کو دے دیئے جائیں گے۔ اس عدل پر در انگریز نے نہایت دیانت داری سے سرحد لاہور کے پاس لا رکھی۔ ذرا بھی پروانہ کی کہ فیروزپور امرت سر جالندھر ہوشیار پور اور گورداسپور کی تحصیلوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ ادھر ڈھاکے کے پاس جاٹلائی اور اکثریت ہندوستان

میں منظم کر دی۔ بندر بانٹ کا بانٹ تھا ایک کو سراسر نفع ہی نفع رہا دوسرا منہ تکتا رہ گیا۔ بڑے میاں کی مثال ہو گئی۔ بھوا لینے چلے تو کوئی دوڑی کہ میرے بچے کے لئے گھوڑا لیتے آنا۔ کوئی چلائی جھنجھنا لانا۔ کسی نے فرمائش کی کہ گاڑی لیتے آنا۔ وہ اکڑ کر بولے کہ بیٹیو! جو پیسے دے گا اسی کا کھلے گا۔

یہ بندر بانٹ اس لئے آسانی سے ہو گیا کہ جب تقسیم ہند طے پا چکی تو ہندو نے پنجاب و بنگال کے ان حصوں کا مطالبہ کر دیا جن میں وہ اکثریت میں تھے۔ رائے لی گئی تو سکھوں نے ہندوستان کے بارے میں رائے دی اور آدھا پنجاب بٹوا دیا۔ بنگال میں کوئی رکاوٹ نہ تھی جھٹ آدھا بنگال لے کر ہندوستان کی گود میں ڈال دیا گیا۔ قائد اعظم آنجہانی جانتے تھے کہ ذرا بھی رکے تو ہندو دھاندلی مچا کر کوئی اور قضیہ کھڑا کر دیں گے صبر کر لیا اور راضی ہو گئے۔ لیکن ہندو اس پر بھی آرام سے نہ بیٹھا اور ریڈ کلف کو ملا کر ایسی ناانصافی کرائی کہ انگریز کی پیشانی پر داغ بن کر چمکتی رہے گی۔ جن مقامات پر مسلمانوں کی کھلی اکثریت تھی وہ بھی غیچا بیٹھے۔ یہاں تک کہ ۱۵ اگست کی خود مختاری سے کر فوج اور پولیس کو آگے لگا کر جھوٹے قصے سنا کر اور پاؤ بھر کو من بھر کے سادہ لوح سپاہیوں کو ساتھ لایا اور مسلمانوں کی تباہی پر لگ گئے۔ ادھر ریاست الور گوالیئر جودھ پور جے پور اور بیکانیر میں ان مسلمانوں کو جو صدیوں سے ان کے زیر سایہ امن و آشتی سے بسر کر رہے تھے تباہ کیا۔ بچوں بوڑھوں جوانوں اور عورتوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ عورتوں کی نہایت بے حیائی سے عصمت دری کی۔ بقیہ السیف کو گھروں سے نکال کر جائدادوں پر قبضہ کر لیا اور پرامن لوگوں کو دربدری اور غریب الوطنی کے لئے چھوڑ دیا۔ بہادر میوؤں نے مقابلے کئے بے جگری سے سیلاب کو روکا لیکن ریاستوں کی باقاعدہ فوجوں اور جدید ہتھیاروں کے سامنے پیش نہ گئی تباہ کر دیئے گئے۔ تمام ہندوستان میں کہرام مچ گیا۔ بہاریوں اور پہلی بھیجت کے علاقوں میں تباہ کاریاں کیں۔ گاڑیوں پر چلے کئے گئے۔ مسلمان مسافروں کو تلاش کر کر کے ذبح کیا جاتا رہا۔ لیکن پنڈت جواہر لعل نہرو اور پنتھ پنڈت کی وجہ سے ادھر کچھ حد تک تھام ہو گئی۔ مسلمانوں کے لئے گاڑیاں مخصوص کر دیں۔ پولیس اور فوج کو سخت احکام دے دیئے گئے کہ اس قتل عام کو سچی نیت سے روکیں۔ بہت کچھ ہونے کے بعد یو۔پی کے مشرقی حصوں میں حالات پر قابو پا لیا گیا۔ وہ سورما جو آزادی کا مطلب غلط سمجھ کر قانون کو کھیل بنا چکے تھے کچھ رک گئے معمولی چٹکیاں رہ گئیں۔ وہ بھی ان مقامات پر جہاں فوج اور پولیس بندوقیوں کا ساتھ دیتی رہی۔ ان

علاقوں میں ہندو بھی ایسے سیاہ دل اور ناسمجھ نہ تھے کہ انتظام کے جذبے پر قابو نہ پاتے۔ انہوں نے بھی غور کیا اور جو کچھ ہو چکا تھا اس کو کافی سمجھ کر حکومت کی فہمایش پر کان لگایا حالت سنبھلنے لگی۔

پنجاب کے ہندو سکھ مشرقی پنجاب اور یو۔پی میں پھیل کر پہلے ہی سازش کی سرنگیں ہر طرف پھیلا کر گھات میں بیٹھ گئے اور ۱۵ اگست سے کھل کھیلنے لگے۔ پہلے امرت سر کے مسلمانوں پر پٹیالے کی فوج سے حملے کئے۔ وہ مسلمان جنہوں نے تارا سنگھ کے چار پانچ مہینے تک دانت کھٹے کئے تھے۔ باقاعدہ فوجوں کے سامنے گھر بار اور وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور لٹ کھسٹ کر تباہ حالی میں لاہور پہنچنے لگے۔ دیہات میں مسلمان جمے لیکن مجبور ہو کر سرحد کی طرف چل پڑے۔ گورداسپور کے ضلع میں زیادہ تباہی اس لئے ہوئی کہ شدید بارشوں کی وجہ سے راوی میں سیلاب آ گیا۔ اطراف سے جو لوگ جمع ہو رہے تھے دریا کے کناروں پر رک گئے۔ سکھوں نے ان کی پریشانی اور مایوسی سے فائدہ اٹھا کر کناروں پر آ لیا۔ ہزاروں بے گناہ ذبح کر ڈالے اور جوان عورتوں کو پکڑ کر لے گئے۔ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ جو بچ بچا کر نکلتے رہے پاکستان پہنچتے رہے۔ پھر جالندھر ڈویژن میں اندھیر گردی مچتی رہی۔ گاؤں والوں نے کئی جگہ سخت مقابلے کئے۔ سامان کیا تھا اور کیا تیاری تھی۔ مسلمان کسی جگہ بھی لڑنے کے خیال میں نہ تھے۔ کسی کے گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ حالات گذریں گے۔ معلوم ہو جاتا تو انفرادی ہی طور پر کچھ سامان مہیا کر لیتے۔ بے خبری میں پکڑ لئے گئے۔ اپنی فطری دلیری پر مقابلے کئے لیکن چھری تلوار یا دو چار بندوقیں باقاعدہ فوجوں کی باڑھوں کا کہاں تک مقابلہ کرتیں۔ صورت یہ ہوتی تھی کہ رات کے وقت گاؤں کو چاروں طرف سے گھیر لیا جاتا تھا اور آگ لگا کر باڑھیں ماری جاتی تھیں۔ یوں مجبور کر دینے کے بعد بھی جرأت نہ ہوتی تھی کہ تھوڑے سے آدمیوں پر سیدھے چاپڑیں۔ جب بالکل بے دست و پا کر لیتے تھے تو جوانوں کو قتل کر کے عورتوں کو پکڑ لے جاتے تھے اور وہ شرمناک حرکات کرتے تھے کہ انسانیت دور کھڑے ہو کر ماتم کرتی تھی چھاتی کوٹتی تھی۔ اگر غیرت و حمیت میں آ کر کوئی زبان کھولتی تھی تو اسے برے عذابوں سے مارتے تھے کہ باقیوں کے لئے عبرت ہو جاتی تھی۔ بال پکڑ پکڑ کر گھسیٹتے تھے پیٹتے تھے ٹکڑے کرتے تھے۔ کتنی عورتوں نے تنگ آ کر بدزبانی میں دقیقہ نہ اٹھا رکھا اور قتل ہو کر خوار ہی و ذلت سے پیچھا چھڑا لیا۔

سکھوں نے خاص کر اس ترقی و تہذیب کے زمانے میں بھی وہی کیا جو بندے بیراگی کے ساتھ رہ

Marfat.com

کر کیا تھا۔ ان مظالم سے بھی آگے نکل گئے جو اُس زمانے میں سرہند کے صوبے میں کئے تھے۔ اور جس کا انتقام فرخ سیر کی فوجوں نے لیا تھا۔ اپنی زیادتیوں اور بغاوتوں کو کبھی نہ دیکھا اور جب بدلہ دینا پڑا تو اس کی داستانیں بنا کر دنیا کو سناتے پھرے۔ پھر بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ مسلمانوں نے انتقامی حملوں میں کوئی ایسا ظلم کیا ہو جو وہ کرتے رہے ہیں۔ حاملہ عورتوں کے لاتیں مار مار کر حمل نہیں گرائے۔ ننگا کر کے نہیں نچایا۔ عورتوں کی بے حرمتی پر تو وہ قادر ہی نہیں اس لئے کہ اُن کے مذہب نے عورت کی عزت سکھائی ہے۔ جہالت میں ایسی شرمناک حرکتیں نہیں کر سکتے جو سکھوں نے ترقی کے دعوے پر کیں۔ ادھر اگر معلوم ہوا کہ وہ جو تصویریں دکھائی جاتی تھیں جنہیں دیکھ کر بعض صاف دل مسلمانوں کو بھی تعجب اور صدمہ ہوتا تھا وہ سب پروپیگنڈا تھا جسے دیکھ کر وہ لوگ بھی شریک کار ہو گئے جو مسلمانوں کی اس طریقے کی تباہی پر دل سے راضی نہ تھے۔ مغربی پنجاب میں جو کچھ واقعات گذرے وہ جوابی تھے جب انہیں مجبور کر دیا گیا تو جواب میں انہوں نے بھی قتل و غارت سے جواب دیا۔ مقابلے پر چھیڑ چھاڑ کرنے والوں کو قتل کیا جنہوں نے فتنہ فساد اٹھا کر لڑنے پر آمادہ کیا تھا ان کی خبر لی جو ہاتھ آیا لوٹ لیا۔ جب یہ دونوں قومیں کٹ مر کر مشرق کی طرف کھسک گئیں تو پیسے کے لالچ میں حملے کر کے زر کشی بھی کی۔ کوئی عورت ہاتھ لگی تو وہ بھی سنبھال لی۔ ان تمام واقعات میں کوئی ایک قصہ بھی ایسا نہیں کہ عورتوں کے کپڑے اتارے ہوں یا ننگے جلوس نکالے ہوں یا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے ہوں۔ حالانکہ بگڑے ہوئے جتھے حلوا نہیں بٹا کرتا لٹھ پونگا ہی ہوا کرتا ہے۔ اور پھر جب تباہ کرنے والا طاقت ور دشمن زیر ہو جائے تو زیادتیوں کا ہو جانا قابل گرفت نہیں۔ ایسی بے غیرت تہمتیں ہندوؤں نے صرف اس لئے اٹھائیں کہ کمینی حرکتوں سے بھی انتقام لیا جا سکے۔ ان سورماؤں نے بدلہ بھی کن سے لیا جن کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کیا واقعات ہو رہے ہیں کن علاقوں میں فساد ہے۔ بہادری تو یہ تھی کہ جنہوں نے زیادتی کی تھی ان سے ہی بدلہ بھی لے کر دکھاتے۔ جنہوں نے عورتیں چھینی تھیں ان سے ہی انتقام بھی لیتے۔ مشرق کے دور دراز کے علاقے پر ٹوٹے اور بے گناہوں پر انتقام کی آگ بھڑکائی۔ غریبوں محتاجوں مزدوروں پر بہادر بنے اور بے خبروں پر لام بندیاں کیں۔ اور حال یہ ہے کہ پولیس اور فوج ساتھ نہ دیتی تو وہ بے خبر مسلمان بھی ان کی سازشوں کو ناکام کر کے منہ پھیر دیتے۔ ہرگز مغلوب نہ ہوتے۔ اکثر جگہ ایسا ہوا ہے کہ جب تک دس گنی مدد نہ پہنچی یا پولیس نہ آئی مسلمان زیر نہ ہوئے۔ یہ حقیقت ہے ان تازہ دم سورماؤں کی۔ سکھ غیرت و حمیت سے بیگانہ تو ان زیادتیوں کو

کیا محسوس کرتا۔ عورت کی عزت ان کے یہاں حقیقت کیا رکھتی ہے تعجب ہندو پر ہے۔ اُس کی سمجھ سے یہ باتیں بعید تھیں مسلمانوں نے کچھ کیا تو میدان جنگ میں فتح پاکر کرتے رہے۔ ہندو سکھ بہادری سے گھروں میں امن سے بیٹھنے والوں کے ساتھ انسانیت سوز حرکات کیں اور بہت ہی بہادر بن گئے۔

ہوشیار پور کے علاقے میں اس سے بھی زیادہ مظالم ہوئے خاص کر تحصیل اونا میں۔ وہاں پٹھانوں نے اور راجپوت زمینداروں نے روک تھام کی۔ کافی دنوں ریلا پیلی ہوتی رہی۔ اکثر حملے پسپا کئے گئے آخر بے شمار ہجوم نے فوجوں ..... کی مدد سے اس میدانی اور پہاڑی خطوں کو بھی خالی کرالیا۔ پاکستان جو ابھی پہلا سانس بھی کھل کر نہ لینے پایا تھا پناہ گزینوں کی سنبھال میں پھنس گیا۔ نہ فوج تھی نہ اور کسی قسم کا سامان تھا۔ ہر طرف جلے ہوئے گھر اور ٹوٹے ہوئے مکانوں کے انبار تھے۔ پریشانی گرانی اور کمیابی جان کھینچ رہی تھی دل اُڈے ہوئے طبیعتیں بکھری ہوئی۔ سارے سامان احتیاج کی مٹھی میں تھے جنہیں دبوچے بیٹھا تھا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے فیصلے میں اسی لئے جلدی کی تھی کہ مسلمانوں کے ہاتھ کچھ نہ آئے۔ یہ ننگے منگے تازہ مصائب میں مبتلا ہو کر وطن سازی کی خوشی کو پھینک کر انگریز اور ہندو کے قدموں پر جھک جائیں اور حقوق طلبی پر پچھتاوا کریں۔ جو کام ایک سال میں ٹھیک ہوتا یعنی چیزوں کا تبادلہ اور اجناس کی تقسیم اس مذکور کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا اور پاکستان کی خالی زمین حوالے کر کے اپنے شیروں کو لکھا دیا کہ پکڑ لو یہی وقت ہے۔ پھر کہیں مسلمان اطمینان سے بیٹھ گیا تو غوغائے رقیباں کا کیا فکر کرے گا بزدلوں کی گرفت میں کب آئے گا۔ ہندو کے ساتھ انگریز نے مسلمان کو مٹانے کی کوئی تدبیر اٹھا کر نہ رکھی۔ تمام دنیا میں انہیں کمزور کیا۔ کہیں ملک سے کہیں زور سے اسلامی ممالک کو قبضایا ہندوستان میں تو وہ مظالم کر لئے کہ رہتی دنیا تک یاد رہیں گے۔ جس طرح ہندوؤں کو ابھارے وسے کم زندہ کیا تھا مسلمانوں کی ناعاقبت اندیشی کو بھی جھٹکے دیتا تو اس کی زندگی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ ایک انصاف پسند تیز نظر امریکی پادری نے اپنی سیاحت و قیام کے دوران میں مسلمانوں کی حالت کا صحیح مطالعہ کر کے صاف لکھ دیا کہ مسلمانوں کو ہندوستان میں انگریز نے تباہ حالی کے درجے تک پہنچا دیا ہے۔ ان کی حالت بہت خراب ہے نہ تعلیم ہے نہ تجارت ہے نہ فہم و فراست ہے نہ حکومت میں اختیار و اقتدار ہے نہ بازار میں ہیں نہ دربار میں۔

پاکستان جس حال میں بھی تھا اس نئی مصیبت کو سنبھالنے کے واسطے مستعدی صبر استقلال و ہمت کے ساتھ

Marfat.com

اُٹھا۔ جتنے بھی ذرائع اور سامان تباہ شدہ بدحال مسلمانوں کو سنبھالنے کے میسّر آسکے مہیا کرکے دور دور تک پہنچا دیئے اور آدمیوں کی ڈھلائی شروع کر دی۔ فوج کے جو تھوڑے سے سپاہی موجود تھے اس کام پر لگا دیئے۔ انہوں نے بھی قربانی اور ایثار کے ساتھ لاریاں گاڑیاں بھریں اور بے سروسامان قتل سے بچے ہوؤں کو جس طرح بھی ہو سکا پاکستان پہنچایا۔ تباہ حالت دیکھ دیکھ کر مایوسی کی جگہ ہمت اور جوش بڑھایا اور جہاں تک بھی کوشش کا قدم پہنچا مردوں عورتوں بوڑھوں کو سمیٹ سمیٹ کر لے آئے۔ جنوبی ہند کی چھاؤنیوں سے چلے تو ہر سٹیشن پر تباہ حالوں کے جمِ غفیر دیکھے جو ہندو اور سکھ درندوں کی ٹھوکروں میں پائمال ہو رہے تھے۔ عورتوں کو دیکھا کہ بے عزت و بے عزتی کی بے غیرتی کا نشانہ بنی ہوئی تھیں۔ جس کو چاہتے تھے بے پردہ کر دیتے تھے۔ جس کو چاہتے تھے مظلوم داروں کے ہاتھوں سے چھین لیتے تھے۔ گاؤں، شہر اور وطن میں جو مظالم کر چکے تھے۔ اُن پر اکتفا نہ کرکے سٹیشنوں پر بھی چھاپے مار رہے تھے۔ کہیں چھپ جاتے تھے تو نکال کر بقیہ مظالم پورے کرتے تھے۔

مسلمان کیسا ہی جاہل اور بے حس کیوں نہ ہو۔ ناموس کی بے حرمتی برداشت نہیں کر سکتا۔ ناموس کے اوپر جان دے دیتا ہے۔ یوں روزمرہ کے حادثات اور قتل و خون میں بھی دوسری قوموں کے یہاں اگر روپے پیسے اور دولت کی تصادم ہیں تو اس کے یہاں پچاس فی صدی عزت و ناموس کی حفاظت میں ہیں۔ پاکستان آنے والی رجمنٹوں نے یہاں سے بھی گذر ہوا۔ ان مظالم کو دیکھا۔ بیشک مجبوری تھی۔ اُن کے علاقوں میں اُن کے ہی ہاتھوں کے درمیان آرہے تھے۔ لیکن اُن غیرت مندوں کو گوارا نہ ہوا کہ وہ پاکستان کے دامن میں پہنچیں اور وہ تباہ شدہ درندوں کے ہاتھوں ذلیل ہو کر ختم ہوں اسی غیرت اور ہمدردی میں جہاں بھی ٹھیرے۔ اُن خانہ خرابیوں پر ٹوٹ پڑے۔ عورتوں کی عزت بچائی اور اپنی گاڑی میں سوار کر لیا ایک مشہور ممتاز رجمنٹ متوسطہ ہند اور ریاستوں کی سرحد سے گذر رہی تھی۔ جب وہ لوگ سٹیشن پر ٹھیرے تو مسافر خانے میں دیکھا کہ کچھ بوڑھے بچے تباہ حالت میں بیٹھے ہیں اور ہندو سکھ پاس کھڑے عورتوں کو چھیڑ رہے ہیں۔ کوئی ہاتھ پکڑتا ہے۔ کوئی برقع کھینچتا ہے۔ دو تین سپاہی نیچے اُترے۔ دوسروں کو آواز دی اور جھپٹ کر اُن عورتوں کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ پہلے تو وہ چھیڑنے اور تنگ کرنے والے کچھ گرم ہوئے۔ جب دیکھا کہ اسپیشل سے بہت سے سپاہی لپکے ہوئے آرہے ہیں تو دم دبا کر کھسک گئے اور ہٹ کر سٹیشن کے سپاہیوں اور عملے کو آگے بڑھا دیا وہ بہت اُلجھے اور دھکیاں دیں۔ لیکن اُن کو ڈانٹ ڈپٹ کر پیچھے ہٹا دیا گیا اور پھر اُن بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو اسپیشل

Marfat.com

میں لا بٹھایا۔ اس طرح آنے والے سپاہیوں نے بہت سوں کی جان بچائی۔ ایسے واقعات ہوئے کہ مصیبت زدوں کو اپنی پناہ میں لے لیا اور ہتھیار سنبھال کر کھڑے ہو گئے۔ اس خصوص میں جو کام بلوچ رجمنٹ نے کیا وہ تاریخ میں زریں حروف سے لکھا گیا ہے۔ کئی جگہ ظلم و ستم دیکھ کر ہجوم کی پروا نہ کر کے بزدلوں کو گولیوں کی باڑھ پر رکھ لیا کھیت ڈال دیئے۔ واقعی مسلمانوں کی سی شجاعت کے نمونے دکھائے اس طرح کہ بلوچ رجمنٹ کے نام سے ہندوؤں اور سکھوں کی جوتیاں ڈھیلی ہونے لگیں۔ بس ان دونو کی بہادری اتنی ہی تھی کہ جب دیکھ لیتے تھے۔ کہ بے بس نہتے ہیں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں تو بہت پتیرے کاٹ کاٹ کر حملے کرتے تھے لیکن جہاں چھوٹوں معلوم ہو جاتا تھا کہ بندوق ہے یا کوئی جاندار سامان ہے تو اُدھر کو منہ نہ کرتے تھے۔

اُن علاقوں کے اکثر مسلمان بمبئی حیدرآباد یا بھوپال چلے گئے اور اکثر یونہی ٹھکرا ٹھکرا کر اِدھر سے اُدھر اُدھر سے اِدھر دوڑتے بھاگتے رُل گئے۔ ایسا ہوا کہ اطمینان دلا دیا گیا اپنے اُوطان میں واپس گئے اور کمینے دشمنوں نے پھر حملے کر کے ریاستی علاقوں سے نکال دیا۔ پھر کہیں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ پٹیالے اور دیگر سکھ ریاستوں کے سپاہی فیروز پور جالندھر اور ہشیار پور کو تباہ کرتے ہوئے مقامی سنگھیوں اور سکھوں کو لیتے ہوئے کچھ تو لدھیانے انبالے اور سہارن پور کی طرف کو بڑھے اور کچھ ضلع گانگڑے میں گھس گئے جہاں مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ ان کو نہایت ظلم و ستم سے مارا بیچارے بے کسی و بے بسی کا بہت آسانی سے شکار ہو گئے۔ ڈوگروں نے آنکھوں پر پٹی کر رکھ کر نہایت بے رحمی سے ذبح کر دیئے۔ ایک ملّا جی کسی گاؤں کی مسجد میں امام تھے۔ ایک مہینے تک مصیبتیں جھیلتے بچتے کھچتے ہانپتے کانپتے شملے پہنچے۔ کہانی سنائی کہ گاؤں پر حملہ ہوا۔ مسلمانوں کے دو مختصر سے محلے تھے۔ حسب دستور پہلے بلا امتیاز مرد و زن کو ذبح کیا اور پھر عزیزوں کو لوٹ کر جوان عورتوں کو پکڑ لے گئے۔ میں کسی صورت بچ کر قریب کے جنگل میں چھپ گیا اور اندھیرا ہونے تک جھاڑیوں میں دبا بیٹھا رہا۔ پھر نکلا اور ایک راستے پر ہو لیا۔ رات کے سناٹے میں ہر آبادی کے قریب سے گذرتے ہوئے چیخ پکار کی آوازیں سنتا تھا۔ کوئی ذرا سی بھی آہٹ معلوم ہوتی تھی تو قریب کی جھاڑیوں میں چھپ جاتا تھا۔ دن نکل آتا تھا تو راستے کی کسی جھونپڑی میں یا چرواہے کی پناہ میں تھوڑا بہت وقت گزار لیتا تھا۔ دو اک مرتبہ فاقوں نے ایسا ستایا کہ بیتاب ہو کر احتیاط بالائے طاق رکھ دی اور موت کے منہ میں پھنس کر نکلا۔ کہیں خوشامد کی کہیں پاؤں پکڑے اور ٹھکرا کر ایک طرف پھینک دیا گیا۔ پیری نے صید زبوں بنا

Marfat.com

دیا تھا۔ اس سفید داڑھی نے بھی کئی جگہ شفاعت کی۔ ایک روز ڈھلان کے اوپر کی طرف شور سنا۔ نظر اٹھا کر دیکھا کہ گھروں میں آگ لگی ہوئی ہے۔ اور پانچ چھ آدمیوں کو پکڑے ہوئے لا رہے ہیں۔ میں ایک چٹان کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گیا انہوں نے کچھ دور آ کر ان آدمیوں کو قتل کر دیا۔ میرا دل الٹ گیا اور دماغ قابو میں نہ رہا۔ وہیں سے چھپتا کر پگڈنڈی سے الگ ہو کر بے راہ چلنے لگا۔ کچھ ہوش نہ تھا کہاں جا رہا ہوں بس اتنا ہی محسوس ہو رہا تھا کہ رُخ نیچے کی طرف ہے۔ تیسرے پہر ایک چوراہے پر پہنچا۔ پانچ چھ آدمی بھالے اور خنجر لئے بیٹھے تھے۔ ہم جانی کی حالت میں سامنے سے گذرنے لگا تو ایک نے ٹوک کر ٹھیرا لیا۔ میں چادر اس طرح اوڑھے رہتا تھا کہ سر داڑھی اور آدھا جسم اس میں چھپا رہتا تھا۔ اس کی آواز پر گھبرا کر رکا اور چادر کے لپیٹ ڈھیلے ہو کر نیچے سرک گئے ہاتھ بے قابو ہو گئے وہ میرے پاس آ گئے۔ مجھے یقین تھا کہ اب اس دردناک زندگی سے چھٹکارا ہو جائے گا لیکن داڑھی اور ضعیفی سفارشی بن گئی۔ دو چار سوال کر کے انہوں نے دھکیل دیا۔ اور پوچھنے پر شملے کے راستے کی طرف اشارہ کر دیا۔ ہر صدر مقام اور چوراہوں پر یہی حال تھا۔ بہر صورت میں کہیں راہ اور کہیں بے راہ پڑتا چلتا یہاں پہنچا ہوں۔"

دو اک آدمیوں نے حیران ہو کر سوال کیا کہ ملا جی! سب کچھ تباہ ہو گیا تھا۔ ایسی کیا اللہ آمین کی جان تھی جس کے لئے اتنی تکلیفیں اٹھائیں ہیں۔ یہاں بھی کیا قلعے میں پہنچ گئے ہو حالات تو وہی ہیں۔ بیچارے نے آہ کھینچی اور چپکے سے کہا کہ جان بہت عزیز چیز ہے۔

تمام اطراف میں دور اسے چوراہے اور اڈے روک لئے گئے تھے۔ یہاں تک کہ اسٹیشنوں پر بھی قبضہ کر لیا گیا تھا۔ اپنی طرف سے بچ کر نکل جانے کی کوئی راہ نہ چھوڑی تھی۔ انبالے چھاؤنی کا اسٹیشن خاص طور سے قتل گاہ بنایا گیا۔ ہر طرف سے آنے جانے والی گاڑیوں کی باقاعدہ تلاشی لی جاتی تھی۔ مشتبہ لوگوں کو ننگا کر کے دیکھ لیا جاتا تھا۔ اس طرح چن چن کر ڈھونڈ ڈھونڈ کر مسلمانوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ شملے کے راستے میں چاروں طرف سے مسدود کر دیے گئے۔ پہاڑوں کی پگڈنڈیوں تک پر پہرے تھے۔ نیچے کا رکا کے آگے گھگر تک ہزاروں کی تعداد میں سکھ پھیلے ہوئے تھے۔ زمین کی سطح پر مسلمان کے لئے بچاؤ کی صورت ختم کر دی گئی تھی۔ گویا وحشیوں نے اپنی طرف سے اس قوم کو ختم کر دینے کا پورا اہتمام کر لیا تھا۔ پر وگرام اور تنظیم کا یہ حال تھا کہ ایک ایک نقل و حرکت کے لئے دن منٹ اور سیکنڈ مقرر تھے۔ اس وقت بھی شملے میں چودہ پندرہ ہزار

Marfat.com

آدمی موجود تھے۔ باقی آس پاس کے علاقے سے پہنچ کر تعداد میں اضافہ کر رہے تھے۔ ۱۵۔ اگست سے پہلے تک جان تھی سکھ تھا تو ان تھا۔ مقابلے کی ٹھان رکھی تھی۔ گو بے سروسامانی وہی تھی جو اور مقامات پر تھی۔ بہت سوں کے پاس ڈنڈا چاقو بھی نہ تھا بعض نے اللہ کچھ سامان مہیا کر لیا تھا۔ وہ وہی صاحب سکھ تھے جو اجازت سے یا دیگر ذرائع سے بندوقیں بہم پہنچا سکتے تھے۔ تنظیم مفقود تھی نہ کوئی تجویز تھی نہ پروگرام۔ خود مولوی ذکاء اللہ مرحوم کو بھی معلوم نہ تھا کہ حالات بگڑ رہے ہیں کیا کرنا ہے۔ وہی عزیز وہاں کے اکلوتے لیڈر تھے۔ تیسری ستمبر سے جب فضا بگڑی اور فارغ شدہ جتھے چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے تو خود ان کی جان کے لالے پڑ گئے اس لئے کہ سکھی ان کے درپے تھے۔ مسلمان محلوں اور مکانوں میں بند ہو گئے۔ جو فوج شہر کی حفاظت کے لئے مقرر کی گئی تھی وہی مسلمانوں پر تشدد کرتی تھی، کسی پر فائرنگ کا الزام لگا کر کھینچتی تھی کسی پر بم سازی کا بہتان باندھ کر ذلیل کرتی تھی۔ کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ تھی اس لئے باہر جھانک بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔ آخر کار تلاشیاں لے کر وہ چاقو اور ڈنڈے بھی ایک ایک سے لے لئے گئے۔ اب مسلمان مرصد خر گوشت کی طرح بالکل ہی بے دست و پا ہو کر رہ گئے۔ ہر وقت کے نعرے ہر وقت کا خطرہ راتوں پہرہ دن بھر پہرہ۔ جب چاروں طرف سے شور بلند ہوتا تھا تو جلانے کی لکڑیاں لے کر باہر آ کھڑے ہوتے تھے عرب بے بسی و بے کسی تھی۔ آرمی پریس میں حاجی مظہر علی صاحب اور ان کے نیک دل صاحبزادے فضل الشافی نے کیمپ بنا لیا تھا۔ ٹوٹے حال پریشان مسلمان کافی تعداد میں وہاں جمع ہو گئے۔ دو اک بندوقیں تھیں اسی وجہ سے سکھی بہادر قریب نہ آتے۔ مہادیو جی کو پکار رہے تھے۔ یہی دیکھا گیا کہ جہاں مقابلے کا یقین ہوتا تھا۔ اور بندوق کی بھی خبر سن لیتے تھے اس مقام کی ہوا نہ دیکھتے تھے۔ تارا سنگھ کے سورما جو کئی مہینے پہلے سے وہاں کے گوردوارے میں شمشیر زنی کی مشق کر رہے تھے۔ اتنا ہی سورماپن دکھا سکے کہ مزدوروں اور غریبوں پر تلواریں چلائیں یا اکا دکا راہرو کو دس بیس نے مل کر ذبح کر لیا۔ جہاں دو چار گھر مسلمانوں کے تھے ان کو مارنے کے لئے بڑے بڑے اہتمام کئے۔ بہر صورت وہاں سے نکاس کا رنگا رنگا اور کالکا میں کیمپ کھل جانے کے سبب سے مسلمان حضر سے زیادہ سفر کے خطرے بھگتتے ہوئے کیمپ میں پہنچنے لگے۔ پہلی جمعیت کو تو دشمن نقصان نہ پہنچا سکے اس لئے کہ آٹھ دس مسلمان سپاہی وہاں موجود تھے جنہوں نے حفاظت میں جان لڑا دی۔ جب پانچویں دن وہ چھاؤنی بھیج دیئے گئے تو رہتک رجمنٹ والوں کے جھنکے سہ کر دوسرے دن ۲۲۔ ستمبر کو چھ ہزار آدمی فوجیوں میں بھیڑ بکریوں کی طرح بھر کر اور سامان کا ہتہ ہتہ لوٹ کر تن کے

کپڑوں کے ساتھ لاہور بھیجا جاتا تھا اس طرح کہ نہ کہیں پانی تھا نہ روٹی۔ بیک وقت دو دو گز فاصلے پر کھڑے تھے ایک کا منہ دوسرے سے جڑا ہوا تھا۔ نہ ہاتھ کھینچ سکتے تھے نہ پاؤں اٹھا سکتے تھے۔ دوسری جماعت جو کالکا پہنچی فوجیوں اور سکھیوں نے ان پر حملہ کر کے جانی نقصان پہنچایا اور ایک مہینے تک ٹھیرا کر ایذائیں پہنچائیں۔

یہ ہنگامے پنجاب سے چل کر مغربی یو۔پی میں بھی پہنچ گئے۔ اگر حکومت کانوں میں تیل ڈال کر بیٹھ جاتی تو فضا بالکل تیار تھی۔ گنگا جمنا کا دوآبہ مشرقی پنجاب کی طرح مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بن جاتا۔ پھر بھی چند اضلاع میں سخت ہنگامے ہوئے۔ ضلع علیگڑھ بلند شہر اور میرٹھ میں حالات بگڑے۔ کوہاٹی پشاوری ہندو اور سکھ پہلے ہی سے اچھے مقامات تاک چکے تھے شملے تک کے ٹھنڈے سٹیشن اور اودھر دہرہ دون اور منصوری تک کے عمدہ مقامات پر ڈیرے ڈال کر سخت و پز میں مصروف ہو چکے تھے۔ وقت آتے ہی منصوری میں فتنہ اٹھایا پھر ڈیرہ دون میں قتل عام کیا۔ سہارنپور میں ہنگامے برپا کئے۔ خاص کر ہردوار کے پاس جوالاپور والوں پر ٹوٹ کر گرے لیکن انہوں نے نہایت بے جگری سے مقابلہ کر کے کئی روز روکے رکھا اور جب تک فوج نہ آگئی آسانی سے تباہی پر راضی نہ ہوئے سخت مقابلے کے بعد فوج کے سامنے ہتھیار ڈالے اور پھر جو گذرتی تھی گذری۔ منصوری اور ڈیرہ دون خالی کرا لئے گئے۔ سہارن پور کے مضافات سے بھی ایک تہائی مسلمان پاکستان کی پناہ گاہ میں پہنچ گئے۔ بہت سے ایسے بھی آگئے جو ہندوؤں کی ٹھوکروں کو گوارا نہ کر سکے بے عزتی اور مستقبل کی تکلیفوں سے گھبرا گئے۔

جب پٹیالے والے نے دیکھا کہ کام حسب منشا چل پڑا ہے تو پھر ریاست کے امن سے بیٹھے ہوئے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ظلم کئے کہ کسی حاکم نے رعایا کے ساتھ ایسے ظلم نہ کئے ہوں گے۔ گاؤں گاؤں پر یورشیں ہوئیں مجبور بے دست و پا مسلمان بے رحمی سے ذبح کئے گئے۔ قتل و غارت دنیا میں انوکھی چیز نہیں ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ لیکن جو زندگی عورتوں کے ساتھ اس ریاست میں ہوئی اس کی مثال سے دنیا کی تاریخ قاصر ہے۔ عزت سے گھروں میں بیٹھنے والیاں کو ننگا کر کے جلوس نکالے گئے جنہوں نے ان میں سے ہاتھوں یا سر کے بالوں سے پردہ پوشی کی ان کے ہاتھ کاٹے گئے۔ بال نوچے گئے۔ رکاوٹ ڈالنے والی عورتوں کو نئے غذابوں سے مارا گیا۔ اس قوم نے پینتالیس ہزار عورتوں کو ظلم و جور سے قابو کر کے بے حرمت کیا جس قوم نے چھاتیاں کاٹ کر ہار پہنے ہوں جس قوم نے بچوں کو ذبح کر کے آگ پر بھونا ہو۔ گوشت چبا کر کھایا ہو۔ وہ اب انسانیت کا کس طرح دعویٰ کر سکتی ہے۔ ان وحشیانہ کاموں

کے لئے جواز یہ نکالا کہ مسلمانوں نے مغربی پنجاب میں ایسے ہی مظالم کئے تھے۔ ایک بے بنیاد پروپیگنڈے کو قلبی عداوت سے جامہ پہنا کر مسلمان کے سینے میں وہ ناسور ڈال دیا کہ جب تک زمین پر سورج چمکتا رہے گا مسلمان اس کو بھلا نہ سکے گا۔ یہ داغ نسل در نسل تازہ رکھا جائے گا۔ آنے والی نسلوں کو یہ درد وراثت میں ملتا رہے گا

ضلع کرنال کے ایک شخص رسیدہ انسان نے سنایا کہ گاؤں پر حملہ کیا گیا۔ دو ہزار کی آبادی پر ہزاروں کا جتھا غفیر ٹوٹ پڑا۔ شام کا وقت تھا۔ جب مقابلہ کرنے والے پسپا ہو گئے تو گاؤں لوٹ لیا گیا۔ جو ہاتھ آیا اسے کاٹ پھینکا۔ کتنی عورتوں نے کنوؤں میں چھلانگیں لگا کر پانی کی آغوش میں عزت بچائی بچے کھچے جھاڑیوں میں جا چھپے۔ جب اندھیرا چھا گیا تو نکل نکل کر جدھر منہ اٹھا چل پڑے۔ راوی کے ساتھ چند آدمی جمع ہو کر کرنال کی طرف چلے۔ ساتھ کچھ عورتیں اور بچے بھی تھے۔ رستے میں کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ اس لئے کچے راستے سے ہٹ کر پاس کی جھاڑیوں میں جا چھپے۔ آنے والوں کو معلوم ہو گیا کہ آدمی ہیں چاروں طرف پھیل کر ڈھونڈنے لگے۔ کچھ ہاتھ آ گئے کچھ ادھر ادھر نکل گئے۔ کہا کہ میں ایک جھاڑی سے چیخ پکار کی آواز سنتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ دور تک اکیلا چلتا رہا۔ پھر کچی سڑک پر آوازیں آئیں۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ تین ساتھی جان بچاتے ہوئے جا رہے ہیں۔ قریب لگ کر آواز دی اور اکٹھے چلتے چلتے نہر کے کنارے پہنچ گئے۔ بائیں طرف گاؤں تھا جس سے چیخوں کی آواز آ رہی تھی۔ غنیمت ہوا کہ پل پر اس وقت کوئی نہ تھا۔ البتہ یہ محسوس ہوا کہ ایک گٹھڑی سی جنگلے سے لگی ہوئی رکھی ہے۔ ہلایا جلایا تو مری سی آواز آئی کہ میں فلاں ہوں۔ پاس کے گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ تھوڑی دیر ہوئی گاؤں والوں ہی نے ملکر کے بچوں کو مار ڈالا اور عورتوں کو ننگا کر کے درختوں میں لٹکایا ہوا ہے۔ یہ جو تم چیخیں سن رہے ہو انہیں کی ہیں۔ تین چار آدمی پل کے نیچے بندھے پڑے ہیں اور ان نیم مردوں کے سامنے بے حرمتی کر رہے ہیں۔ میں نے کچھ ہاتھ پاؤں مارے تو خوب کوٹ کر بوری میں بند کر کے یہاں نہر میں ڈال گئے۔ اتفاق سے پانی زیادہ نہ تھا۔ بصد مشکل کھسک کر کنارہ پکڑ کر باہر آ گیا اور یہاں تک توان نہ رہنے کے سبب پڑا رہا چل نہیں سکتا۔ ہم نے سہارا دے کر اسے ساتھ لے لیا۔ اب رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ نہر نہر مسلمانوں کے گاؤں میں پہنچے۔ دوسرے دن اسے بھی فوج نے اگھیرا اور سارا گاؤں لٹتا کھسٹتا کرنال کیمپ میں پہنچ گیا جانیں تو سلامت آ گئیں لیکن وہاں غلاظت اور ہیضے کی مصیبت جھیلی۔

Marfat.com

ایک حوالدار نے چشم دید واقعہ سنایا کہ جب لاہور میں فسادات ہو رہے تھے تو میری ڈیوٹی باغبان پورے میں ہوئی تھی۔ ایک سکھ عورت نہایت تیز طرار وہاں کے فسادات کی روح رواں دو ٹکے ہر وقت تلوار بغل میں دبائے جتھوں کی رہنمائی کرتی تھی۔ میں نے اسے بہت سمجھایا کہ تم لوگ اپنی طرف سے کوئی فتنہ نہ اٹھاؤ ہم حفاظت کے لئے یہاں کوشش کر رہے ہیں تم پر وار نہ ہونے دیں گے۔ ہر طرف سپاہی پھیلے ہوئے ہیں اطمینان سے گھروں میں بیٹھے رہو۔ وہ مایۂ فساد ظاہراً تسلی دیتی رہی اور خفیہ طور پر مسلمانوں میں جان ڈال کر فساد کراتی رہی۔ ایک دن یہ ظالم کیا کہ گھر کے سامنے ایک مسلمان خاندان رہتا تھا اس پر حملہ کر کے تمام مرد عورتیں اور بچے ذبح کر دیئے۔ ہم خبر پاتے ہی دوڑے جب اس مکان پر پہنچے تو ایسا دردناک منظر دیکھا کہ رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ یہ کہ ظالم سکھوں نے مقتول عورتوں کی چھاتیاں کاٹ کر بیرونی دروازے کے دونوں طرف کیلوں سے ٹھوک کر لگا دی تھیں۔ اس حالت نے خون کھولا دیا اگر ڈیوٹی پر نہ ہوتے تو اس غم غصے میں کم سے کم اس عورت کو ضرور قتل کر دیتے۔ تاہم اس حرافہ کو پکڑ کر افسروں کے حوالے کر دیا۔ افسر بھی زیادہ تر ہندو اور سکھ تھے انہوں نے ظاہر بلند و برتا اور پوشیدہ طور پر اسے کسی طرف کھسکا دیا آخر میں آزاد کر کے مشرقی پنجاب جانے کی اجازت دے دی اور ہم دانت پیستے رہ گئے۔ اس کی فسادات اب تک یاد آتی ہے۔

یہ ہیں دو چار واقعات اُن بے گناہوں کی مصیبت کے جو اس مہذب زمانے میں ایسے وحشیانہ مظالم کا شکار ہوئے ہر مقام پر اس سرے سے لے کر اس سرے تک ایک ہی طرح کے حالات گذرے جن کو تاریخ جمع کرے گی تو مصائب و مظالم کا ایک دفتر بنے گا۔ یہ ہے مختصر سی روداد اس مہذب اور شائستہ زمانے کی جسے انگریز نے بنایا اور ہندو نے شاگرد بن کر تعلیم کے دعوے کے ساتھ بربریت دکھائی۔ سکھوں نے چنگیز اور ہلاکو کے کارناموں کو گرد کر دیا۔ انسانیت کے دامن پر وہ داغ لگایا کہ جب قوموں کو اس کی تفصیل معلوم ہو گی اور حقیقت سامنے آئے گی تو انگشت بدنداں رہ جائیں گی۔ مادرِ وطن پر وہ دھبہ نقش کر دیا کہ جب اُن کے پروپیگنڈے کی نجاست دنیا کی آنکھوں سے ہٹ جائے گی تو ان کی شقاوت پر لعنت بھیجے گی۔ یہی وہ ظلم تھا کہ جس پر مہاتما گاندھی تڑپ اٹھے۔ رونے کی دوڑ دھوپ کی جال کہ کسی طرح مسلمانوں کے زخموں کا اندمال کر دیں۔ گلکتے میں کامیابی ہوئی لیکن جو طبقہ پنجاب سے گیا تھا جس کے پروپیگنڈے نے فضا اتنی مسموم کی تھی اس پر اثر نہ ڈال سکے۔ ارادہ کیا کہ مشرقی و مغربی پنجاب کا دورہ کر کے کسی طرح بھڑکی ہوئی آگ

Marfat.com

تو کم کریں وہ آگ جو اُن کے خیال سے بھی بہت زیادہ بھڑک گئی تھی۔ بس نہ چلا تو پرانتھنا کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی۔ پھر بھی کے خانہ ات میں محلّوں میں جا کر روکتے رہے۔ اِس ہمدردانہ خیال کا آخر کار یہ نتیجہ نکلا کہ اُن پر پرانتھنا کے وقت بم پھینکا گیا تاکہ وہ اس پند و وعظ سے باز آجائیں۔ جب وہ اِس سے بھی نہ رکے تو ان تمام تباہیوں کی علمبردار پارٹی آگ بگولہ ہو گئی اور سُتر کا گاڈسے نے ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو ہندو قوم کے ناجی اور اپنے اِس محسن کو گولیوں کا نشانہ بنا دیا۔ صرف اس خیال پر کہ وہ قتل و غارت اور ظلم و ستم سے روکنا چاہتے تھے۔ اصل میں ہندوؤں کو یقین ہو چکا تھا کہ بس اب ہم مسلمانوں کو مٹا دیں گے کوئی ہمارا ہاتھ نہ روکے۔ جو قوم اپنے مہاتما کی جان لے چکی ہو اُس کے عزائم کا اندازہ مسلمانوں کی تباہی سے نہیں اس انسان کے ساتھ جو سلوک ہوا اُس سے لگانا چاہیے۔ ان حادثات کے بعد بھی ہندو قوم نے جو ارادہ کر رکھا ہے گاڈسے کے عدالتی بیان کا ایک ایک لفظ اُس کا ترجمان ہے۔ وہ کھلم کھلا ظلم و ستم سے اور بعض مصلحت اندیشوں کے خیال پر پالیسی اور چال سے مسلمانوں کو ہندوستان سے مٹا دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ ذرا سی کامیابی پر آپے سے باہر ہو گئے ہیں ناعاقبت اندیشی سے یہ خیال باندھ لیا ہے کہ وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ "ایں خیال است و محال است و جنوں"۔

بیشک انہوں نے مسلمانوں کے تشدّد سے فائدہ اُٹھا کر تھوڑی سی کامیابی حاصل کر لی۔ سُتر لاکھ بے خانماں کر دیئے دس لاکھ موت کے گھاٹ اُتار دیئے۔ حیدر آباد کو مٹا کر دس لاکھ تباہ کئے اور پانچ لاکھ کو بے دردی سے ذبح کر دیا لیکن ان مہاشے بہادروں کو واضح رہے کہ مسلمان کو سرزمین ہند سے مٹا دینا آسان کام نہیں۔ وہ کسی دیوی دیوتا اور گرو کا قائل نہیں ہے بلکہ ایک خدا پر ایمان رکھنے والا جاھدوا فی سبیل اللہ حق جہادہ کا قائل ہے عنقریب اپنے اختلاف و تشتت کو چھوڑ کر اتحاد اور رائے کی یگانگت پر آجائے گا تو وہ مصنوعی بہادروں کے خیال کو عملاً غلط ثابت کر دے گا۔ قائداعظم مغفور نے پاکستان بنوا کر اس کی مستقل حیثیت بنا دی ہے۔ ہندو کے تمام عزائم کے باوجود ملک کے پانچویں حصّے کا مالک بن چکا ہے اور اس مامن گاہ کا محافظ ہے مستقل مزاجی سے ایسی ضربیں برداشت کر چکا ہے کہ دوسری قوم کے لئے ایسی ضربوں کا اُٹھانا اور سہنا ناممکن تھا۔ سُتر لاکھ تباہ حالوں کو سنبھال چکا ہے۔ قائداعظم کے حواریوں میں سے جن کو مرکز کی ذمّے واریاں حوالے کی گئی ہیں وہ مخلص ہیں قوم کی بہتری بہبودی کے خواہاں ہیں۔ قوم کو ان کی ہمدردی پر اعتماد ہے۔ وہ نظامِ حکومت کو کینڈے پر لے آئے ہیں۔

بے جان جسم میں جان ڈال لی ہے۔ محکموں کے ڈھانچے کو کھڑا کر لیا ہے۔ بیچاڑ کا سامان بھی مہیا کر چکے ہیں۔ اندرونی اور بیرونی حالات کو حسبِ توفیق سنبھال رہے ہیں۔ جن چیزوں سے ہندوؤں نے بندر بانٹ کر کے محروم کر دیا تھا وہ بھی فراہم ہوتی جاتی ہیں۔ اختلافات قوم اور پاکستان کے نام پر فنا ہوتے جاتے ہیں۔ سیاسی جماعتیں جن کی وجہ سے روز بد دیکھا ہے سر دھنتی جا رہی ہیں جن کی گھٹی میں ہندوؤں کی چالوں کا بھوتنا چڑھ گیا تھا ہوش میں آ رہے ہیں۔ اخوت اسلامی میں منسلک ہوتے جاتے ہیں۔ عنقریب حالت بہتر ہو جائے گی اور مسلمان ایک خدا پر جمع ہو کر اپنے فطری اختلاف کو مٹا دے گا۔ اتحاد کی طاقت سے سرفراز ہو گا۔ تمام خیالات کی نفریاں توڑ کر صرف توحید پرستی کے نغمے پر کان لگا دے گا پھر ایک مرتبہ توان پکڑ کر ہندو کے خواب کو پریشان کر کے رکھ دے گا۔

گو ذہنیت کا منزل رہنماؤں کی فہمائشوں پر بھی آخری حد پر پہنچ کر رہا۔ کسی نشتر نے آنکھیں نہ کھولیں خیالی و وہمی مذہب چھکے ہے جو ذہنی عیاشی ہی کا ایک جزو تھا۔ قرآن مجید کو چھوڑ دیا۔ اسے صامت کہہ کر ردی میں ڈال دیا اور ناطقوں کی پوجا پر لگ گئے۔ خدائے واحد کی پرستش سے ہٹ کر در و دیوار کو سجدے کئے۔ اسلامی اخلاق اور عمل سے بیگانہ ہو کر جہالت کی تاریکی میں گر پڑے۔ بے پروائی غفلت اور ناسمجھی پیدا ہو گئی۔ لچے اور لفنگے بن گئے۔ ہندو نے مدتوں پہلے سے ضربیں لگائیں انجام نہ سوجھا۔ اب اس نے آخری ضرب لگائی ہے آنکھیں کھلی ہیں جس تفرقہ انگیزی نے خدا سے بیگانہ کیا ہے اس پر نظر ڈالی ہے۔ ملت کی جمعیت پر غور کیا ہے یقیناً اب حکومت کے استحکام کے ساتھ تعلیمی غفلت بھی دور ہو جائے گی۔ اسکولوں اور کالجوں کی باڑھ ہو جاتی رہے گی۔ بے حسی اور لفنگے پن کو دور کر کے سنجیدگی اور غور و فکر سیکھیں گے۔ علم کو علم کے لئے حاصل کریں گے۔ حصولِ سند زندگی کا مقصد نہ رہے گا۔ ذہنی خصوصیات تازہ ہو جائیں گی۔ اخلاق و عادات پر جو انگریزی نقالی کا غلاف ہے اتر جائے گا۔ تربیت کی رسم پھر تازہ کر لی جائے گی۔ ذہنیت پھر ترقی کرے گی۔ اسی کی کمی ہے سمجھ کی کمی ہے۔ ذہنیت بن جائے گی تو کسی تازہ تحریک کی ضرورت نہ رہے گی خامیاں آپ دور ہو جائیں گی۔ خدا والا اسلام ہو گا۔ بزرگانِ دین کی پرستش جاتی رہے گی۔ تفرقے مٹ جائیں گے۔ قوم ایک قوم ہو گی دین ایک دین ہو گا۔ کام کی دھن ہو گی اولوالعزمی تازہ ہو جائے گی۔ پھر دشمن خائب و خاسر ہوں گے اور مسلمان ہندوستان میں زندوں کی طرح جئے گا۔

سیفی! یہاں ہر بات ہے ممکن دم پکڑ و مایوس نہ ہو
ہجر کی راتیں کٹ جائیں گی وصل کے دن بھی آئیں گے

Marfat.com

گیارھواں عکس

علم و عقل ۔ (مکالمہ)

سمجھنے دی ہے حیات بشر کو تاب و تپش (یفی)
وگرنہ پست ہی رہتا یہ بندۂ جذبات

ناظر ۔ حبیب صاحب! اس مرتبہ تو آپ مدت کے بعد تشریف لائے ۔ فرمایئے کیسا مزاج ہے؟ خیریت ہے بچے اچھی طرح سے ہیں؟ اُس معاملے کا کیا ہوا؟ اب تو حسب منشا طے ہو گیا ہوگا؟

حبیب ۔ جی ہاں خیریت ہے ۔ کچھ تو اُس معاملے کی پریشانی تھی ۔ پچھلے دنوں چھوٹا بچہ بیمار ہو گیا ۔ اُس کی تیمارداری نے مہلت نہ دی ۔ واقعی اس مرتبہ ذرا تاخیر ہو گئی ۔ ورنہ خیال تو اِدھر ہی الجھا رہا ہے ۔ پچھلے مہینے کے شروع میں حاضر ہوا تھا ۔ یاد ہوگا وہ دو اجنبی سے آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ان سے کھیتی باڑی زمیندارہ آموں کے باغ اور کسی وقف کے بارے میں باتیں کر رہے تھے ۔

ناظر ۔ کیوں ۔ بچے کو کیا ہو گیا تھا وہ تو اچھا تندرست اور چست بچہ ہے ۔ آثار بتاتے ہیں کہ ہوشمند اور توانا ہوگا ۔ اب ٹھیک ہے

حبیب ۔ جی ہاں حالت تو اب سنبھل گئی ہے لیکن حکیموں اور ڈاکٹروں کی طرف سے بہت مایوسی ہے ۔ ویسے تو کثرت سے مریضوں سے زیادہ ہیں گلی کوچے بھرے پڑے ہیں لیکن بات وہی ہے کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں پیسے کے لئے اتنا نہیں سمجھتے کہ محنت سے ہنر کمال حاصل کریں گے تو پیسہ آپ کھنچے گا مقناطیس کی طرح برسے گا ۔ الٹی سیدھی سند لے کر چلے آتے ہیں محض سفارشوں سے ۔ نہ فن سے طبعی مناسبت نہ علم نہ محنت ۔ بیمار طبیعت کے زور سے سنبھل گیا تو واہ وا ورنہ ان کی

Marfat.com

بلا سے انہیں تو مرفہ نفیس چاہیے۔

ناظر۔ تو یہ فرمایئے کہ بچے کی حالت ابھی نہیں سنبھلی۔ پھر اس کا کیا تدارک کیا ہے؟ ان لوگوں کی کچھ نہ پوچھئے بہت سے سندھی بے تعلیم ایسی چلے آتے ہیں۔ بلکہ فصل اور موسم پر بن بیٹھتے ہیں۔

حبیب۔ حالت تو اب اچھی ہے کمزوری البتہ بہت ہے۔ اس لئے کہ صحیح علاج نہ ہونے کی وجہ سے طول کھینچ گیا۔ کمزوری بھی رفتہ رفتہ جاتی رہے گی۔

ناظر۔ بیماریوں سے پیدا شدہ کمزوریاں بڑا فتور پیدا کرتی ہیں ان کو خاص توجہ اور مشورے سے دور کرنا چاہیئے۔ اعضاب اور اعضائے رئیسہ پر اثر ڈال کر شباب میں بھی تازگی اور توانائی نہیں آنے دیتیں۔ پھر سوائے اس کے چارہ نہیں رہتا کہ ایسے بچوں پر لاٹھگر گس کا قانون جاری کیا جائے تاکہ قوم کی توانائی کو نقصان نہ پہنچے۔

حبیب۔ خیر لاٹھگر گس کا قانون تو بہت ہی بے رحمی پر مبنی ہے۔ قوم کا یہ بھی تو فرض ہے کہ اچھے معالج پیدا کرے انکی سمجھ میں تو نزلہ زکام بھی اچھی طرح نہیں آتا، نہ تجویز ہے نہ تشخیص

ناظر۔ مجھے تو حبیب صاحب! یہ علاج و لاج بھی اصطبلی ہی معلوم ہوتے ہیں۔ سول سرجن کہ دیتا ہے کہ بس یہ مریض اب نہیں جی سکتا۔ راستے میں ایک اناڑی عطائی بتا دیتا ہے کہ فلاں چیز دیدو وہ نیم مردہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔

حبیب۔ یہ تو سب علوم و فنون کی حالت ہے۔ فلسفہ پڑھنے والے حقائق سے بیگانہ ہیں اور بعض صوفی یافتہ بمجلد حقائق پہنچے ہوئے ہیں۔ سیکھنے والے انکی دلکشی پیدا نہیں کر سکتے اور بازاری عطائی معمولی تان سے دل کھینچتے ہیں جھوٹ کا جلاب بھی دماغ سے ہی وابستہ ہے

ناظر۔ بارے خیریت گذری خدا بچے کو بالکل تندرست کر دے۔ ہاں مجھے یاد آگیا آپ تشریف لائے تھے اور اپنے رنگ کی گفتگو کا موقع نہ ملنے کی وجہ سے مجھے افسوس ہوا تھا۔ آپ معذرت کر کے چلے گئے اور میں افسردہ سا ہو کر رہ گیا تھا۔

حبیب۔ جی ہاں مجھے اس دن ایک ضروری کام تھا مجبوراً جانا پڑا اور تبادلہ خیالات کی حسرت ساتھ لے گیا ان حضرات کی باتوں سے کچھ طبیعت بھی الجھی۔ کام بھی اس معاملے ہی کے بارے میں تھا۔

معافی چاہتا ہوں۔

ناظر۔ چھوڑیئے معافی وافی کو۔ آپ کا خلوص میرے لیے باعث صد تسکین ہے۔ آپ کی مہربانی اور مروت حقیقت میں اس تلخ وقت کا سہارا ہے۔ وہ حضرت وطنی انس کی وجہ سے کبھی کبھی آ بیٹھتے ہیں۔ سے اُن کی سی باتیں کر لیتا ہوں کَلِّمِ النَّاسَ علیٰ قدرِ عقولِھم وطن تو کہاں اُس کے ذکر سے ہی تسلی دے لیتا ہوں۔

حبیب:۔ کیا شک ہے وطن کی تکلیفیں بھی مسافرت کی زحمتوں سے بہتر ہیں۔ اور اب تو واپسی سے بھی ناامیدی ہو گئی ہے۔ صرف ذکر رہ گیا ہے۔ تو اگلی نسلیں اسے بھی بھول جائیں گی۔ ہم کہاں بھول سکتے ہیں۔ جہاں چار آدمی جمع ہو جاتے ہیں یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

ناظر۔ ٹھیک ہے ناامیدی میں یاد اور تیز ہو جایا کرتی ہے لوٹ پھر کر وہی باتیں زبان پر آ جاتی ہیں۔ سچ ہے۔ من احبّ شیئاً اکثر ذکرہ وطنیت بہت جاندار جذبہ ہے۔ عالمگیر اخوتیں بھی اس کے سامنے ہو جاتی ہیں وطن کا دشمن بھی اجنبی بھائیوں سے قریب تر معلوم ہوتا ہے لنڈن جا کر اس کی حقیقت کھلتی ہے۔ جہاں لالہ مکند لعل اور بھائی بیر سنگھ بھی مختلف ریفیوجی محسوس ہوتے ہیں۔

حبیب:۔ ہے تو یہی بات۔ عالمگیر اخوت میں بھی یہ نہیں ہوتا کہ آؤ بھائیو! میرے وطن پر قبضہ کر لو اور میں تمہارے وطن پر قابض ہو جاؤں مسلمانوں نے کسی آنے والے بدنیت بھائی کو بغیر جنگ کے داخل نہیں ہونے دیا۔ اپنے ملک کا مفاد بہر صورت دوسروں کے وطن سے مقدم ہوتا ہے۔ دوسروں کی بھلائی بعد میں ہے۔ اس ملک میں یہ اور بھی زیادہ ہے جہاں مختلف قومیں رہتی ہوں

ناظر۔ ایک بات اور بھی ہے۔ پڑوس کا بگاڑ زیادہ موجب آزار ہے۔ ماحول کو موافق ہی رکھنا بہتر ہے۔ صلح عمومی گھر سے ہی شروع ہونی چاہیئے۔ یہ اور بات ہے کہ ہمسایہ کسی شرط پر راضی نہ ہو اور آرڈی جائے تو ٹنٹا ہی پڑتا ہے

حبیب۔ یہ ٹھیک ہے۔ اور ہم زبانی بھی تو یکجہتی اور باہمی اُنس کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ اتنی موثر ہے کہ مختلف مسلک والوں کو اکٹھا کر دیتی ہے چاہے خیالات میں کتنا ہی اختلاف ہو۔ باقی رہی صلح عمومی

اور انسانی برادری میں سو سال سے یورپ کے دماغ میں یہ چیز گھوم رہی ہے مختلف الّلون اور مختلف المسالک قوموں کا اکٹھا ہونا دشوار رہا ہے وطنی امتیاز ابھی تک ہلکا نہیں ہوا۔

ناظر۔ آپ نے یہ بھی سنا کہ مشرق کی پیغمبر سازی کے خدا حضرت بہاء اللہ جل جلالہ یورپ کی دوسری دماغی کاوشوں کے ساتھ اس صلح عمومی کو بھی اپنا کر بہائیت کے نور میں شامل کر چکے ہیں۔

حبیب:۔ جی ہاں! بہائیوں کی پہچے بازی پر ایک آدھ مرتبہ نگاہ پڑی ہے۔ شروع میں میرا خیال اچھا تھا لیکن جب یورپ کے خیالات کا مطالعہ کیا تو اس مشرقی نور سے کراہت آنے لگی۔ یہ انسانی دماغ کی چیزوں کے بجائے بتوتیں ایجاد کرتے ہیں۔ یورپ چاند اور مریخ میں پہنچنے کی فکر میں کر رہا ہے اور یہ لوگ انسان کے لئے جنجال گھڑنے میں لگے ہوئے ہیں

ناظر:۔ مشرق کی ذہنیت بھی تو انہیں چیزوں کے لئے موزوں ہے۔ خرافات کو ہاتھوں ہاتھ سنبھال کر رگوں میں ایسا اتار لیتے ہیں جیسے کوئی شہد کا گھونٹ بھرے۔ اور جب یہ جنجال پیٹنے میں جمع ہو جاتے ہیں تو دونوں ہاتھوں سے مضبوط دبائے رکھتے ہیں کہ کہیں خرافات کا ایک آدھ شوشہ نکل نہ جائے۔ ایسا ہو گیا تو زمین و آسمان پھٹ جائیں گے۔ کوئی بیدار آدمی ضرب لگائے تو چیختے ہیں کہ کافر ہے مردود ہے۔ جیسے آب زلال میں زہر ملاتا ہے ہلکا بتاتا ہے۔ بے بصیرت ہے۔

حبیب:۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بہاء نے شروع دعوے میں تو قرآن کی رگیں توڑیں تغیروں کے جادو جلائے صوفیت کے خیالی نکات دکھائے۔ جب کچھ بنتا نظر نہ آیا تو دین سازی کے پلٹے میں جدید یورپ کے خیالات کو مذہب کے رومال میں لپیٹ کر مذہب زدوں کے سامنے رکھ دیا اور پیغمبرانہ انداز میں اسے الہام و وحی بنا کر دکھا دیا۔

ناظر:۔ معلوم کیا ہوتا ہے۔ یہی ہوا ہے۔ ان کے ملک کی طبیعتیں ایسی تخم ریزی کے لئے تیار رہتی ہیں فوراً شور مچا دیا کہ فوراً گیا دوڑ دور آ گیا۔ آب حیات بہ رہا ہے چلو بناؤ۔ زمین پر گرنے نہ پائے۔ یہی جاڑے باتیں خدا ہی بنا سکتا ہے بندوں کے بس کی نہیں

حبیب:۔ خیر مذہب تو ذہنیت بتانے میں مؤثر ہے ہی ملک و وطن نے بھی رجحان کے بنانے میں ہمیشہ

Marfat.com

حاصل حصہ لیا ہے۔ ہندوستان اور ایران کیسے خیالات پر چیل کی طرح گرتے ہیں۔

ناظر:۔ جی ہاں! انگلینڈ کے عوام نے ایسٹ انڈیا کمپنی بنا کر ہندوستان جیسے برِ عظیم کو فتح کیا اور سونے کی چڑیا مٹھی میں دبوچ کر اپنی حکومت کو دے دی۔ ہم ہیں کہ مذہب کی فرمیں کھول کر روحانی دنیا فتح کرتے ہیں اور لوگوں کو بانٹتے ہیں۔ گدّے دے دے کر پھنساتے اور نور کے ساغر پلا کر دیوانہ بناتے ہیں۔ نہ ہوش رہتا ہے نہ عقل رہتی ہے۔ اندھے ہو کر بھیڑ بن کر ساتھ ہو لیتے ہیں۔

حبیب:۔ نہیں بہت اچھی دوکان بن جاتی ہے۔ محل کھڑے ہو جاتے ہیں کاریں دوڑنے لگتی ہیں۔ مظلومیت اور افلاس کی داستانوں میں خوشحالی کھیلنے لگتی ہے۔ لوگ ہاتھ پاؤں بھی چومتے ہیں اور جیب سے پیسے بھی نکال کر دے دیتے ہیں۔ ایجنٹ بن کر ایک ایک کے پیچھے دوڑتے پھرتے ہیں کہ نور آگیا ہے کیوں نہیں پہچانتے ہے۔

ناظر:۔ آپ نے کبھی یہ بھی خیال کیا ہے کہ پرانے دھندے ختم نہیں ہوتے جو نئے بھی آ دھمکتے ہیں۔ ایک سلسلہ جاری ہے۔ لوگ ہیں کہ بیتابی سے انتظار کرتے ہیں دعائیں پڑھتے ہیں کہ کوئی نیا جنجال آئے۔ صلح عمومی بھی ان فتنوں کا کیا انسداد کرے۔ اس کے دعویداروں کو اپنی فکر ہے کہ منہ میں جو لقمہ رکھا ہے کوئی یہ نہ چھین لے۔

حبیب:۔ اصل میں کیسے ہی اچھے خیالات ہوں ملک کی موثر فضا انہیں اپنے رسم و رواج پہ ڈھال لیتی ہے دیکھ لیجئے یورپ کا وہی رنگ طبیعتوں پر چڑھا جس سے ہماری ذہنیت پہلے ہی سے قریب تھی۔ ان کے علم و ہنر سے بیگانہ رہے۔ پھر اگر جنجال کامیاب ہو جائیں تو کیا تعجب ہے۔

ناظر:۔ ہمارے ان رجحانات اور ان کے ساتھ جاہل ذہنیت نے ہمیں ہمیشہ حکومت کے کندھوں کا جنازہ بنائے رکھا۔ بس نہیں ورنہ کہہ دیں کہ نقصے توڑ کر کھلا۔ اور سنائیے کچھ کمیسونیں بھی ہوئی۔ معاملہ ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ کیا فیصلہ ہوا؟

حبیب:۔ کیا عرض کروں زمانے نے ایسا پلٹا کھایا ہے کہ سب کی نیتیں خراب ہو گئیں ہیں۔ ذالنصار ٹھیک رہے نہ مہاجر ورنہ اتنا کچھ تھا کہ بانٹ ٹھیک ہوتا تو دونو کا بھلا ہو کر بچ رہتا۔ نہ اُن کا گلہ رہتا کہ ہم مقامی ہیں زیادہ حقدار ہیں۔ ہندو سکھ سے مشکل سے پیچھا چھڑایا ہے۔ پہلے وہ قدم نہ اٹھانے دیتے تھے۔ اب قسمت سے مہاجر کھوپڑی پر آ بیٹھے ہیں۔

Marfat.com

ناظر۔ نہیں مہاجر کیمپ کا وٹ ہیں۔ ہندوستان میں تو اُدھر کے گئے ہوئے دربدر مسلمان کئے ہیں۔ کاروبار ایک جمائے جا رہے ہیں ویسے الگ اُن کی چھاتی پر چڑھے جلتے ہیں۔ زبان نہیں کھولنے دیتے۔ بات بات پر تلوار نکلتے ہیں۔ بہو بیٹیں الگ گھورتے ہیں۔ وہ جو مسلمان کی تباہی پر خوش تھے ان حرکات سے سخت بیزار ہیں۔

حبیب:۔ ہاں اس میں تو شک نہیں کہ اوھر آنے والے نئے سپاہی نہیں ہیں اچھے پھیرے سے خنجر دن سے بات کریں۔ لٹ کھسٹ کر سہولت سے آ بیٹھے ہیں۔ بدنیتی اللہ پیدا ہو گئی ہے اس لئے کہ تن پر کپڑے بھی سالم نہیں سب کچھ کھو آئے ہیں۔ قتل و غارت کے مناظر دیکھے ہیں بیٹھے بٹھائے قوت لایموت کے محتاج ہو گئے ہیں۔ نتیجہ بدنیتی ہی ہے۔

ناظر۔ اس حال میں بھی ہندو بہتر ہی رہے۔ اپنے سرمایے ساتھ لے گئے۔ کیا ہوا اگر مکان اور جائداد چھوڑ دی نقد ان کی جیب میں ہے۔ جب ہی تو جاتے ہی کاروبار کی داغ بیل ڈال دی۔ عمارتیں کھڑی کر لیں۔ بیچارے پہلے ہی کمزور تھے بھوکی بھلان سے بھی گئے۔

حبیب:۔ میرا مطلب یہ ہے کہ انصار کو گلہ ہے۔ حالات پر غور نہیں کرتے۔ اگر مہاجر جبراً نکال دیئے جاتے یہاں آنے کی بات ہی کیا تھی کبھی خیال بھی نہ آ سکتا تھا۔ وہ تو کہئے ایسی افتاد پڑ گئی کہ چارہ نہ رہا۔ وہ اصل میں زیادہ چاہتے ہیں۔

ناظر۔ اچھا! نتیجہ یہی ہونا تھا اچانک مصیبت آ پڑی ورنہ کوئی پروگرام پہلے سے ضرور بنتا۔ اب تو وہی ہوا جو یاد سے بھگیو۔ اگر قوم میں صلاحیت ہوتی تو حکومت کو طعن تشنیع کرنے کے بجائے خود فوراً کوئی پروگرام بنا لیتی اپنی ڈفلی اپنا راگ ہو گیا۔

حبیب:۔ ایک اور مصیبت لیڈروں کی پیدا کردہ صوبائی لعنت ہے۔ پہلے تو ہوتش کا تار باندھ کر دماغ میں بیٹھا دیا کہ تم خدائی نسل سے ہو۔ خطۂ ہندوستان میں کوئی تمہارا مدعا مقابل نہیں۔ حسن میں یوسف بہادری میں رستم سمجھ میں ارسطو۔ ادراک میں افلاطون۔ شعور میں بوعلی سینا اور سیاست میں سولن ہو۔ سب کو بلکا اور ذلیل سمجھ کر نفرت کرو۔ اب کہتے پھرتے ہیں کہ نہیں نہیں سب بھائی بھائی ہیں سب برابر ہیں کسی کو فضیلت نہیں۔ بھلا رگوں میں بیٹھا ہوا تفاخر اتنی آسانی سے کیونکر نکل جائے۔ دو تین نسلیں ختم ہو گی

Marfat.com

نکلے گا۔ اور حال یہ ہے کہ پیسہ کھینچنے کی دھن کے سوا جو اور کوئی ہوش ہو حیوان بھی زیادہ حساس ہیں۔

ناظر۔ ہاں یہ تو انگریز کی صحبت نے سب کے کان میں پھونک دیا ہے کہ دوسرا کوئی نہیں ہم ہی ہم ہیں۔ سکھ بھی تو اپنے آپ کو افضل مخلوق اور محبوبۂ روزگار سمجھتے ہیں۔ اسی سے اندازہ لگا لیجئے۔ اچھا فرمایئے پھر کیا ہوا۔

حبیب:۔ پھر یہ ہوا کہ اُس مکان پر ایک انصار نے قبضہ جما لیا تھا اور اس میں کوئی دور پار کے رشتے دار لا بٹھائے تھے۔ اتنا تو آپ کو معلوم ہی ہے۔ نامزدگی ہو جانے کے سبب میں نے چارہ جوئی کی۔ اُن لوگوں سے چچا جان جا ملے اور ڈانٹے سمجھانے لگا کر مکان دیدینے کا اقرار لے لیا۔

ناظر۔ اچھا۔ یہاں بھی مخالفت تازہ کرنی ہی کیا موقع تھا اور رب کیا گنجائش رہ گئی ہے؟ خیر عزیزوں کا گلہ نہ ہو چاہیئے۔ نیز نظر عرب نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ الاقارب کالعقارب۔ گلہ تو صرف دوستوں کا ہی ہو سکتا ہے اگر زیادتی کریں۔ اس لئے کہ ان میں خلوص کی جنس ہوتی ہے۔ عزیز تو واقعی بچھو ہی کی خاصیت رکھتے ہیں۔

حبیب:۔ آپ ہی خیال فرمایئے دو کمروں میں اتنی عیالداری کے ساتھ کتنی تکلیف اٹھانی ہو گی۔ بارے وقت پر معلوم ہو گیا۔ دوڑ دھوپ کی عدالت نے بڑی مشکل سے مکان خالی کرایا قبضہ دلایا۔ دوستوں نے اس بارے میں بہت مدد کی کامیابی ہو گئی ورنہ چچا جان نے تو مایوس ہی کر دیا تھا۔

ناظر۔ اصل میں انہیں صاحبزادے نے اکسایا ہو گا۔ وہ بہت چالاک بنتے ہیں۔ اِدھر آکر ہاتھ پاؤں لگائے ہیں۔ چلئے چھٹکارا پایا۔ سنا ہے اُس انصار نے کئی مکانوں پر قبضہ کر رکھا ہے اور اِدھر اُدھر کے آدمی مہاجر بنا کر بسائے ہوئے ہیں۔

حبیب:۔ اجی انصار پر ہی کیا موقوف ہے مہاجروں نے بھی ایسی کارروائیاں بہت کی ہوئی ہیں۔ مصروفیت اس وجہ سے بھی بڑھ گئی کہ دفتر سے پچھلے ہفتے کی چھٹی سے کرا تواروں ملائی۔ دو دن میں سامان اور مترو وہاں پہنچایا۔ فاصلہ بہت تھا وقت بہت صرف ہوا۔ وہاں آس پاس سب مہاجر ہیں بس یہ بدمزگی البتہ ہے کہ ان کی عورتیں لڑتی رہتی ہیں۔

ناظر۔ یہ آپ نے عورتوں کی بھی خوب کہی۔ نہ معلوم قدرت نے یہ کیا چیز پسلی سے نکال کر ٹیڑھی کر دی تھی نہ رکھتے بنتی ہے نہ چھوڑتے۔ جذبات کی پوٹلی ہے۔ انگریز جیسی قوم کی عورتیں بھی تو اس فطرت سے خالی

Marfat.com

نہیں - ہوٹلوں میں رہتی ہیں آزاد ہیں تعلیم و تربیت سے بہرہ اندوز ہیں لیکن رشک و رقابت میں اگر پتھروں سے بھی پیچھے ہیں - ایک کا کتا دوسری کے کمرے میں جائے تو بھیا ریوں کی طرح لڑتی ہیں وہی جذبہ ہی جلا یا دہی رنگا فضیحتی -

حبیب :- سب جہالت کے کرشمے ہیں - یہاں مردوں کو ہوش نہیں تو ان کے جبر میں دبی ہوئی عورتوں کو کہاں سے ہوش آجائے - کیونکہ معلوم ہو کہ دنیا پلٹا کھا گئی ہے - لاؤ ہم بھی ذہنیت اور خوعقدت کو بدلیں معرّہ مشاغل میں انہماک سیکھے - کچھ خبر نہیں ہوتی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے - گھروں کی چار دیواری ہے اور بچوں کی رکھت رکھنا اسی چکر میں ختم ہو جاتی ہیں -

ناظر :- نہیں حبیب صاحب ! لکھ پڑھ کر باہر نکل کر بھی کیا فرق پڑتا ہے - کچھ بناوٹ کچھ تلاش - کچھ منسی سنائی باتیں - جب یہ دو جتے کر کے خانہ داری میں پڑتی ہیں تو پھر وہی تنگ نظری زنج خیالی اور رقابت بازی - سارے فلسفے بھول جاتی ہیں - بچے ہو جاتے ہیں وہی دنیا وہی مشاغل -

حبیب :- مشاغل تو خانہ داری میں مقررہ ہیں جو پیش آتے ہیں - بال بچے داری میں کیا فلسفے چھانٹیں - بچوں کی سنبھال کیا آسان کام ہے انہماک کے بغیر یہ کام مشکل ہے - قدرت نے یہی فرائض دے دیئے ہیں وہی ان کے سر اسکتے ہیں - یہ کام ہی سارا جذبات کا ہے -

ناظر :- یہی تو میں عرض کر رہا ہوں کہ سراپا جذبات ہیں دور اندیشی پیدا کریں تو اور معاملات کو بھی سوچ سکتی ہیں - صرف بچے داری ہی سے تو سابقہ نہیں - ان پر بھی ہر قسم کے حالات گذرتے ہیں - گھروں میں بھی شخصی طور پر وہی باتیں پیش آتی ہیں جو باہر کے بکھیڑوں میں ہیں - عورتیں ان کو سنبھالنے کی جگہ اور بگاڑتی ہیں - اگر ان میں غور و فکر ہو تو فضیحتے مٹ جائیں -

حبیب :- آپ کا یہ مطلب ہے کہ شوہر بچوں کے علاوہ اور کسی کی شرکت نہیں دیکھ سکتیں - یا بچوں کی وجہ سے جو بگاڑ پیدا ہوتے ہیں انہیں نمٹانے کی جگہ بڑھاتی ہیں - یہ باتیں تو محبت کی وجہ سے ہیں جانوروں میں بھی بچوں کی حفاظت مادہ ہی کرتی ہے - پھر جب قدرت نے ہی یہ ڈیوٹی لگا دی ہے تو اس سے کس طرح بچ جائے - قدرت نے بقائے نوع اور حفاظت نسل کے لئے سراپا محبت بنا دیا ہے - آپ نے دیکھا ہوگا کہ مرغی چیل

یہ جھیٹے پڑتی ہے ۔ ماں اگر بچوں کی حفاظت اور راحت و آرام کے لیئے کسی سے جھگڑے تو کیا زیادہ بات ہوگئی ۔

ناظر ۔ ذرا غور کیجیے محبت ہی تو جذبات کی جڑ ہے ۔ عقل کو ماؤف کر دیتی ہے ۔ یہی وجہ تو ہے کہ عورتیں زیادہ نہیں سوچ سکتیں ۔ مشتعل نہیں رہتا ذرا سی بات پر بھڑک جاتی ہیں ۔ اتنا نہیں دیکھتیں کہ نا سمجھ بچے ہیں شاید ان سے ہی زیادتی ہوگئی ہو ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اولاد کی کمزوری دیکھنے میں نیٹ اندھی ہوتی ہیں اُن کے عیب بھی ہنر نظر آتے ہیں ۔ دیوانے اور اندھے کو بھی برا ڈنا سمجھتی ہیں ۔ حُبُّ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ ۔ محبت ہی تو اندھا بہرہ کر دیتی ہے ۔

حبیب ۔ ناظر صاحب ! اُن کی محبت ہی تو ہے جو غموں کا علاج اور پریشانیوں کا مداوا ہے کیسے ہی مضطرب اور شکستہ خاطر گھر میں آئیں اُن کی باتوں نگاہوں اور دلجوئیوں سے نتلی ہو جاتی ہے وہ نہ ہوں تو گھر نہیں چاہے اولاد کا انبار لگا ہوا ہو ۔ گھر نہیں تو زندگی میں کیا دلچسپی ہے ۔ آپ ذرا اندازہ لگائیں کہ عورت کیا چیز ہے ۔

ناظر ۔ نہیں مجھے چیز ہونے سے تو انکار نہیں ۔ وہ تو ایسی چیز ہے کہ خدا کی دھمکیوں کے باوجود آدم کو پھسلا دیا تھا اور حضرت یوسف کو بھی لپیٹ ہی لیا تھا وہ تو خدا نے توفیق دیدی اور بچ گئے ۔

حبیب ۔ یہ آدم و حوا کا قصہ بھی عجیب ہے ۔ جنت میں چھوڑ دیئے گئے تھے وہیں رہتے تو کیا مزے کی زندگی ہوتی ۔ میوے کھاتے پھرا کرتے زمین پر تو روٹی ہی کے جھگڑے سے چھٹکارا نہیں ملتا ۔

ناظر ۔ قصہ قصہ عجیب نہیں ۔ بنا کے سجدے کرا کے دونو کو جنت میں چھوڑ دیا تھا ۔ سخت تاکید کر دی تھی کہ اُس جھگڑے کے پاس نہ جانا جو اولاد کا سبب ہے ۔ یہ انسان کا پہلا امتحان تھا ۔ بیچارے طبیعت پر قابو نہ پا سکے فیل ہوگئے اور ہم زمین پر فرشتوں کی پیش گوئی پوری کرنے کے لئے فساد اور قتل و غارت بدنیتی اور چھین جھپٹ میں لگے ہوئے ہیں ۔ اگر طبیعت پہ قابو رکھتے تو یہاں کیوں ہوتے ۔ ان مصائب میں کیوں پھنستے ۔

Marfat.com

حبیب ۔ تو عیالداری اُس خطا کے نتیجے میں ہے ؟ یہ آپ نے عجیب تفسیر بیان کی ۔ میں نے اور کسی سے یہ مطلب نہیں سنا ۔ خیر جنت تو تھی ہی یہ دنیا بھی دلچسپیوں میں کسی حیثیت سے کم نہیں ۔ چاہے کیسے ہی مصائب ہوں مرنے کو جی نہیں چاہتا ۔ واہ وا یہ ہمیں عورت کی ہی برکت سے ملی ہے ۔

ناظر ۔ آپ نے شاید بائبل کی وہ آیت نہیں سنی ؟ بہت عجیب ہے جب سے میری نظر سے گذری ہے کبھی نہیں بھولا ۔ ادھر اُدھر عیالداری کی تلخیاں دیکھ کر فوراً سامنے آجاتی ہے اور اسکا خیال باندھکر دل کو تسلی دے لیتا ہوں ۔

حبیب ۔ ہاں ہاں سنائیے ! میں نے انجیل پڑی ہے بائبل نہیں دیکھی ۔

ناظر ۔ خدا کہتا ہے کہ آدم نے گناہ کیا ۔ ہم نے پاداش میں جنت سے نکالا اور عیالداری اس کی کھوپری پر مڑھ دی ۔ کہدیا کہ جا اِس لعنت کو تو رحمت سمجھ کر لیٹا رہے گا ۔" یہ ہے عیالداری جس کی آپ اتنی خوبیاں بیان کرتے رہتے ہیں ۔ واقعی یہ لعنت ہمارے لئے کتنی دلچسپ ہے ۔

حبیب ۔ ہاں عجیب آیت ہے ۔ یہ کام دلچسپ بھی کیونکر نہ ہو جب خدا نے دلچسپ بنا کر بھیجا ہے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عورت کی ہی موجودگی سے اس میں ساری دلچسپی ہے وہ نہ رہے تو اولاد اجیرن ہو جاتی ہے ۔ دوسری کر لیں تو پہلی اولاد سے ویسی دلچسپی نہیں رہتی ۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جس بیوی سے زیادہ لگاؤ ہو اُس کی اولاد سے بھی زیادہ دلچسپی ہوتی ہے ۔

ناظر ۔ قرآن میں بھی تو اس کی مذمت کی گئی ہے ۔ اسے فتنۂ دنیا کہا ہے ۔ ایک حد تک بہتر بھی سہی اس لئے کہ بقائے نوع کے لئے ہے لیکن کثرت تو بالکل لعنت ہے غریب تو غریب خوشحالوں کے لئے بھی مصیبت ہے ۔ مَنْ کَثُرَ عِیَالُہٗ کَثُرَ وَبَالُہٗ ۔

حبیب ۔ قدرت کے کرشمے ہیں ۔ اپنی مرضی کو کیا دخل ہے ۔ اس معاملے میں انسان مجبور نہ بھی ہو تو بہت مجبور ہے ۔ بچاؤ سے کیا ہوتا ہے ۔ اس بخشش کا عطیہ اتنا ہے کہ بہت

تھوڑا ہوتا تو بھی کام چل جاتا۔ اُس خالق کے قربان جایئے جس نے زندگی کے اسباب اس کثرت سے بنائے ہیں۔ لیکن اب تو انسان سے زمین ڈھکی جا رہی ہے وہی رحم کرنے والا ہے۔

ناظر۔ بات تو یہ ہے کہ فطرت بڑی مضبوط چیز ہے جو اسی کی مصلحت پر کام کر رہی ہے کبھی ہی تہہ بدیں پیش کی جائیں کبھی ہی مصیبتیں سامنے نظر آ رہی ہوں فطرت پہلو نکال ہی لیتی ہے کبھی خاموشی سے جواز پیدا کر لیتی ہے۔ عورت بھی دو فطرتوں میں سے ایک زبردست فطرت ہے۔ یا یوں کہیے کہ مروجی رجحان کا اغلب مرجع ہے۔ رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں جو اوّل تو خاطر میں ہی نہیں لائی جاتیں۔ اور قدم رکتا بھی ہے تو رکی ہوئی بتی چوہے کو دیکھ کر شمع پھینک کر سیدھے دوڑ پڑتی ہے نہ سکھانے والوں کی پروا کرتی ہے نہ بادشاہ کی۔

حبیب۔ ٹھیک ہے اس سے انکار کیونکر ہو سکتا ہے۔ جراثیم تک کی دنیا بھی اسی میں لگی ہے کھانے کی فکر ہے یا تو الدو تناسل کی۔ یہ بھی تو بات تحقیق ہوئی ہے کہ مادہ نر کو بلاتی ہے پرندوں کے رنگ طبیعت نے اسی رجحان پر دلکش بنا دیئے ہیں۔ پھر جب قدرت نے اتنے انتظام کئے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ اس فطرت کو کسی اصول قاعدے میں چلایا جائے۔

ناظر۔ ہم رات دن اس کوشش کا معائنہ کرتے رہتے ہیں۔ مزدرانہ دن انداز وضع قطع تراش خراش ناک جھانک دوڑ دھوپ میں لگا رہتا ہے۔ نہ شریعت کو دیکھتا ہے نہ قانون کی پروا کرتا ہے۔ سونے جاگنے چلنے پھرنے شغل میں بیکاری میں رنج میں خوشی میں دفتر میں بازار میں اس فکر سے غافل نہیں۔ اسلام نے اپنی فطری تعلیم سے اس بے پناہ قوت کو کچلا نہیں بلکہ اس کو اصول قاعدے میں رکھنے کی سبیلیں بنائی ہیں اور اسی لئے میں کہتا ہوں کہ انسان کو مذہب کی سخت ضرورت ہے۔ کچھ تو روک تھام ہوتی ہے۔

حبیب۔ ہاں ہاں! مسجد میں مندر میں دیر میں خانقاہ میں گھنٹوں میں گورد وارے میں گرجا میں شرق الاذکار میں دیدۂ و دل دونو عذاب بنے رہتے ہیں۔ اسلام کے احکام کے قربان جایئے۔ اس نے واقعی

انسان کو اصول قاعدے میں رہنے کی سبیل سکھائی ہے - دین فطرت ہے -

ناظر - دیکھ لیجئے شہروں کی مال پر جو نظارے نگاہوں کے سامنے گذرتے ہیں - ساڑھیوں کے لپیٹ - بالوں کے تراش چہرے کا سفیدہ - رخساروں کی لپ اسٹک - گفتگو کے انداز - رفتار کے لوچ - جیب کا شیشہ پوڈر کا پھیا - بناوٹ تصنع سب رجحان کا ہی نتیجہ ہیں - غور کیا جائے تو آپ کھل جاتا ہے کہ یہ اتنی محنت و مشقت کاہے کے لئے ہو رہی ہے -

حبیب - جی ہاں ! یہ باتیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے - جنہوں نے یہ آزادیاں ایجاد کی ہیں انہوں نے زندگی کے دوسرے پہلوؤں کو بھی تو سنبھال کر چرخ چہارم پر پہنچایا ہے - ہم نقل پر بھی آئے تو اس نمائش کو ہی لپٹ گئے - تحریر و تقریر اور فنون سے بھی اسی رجحان کی تبلیغ کی - حالانکہ پہلے ہی اتنے پھنسے ہوئے تھے کہ گھٹانے کی کوشش ضروری ہے - مضامین بھی لکھے تو نپولین کی ساری زندگی میں سے جوزافائن کی ہی کہانی دہرائی - عورتیں تو خیر غور و فکر نہیں رکھتیں مجبور ہیں - جن خیالات میں الجھادی جائیں بغیر مزید غور و فکر کے چل پڑتی ہیں - حیرت تو ان بے حس بد عقل مردوں پہ ہے کتنی بد ذوقی دکھاتے ہیں - اصلی حسن کو بناوٹوں میں دبا ہوا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں -

ناظر - ہمارے نزدیک آزادی کے معنی بھی کچھ اور ہیں - یہی کہ نگاہیں الجھانے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو - جس سے چاہیں مل لیں - جوان نوجوان ادھیڑ اور بوڑھیوں کو سفیدہ اور لپ اسٹک رگڑتے دیکھا - یورپ میں شاید یہ باتیں نبھ جاتی ہوں ہمارے اسلامی اخلاق تو ایسی آزادی کو گوارا نہیں کرتے انسان مدرک حیوان ہے - قانون قاعدے سے چارہ نہیں - زندگی کا کوئی اصول ضروری ہے ورنہ نظام درہم برہم ہے - ذرا نظر ڈالئے - ابھی گذر چکی ہے - منہ چھٹ آزادی نے قانون قاعدے کو ٹھکرا کر کیا فتنہ پیدا کیا - عورت کو مرد ہی چلانے والا ہے اس نے خود تو کبھی کوئی اصول نکالا ہی نہیں - تو بہتر یہی ہے کہ مرد اسے اعتدال سکھائے - اسلامی آزادی سے بہرہ اندوز کردے -

حبیب - بات تو یہ ہے کہ مرد بھی کچھ کم نہیں - بڑا بدنیت ہے - کہیں کوئی غلط انداز نگاہ پڑ جائے کوئی جھوٹوں دیکھ لے تو جھٹ بالوں کو سنوار کے چست ہو کر دوڑ پڑتا ہے - عورت صبر کر لیتی ہے - اس کی طبیعت میں اکتفا ہے - مرد تو بھٹکتا ہی رہتا ہے - اور آج کل تو یہ بچاپن حد کو پہنچا ہوا ہے وہ کیا اعتدال پر لائے گا خود ہی اعتدال پیدا کرلے -

ناظر ۔ تاہم انہیں لفنگوں میں ایسے بھی ہوتے رہے جنہوں نے دنیا کو بدل دیا ۔ مردوں میں جان ڈالی تمدنوں کو راہ پر لگا گئے تمدن انسانی کو یہاں تک پہنچا دیا ۔ اصل میں عورت کو چاہیے وہ صابر ہو یا فارغ کشش پیدا کرنے ہی سے کبھی فرصت نہ ملی اور ملی تو چوڑھرائن بن کر بچوں کی جچا چائی پر لگ گئی ۔ کئی عمر ہوٹلوں میں مرے ہسپتال جا کر ۔

حبیب ۔ نہیں ۔ عورتیں بھی بڑی بڑی قابل گذری ہیں اور اب بھی موجود ہیں ۔ خود اسلام کو دیکھ لیجئے کیسی کیسی لائق عورتیں گذری ہیں ۔ بدشعوری تو اس قید و بند کے تشدد نے پیدا کی ہے ورنہ وہ بھی تو مرد کے کاروبار میں دست و بازو ہے ۔ ستم ہے خود تو سب کچھ کریں اور وہ آنکھ بھی نہ اٹھائے ۔

ناظر ۔ ایسا نہیں ہے ۔ بیشک وہ آزادی اور وقت سے فائدہ اٹھا سکتی تھی لیکن اٹھایا نہیں کیا ہی وقت آئے مرد کے لئے تفریح بن کر رہ جاتی ہے ۔ یونان کے بعد رومیوں نے بھی ایک مرتبہ بالکل آزاد کر دیا تھا تو بجائے اسکے کہ ادراک و شعور پیدا کرتی سوسائٹی کو اتنا مسموم کر دیا کہ نیا ہی کے آثار دیکھکر انہیں پھر گھروں بند کرنا پڑا اور جیل بھی کر ایسے مظالم کئے کہ دیکھ کر رونگٹا کھڑا ہوتا ہے ۔

حبیب ۔ کشش پیدا کرنے میں کچھ مرد کی بھی تو کوشش ہوتی ہے ۔ نوجوان اپنے آپکو محروم دیکھ کر آزادی کا ڈھول پیٹنا شروع کرتے ہیں جب تک انہیں طشت از بام نہ کر دیں دم نہیں لیتے ۔ فلسفے بنا لیتے ہیں دلائل پیدا کرتے ہیں اور اعتدال پر نہیں چلنے دیتے ۔ جب تک بناوٹ سجاوٹ اور ناز نخرے نہ ہوں انہیں لذت نہیں آتی ۔ پھر عورت بیچاری بھی کیا کرے ۔ کام سر ہو گیا ہے تو سنبھالنا پڑتا ہے ۔ چھ چھ گھنٹے آئینے کے سامنے ناچ کود کر اپنے آپ کو ان کی لائق بناتی ہیں ۔ ذرا روس کی عورتوں کو دیکھئے ملک تو تعمیر میں کتنا حصہ لیا ہے ۔ جنگ میں بھی دوش بدوش تھیں اور امن بھی محکموں کی زینت ہیں

ناظر ۔ حبیب صاحب ! ہاں وہاں سمجھنے لگی ہوگی ورنہ یہاں گھروں میں انکی فطرت کا مظاہرہ دیکھئے اولاد کو کس طرح پالتی ہیں اور کیا سکھاتی ہیں ۔ دوسروں سے کیا برتاؤ کرتی ہیں کن باتوں سے راضی ہوتی ہیں اور کن سے اکھڑ جاتی ہیں ۔ آپ ذرا خوش اعتقاد سے ہیں ۔ نگاہ تیز کر کے بے جھجک ان کے عادات خصائل پر گہری نظر ڈالئے ۔ رہی روس کی حالت انہوں نے البتہ کچھ راہ پر ڈالا ہے سو دیکھ کر بھی ناچیز سیکھا لیتے ہیں ۔ نظیر اکبر آبادی کا بچہ مخرس تو بہت ہی کرتب دکھاتا تھا ۔ اب دیکھ لینا چاہیے کہ بچے کے ٹھمکے اور گربٹا گاربو کے رقص میں کتنا فرق ہے ۔

Marfat.com

حبیب - ناظر صاحب! یہ آپ کی باتیں ہی تو ہیں جو کھینچ لاتی ہیں - واہ وا کیا مثال دی ہے! واقعی عورت کو اسی وقت دیکھنا چاہیے جب خانہ داری کے جھمیلوں میں پھنس جائے - نظر تو کبھی کبھی میں بھی ڈال لیتا ہوں لیکن نیز نہیں کرتا کہ اکھڑ نہ جاؤں - بغیر اس کے کشتی بھی تو نہیں -

ناظر - تمہیں امید نہیں کہ آپ اکھڑ جائیں گے پھر بھی حقیقت کی جستجو چاہیے نتیجہ چاہے کچھ ہی نکلے - یقین جانئے جو کچھ نظر آتا ہے جہالت نہیں فطرت ہے - اولاد کو زندگی سے الگ بیگانہ کرنی ہے - گھر میں کھنڈت ڈال کر الگ ٹکڑے بکھیر دیتی ہے - شرکت بالکل نہیں دیکھ سکتی - یہ نہیں سوچتی کہ پیسہ کہاں سے آئے گا آجانا چاہیے - جب مٹھی میں دبا لیتی ہے تو پھر ہرگز نہیں پوچھتی کہ کہاں سے لائے ہو ڈاکہ ڈالا ہے یا کرو فریب کیا ہے - رئیس بڑی جلدی این جاتی ہے - آزدیں کرتی ہے حسرتیں کرتی ہے کہ بہو جلدی سے آجائے اور جب آجاتی ہے تو اسے خنجروں پر اٹھا لیتی ہے - ایسے ظلم و ستم کے ساتھ کہ اس کے لئے صرف خودکشی ہی باقی رہ جاتی ہے

حبیب - خیر یہ حالات تو دن رات سامنے گزرتے رہتے ہیں گھر گھر رونا ہے - صرف اسی کی خطا نہیں یہ اصل میں ہماری معاشیت اور رسم و رواج کی بھی لعنت ہے - سات پشتیں اگلی سات پشتیں پچھلی پھر نت نئے اصلے سب گڈ مڈ ایک جگہ اکٹھے جمع رہتے ہیں فتنہ فساد نہ اٹھے تو کیا ہو - دور اندیش انگریز نے کیسے اچھے اصول نکالے ہوئے ہیں - سب سے الگ تھلگ رہتا ہے نہ شرکت ہے نہ الجھن ہے - اولاد بالغ ہو جاتی ہے تو وہ ذمہ دار ٹھہرا کر اس کا بوجھ اس کے کندھوں پر رکھ دیتا ہے -

حبیب - یہاں تک ہے کہ آمد و رفت بھی آپس میں ہوتی ہے تو بیٹا باپ کے سامنے بل رکھ دیتا ہے اور باپ بیٹے سے پیسے وصول کر لیتا ہے - یہاں تو بڑا الگ ڈھونڈو جہیز میں الگ گھر بار کی فرنی کراؤ قصے الگ بھگتو - ساری عمر حقوق کی ادائیگی ہی سے جان نہیں چھوٹتی - کمائے جاؤ دیئے جاؤ تو سب خوش ہیں - ہاتھ روک کر اپنی ضرورتوں کو دیکھو تو سب اپنی اپنی جگہ منہ پھیر کر بیٹھ جاتے ہیں - بھلا سچ مچ ردی اور خلوص کا تو ذکر ہی کیا ہے -

ناظر - تاہم عورت میں صلاحیت و دور اندیشی ہو تو حالات سنبھل سکتے ہیں - اس طرز معاشیت کا بدلنا ہے بہت مشکل - اگر ارادہ ہو تو پہلے عورت کو ہی بدلنا چاہیئے - اس لئے کہ بلا شرکت غیرے رہنا بھی

چاہتی ہے اور پھر الگ رکھا جائے تو ملنے کے لئے بھی سارا زور لگاتی ہے۔ کسی طرح خوش نہیں۔ اصل میں اسے ضرورت کے مطابق تعلیم دی جائے۔ تہذیب و فراز سکھائے جائیں۔ جذبات میں سمجھ کا پیوند لگایا جائے۔ رہی آزادی وہ تو اب رُک نہیں سکتی۔

حبیب۔ نہیں روکنی بھی نہ چاہیئے۔ البتہ اسلامی اخلاق کو لازم کر دیا جائے تو غیرت و خودداری کا احساس ہو سکتا ہے۔ نیک چلنی اور نیک نیتی آ سکتی ہے۔

ناظر۔ ہاں موجودہ زمانے کی ضرورتیں زنانہ اقتدار کے رسمی پردے کو جاری نہیں رکھ سکتیں۔ اور اگر کچھ ضرورۃً آگے بھی قدم اٹھ جائے تو پردہ ضرورت اور حکم ہے اصولِ دین تو نہیں ہے۔

حبیب۔ خیر پردے کا حکم مصلحت پر موقوف ہے۔ اسلام خواہش کو کسی صورت میں بھی جائز نہیں رکھتا لیکن اب بہت سے کام ایسے ہیں جو عورتیں ہی کر سکتی ہیں۔ طبی اور تعلیمی اداروں میں وہ بہت مفید ہیں۔ اسلامی غیرت پیدا کر کے اگر اخلاق مضبوط کر دیئے جائیں فرائض کا احساس دلا دیا جائے قومی حمیت و خصوصیت کو بیدار کر دیا جائے تو بہت فرق پڑ سکتا ہے۔ مذکورہ باتیں بیکاری میں سوجھتی ہیں مصروفیت ہو فکر تعمیر ہو تو اس کے نیچے دب جاتی ہیں۔

ناظر۔ یہ آپ بالکل درست فرما رہے ہیں۔ بیرونی امور میں اب عورت کی شرکت سے مضر نہیں اگر تربیت ٹھیک ہو مصروفیت ہو تو کام بھی ٹھیک چلیں اور اخلاقی تباہی کا بھی اندیشہ گھٹ جائے۔ خواہش کی آزادی تو ہر صورت قوموں کے لئے گھن اور دیمک کا حکم رکھتی ہے اس سے پہلے بچا لینا چاہیئے۔ موجودہ طرزِ تعلیم تو اسلامی حمیت فنا کر دینا ہے عیاشی کی راہیں آسان ہو جاتی ہیں۔ مردوں سے بھی شجاعت دور کر دینا چاہیئے۔ دونوں ہی کی اصلاح کچھ برکت پیدا کر سکتی ہے۔ ایک ہاتھ تالی نہیں بجے گی۔

حبیب۔ ناظر صاحب! ہم تو جیسے ہیں۔ ہیں۔ اس تعلیم نے بھی بڑی تباہی پھیلائی ہے۔ یہ ہے کیا؟ یہ تعلیم گاہیں تو تباہی کے اڈے ہیں۔ اچھا خاصا بچہ دس پانچ روز میں ہی بولتی اور کودن بن جاتا ہے۔ بڑا لڑکا اب آٹھ سال کا ہے خود پڑھاتا رہا ہوں۔

ناظر۔ اتنک آپ خود ہی پڑھا رہے ہیں؟ ایک ہی مرثیہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ہے تو ذہین۔

Marfat.com

آثار اچھے ہیں لائق ہوگا۔

حبیب ۔ جی ہاں ذہین ہے لیکن تھوڑی سی بے حسی اور بے پروائی ہے ۔ میں اس خیال میں تھا کہ دو تین جماعتوں کی خواندگی ہو جائے گی تو نیسری یا چوتھی میں داخل کرا دوں گا ۔ اتنے میں یہ فتنہ اٹھ کھڑا ہوا ۔ یہاں آکر پریشانیاں رہیں اس لئے نیسری میں داخل کر دیا ۔ معلوم ہوا کہ پڑھنے پڑھانے کی رسم نہیں ہے ۔

ناظر ۔ کیوں ؟ ماسٹر تو کچھ نہ کچھ کام کرا ہی دیتے ہیں ۔ کیا بات ہوئی ؟

حبیب ۔ میں نے تو یہ دیکھا کہ جو کچھ پڑھا تھا وہ بھی بھولتا جا رہا ہے ۔ عادات میں بھی وہ بات نہ رہی بدتمیز سا ہو گیا ہے ۔ نہ وہ پڑھنے کا شوق رہا ہے نہ وہ کھیل کا طرز ہے ۔

ناظر ۔ تو فرصت کے وقت خود سنبھال لیا کیجئے ۔ پڑھا دیئے یا کرا دیئے ۔ آپ کی تھوڑی سی توجہ بھی کام کر جائے گی ۔ دوسرے اسکول پر نہ چھوڑیئے گا ۔

حبیب ۔ ہاں اب حالات میں قدرے سکون ہوا ہے تو روزانہ گھنٹے آدھ گھنٹے کے لئے بیٹھنا ہوں ۔ امید ہے ٹھیک ہو جائے گا ۔ لیکن ایسی صورت ہو تو اسکول کا کیا فائدہ ہے آدمی خود ہی پڑھا لیا کرے ۔

ناظر ۔ حبیب صاحب ! بات یہ ہے کہ تعلیم کوئی سی ہو اور کسی طرح سے ہو اپنا اثر کرتی ہے ۔ اصل میں ساری خرابی یہ ہے کہ اسکولوں کو یورپ کی نقل اتار کر آزاد کر دیا گیا ہے ۔ ماسٹر پیسوں کی کمی سے افلاس میں الجھ کر اکثر دو تین کا حساب جوڑتے رہتے ہیں گریڈ کے دن گنتے ہیں یا ٹیوشن کی فکر کرتے ہیں ۔ گرفت نہ دیکھ کر غافل بھی ہو جاتے ہیں ۔ افسروں کو چمچے پلانے اور پیچھے مارنے سے فرصت نہیں چوٹی والوں کو پتہ نہیں کہ نیچے کیا ہو رہا ہے اس لئے آدا بیٹھ گیا ہے ۔

حبیب ۔ ان سیاسی انقلابات نے ہر طرف اثر ڈالا ہے یہ محکمہ بھی محفوظ نہ رہا ہوگا ۔

ناظر ۔ نہیں یہ انقلابات تو اثر انداز ہوئے ہی لیکن یہ محکمہ کچھ تو اس وقت سے اثر ہو گیا جب یورپ کی نقل کر کے مارنے پیٹنے اور تشدد کی سخت گیری سے نجات مل گئی اور کچھ سیاسی تحریکوں نے نقل بیڑا بٹھا دیا ورنہ ۱۹۲۰ء تک پچھلی باتیں چلی آ رہی تھیں ۔ استاد پڑھاتے تھے ۔ طالب علم

Marfat.com

پڑھتے تھے ۔ دونوں طرف اپنے اپنے فرض کا احساس تھا ۔ اصلاحات کیا شروع ہوئیں نفع نقصان کے اسباب سے بے نیاز ہو گئے ۔ انگلینڈ کے اصول کی نقالی کی کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا ۔ طلبہ کو گھوڑا دانتا ڈپٹنا بھی مضر قرار پایا ۔ اتنا نہ سوچا کہ اس لیمانڈہ ملک کی ذہنیت انگلینڈ کی زندہ ذہنیت کی نقالی کر سکے ڈوبے جائے گی ۔

حبیب ۔ یہ قانون تو بہت دنوں سے رائج ہے ۔ میرے نزدیک تو اچھا ہے وہ طریقہ بھی کچھ نہ تھا ۔ کہ صبح سے شام تک کٹائی ہو رہی ہے ۔ مدرسہ قصائی خانہ معلوم ہوتا تھا ۔ طلبہ بیچارے اکثر خیالی تھیں بچے بھگوڑے بن جاتے تھے ۔ رٹائی پر پڑھائی تھی ۔

ناظر ۔ لیکن آپ کو یہ معلوم نہیں کہ اس کا اثر کیا ہوا ۔ اس ملک میں دماغ کیا اور تعلیم کیا ۔ اس سختی ہی سے طالب علم پڑھتے تھے لیاقت پیدا کرتے تھے ۔ جو کچھ سکھایا جاتا تھا اسے شوق سے سیکھتے تھے ۔ جتنی محنت کی جاتی تھی اس کا نتیجہ سامنے آجاتا تھا ۔ اتنے سال بھر کی دماغ پاشی میں ایک حرف بھی نہ بھولتے تھے ۔

حبیب ۔ ہاں واقعی اس زمانے کے پڑھے لکھے قابل تو ہوتے تھے چھٹی ساتویں میں انٹرنس اسکول تھے کہ اسکول چھوڑ کر دفتر جا بیٹھے تو کام خوبصورتی سے سنبھال لیا ۔ انٹرمیڈیٹ کو بھی ایک صحیح نمبر لکھنا بولنا نہیں آتا ۔ سند حاصل کرنے کی ایک رسم سی پڑ گئی ہے ۔

ناظر ۔ میں یہی تو عرض کر رہا ہوں کہ وہ سختی بری تھی تو یہ آزادی بھی بدلیاقتی کا سبب ہے ۔ اس کا فائدہ تھا ۔ اس میں سراسر نقصان ہے ۔ اور وہ سختی بھی ایسی نہ تھی جتنی بدنام کر رکھی ہے ۔ یہ شوقوں اور شریروں ہی کے لئے تھی جو انہیں کام پر لگا لیتی تھی ۔ اور شوقین طالب علم سے استاد شفقت سے پیش آتے تھے ۔ اپنے علم اور محنت کی یادگار سمجھتے تھے وہ بھی انتہائی عزت کرتے تھے ۔ پنڈت جی کی بہلی اور مولوی صاحب کا گھوڑا اتنک مشہور ہے ۔

حبیب ۔ ایک نقصان تو تھا کہ بیباکی اور جرأت ماری جاتی تھی جو دنیا کی کشمکش میں کام آنے والی چیز ہے ۔ فارغ التحصیل ہو کر ایا ہیج سے ہو جاتے تھے منہ تاکنے لگتے تھے ۔ بس مسجد مسجد جوگے ہی رہ جاتے تھے ۔

ناظر ۔ یہ بھی آپ نے خوب کہی ۔ اسمیں انکی سختی نرمی کو کیا دخل ہے ۔ یہ تو ملک و قوم کی گمراہی کا نتیجہ تھا ۔ کوئی زندہ راستہ سامنے نہ تھا ایسے رہنما تھے ۔ پھر بھی ذرا غور کیجئے ۔ مولانا شبلی مولانا حالی مولانا ذکاء اللہ

Marfat.com

دہلوی ڈپٹی نذیر احمد خود سر سید احمد اور ان کے تمام حواری انہیں مدرسوں اور پاٹ شالاؤں کے پڑھے تھے اور تربیت یافتہ لوگ تھے۔ کیا واقعی اس دور کے اسکولوں اور کالجوں نے کوئی ان جیسا پیدا کیا؟

حبیب ۔ وہ بہت قابل اور سمجھدار لوگ تھے ان کی مثال نہ آئی۔ لیکن وہ تعلیم اُس وقت ہی کے لئے ضروری تھی اب علوم بہت آگے نکل چکے ہیں ہمارے مدرسوں میں وہی فرسودگی ہے۔ مجھے تو معلوم نہیں سنا ہے کہ ابھی تک وہی پرانے علوم پڑھائے جا رہے ہیں۔ یہ کیا بات ہے ہم میں بدلنے کی صلاحیت کیوں نہیں رہی؟

ناظر ۔ کیا کہئے آپ یہ سن کر تعجب کریں گے کہ وہی ہزار سال پہلے کی قیاس آرائی اور تخیل بازی رٹی جا رہی ہے۔ بو علی سینا وغیرہ نے افلاطون و ارسطو کے نظریئے توڑ دئے تھے۔ وہ لوگ خیال الفاظ اور لفظوں پر اندھا دھند سر نہیں جھکاتے تھے لیکن کہاں زمانے کی اتنی تبدیلی پر ابھی تک ایک حرف نہیں بدل سکے۔ بیشک علوم و مبنیہ نہیں بدل سکتے لیکن دوسری کہنہ باتوں کی جگہ تو جدید تحقیقیں رکھ سکتے ہیں۔

حبیب ۔ معلوم ہوتا ہے کبھی کوشش نہیں کی گئی ورنہ اس میں کیا دین کا خلل تھا۔

ناظر ۔ نہیں چند زمانہ شناس علما نے تجویز پیش کی تھی لیکن قدامت پرستوں نے چھاتی کوٹ لی کہ درس نظامی بدلنا چاہتے ہیں یہ بہت بڑی تباہی ہے۔ وہ بھی چپکے ہو رہے ورنہ مصر میں تمام علوم جدیدہ کی تصانیف موجود ہیں رائج ہو جاتیں تو جدید علوم سے بھی واقفیت ہوتی۔ اور ساتھ ہی نئی عربی کا بھی چرچا ہو جاتا۔ طلبہ لکھنا بدلنا سیکھتے۔

حبیب ۔ میں نے یہ عجیب بات دیکھی ہے کہ فارسی عربی کے طلبہ تحریر و تقریر سے بالکل عاری ہوتے ہیں۔ دو ایک دوست ہیں جنہوں نے ساری عمر ان زبانوں میں گذاری ہے لیکن نہ بول سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔

ناظر ۔ جی ہاں یہ خامیاں مدت سے چلی آتی ہیں کبھی کسی نے ادھر توجہ نہیں کی۔ سب کچھ موجود ہے مگر کچھ خاک کے نیچے پڑے ہیں لیکن کوئی ان سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ طرز تعلیم ہی نہایت

Marfat.com

بے مصرف ہے۔ پڑھتے ہیں لیکن گونگے کا گڑ ہے نہ مزہ بتا سکتے ہیں نہ خیس سمجھا سکتے ہیں۔ انگریزی میں جو آپ گٹ پٹ شروع کر دیتے ہیں بات یہ ہے کہ اوّل تو اس کا یہاں استعمال لازمی ہے دوسرے پڑھانے کا طریقہ ایسا ہے جو زندہ زبانوں کا ہونا چاہیئے۔ اس لئے معمولی کوشش سے لکھنا بولنا آجاتا ہے۔ عربی کے فاضل بھی دو چار فقرے بے تکلف نہیں بول سکتے۔

حبیب۔ خیر طرزِ تعلیم اسکولوں اور کالجوں میں بھی کیا رہ گیا ہے۔ لیاقت پیدا نہیں ہوتی۔ عربی فارسی والے پھر بھی زبان و بیان سے کچھ لگاؤ تو پیدا کر لیتے ہیں۔ کم سے کم درسیات ہی اچھی ہوتی ہیں۔ نظم و نثر سے کچھ دلچسپی لیتے ہیں۔ یہاں تو کچھ بھی نہیں نہ گھر کے نہ گھاٹ کے۔

ناظر۔ ہاں ان اداروں میں تو سوائے ہاؤ ہو کے کچھ بھی نہیں۔ کبھی کسی اسکول کو غور سے جا کر دیکھئے نہ نظم نہ ضبط۔ لڑکے ہرگز یہ نہیں سمجھتے کہ ہم پڑھنے آتے ہیں۔ کچھ پھاٹک پر کچھ پاخانوں میں کچھ اِدھر اُدھر چھپ کر سگرٹ پیتے ہیں تاش کھیلتے ہیں۔ آدھے وقت کے بعد ایک تنہائی بھاگ جاتے ہیں۔ ان حالات سے بددل ہو کر وہ استاد بھی بیٹھ رہتے ہیں جو کام کرنے والے ہیں یونیورسٹی کے امتحان میں جو کچھ ہوتا ہے اس کی فریادیں اخباروں تک میں چھپتی ہیں وہ آپ کو معلوم ہی ہوا ہوگا۔

حبیب۔ اگر نظم و ضبط نہیں ہے تو بہتری کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ اس ابتری میں مستقبل کی بھلائی کا معلوم۔

ناظر۔ اس ابتری ہی کا نتیجہ ہے کہ محنت کا ہزارواں حصّہ بھی کسی کو نہیں دکھا سکتے۔ کوئی پڑھے بغیر تو آئے گئے کو سنائے معلوم ہو کہ پڑھانے والے نے کام کیا ہے۔ امتحان ہوتے ہیں تو کتابیں لا کر نقل کر دیتے ہیں۔ وہ چھین لی جائیں تو آس پاس سے نقل کر کے پرچے رکھ دیتے ہیں۔ بددیانتی کی اسکولوں ہی میں بنیاد پختہ ہوتی ہے اسی وجہ سے باہر بھی ہر طرف اسی کا مظاہرہ ہے۔ مولانا حالی نے تو مولویوں کے بارے میں فریاد کی تھی انگریزی تعلیم نے اخلاق کی جڑیں نکال دیں۔ وہ کھوئے گئے اور تعلیم پا کر۔"

حبیب۔ میں یہی عرض کر رہا تھا کہ لڑکا جب تک گھر پڑھتا رہا اچھا خاصا تھا۔ اسکول میں پہنچتے ہی بدشوقی اور بدتمیزی کا شکار ہو گیا۔

ناظر۔ بدتمیزی اور بدشعوری حد کو پہنچ چکی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکول صرف ان اوصاف

Marfat.com

کی ٹریننگ کے لیے کھولے گئے ہیں۔ میں عرض کر ہی چکا کہ طلبہ چھ گھنٹے کس طرح کاٹتے ہیں۔ یہ تعلیمی ادارے نہیں بھنگڑ خانے ہیں۔ یہ تو بچے ہیں کالجوں میں بڑوں کی تباہی ہے۔

حبیب۔ جی ہاں وہاں بھی صرف فیشن کی وارفتگی اور سینما کی ایکٹرسوں کا انتخاب ہے نہ حال کا ہوش نہ مستقبل کی فکر۔ کسی کی جیب میں نورجہان کی تصویر ہے کسی کے کمرے میں نگاہ کی تسلی کیلئے مقیم آویزاں ہے۔

ناظر۔ ان اسباب نے تو حالت بگاڑ ہی دی تھی رہا سہا گریجویٹ بازی نے تباہ کر دیا جسے دیکھیے چمٹے پڑا رہا ہے۔ کسی کو ملک و قوم کی فکر نہ رہی فرائض کو بھول گئے۔ انگریز کو کیا غم تھا اسے تو صرف کلرکوں کی ضرورت تھی سو ہمارا ملک کلرک بن گیا۔

حبیب۔ تو یوں کہیے کہ لاکھوں روپے بیکار جا رہے ہیں۔ اس سے تو واقعی وہ مکتب سسٹم ہی اچھا تھا کم خرچ بالانشیں گدڑی پیٹ کر آدمی تو بن جاتے تھے۔ کچھ سیکھ تو لیتے تھے۔ ہم اب پیسے خرچ کر کے تباہی خرید رہے ہیں حاصل فوت ہو چکا ہے۔ ٹچا پن نقالی بن بدلیاقتی بدشعوری ناسمجھی لے کر ان تعلیم گاہوں سے زندگی کے میدان میں آتے ہیں آہ:۔ ہائی تو بڑھ گئے دولت کی ترقی نہ ہوئی۔

ناظر۔ خرچ کی نہ پوچھیے حال یہ ہے کہ متوسطوں کے لئے بھی اولاد کو تعلیم دینا مشکل ہے غریب غربا کا تو ذکر کیا۔ ہر بات میں ظاہر داری نمود نمائش ہے جس کام میں پیسے خرچ ہوتے تھے اب رحمتیں اٹھتی ہیں اور حاصل کچھ بھی نہیں۔ ایم اے پاس کر کے نکلتے ہیں تو سوائے تھوڑی بہت زبان یا حساب کے کچھ بھی نہیں آتا۔ علم کی چاشنی سے بے بہرہ گیا ہے روزمرہ کے نشیب و فراز کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ بات کرنا تو جاہلوں سے زیادہ کو دن۔ غلط فہمی کا مجسمہ لیکن ایم اے ہیں بی اے ہیں ان کے سامنے علم اور سمجھ کا دعویٰ نادانی ہے۔

حبیب۔ جی ہاں میرے ایک واقف ہیں ایم اے ہیں۔ دو اک مرتبہ ان سے علمی ذکر چھیڑا تو معلوم ہوا کہ کوئی انگریزی ادبی نظم تو کیا اردو کا کوئی شعر القافیہ لے آتے ہیں تو وزن بھی ٹھیک ادا نہیں کرتے۔ انسانی خیالات سے کوسوں دور ہیں۔ خیر سے کسی کے مرید بھی ہیں۔ البتہ اخبار پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ کوئی نہ کوئی ایسی کتاب ضرور ہاتھ میں رہتی ہے۔

ناظر۔ بس اسی سے اندازہ لگا لیجیے۔ آپ کو ایسی مثالیں بہت ملیں گی۔ عوام اخباروں پر گرتے ہیں تو بیچارے معذور ہیں۔ جن میں علمی ذوق ہونا چاہیے تھا وہ بھی اسی چکر میں ہیں۔ اگر یہی بے

Marfat.com

بہر گی ہے تو عنقریب سائنس علم طبقات الارض ڈاکٹری فلسفہ علم ہیئت وغیرہ علوم بھی انسانوں میں شائع ہوا کریں گے تاکہ ہمارے نوجوان دلچسپی سے پڑھنے لگیں۔

حبیب۔ سنما ؤں میں جو یہ اژدھام ہیں اسی انہماک کا نتیجہ ہیں۔ چوٹی والے عوام تو خیر ان کا سوائے بے جان کے اور کیا مقصود ہو سکتا ہے تعلیم یافتہ طبقے میں سے بھی اکثر یت محبت کی گہرائی کہانی کا خاکہ اور اداکاری دیکھنے نہیں آتی وہ بھی چہرے سے قد سڈول بازو کمر کی لچک ابرو کی خمیدگی آنکھوں کا نشا و چہرے کا تراش یا جھ کی موزونی گردن کی لمبائی انداز کی دلکشی حرکات کی چستی ہی پر نظر ڈالنے آتی ہے تاکہ اصلی مقصود میں کچھ گرمی آجائے اور مصنوعی آہیں ذرا گہری ہو کر لذت دینے لگیں۔ اگر عوام لوٹتے ہوئے گلی کا چکر کاٹ کر ایک آدھ شعر پڑھ دیتے ہیں تو یہ بھی کسی کی یاد میں گنگناتے ہوئے نکلتے ہیں۔

ناظر۔ آپ نے تو بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے! میں تو یہی کہوں گا کہ تعلیم یافتہ طبقے میں اگر علمی ذوق ہو تو یہ سنما بازی بھی مفید ہو سکتی ہے۔ کوئی سنجیدہ فلم آجائے تو یہ لوگ ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ اور وہ پھیکی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اصل میں ذوق کہاں سے آجائے اسکولوں اور کالجوں کی فضا نے جو ہر فنا کر دیا۔ ایسے ماحول میں سمجھ اور ادراک کا پیدا ہونا محال ہے۔ تعلیم کے طریقے ذہنیت نکالے گئے کسی نے یہ نہ سوچا کہ جب پڑھنے ہی والوں کو نقطہ نہ دیا تو یہ نت نئے طرز کس کام کے ہیں۔

حبیب۔ ہاں ایک بات خوب یاد آئی۔ یہ نئے نئے طریقے ہمارے لیے ہی میدان میں آئے ہیں لیکن مصداق اسی کا ہے کہ۔ ایجاد بندہ اگرچہ گندہ۔ تین چار روز ہوئے بچے کو لے کر بیٹھا تو اس نے پانی کے لیے ہجے نئے ڈھب سے کئے۔ وہ حرکت کو ساکن سے پہلے بولتا ہے۔ میری سمجھ میں نہ آیا اس میں کیا خاص بات ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ پرانے طرز کے ہجے رواں تھے اور اس طرز کے پڑھنے والے اس جدت سے زیادہ لائق ہوتے تھے۔

ناظر۔ جی ہاں جب سے اس قسم کی فلایا زبان نکلی ہیں تعلیم کا دیوالہ نکل گیا۔ یہ میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ تعلیم کسی طرز سے بھی دی جائے اگر طالب علم کی توجہ ہے تو اسی میں کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ذہین اور کند سب چل پڑتے ہیں۔ شک نہ کیجئے کہ بے دماغ اور بد شوق کے لیے حضرت جبریل کی پھونکیں بھی بیکار ہیں۔ اس قسم کی نکتہ آفرینیاں کر کے گریڈ تو لیے لیکن کوئی خاص اصول

نہ نکالا - کوئی ایسی صورت نکالتے اور تعلیم کا وہ ڈھب سکھلاتے کہ بے سروسامان جوہر داروں کو جوہر دکھانے کا موقع ملتا - دماغی نشوونما میں ترقی ہوتی -

حبیب - ایسا ڈھب بھی یورپ نے بہت پہلے اپنے ممالک میں رائج کر دیا تھا یعنی اشیاء سے تعلیم دی جاتی تھی - غالباً پیسٹلوزی پہلا مربی اس طرز کو انگلینڈ میں جاری کیا تھا - اب بھی دہرہ دون میں بچوں کا اسکول کھلا ہوا ہے - ذرا ذرا سے بچے اپنے رجحان کے مطابق کام کرتے ہیں - کوئی ریل چلاتا ہے کوئی تصویریں بناتا ہے کوئی لوہا کوٹتا ہے کوئی کلرکی کا کام کرتا ہے - اس سے ان کا طبعی رجحان معلوم ہو جاتا ہے اور اسی بنا پر آگے چلایا جاتا ہے - اس طرح وہ کمال پیدا کرتے ہیں -

ناظر - بیشک یہ بہترین طریقہ ہے - ہمارے یہاں تو رجحان کو ذبح کیا جاتا ہے - طبیعت کسی طرف چلتی ہے اور ڈالا کسی طرف جاتا ہے - بڑا افسوس یہ ہے کہ والدین بھی بچوں کی تابعداری میں ان کے نفع نقصان کو بھولے ہوئے ہیں - استادوں کی ہمدردانہ مفید سختی کو مضر سمجھتے ہیں کوئی ان اداروں میں چلائے بھی تو کیا چلائے - پھر خدا کے فضل سے ہماری پیداوار بھی تو طبعی مناسبت سے کہیں آتی - اصل یہ ہے کہ پڑھانا نہ چاہیے اسے حضرت جبریل بھی نہیں پڑھا سکتے - اس بات کو یہ سادہ لوح خلقت سمجھ نہیں سکتی - ساری ذمے داری پڑھانے ہی والوں پر ڈالتی ہے -

حبیب - ان حالات نے ہی تو کام بگاڑے ہیں کو دن بنا دیا ہے - مجھے یاد ہے کہ میرے "ابا مجھے مکتب میں بٹھا آئے تھے اور منشی جی سے کہدیا تھا کہ ویسے نہ پڑھے تو سختی سے پڑھائیے گا - ہمیں پڑھا ہوا لڑکا درکار ہے سپید پڑھا بھلا یا مرا بھلا - یہی وجہ تھی کہ میری بہت سی بری عادتیں ان کی توجہ نے ٹھیک کر دی تھیں - جاہل بزرگوں کا یہ حال تھا لیکن ان تعلیم یافتوں کا یہ حال ہے کہ تو نہیں کہنے دیتے -

ناظر - خود مجھ پر بھی یہی حالات گذرے ہیں - یہ نہیں دیکھتے کہ بڑوں کے لئے تو اتنے قانون قاعدے ہیں اور ناسمجھ بچوں کے واسطے کوئی روک تھام نہیں وہ جو اپنے نفع نقصان سے محض بیگانہ ہیں - یہ کیسے بزرگ ہیں! بات یہ ہے کہ وہ خود جس طرح نقل بنے سے نقلیں کر کر کے سند لے گئے جانتے ہیں کہ یہ بھی سند لاکر کہیں کلرک ہو جائیں گے - ان سے کبھی لیاقت کا سوال نہ ہوا تو

Marfat.com

ان سے کیوں ہوگا۔ کبھی آکر خبر نہیں پوچھتے۔ ہاں جب صاحبزادوں کی بدشوقی و بیہودگی پر سختی کیجاتی ہے تو گھوڑے کی طرح دوڑے چلے آتے ہیں۔

حبیب ۔ میں سزا کے حق میں نہ رہا تھا لیکن اگر ہماری تعلیم گاہوں کی یہی حالت ہے تو ہلکی سزا ضرور ہونی چاہیئے۔ اندازہ یہ ہوتا ہے کہ سرد صوبوں میں ضبط و نظم کی بالکل اہلیت نہیں رہی ورنہ یہ عالم ہرگز نہ ہوتا۔

ناظر ۔ بس یہ نہ پوچھیے اس میں تو شاذ و نادر ہی کوئی ہوش و حواس والا ہوتو ہو۔ ان کو معلوم ہی نہیں کہ یہ اہم اور ضروری ادارے کس طرح چلانے چاہئیں۔ تاہم اگر گھروں سے تربیت نہ مٹ جاتی تو اتنی ابتر حالت نہ ہوتی۔ البتہ عورتیں حسرتوں تمناؤں میں منہ چھپا پال کر اسکولوں کے حوالے کر دیتی ہیں ان کی بلا جانے کیا نتیجہ نکلے گا۔ انہیں تو یہ ابتر بھی افلاطون اور ارسطو ہی چھنتے ہیں۔

حبیب ۔ ناظر صاحب! ماسٹروں کی بھی اکثریت اب ٹھوس قابلیت سے عاری ہے۔ کچھ عجیب طرح کے ہونے لگے۔ ذوق اور طبیعت سے خالی۔

ناظر ۔ اس کی ذمہ داری بھی تو محکمے کے مسببروں پر ہے جن کو اس اہم ترین محکمے کے لائق نہ دیکھیں نہ رکھیں۔ وہ ہمارے وقتوں کے نارمل ٹریننگ میں بھی نہ جانے تھے اور وہ مکتب کے منشی جی تو بہت ہی پرانے تھے لیکن اچھی خاصی لیاقت تھی۔ اب قوموں کا بناؤ بگاڑ اگر تعلیم ہی پر ہے تو اس محکمے کو انتہائی محنت اور خلوص سے سنبھالنا چاہیئے۔

حبیب ۔ مجھے والد مرحوم نے گاؤں سے بلا کر انگریزی اسکول میں داخل کر دیا تھا اتنک یاد ہے کہ کیا نظم و ضبط تھا کیسی تعلیم تھی۔ دو تین سال میں ہی بہت کچھ سیکھ لیا۔ علیگڈھ کی فضا بھی کیا فضا تھی وہ سب یاد آتے ہیں۔ وہ کلچر اب نصیب نہیں ہو سکتا۔

ناظر ۔ انگریزی اسکولوں کا کیا ذکر کرتے ہیں آپ ان سے ہمیں کیا نسبت ہے۔ نقل کے لئے بھی ہوش و حواس چاہئیں۔ افسوس ہم نے ذہنیت کو نہ سنبھالا۔ اس باؤ میں کتنی زندگیاں تباہ ہو گئیں۔ اسکولوں اور کالجوں کی سیدھی فضا میں یہ سیکھنے رہے کہ نکل کر دنیا کے مالک بن جائینگے۔ باہر نکل کر ٹھوکریں کھائیں تو یہ جوہر ہوتے ہوتے پیدا ہوا کیا۔ ہم نے کتنے پشیمان ہوتے دیکھے ہیں۔

کوئی گھر والوں کو مجرم ٹھہراتا ہے۔ کوئی گریڈ پرست بے حس افسروں کو ملامت کرتا ہے۔ اس جنگ کا خدا بھلا کرے سب کار پہ لگ گئے ورنہ بڑے انگڑائیاں لیتے تھے۔ آہ کھینچکر کہتے تھے کہ کوئی کام سکھ لیتے تو پیٹ تو بھرتا۔

حبیب۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ گریجوایٹوں نے اس زمانے میں تنگ آکر بوٹ پالش کی۔ بمبئی کی تاریک کوٹھڑیوں میں قرض کے سگرٹ پی پی کر اللہ میاں کو برا بھلا کہتے رہتے تھے اور انگڑائیوں کے ساتھ آہیں کھینچتے جاتے تھے۔ کتنے ایم اے زندگی سے تنگ آکر خودکشی پہ تل بیٹھے۔ جبکہ کئی نے جان دے کر افلاس سے جان چھڑائی۔

ناظر۔ ہیں یہ کیا؟ جل پڑے؟

حبیب۔ جی ہاں اب چلتے ساڑھے چار گھنٹے تو ہو گئے۔ خیال کیجئے کس وقت آیا تھا۔

ناظر۔ تشریف بھی رکھئے ابھی طبیعت سیر نہیں ہوئی۔ ہم مزاج کہاں ملتے ہیں۔ ماحول خلاف طبیعت انسانوں سے بھرا ہوا ہے ایک آپ کا دم ہے سو یہ تعجیل ہے۔

حبیب۔ نوازش ہے آپ کی۔ اب چلوں ضرورت بھی تو ہم پہنچاتی ہیں۔

ناظر۔ ذرا اور بیٹھئے آپ کا یہ کبھی کبھی کا آجانا بھی رحمت ہے۔ مانا کہ پوری ہم خیالی نہیں ہے لیکن ہم مزاج ہوتے ہیں تو شک نہیں۔ میرے لئے خلاف مزاج انسان کا ساتھ وبال روح ہے۔ آپ کو کس طرح غنیمت نہ سمجھوں۔

حبیب۔ یہ آپ کا حسن ظن ہے۔ مروت مروت کو کھینچتی ہے۔ آپ کے اخلاق اور خیالات کشاں کشاں لے آتے ہیں۔ باقی رہے خیالات سو اکثر باتوں میں آپ کا ہمنوا ہوں رسومات اور اضافوں کا احساس ہے جو مذہب کے ارکان و اصول بن کر ہماری زندگی پہ حاوی ہو گئے ہیں اتنا ہے کہ گدڑ کا وش نہیں۔ عوام سے کون الجھے کون ملامتیں سمیٹے۔

ناظر۔ نہیں میں مانتا ہوں آپ کے پاس بصیرت ہے۔ خیالات کا اختلاف بھی گھٹ جائے گا۔ آپ جہاں تک نیچے ہیں خود نیچے ہیں۔ فرسودہ ماحول میں اتنا احساس بھی آپ کی ذکاوت پر دلالی ہے۔ مزید جستجو ہو گی تو اور منزلیں بھی طے ہو جائیں گی۔ آپ نے سلسلہ کے ذوق سے فائدہ اٹھایا ہے

Marfat.com

حبیب ۔ نہیں ناظر صاحب! میرا خیال ہے کہ اتنی جستجو کافی ہے ۔ زیادہ تلاش میں سرا ہاتھ سے جاتا رہتا ہے ۔ رہی آپ کی وسعتِ نظر میں تو کچھ ایسا محسوس کرتا ہوں کہ اس کی بھی حد ہونی چاہیئے ۔ آپ بہت دور پہنچ جاتے ہیں ۔ اس سے سننے والے کی فکر ڈانواڈول ہو جاتی ہے کوئی نقطہ سامنے نہیں رہتا جس سے عام یکجہتی کی دیواریں کھڑی رہیں ۔

ناظر ۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے یکجہتی کو بہت محدود کر لیا ہے ۔ اسلامی اشتراک بہت وسیع چیز ہے ۔ خیر میرا مطلب یہ ہے کہ اس بے حس زر پرست ماحول میں آپ کی طاقت بھی تسلی ہے ۔ ورنہ پریشان خیالی اور غموں کے سلسلے کا تصور نہ ٹوٹے لیجیئے ذرا اور سنبھل کر بیٹھ جایئے جوتا اتاریئے ٹوپی رکھ دیجیئے ۔

حبیب ۔ جی چاہتا رہتا ہے کہ آپ کے خلوص سے اکثر حاضر ہو کر فائدہ اٹھاؤں لیکن کچھ تو یہ آلام و افکار اور کچھ عیالداری کی الجھنیں حاضری سے قاصر رکھتی ہیں ۔ اصل میں اس کشمکش کا سبب ہم مزاجی ہی نہیں ہم وطنی بھی اثر انداز ہے ۔ ایک بستی نہ سہی ضلع تو ضلع سے ملا ہوا ہے ۔ قومی یگانگت بھی میلان طبع کا سبب ہے ۔ غرض کئی گونہ نسبتیں ہیں ۔

ناظر ۔ مدت کے بعد اکٹھے دیئے ہیں لیکن کس حال میں ۔ آلام و افکار بھی کیسے نہ ستائیں ۔ جو تھوڑے بہت اسباب زندگی مہیا تھے وہ بھی چھن گئے ۔ وہ لوگ نہ رہے وہ سوسائٹی نہ رہی ۔ بے سروسامانی نے دونوں ہاتھوں سے سنبھال لیا ۔ نہ سکون نہ اطمینان اتنے دن ہی پورے کر لیے ہیں ۔

حبیب ۔ آپ تو بالکل ہی قلندر ہو گئے نہ کرسی ہے نہ میز نہ کوئی اور سامان ہے ۔ خیر اکیلی جان کا گذارہ ہر طرح ہو سکتا ہے میرے لئے بڑی دقت ہو گئی ہے ۔

ناظر ۔ آپ کو معلوم ہے اپنے ہاتھ سے فرنیچر نہ لیتا ہوں ۔ وہ سب کچھ وہیں رہ گیا یہاں آؤنا نہ ہتھیار اور اب جی بھی نہیں چاہتا ۔ اسی طرح گذر جائے گی ۔

حبیب ۔ خیر لوگوں نے تو نہ معلوم کیا کیا سمیٹ لیا ۔ جن کے وسائل تھے یا چلتی طبیعت تھی مکان بھی لئے سامان بھی کھینچا نہیں بھی قبضائیں ۔ جو خوددار تھے محروم رہ گئے کسی نے پوچھا بھی نہیں کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو ۔

Marfat.com

ناظر - حبیب صاحب! یہ دنیا ہے یہاں وہی کامیاب ہوتا ہے جو نیچ اونچ نہ دیکھ کر اندھا دھند دوڑ سے وسائل بنائے فریاد کرے فضیلتوں کو کون پوچھتا ہے اللہ نیا یا لوسائل لا بالفضائل۔ چالاکی اور مکر و فریب ہی پر دان چڑھتے ہیں۔

حبیب - ہے تو یہی بات - اور پہلے نہ تھی تو اتنو آنکھوں سے دیکھ لی -

ناظر - ذرا اور غور سے دیکھئے جو ضمیر خودداری اور ہلکے پن کو خاطر میں نہ لائے دگنا نگنا سنبھال بیٹھے ضمیر والوں کو خود ہی کسی نے ترس کھا کر دیدیا ہو تو خیر ورنہ انکے پاس وحسرت میں لیٹے پڑے ہیں - کوشش اور فریاد نہایت ضروری ہیں - مَن جَدّ وَجَدَ - جس نے کوشش کی پالیا۔

حبیب - ہم تو خیر ملازمت کے سلسلے میں تھے وہی مقررہ یہاں بھی مل جاتا ہے - لیکن بہت سے دھکے کھا کر گراوٹ پہ آگئے - رکیک افعال سے مفر نہ رہا -

ناظر - ایسا ہی ہوتا ہے - جیسے نہ ہو تو ساری وضع داریاں رکھی رہجاتی ہیں - حالتیں بدل گئیں - ذہنیتیں الٹ گئیں نیتیں بگڑ گئیں "مالَ المالُ فتغیّرتِ الاحوال"

حبیب - پھر اس پر طعنے اور ملامتیں بھی تو ہیں کہ بھاگ آئے -

ناظر - یہ بھی ایک مصیبت ہے کسی کو سمجھا بھی نہیں سکتے کہ حالات کیا ہو گئے تھے - جن پر گذری ہے وہی جانتے ہیں - نہ بھاگتے تو کیا کرتے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن - بھاگنے کا بھی موقع آجاتا ہے - ان لوگوں پر گذری نہیں - الفرارُ فی وقتہ ظفرٌ - ایک وقت بھاگنا بھی فتحمندی ہے

حبیب - بعض ہیں جو ایسی گفتگوؤں پر سنجیدہ ہو کر چپکے سے کہتے ہیں کہ یہ تو یاس انگیزی ہے - ہماری داستانوں کا ان پر بس اتنا ہی اثر ہوتا ہے - اور جتنا سمجھے تو ان اذکار سے بھی نفرت ہے - کوئی ذکر چھیڑ دیتا ہے تو بات زبان پر آجاتی ہے - پناہ گزیں بننا ذلت کے مترادف ہے بجائے افسانہ گوئی کے ہاتھ پاؤں مارنے چاہئیں -

ناظر - لیکن آپ نے یہ بھی خیال کیا کہ سب پناہ گزیں یکساں نہیں ہیں - صنعت و حرفت والے یہاں بھی اپنے لئے رزق کی سبیل نکال سکتے ہیں دقت یہ ہو گئی کہ کارخانے نہیں - کارخانے کھل جائینگے

عنقریب ان کا کام چل پڑے گا۔ مصیبت تو کسانوں کی ہے یا زمینداروں کی جو بونے جوتنے کے سوا کچھ نہیں جانتے۔

حبیب۔ گورنمنٹ نے اس بے سروسامانی پر بھی پناہ گزینوں کی مشکلات پر قابو پا لیا ہے۔ باقی بھی اسی طرح چپکے رہیں گے۔ مصیبت تو متوسط طبقے میں اُن کی ہے جو ذرائع نہیں رکھتے۔ پھر بھی ایسی حالت نہیں ہے جو ہندوستان کے اتنے وسیع ذرائع میں پیش آ رہی ہے تعجب ہی ہوتا ہے

ناظر۔ بات کہنے میں آجاتی ہے۔ مسلمان نے وقت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ انگریز کے دیئے ہوئے امن کو غفلت میں کھویا۔ تعلیم سے بے بہرہ رہا۔ رسمیات کی چوکھٹے پر اوندھے منہ گر پڑا۔ مذہب میں پان پھول لگائے۔ ان مشاغل میں زندگی کی ضرورتوں سے دور رہ گیا ورنہ وہ زندہ تھا۔ ہندو کو کہاں بڑھنے دیتا۔ اس حالت کو دانائے عجم حکیم شیراز شیخ سعدی نے کئی جگہ بیان کیا ہے۔

ہر کس از دستِ غیر نالہ کند
سعدی از دستِ خویشتن فریاد

حبیب۔ ہاں ہندوؤں نے فائدہ اٹھایا لیکن مسلمان کا ہاتھ کون روک رہا تھا اگر میدان میں کود پڑتا۔ جن قوموں نے ان میں سے ہاتھ پاؤں مارے خوشحال ہیں صاحب ہنر ہیں بمبئی میں جا کر اس بات کا اندازہ ہو سکتا تھا۔ اب بھی وہ لوگ اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ ان زمیندار سے والے علاقوں میں چار بیگھے کے سہارے نے بہت تباہ کیا ہے

ناظر۔ آہا ایسا نہ کہئے۔ کوئی کالج سے تازہ دم نکلا ہوا نوجوان سن لے گا تو وہ جو اس نے ایک لفظ کہیں اتفاقیہ کسی کتاب میں دیکھ لیا ہے یا کسی سے سن لیا ہے دہرا دے گا۔

حبیب۔ وہ کیا؟

ناظر۔ وہ یہ کہ جب کوئی اندازہ لگا کر کہتا ہے کہ فلاں قوم ہم سے بہتر حالت میں ہے تو فرائڈ کے چیلے بن کر سر نہوڑا کر چپکے سے فلسفانہ انداز میں کہہ دیتے ہیں کہ "یہ تو احساس کمتری ہے"۔

حبیب۔ نہیں نہیں۔ یہ کیا بات ہے۔ اگر طبیعت ابھارنے کے لئے مقابلہ کر کے دکھایا جائے تو اس میں کیا حرج ہے۔ ہاں آج کل نفسیات کا لفظ ہر زبان پر چکر کاٹ رہا ہے حالانکہ خود کبھی

نہیں دیکھا کہ اس نے کیا لکھا ہے۔ فرائڈ بننے کی جگہ دست و بازو سے کام لینا چاہیئے۔ ہمیں اسلاف پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ ان کے کارنامے اب بھی مشعل راہ بن سکتے ہیں۔ ہمارا ماضی بہت شاندار تھا نئے پرانے طریق کار کو ملا کر ہم اپنے مستقبل کو بہت شاندار بنا سکتے ہیں۔

ناظر۔ دیکھئے ماضی کا ذکر نہ کیجئے کوئی حال پرست چیخ پڑے گا کہ ان کی ہر تان ماضی پر ٹوٹتی ہے۔ مستقبل کی فکر نہیں کرتے پچھلے دکھڑے روتے رہتے ہیں۔ یہ نہیں بتاتے کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔

حبیب۔ واہ وا یہ بھی خوب کہی۔ مستقبل ماضی کا آئینہ ہے۔ یہ ہونا چاہیئے کہ شعائیں پہلے سے تیز پڑیں بھلانے کی کیا بات ہے ہم ایسے کیا ذلیل رہے ہیں۔ ماضی کو دیکھ کر تو دل ابھرتا ہے۔ زندگی کی ہوس پیدا ہوتی ہے۔

ناظر۔ یہ ٹھیک ہے لیکن مسلمانوں نے تو ماضی و حال دونو بھلا رکھے ہیں مستقبل پر کیا نظر ڈالیں غنیمت ہے کہ مرکز ہوش مل گیا ہے۔ آپ کے بقول یہ صہبائی لعنت معمولی رکاوٹ نہیں اور خرخشے کیا کم تھے کہ ایک پھٹکار یہ بھی نکل آئی۔ سمجھنے کی فکر ہونی چاہیئے۔

حبیب۔ کیا کہئے کہ کیونکر ہونی چاہیئے۔ اپنی اپنی جگہ تھے تو تکلف کا احساس تھا۔ آپس کی ہمدردی تھی اکٹھے ہوئے تو نفرتوں میں ابال آگیا۔ واقعی آپ کا فرمانا کچھ ٹھیک ہی ہے کہ وطنیت اور ہم زبانی اچھا رشتہ ہیں۔ دینی اخوت اس وقت دب کر رہ گئی۔ گو ابھی تک یہ طے نہیں ہے کہ کل کیا ہوگا اور کس پر آئے گی۔

ناظر۔ یہ بات ہمیشہ رہی ہے۔ پہلے بھی ہر ملک دوسرے سے کھنچتا تھا۔ عرب ہندی بطحال کہتے تھے۔ ایرانی سو سو کمزوریاں نکالتے تھے۔ ہم الگ سے مل بیٹھے تھے اور دوسروں سے طبیعت میل نہ کھاتی تھی۔ وطنیت جاندار چیز ہے گو اسے اسلامی اخوت میں دب جانا چاہیئے۔ ابھی دیکھ لیجئے کہ دینی اخوت کے لئے تبلیغ کرنی پڑتی ہے اور یہ بلا تبلیغ ہی دل بگھلتے ہیں۔

حبیب۔ میرا خیال یہ ہے کہ عالمگیر برادری میں انسانی بہتری ہے۔ اسی کے لئے یورپ مدتوں سے

کوشش کر رہا ہے۔ روس نے خاص طور سے انسانی برادری پر زور دے رکھا ہے لیکن ظاہر یہ ہوا کہ اس کے لئے بڑے ایثار کی ضرورت ہے۔ ملکی تفریق بالکل چھوڑنی پڑتی ہے۔

ناظر۔ حبیب صاحب! یورپ جو کچھ چاہتا ہے وہ اور چیز ہے اور ہمارا دین اسلام ازم کچھ اور ہے۔ یہ اس کے مقابلے میں چھوٹی برادری ہے اور اس میں شک نہیں کہ پڑوس سے بنی ہوئی ہے تو وہ اخوت ہمارے لئے زندگی ہے ورنہ گھر کی فکر ہے۔

حبیب۔ آہ! اس صوبائی لعنت نے اخوت بھی بھسم کر دی۔ جدھر جایئے دُور دُور بھٹ بھٹ نظر آتی ہے۔ تعلقات پیدا بھی ہو جائیں تو دل میں نفرت ہی دبی رہتی ہے۔ ذرا سی بات پر فوراً کہہ دیتے ہیں یہ ہندوستانی ہے بنگالی ہے مدراسی ہے پنجابی ہے دکنی ہے۔

ناظر۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ سب علم و عقل کی کمی ہے۔ غلط فہمی ناسمجھی سے منہا ہوتی ہے۔ فخر و مباہات انسان کا خاصہ ہے لیکن وقت اور حالت پر بھی نظر منبجنی چاہیئے۔ فضیلتوں کی غلط فہمی تو بہت ہی اندھا کر دیتی ہے انسان اپنی کھلی عیاں کمزوریوں کو ہنر سمجھنے لگتا ہے۔

حبیب۔ کیا کہیئے اس عقل نے بھی بہت ٹھیکرے جما رکھے ہیں۔ یہی ہے جس سے ہر طرف اختلاف کے چشمے ابل رہے ہیں۔ کس کی سنئے کس کی مانئے۔ یہی دیکھا کہ جن کے پاس یہ جنس نہیں ہے وہی کچھ سکون میں ہیں۔ سمجھنے والے ہی کی موت ہے۔

ناظر۔ ہاں خود غور و فکر کرنے والے بھی تنگ آ کر اسے دھتکار دیتے ہیں۔ گمراہیوں کا شبہ نہ ہے سمجھتے ہیں کہ ایک مرکز پر نہیں ٹکنے دیتی۔ آبائی میراث کو اکھاڑ کر پھینک دیتی ہے۔ زندگی کی کشمکش سے بیزار کرتی ہے۔

حبیب۔ کچھ ہے تو ایسا ہی۔ سوچنے والے دین دنیا سے اکھڑ جاتے ہیں خانقاہ کے گوشے میں جا بیٹھتے ہیں یا دیو جانس کلبی کی طرح ساری عمر مشکے میں گذار دیتے۔ یا جب سرا نہیں ملتا تو کھینچ بیٹھتے ہیں کہ دنیا خطائے نظری ہے۔

ناظر۔ یعنی جو کچھ دیکھ رہے ہیں حقیقت اس کے خلاف ہے یہ مطلب ہے؟

Marfat.com

حبیب - جی ہاں عقل کی بے چینی یہاں تک پہنچا دیتی ہے -

ناظر - تو آپ کا یہ خیال ہے کہ عقل بیکار چیز ہے یا اتنی ہی ہونی چاہیئے جس سے معتقدات و خیالات سنبھلے رہیں - زائد کی ضرورت نہیں ؟

حبیب - دیکھ لیجئے نشیب و فراز سوچنے والے آزاد خیالی پر پہنچکر کس مطلب کے رہجاتے ہیں - باریکیاں نکالتے رہتے ہیں کوئی مقصد و مدعا سامنے نہیں رہتا - وہ دھن وہ پختگی اور خیالات کا وہ عشق نہیں رہتا جو میدان جنگ میں تلوار کی باڑھ اور خنجر کی نوک پر جھونک دیتا ہے - جوش کے ساتھ اعتقاد کی پختگی کو عملی جامہ پہنا کر قومی شیرازے کو مستحکم کرتا ہے - خیال کی ہم آہنگی سے تشتت و اختلاف سے بچاتا ہے -

ناظر - یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ذرا سوچیئے - پہلی بات تو یہ کہ جو سوچتے سوچتے کسی زندہ مقصد پر نہیں پہنچتے وہ عقل کے خام ہیں ایسے مجہولوں کا ذکر کیا - دوسری بات یہ کہ عشق دین و مذہب میں ہی نہیں ہے جس خیال پر بھی انسان پہنچ جائے عاشق صادق ہو جاتا ہے بلکہ دیوانہ بن جاتا ہے جان مال عزت آبرو ہر چیز کی مٹی لگا دیتا ہے - اشتراکیوں کی حالت دیکھ لیجئے - مذہب زدوں سے کہیں زیادہ دیوانے ہیں -

حبیب - نہیں میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ آزاد خیال ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور پابندوں پر پھبتیاں کسنے لگتے ہیں میں نے تو ان کے پاس کوئی مقصد دیکھا نہیں -

ناظر - میں عرض تو کر چکا کہ ایسے لوگ علم و عقل سے محروم ہیں ورنہ سوچنے والے جس خیال پر بھی پہنچے اس کی دھن لگ گئی - رومی یونانی چینی ہندی بربری دنیاوی مذہبی تاریکی اور روشن خیالی پر پروانہ وار مرتے کھپتے رہے ہیں - فلسفے نے بھی ہاتھ پاؤں مارے ہی ہیں - اشتراکیت میں مذہبی خوش اعتقادی نہیں - آپ نے دیکھا ہوگا کہ بڑے بڑے گھروں کے ناز پروردہ تعلیم یافتہ اجڑے حالوں گلے میں تھیلے ڈالے میلے کچیلے مزدوروں اور محنتیوں میں مارے مارے پھرتے ہیں - زندگی تباہ کر لیتے ہیں قید و بند کی سختیاں جھیلتے ہیں پھانسی پر لٹک جاتے ہیں -

Marfat.com

حبیب ۔ ہاں ایسے مجنوں میں نے بمبئی میں بہت دیکھے ہیں ۔ پھر بھی یہی کہوں گا کہ زیادہ عقل بھٹکاتی ہے مسلمان مسلمان نہیں رہتا ہندو ہندو نہیں رہتا گو ہندو بہت کم بدلتا ہے ۔ اسی خدشے میں شاید اہل یونان نے سقراط کو زہر پلا دیا تھا کہ اپنی فلسفیانہ جستجو سے اہلی سے نوجوانوں کے خیالات بدل کر قوم میں تفرقہ نہ ڈالے ۔

ناظر ۔ ایسا نہ کہیے ۔ حضرت عیسیٰ بھی نئے خیالات کا پرچار کرتے تھے ۔ یہود یوں نے صلیب پر چڑھا دیا تو ٹھیک کیا تاکہ ان کی وجہ سے قوم میں کھنڈت نہ پڑے ۔

حبیب ۔ نہیں وہ تو مذہبی دشمنی تھی ۔ اس قوم کو تو عادت پڑ گئی تھی انبیاء کو قتل کرنے کی ۔

ناظر ۔ سقراط کا معاملہ بھی مذہبی ہی تھا ۔ ایتھنز میں خدا کا پرچار کرنا چاہتا تھا ۔ جس کی تبلیغ افلاطون نے کی گو یونانیوں پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور آخرکار اس کے شاگرد ارسطو نے منطقی دلائل سے اس کی الٰہیات کا خاکہ اڑا دیا ۔

حبیب ۔ اچھا یونان میں بھی یہ چرچا تھا ؟ وہ تو بہت ہی بت پرست تھے ان کی خرافات الاصنام کا بند الو ہندی تخیل سے بھی فوقیت لئے ہوئے تھا ۔

ناظر ۔ مطلب یہ ہے کہ آپ عقل کو بے مصرف چیز سمجھتے ہیں ۔ ہے نا ؟ خیال یہ ہے کہ یہ جوانسان اپنی دنیا کو یہاں تک کھینچ لایا یہ سب بدعقلی کا نتیجہ ہے ؟

حبیب ۔ نہیں ناظر صاحب ! یہ مطلب کس طرح ہو سکتا ہے میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس کی زیادتی بے چینی کا سبب ہے ۔ جنس تو بہت اچھی ہے لیکن مضبتا مچائے رکھتی ہے ۔

ناظر ۔ خیر کم ہو یا زیادہ خدا کا ہی عطیہ ہے اسی کی تقسیم ہے جس کو مل جائے ۔ جب ہی تو کہتا ہے " ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا " جن کو دانائی دی گئی ان کو بہت بھلائی دی گئی ۔ ہاں عطیہ ہے بنائے سکھلائے سے نہیں آتی ۔ کسی جنرل مرچنٹ کے یہاں نہیں ملتی ۔ اور ہم تو بہت ہی محروم ہیں ۔ باقی رہا کام لینا وہ تو انبیاء کام کئے ہی جاتی ہے کوئی اکھڑے یا جمے ۔ جس میں ہے اس پر عمل کر کے چھوڑتی ہے وہ اس سے کتنا ہی اجتناب کرے ۔

Marfat.com

حبیب ۔ دکھ تو یہ ہے کہ مذہب میں بھی کھنڈتیں ڈالتی ہے معتقدات کی جڑیں کھوکھلی کرتی ہے۔

ناظر ۔ یہ آپ بار بار کہتے ہیں میں مذہب و مذہب تو جانتا نہیں یہ بتائیے کہ دین اسلام پر اس سے کیا زد پڑتی ہے ۔ یہی ناکہ عقلا سرے سے خدا کے ہی منکر ہو جاتے ہیں؟ سنئے حبیب صاحب! کوئی نہ کوئی طاقت ہے جو جہان میں کام کر رہی ہے ۔ اتنا تو ہر صورت ماننا ہی پڑتا ہے اگر بہت تفصیل سے نہ سمجھے تو مجمل ہی سہی ۔ مسلمان قوم چونکہ خدا کے ہی نام پہ بنی ہے اس بنیاد کو مان لینا چاہیئے کوئی محال لازم نہیں آتا ۔

حبیب ۔ وقت تو یہی ہے کہ اس کارخانے میں انہیں کوئی کارفرما نظر نہیں آتا ۔

ناظر ۔ اچھا نہ ہیں لیکن زندگی گزارنے کے لیئے تو کسی نہ کسی نظام کی ضرورت ہے ۔ مسلمان کے لیئے آئین اسلام بہت بہتر چیز ہے جو خدا کے ذرا سے اقرار میں ملتا ہے بس قوم کے ساتھ مل کر کام میں شریک ہو جائیں ۔ پھر بھی اس دین میں تحالات نہیں ہیں ۔ جن کو دیکھ کر طبیعت بہت اکھڑ جائے ۔ اور اکھڑنے بھی تو قوم کے لیئے بھار ہونا چاہیئے ۔ باقی رہے پان پھول تو انہیں اور پتے ان سے اکھڑ جانا ہی اچھا ہے ۔ کب تک انہیں سینت سینت کر رکھیں گے ایک مرتبہ جرأت کر کے چھٹکارا کر لینا چاہیئے ۔ تاکہ اکھڑنے والوں کے سامنے بگھان کرنے والی بے حقیقت شوشے باڑیاں نہ رہیں اور تنگ آکر قوم کے اصلی اصول کو نہ چھوڑیں قوم سے الگ نہ ہوں ۔

حبیب ۔ اچھا وہ پان پھول کیا ہیں؟ معلوم ہوتا ہے آپ اپنے مسجد پر آنے لگے ہیں؟

ناظر ۔ نہیں اس وقت میرا مدعا عام زیادتیوں سے ہے ۔ اسے چھوڑیئے اس پر تو پھر کبھی گفتگو ہو گی ۔ آپ فکر میں نہ پڑیں ۔ سب کی یہاں خدا کے خوف اور روزمرہ کے عمل سے غفلت ہے ۔

حبیب ۔ غور کیجئے یہ غفلت کے بھی تفصیلے نہیں ہیں؟ اسی نے تو اپنی اپنی فکر کر کے مطابق اسلام جیسے دین عمل کے ٹکڑے کر دیئے ۔ اہل بیت رسول کی راہ کو چھوڑ دیا ۔ پھر بھی ہر شخص یہی کہتا ہے

کہ اسلام میرے پاس ہے۔

ناظر۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ اس مبحث پر پھر کبھی گفتگو ہوگی۔ تاہم اتنا کہہ دوں کہ مسلمانوں نے قرآن کے مقصد یعنی توحید پرستی کو چھوڑ کر اور رسول عربی کی کوشش کو نظر انداز کر کے ذاتی اغراض سے اس دین متین کے ٹکڑے اڑائے ہیں۔ افسوس ہے کہ اس راز اور اس روداد کو آپ سے بیان نہیں کر سکتا۔ عقل بیچاری کی اس میں کیا خطا ہے؟ وہ ہوتی تو خدا و رسول اور روز مرہ کے عمل سے ہرگز نہ ہٹنے دیتی۔

حبیب۔ کیا آپ کو عقل کے خلفشار سے انکار ہے؟ میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ کسی خیال کو سامنے نہیں چھوڑتی۔ سب کچھ صاف ہو جاتا ہے۔ کبھی دل پہ ہاتھ رکھنا پڑتا ہے کبھی دماغ پہ جس پہ یہ کیفیت گذری ہے کچھ وہی جانتے ہیں۔ وہی مثل صادق آتی ہے جو آپ کہہ رہے تھے "

سَلِ المجرّبَ ولا تَسْئَلِ الحکیم "

ناظر۔ خلفشار اصل میں ہمیں محسوس ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جھنجھلاہٹ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ پہلے یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ عقل چیز کیا ہے اور اس کا کیا کام ہے۔ ہاں پہلے اسی کو جانچ لیجیے کہ وہ کیا چیز ہے جسے قرآن نے اہمیت دی ہے اور خیر کثیر کہا ہے۔ بار بار فہم اور اہل فہم کو خطاب کر کے قدر افزائی کی ہے " کتٰبٌ انزلنٰہُ الیک مبٰرکٌ لیدّبّروا اٰیاتہٖ ولیتذکّر اولوا الالباب " قرآن ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے تجھ پر اتارا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ عقل والے اس سے نصیحت پکڑیں " اَفلا یتدبّرون القرآن " یہ لوگ قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے " معلوم ہوا کہ غور و فکر سے ہدایت حاصل ہوتی ہے

حبیب۔ اور یہی چیز راہ سے ہٹا بھی دیتی ہے۔ یہ تو صرف قرآن میں ہی غور و فکر پر توجہ دلائی گئی ہے

ناظر۔ آپ ذرا سنئے تو سہی۔ اصل میں عقل دماغ کا وہ حصہ ہے جو کلیات و جزئیات کا ادراک کرتا ہے۔ استخراج کے ساتھ صغریٰ کبریٰ بناتا ہے اور صحیح نتائج نکالتا ہے حقیقتیں ڈھونڈتا ہے خرافات کو ٹھکراتا ہے۔ مری اور غیر مری چیزوں کو دیکھتا ہے۔ زمین میں گھستا ہے

Marfat.com

آسمان کو ٹٹولتا ہے قیاس اور اندازے سے یورپس اور نیچون تلاش کر لیتا ہے۔ آٹھ ہزار سال کے واقعات و حالات کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ ان انسانوں کے اخلاق و عادات کو پرکھ لیتا ہے۔ پتھر کو پگھلاتا ہے لوہے کو بغیر پاؤں کے چلاتا ہے۔

حبیب۔ اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی گمراہ ہو جاتا ہے اپنے خالق کو بھول جاتا ہے۔

ناظر۔ تعمیر اور صنعت و حرفت کے حسن کو بدنمائی سے الگ کر کے مقبول شکلیں دیتا ہے۔ گوشت پوست سے ڈھکی ہوئی نسوں رگوں کو ناپ لیتا ہے۔ گمراہی کو پرکھ کر اسی میں سے ہدایت کے چشمے بہاتا ہے۔ پرانے طریقے بند کر کے نئے دل آویز طریقے ایجاد کرتا ہے۔ اور ہاں یہی تو ہے جو انسان کو حیوانوں سے ممتاز کر کے اشرف المخلوقات کا خطاب بخشتا ہے۔ یہی تو ہے جو بائبل تلے کی دلدل کو محسوس کر کے خود بھی جھٹکے کھا کر باہر نکلتا ہے اور دوسروں کو بھی ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیتا ہے۔ یہ جنس کسی سے مخصوص نہیں۔ محلوں میں نہیں ہوتی جھونپڑیوں میں پیدا ہو جاتی ہے بادشاہوں کے پاس نہیں مزدوروں میں مل جاتی ہے۔

حبیب۔ خیر مخصوص تو واقعی کسی سے نہیں۔ ہر ملک اور ہر طبقے میں مثالیں موجود ہیں۔

ناظر۔ عالموں میں نہیں ملتی جاہلوں میں مل جاتی ہے۔ اتنے درجوں میں تقسیم ہو چکا ہے کہ حد مقرر کرنا ناممکن ہے۔ بعض پڑھے لکھے میں نہایت تیز ہیں لیکن نشیب و فراز کے سمجھنے میں محض کودن ہیں۔

حبیب۔ یہ باتیں تو حقیقت پر مبنی ہیں کیا انکار کی گنجائش ہے لیکن فلسفہ جو عقل ہی کا دوسرا نام ہے کس کام کا اور کس مصرف کا ہے سوائے اس کے کہ عوام سے الگ کر کے بٹھا دیتا ہے۔

ناظر۔ فلسفے کو تو پھر دیکھیں گے پہلے آپ عقل کی کارفرمائی سن لیں بہت سی باتوں کا پتہ چل جائیگا۔ غور کر کے دیکھئے کہ عقل کی کیا برکتیں ہیں اور بے عقلی کے کیا نقصانات ہیں۔ بعض تعلیمی مناسب نہیں رکھتے لیکن نشیب و فراز سمجھنے اور حقیقت کے پرکھنے میں تیز ہیں ذکی ہیں۔ بعض بی اے ایم۔ اے اور فاضل ہیں لیکن کسی علم و فن سے لگاؤ نہیں لاتے۔ سمجھ کی بات ان کے لئے

Marfat.com

گزشتہ ہے ۔ بعض صحبت کے فیض اور مطالعے کے شوق سے خاصی معلومات بہم پہنچا لیتے ہیں۔ اور فاضلوں سے زیادہ جانتے ہیں ۔ بعض گھر میں بیٹھ کر دنیا کا جائزہ لے لیتے ہیں لیکن بعض ہیں کہ ساری دنیا گھوم آتے ہیں اور گھر پہنچ کر اپنی ہی گاتے ہیں ۔ بعض مدرسوں میں پڑھ کر جدید و قدیم علوم کو پرکھ لیتے ہیں اور جنہوں نے کالجوں میں عمریں صرف کی ہیں پرانے اور نئے دونوں سے بیگانہ ہیں ۔ وَنَوْلَیْنِ الْحِمَارُ ثِیَابَ خَزٍّ ۔ فَقَالُ النَّاسِ مَالِكَ لِلْحِمَارِ ، اگر گدھا ریشم کے کپڑے پہن لے ۔ تو لوگ یہی کہیں گے کہ دیکھو اگدھے کو ۔

حبیب ۔ ہاں یہ عقل کے ہی درجوں کی وجہ ہے ۔ کم اور زیادہ کا فرق ہے ۔

ناظر ۔ سنئے بعض جاہل ادبی ذوق رکھتے ہیں نیچہ باندھتے جاتے ہیں اور شعر کہتے جاتے ہیں ۔ شعر بھی صاف اور ستھرے جن میں زبان و بیان کی لذت ہے ۔ جنہوں نے علم ادب پر وقت صرف کیا ہے وہ بے شعور ہیں اپنی زبان کی شاعری سے بھی دلچسپی نہیں رکھتے ۔ شعر پڑھتے ہیں تو نثر بنا دیتے ہیں ۔ بعض علم کی بصیرت اور عقل کی باریکیوں سے بہرہ اندوز ہیں لیکن دنیا چلانے میں پھٹی ہی ہیں ضروریات بھی ڈھب سے نہیں خرید سکتے ۔ دنیا کے معاملات اور روزمرہ کی الجھنوں میں لب کشائی نہیں کر سکتے ۔

حبیب ۔ مجھے خیال آیا کہ میرٹھ میں ایک جاہل بازاری بہت اچھا شعر کہتا تھا ۔ اہل علم سننے کے مشتاق رہتے تھے ۔ اور میرے ایک تعلیم یافتہ دوست شعر سن کر منہ کھولدیتے تھے اور آنکھیں پھاڑ دیتے تھے ۔ واقعی ذوق طبعی مناسبت سے ہے ۔

ناظر ۔ بعض نہایت مکار ہیں رگ رگ میں فریب کی گرہیں لگی ہوئی ہیں موقع پڑے تو خدا کو بھی گدا دے جائیں ۔ نہ نیک نیت کو سمجھتے ہیں نہ فرشتے کو معاف کرتے ہیں ۔ بعض ہیں کہ سارے دن وضو کرنے اور نماز پڑھنے کی دھمکیاں دیتے پھرتے ہیں اور کہیں خودی سے کہیں نرمی سے کہیں بے ضمیری سے مطلب براری کر لیتے ہیں اور زندگی میں کامیاب رہتے ہیں ۔ بعض کے پاس دماغ سرد ہے لیکن نگاہ بلا کی تیز رہتے ۔ بعض فلاسفر جو ستاروں اور سیاروں کے جگر میں گھس جاتے تھے روزمرہ کی زندگی میں

Marfat.com

سادہ لوح اور بے حس رہے ہیں۔ بعض فلسفی عقل کے پتلے بے حقیقتاً اکیک باتوں پر ایمان رکھتے تھے۔ غرض عقل کے بے حد درجے ہیں اور بے حد کام کاج ہیں کہاں تک کہوں پھر یہ کہ علم و عقل اکھٹے نہیں ہوتے اگر کسی میں اتفاقیہ اکھٹے ہو جائیں تو پھر اس کی بات سے انکار نہ کرنا چاہیئے۔

حبیب۔ ایک اور بات بھی تو ہے۔ وہ یہ کہ عقل خود تو بے چینی ہے۔ جسمیں آبیٹھتی ہے۔ اُسکی زندگی کو بھی بے چین کر دیتی ہے۔ بلکہ تباہ کر دیتی ہے۔

ناظر۔ حبیب صاحب! چاہے عقل کو کتنا ہی بے اصولا کہا جائے۔ اسمیں ذرا سا بھی شک نہیں کہ انسان کو وحشت سے نکال کر یہ جو تہذیب و تمدن کی نعمت تک پہونچایا ہے۔ عقل نے ہی پہونچایا ہے۔ حیوانی خصوصیات کو اسی نے چھڑایا۔ غاروں کی جگہ گھر بنوائے۔ گھاس پھوس پتے پھل اور شکار کے گوشت پر قناعت نہ کر کے زمین سے غلہ اگانا سکھایا۔ دنبہ فطری چیز تھی۔ لیکن پتھروں یا ہڈیوں کے دھاردار آلوں کی بجائے لوہے کا استعمال سکھایا۔ بعد میں جو مدارج طے کئے۔ اسی نے کئے۔ برتر ہستی کا تصور اسی کی جستجو کا نتیجہ ہے۔

حبیب۔ تو یہ جو ہم ایک خیال پر نہیں جمتے۔ عزیز خیالات کو بھی پھینک دیتے ہیں۔ وہ بھی اسی کا عطیہ ہے۔

ناظر۔ ہاں وہ عزیز رکھنے کے قابل نہیں ہوتے۔ وقت کی رفتار انہیں مردود کر دیتی ہے اس بات کو بھی پہچانتی ہے۔ ورنہ انسان دلدل میں الجھا پڑا رہے۔ خیر اس کی کوشش پر نظر ڈالئے۔ اخلاق و عادات کے اصول منظم راہیں قانون قاعدے موجودہ زمانے کے علوم و فنون روشن خیالیاں آزاد خیالیاں ہر شعبے کے فلسفے سیاسی پیچ و خم نئی راہ و روش مشینوں کی صنعت طرازی سب کچھ اسی ایک حد پر نہ نکلنے والی ہمیشہ آگے بڑھنے والی چیز نے بنا کر انسان کو فخر سے پھولنے کیلئے دیدے۔ اسکی بے چینی

Marfat.com

سے جان چھڑا کر عشق کو پلٹنے والے بھی اسی کی کاوش سے اس فیصلے پر پہنچے ہیں۔
جلیب۔ ہاں بعض نے مردود کہہ کر عشق کو سکون پرور اور کارآمد سمجھکر اسکے دامن میں پناہ لی ہے۔
ناظر۔ کھٹا پھل ہے۔ کہ معیار سے گر جانے والے یہ کوشش کرتے ہیں۔ کہ یہ گرم رفتار چیز ایک حد پر
ٹک جائے۔ یا اُنکے بوسیدہ خیالات سے آگے نہ بڑھے۔ یہی قضیہ ہے۔ جو عقل کی خوبیوں سے منکر
کرکے وہم پرستی پر چپکاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ دین میں عقل کا کام نہیں۔ کوئی آرام طلب عیش پسند پکارتا
ہے۔ کہ دنیا عقل سے نہیں ہے۔ اتفاقات سے ہے۔ حال یہ ہے۔ کہ مذہبی بنیادوں میں جب ناسمجھی
خوبصورت ملمع چڑھا کر جسم کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ تو عقل پرکار ہی اپنے مرکز سے ہٹ کر مار کر
گمراہی سے آگاہ کرتی ہے۔ اور چاہے دیوانے کتنی ہی چھاتی کوٹیں اپنا کام کر جاتی ہے۔
جلیب۔ ایک کرشمہ اور دیکھئے۔ زیادہ تو نہیں۔ لیکن اتنی سب کے پاس ہے۔ کہ حیوانوں سے ممتاز کر رہی ہے
پھر بھی سمجھ غلط فہمی ضرور ہے۔ کہ میں ہی سوچتا۔ اور سمجھتا ہوں۔ باقی تو یونہی ہیں۔
ناظر۔ ہاں اعتماد ذاتی سے صرف دیوانے خالی ہیں۔ تاہم ان خامیوں کو بھی وہ آپ ہی سمجھتی ہے۔ بات
یہ ہے۔ کہ عقل کوئی جامد چیز نہیں۔ پیچھے کبھی نہیں ہٹتی۔ آگے ہی قدم مارتی رہتی ہے۔ میں پھر عرض کرتا
ہوں۔ کہ اسلام کے مخصوص تین چار اصولوں پر اُس کی زد نہیں پڑتی۔
جلیب۔ خیر عقل کو ہاتھ لگاتے ہوئے ڈر تو لگتا ہے۔ لیکن واقعی اسکو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جو قت
پہلے حالات پر نظر جاتی ہے۔ تو عبرت ہوتی ہے۔ ہندو جیسی بکھری ہوئی قوم جسمیں سناتن دھرمی جینی
بدھ۔ والمیکی۔ برہمو سماجی دیو سماجی آریہ سکھ وغیرہ وغیرہ سینکڑوں فرقے طبقے تھے۔ کسطرح مسلمانوں
مٹانے کیلئے سب اکٹھے ہو گئے۔ شودر کا بھی امتیاز نہ رہا۔ پھر کیسی باریکی اور رازداری سے کام کیا
آفریں ہے اُن پر۔ سمجھ کی ہی برکت تھی۔ مسلمانوں میں بنیادی باتیں سب کی ایک ہیں۔ لیکن اکٹھے نہ ہو
سکے۔ عقل ہی کی کمی تھی۔ اور یہ دیکھ کر تو غم ہوتا ہے۔ کہ سب کچھ گذر جانے کے بعد بھی ویسے ہی ہیں۔
باہم ایک دوسرے سے غیریت کی طرح حقوق مانگتے ہیں۔
ناظر۔ ہاں اتنی ضربوں کے بعد بھی کیا فرق پڑ گیا ہے۔ اب بھی یکجہتی پیدا نہیں ہوئی۔ سب جہالت اور

Marfat.com

ذہنی جہالت کے کرشمے ہیں۔ تعلیم سے بھاگتے ہیں۔ چاہتے ہیں۔ کہ چالوں سے ہی کام بن جائیں۔ بے پروائی اور غیر مآل اندیشی ہماری رگوں میں بیٹھ گئی ہے۔

حبیب۔ علم بھی کیا چکر ڈال رہا ہے۔ تعلیم سے بھی کچھ تبدیلی نہیں ہوتی۔ جون کے توں آجاتے ہیں۔ اور چالاکیوں مکاریوں سے خوشامدوں سے لائقوں کو دھکیلنا شروع کر دیتے ہیں۔ بیچارے نشیب و فراز سوچنے والے ٹک ٹک دیکھتے ہیں۔ دم نہیں کھینچتے۔ نگاہ مفقود ہے۔ جوہر کے پہچاننے والے سیپ کو رو رہے ہیں۔ آہ! یہ مسلمان کب ہوں گے۔

ناظر۔ حبیب صاحب! عقل کو دھتکارنے والے بھی عقل سے ہی نتائج نکال رہے ہیں۔ قرآن نے عقل کو بڑا مرتبہ دیا ہے۔ وہ اور مذہب کی طرح نہیں۔ صاف کہدیا ہے۔ کہ تم اندھا دھند ایمان نہ لاؤ۔ سمجھ سوچ کر خیالات کو پکڑو۔ "وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا" اور وہ لوگ کہ جب اُن سے خدا کی آیتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو وہ اُن پر اندھا دھند نہیں گرتے، یعنی سوچ سمجھ عقل سے کام لے کر اختیار کرتے ہیں"۔

حبیب۔ بڑی ہی عمدہ آیت ہے واہ وا۔ واقعی قرآن روشن خیالی ہے۔ کاش کوئی سمجھے۔

ناظر۔ پھر کہتا ہے "إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ" نصیحت تو بس وہی پکڑتے ہیں۔ جو عقل والے ہیں"۔ رسول صلعم نے بھی فرمادیا تھا۔ کہ "الحکمۃ ضالۃ المومن" دانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ یعنی ڈھونڈھنی چاہیئے۔ یہ سب تاکیدیں اسلئے ہیں۔ کہ اسلام خلاف عقل باتیں نہیں کہتا۔ مذکورہ تین چیزوں میں کوئی محال نہیں۔ ان سے ملت میں جمعیت ہے۔ اور باقی سے تشتت۔

حبیب۔ ناظر صاحب! دشوار تو یہی ہے۔ کہ دشوار بھی نہیں۔ عقل تو رکی بھی رہی۔ لوگ غور و فکر کرکے تعلیم سے اکھڑے ہیں۔

ناظر۔ چھوڑیئے ان تعلیم یافتوں کو اور تعلیم کو۔ تعلیم تو آپ کے بقول بیکار ہی ثابت ہوئی ہے۔ ان نیچرل چیز ہے۔ اور ہے تو وہ بھی عقل کے لئے ہی ایک اچھا دریہ ہے۔ ناسمجھ کو تو غلط فہمی کا مجسمہ بنا دیتی ہے۔ لیکن عقل اس سے تیز پا ہو کر زمین و آسمان ناپتی ہے۔ تعلیم بغیر عقل کے کتابوں کا کیڑا

Marfat.com

بنا دیتی ہے۔ اور بعض بد عقلوں کو کتابوں سے بھی کوئی تعلق نہیں رہتا۔ تیز نگاہوں کو جھٹلانے ہی پر لگے رہتے ہیں۔ یہ بات ضرور ہے۔ کہ علم و عقل یہاں بے قدر چیزیں جوہر سے زیادہ ناقدری کسی چیز کی نہیں۔

حبیب۔ ہاں یہ تو دیکھا ہے۔ کہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ حالانکہ جاہلوں کی طرح پیٹ پالنے اور بچے کھلانے ہی جوگے رہتے ہیں۔ دیوانے بھی سمجھداروں میں سوسو حماقتیں نکالتے ہیں۔ واقعی جن میں زیادہ ہے۔ ان کو ملامت نہ کرنی چاہیئے۔ گو یہ تصفیہ ناممکن ہے۔ کہ یہ جنس کس میں ہے۔ اور کون اس سے محروم ہے۔ وہ ایک مولانا روم کا بھی تو شعر ہے۔

بر تنقل گر مدارِ دیں بُدے
فخرِ رازی رازدارِ دیں بُدے

ناظر۔ ہاں میں حیران ہوں۔ یہ انہوں نے کیا فرمایا ہے۔ شاید انکا مطلب یہ ہے۔ کہ روحانیت کی دریافت اور توجہ سے خدا نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔ یہ ظاہری حکم احکام اور فلسفے غور و فکر اور ذہنی کاوشیں اُس تک نہیں پہنچا سکتے۔ روحانیت کے بارے میں اس وقت کیا عرض کروں۔ کبھی موقعہ ملے۔ تحفۂ عجم دیکھ لیجئے گا۔

حبیب۔ سند دوں نے سمجھا۔ اور بڑے صبر و تحمل سے بڑے فائدے اٹھائے۔ عقل نے انہیں بڑے بڑے نازک وقتوں سے نکالا ہے۔ اور اب تو سازشوں کی باریکی سے کمال ہی کر دیا۔

ناظر۔ ہاں بڑی کامیابی حاصل کی رازداری کی وجہ سے۔ رازداری بڑی چیز ہے۔ انگریز نے جو اُن کے استاد ہیں۔ خود بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اُنکے چہرے پر سب کیفیتیں دیکھی جاتی تھیں۔ پھر بھی دل کی بات سے دل ہی واقف ہوتا تھا۔ کسی دانائے عرب نے ٹھیک کہا ہے۔ مَنْ کَتَمَ سِرَّہٗ بَلَغَ مُرَادَہٗ جس نے اپنا بھید چھپایا۔ مراد کو پہنچ گیا۔

حبیب۔ ایک مولوی صاحب نے سنائی تھی۔ کہ "عقلمند کی زبان کچھ ایسا تھا بہت اچھی تھی۔ مقال"

ناظر۔ دھت۔ اوں ..... ہاں ... قلبُ الاحمقِ فی فیہ و لسانُ العاقلِ

Marfat.com

فی قلبہٖ" ۔ نادان کا دل مُنہ میں ہے ۔ اور سمجھدار کی زبان دل میں، یعنی نادان کے دل میں جو کچھ آتا ہے ۔ بک دیتا ہے ۔ اور نقصان اٹھاتا ہے ۔ لیکن عاقل سوچ سمجھ کر زبان کھولتا ہے ۔ احمق اور دانا میں یہی فرق ہے ۔

حبیب ۔ کیا خوب باتیں ہیں! باتیں نہیں بلکہ جواہر ریزے ہیں ۔ آپ نے ٹھیک فرمایا تھا ۔ کہ بعض طبیعتیں اپنے ساتھ خاص باتیں لاتی ہیں ۔ زندہ قوموں میں یہ زیادہ ہوتا ہے ۔ پھر ایسی طبیعتوں کو تعلیم و تربیت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی ۔ عجیب طرح کی ایک تڑپ اور بیچینی ہوتی ہے ۔ جس سے بغیر لیاقت علمی کے وسائل بنا کر کامیاب ہو جاتے ہیں ۔ پلے کھا کھا کر بلندی پر جا بیٹھتے ہیں ۔ جن میں وہ طبعی تڑپ نہیں ۔ ہزار کمالات پیدا کر لیں ۔ تو بیکار ہیں

ناظر ۔ حبیب صاحب! رُجحان پیدائشی چیز ہے ۔ اسمیں آپ ذرا سا بھی شک نہ سمجھیں ۔ چاہے وہ کسی رنگ کا ہو ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ بعض ذہانت لاتے ہیں ۔ پڑھنے میں نہایت تیز لیکن عام فہمی کا نام بھی نہیں جانتے جو ذکاوت اور عام فہمی لائے ہیں ۔ وہ سُن سُن کر عقل کی باتیں سیکھ لیتے ہیں ۔ ایکمرتبہ گائی ہوئی چیز انکے گلے میں اُتر جاتی ہے ۔ کتنے گویّوں سے زیادہ دلکشی سے ادا کرتے ہیں ۔ بغیر استاد کے مصوری سیکھ لیتے ہیں ۔ اسطرح کہ بہت سے استادوں سے سیکھنے والے انکے سامنے طفلِ مکتب بن جاتے ہیں ۔ بے رجحان والے ساری عمر سارنگی بجاتے ہیں استادوں سے برش گھستے ہیں ۔ کچھ نہیں آتا ۔ کیفیت پیدا نہیں ہوتی ۔

حبیب ۔ خیر پیدائشی رجحان پر میرا ایمان ہے ۔ گو ان باتوں کا سمجھنا بہت مشکل ہے ۔ یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا ۔ کہ ذہانت اور چیز ہے ۔ اور ذکاوت و عام فہمی اُس سے بالکل الگ شے ہے ۔ شاید یہی وجہ ہے ۔ کہ جو بھی لکھ پڑھ آئے ۔ اسے عقلمند سمجھ لیا جاتا ہے ۔ یہ واقعی میں نے دیکھا ہے ۔ کہ اب بچے کوئی خاص رجحان لیکر نہیں آتے ۔ اور اکا دُکا کوئی لاتا بھی ہے ۔ تو گھر کی بے ترتیبی میں دب جاتا ہے ۔

ناظر ۔ یہ آپ نے تربیت کا ذکر خوب چھیڑا ۔ افسوس ہے خانگی تربیت مدت ہوئی جا چکی ہے ۔ بچے دوسرے عورتوں کے حوالے کر دئیے جاتے ہیں ۔ وہ اُلٹا سیدھا پال کر دنیا کے حوالے کر دیتی ہیں ۔

Marfat.com

دخل دو تو بگڑتی ہیں اور جب ان کے ہاتھوں کے بگاڑے ہوئے دنیا میں ٹکریں کھاتے ہیں تو پھر دیکھے بھی نہیں آتیں۔ اصل یہ ہے کہ جب تک تربیت پیدائش سے نہ آئے گی عقل اور تعلیم بیکار رہے گی۔ وہ جو طبقی تڑپ سے اچھل جاتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ اگل تو بے دماغی پھر بے تربیتی یہ دو بڑی تباہیاں ہیں۔

حبیب۔ کاش بچے طبعی مناسبت اور پیدائشی رجحانات لے کر آتے لیکن حقیقت یہ بڑی کمی ہے۔ رفتہ رفتہ تعلیم بھی اثر ڈال کر خوبیاں بڑھا دیتی ہے۔ رجحان بڑی برکت کی چیز ہے۔ میرے ایک دوست ہیں پانچویں جماعت تک شرارتوں میں رفتہ رفتہ کر اسکول چھوڑ گئے تھے اب چھوٹے سال کے بعد ملاقات ہوئی تو ایک فرم کے منیجر بیٹھے ہیں۔ رئیسانہ ٹھاٹھ۔ کوٹھی رہنے کو ہر وقت کار میں اڑے پھرتے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ گدے بازی سے اکھاڑا جیتا ہے۔

ناظر۔ ہاں ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ میرے بھی ایک مخلص رشتہ ہیں جماعت سے بھاگ گئے تھے کئی سال تک کلکتے بمبئی میں دھکے کھاتے رہے۔ کبھی تخت کبھی تختہ۔ اب ایک فلم سٹوڈیو کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ بڑے بڑے باکمال سائنے ناک رگڑتے ہیں۔ بیسیوں نامعدار ہیں کاریں کھڑی رہتی ہیں۔ مجھے کئی مرتبہ بلا چکے ہیں کہ آئیے اپنے خیر طلب کی شان دیکھ جائیے۔ ارادہ بھی کیا لیکن نیت باندھتے ہی باندھتے فسادات نے کر دیا یا اب کہاں موقع مل سکتا ہے۔

حبیب۔ طبعی رجحان بڑی چیز ہے۔ کالجوں میں پڑھے ہوئے انجینیروں نے سوئی نہ بنائی اور جارج اسٹیفن سن نے انجن بنا دیا۔ شکسپیر ساتویں کا بھاگا ہوا پروفیسر کا امام بن گیا اور کالجوں کے ایم۔ اے۔ بی اے گھر میں بیٹھ کر ڈوروں کی طرح نیچے۔ فیاض اس اٹھارہ میں بت تراشی کی تکمیل کر گیا تھا آج سے چار ہزار سال پہلے۔ اور یہ ملک آرٹ میں اب رجعت قہقری کر رہا ہے۔ سیکڑوں مثالیں ہیں۔ تاریخ بھری پڑی ہے

Marfat.com

کہ رحجان نے کس طرح تعلیم و تربیت پر سبقت حاصل کی - میں اس حقیقت سے کس طرح منکر ہو سکتا ہوں -

ناظر - لیکن یہ ناسمجھ لوگ تو ان حقیقتوں کو پرکاہ کی برابر بھی نہیں سمجھتے -

حبیب - سمجھنے کی بھی آپ نے ایک ہی کہی - اب میں یہ سمجھ چکا ہوں کہ سمجھ بہت کم ہے علم کافی ہے پھر کیا غم کھاؤں اور کیا ہائے ہائے کروں -

ناظر - اصل میں یہ لوگ اپنے ہی اوپر قیاس لگا لگا کر اندازے لگاتے ہیں اور انکا قیاس جتنا محدود ہے آپ جانتے ہیں " المرء یقیس علی نفسہ "

حبیب - جی چاہتا ہے کہ عرب کے متنبی آپ جمع کر دیں تو میں انکو زیر مطالعہ رکھ کر فائدہ اٹھاؤں -

ناظر - آہ اب تک جو کچھ جمع کیا اس سے کس نے فائدہ اٹھایا اور جو کچھ جمع کرونگا اسکا انجام بھی مجھے معلوم ہے اب کسی کام کو جی نہیں چاہتا - ملامتیں ہی بیٹھتی ہیں جیسا آپ نے شروع میں فرمایا تھا " من صنف فقد استھدف " جس نے تصنیف کی ملامتوں کا نشانہ بن گیا -

حبیب - نہیں آپ ایسی باتیں نہ کریں میرا دل دکھتا ہے - زمانہ بدل گیا ہے اب ان خیالات کو پہچاننے والوں کی کمی نہیں - کیا عجب ہے جو کسی کی نظر پڑ جائے

ناظر - یہ کیا ؟ پھر تیاری شروع کر دی - بس چلے آپ ؟

حبیب - ہاں اب اجازت دیجئے - آج تو اتنی باتیں ہوئی ہیں کہ لذت آگئی - کونسا سبحث تھا جو درمیان میں نہ آگیا - آپ کی صحبت روحانی غذا ہے - جب آ بیٹھتا ہوں طبیعتے کھل جاتے ہیں -

ناظر - حبیب صاحب ! خدا آپ کو سلامت رکھے - ایک دم ہے جس سے گاہ گاہے گفتگو کر کے تلخیاں دور ہو جاتی ہیں - بخدا آپ کا ملنا بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے ، یہاں کون ہے جس سے بات کر کے غم غلط کروں -

میر کو کیوں نہ مغتنم جانیں اگلے وقتوں میں اک رہا ہے یہ

حبیب - یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے - کاش میں آپ کے غم بھلا سکتا ! ناظر - فرمایئے اب کب تشریف لائیے گا ؟

حبیب - آپ تو کبھی تکلف فرماتے نہیں ! کوشش کروں گا کہ اس مرتبہ جلد حاضر ہوں -

ناظر - کیا عرض کروں کچھ تو مصروفیت ہے اور کچھ فاصلہ بہت ہے - یوں بھی جینے مرنے کا جوڑ ہو گیا ہوں -

حبیب - اچھا خدا حافظ - سلام علیکم ! ناظر - وعلیکم السلام ! فی امان اللہ ! خدا جلد لائے !

بارہواں عکس

مباحثہ

جن سے اُمید تھی کہ لگائیں گے راہ پر
بے راہ کر گئے ہیں وہی رہنما مجھے (سیفی)

کھٹ کھٹ کھٹ !
کون !
کھٹ کھٹ ..... کھٹ !
کون صاحب ہیں ؟
حبیب حاضر ہوا ہے !
آہا ! حبیب صاحب ! ذرا ٹھہریئے حاضر ہوتا ہوں -
چٹ کھٹ (چٹخنی کھول کر)
ناظر - آیئے آیئے (دروازہ کھول کر) اس دفعہ تو بہت جلد عنایت فرمائی - زیادہ انتظار کرنا پڑا -
حبیب - میں پچھلی مرتبہ عرض تو کر گیا تھا کہ جلد حاضر ہوں گا -
ناظر - ٹھیک ہے ؎ الکریم اذا وعد وفی - ایک ہی اتوار بیچ میں گذری ہے اتوار کو خود نیت باندھی تھی کہ پہنچوں لیکن دو تین حضرات تشریف لے آئے - مجبور ہو گیا -
حبیب - کیا اچھا ہوتا کہ آپ کرم فرماتے - اُس دن دو اک احباب جمع تھے اور آپ سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کر رہے تھے - ان میں سے ایک صاحب کی طبیعت

Marfat.com

ہیں بڑی صلاحیت ہے۔ ذوق رکھتے ہیں آپ کی باتیں سن کر بہت محظوظ ہوتے۔

ناظر۔ کیا اچھا ہوتا کہ آپ انہیں یہیں لے آتے؟ اُس عیالدار گھر میں کہاں اتنی یکسوئی سے گفتگو ہو سکتی ہے۔ یہاں سکون ہے خاموشی ہے گوشۂ تنہائی ہے نہ کوئی خلل ڈالنے والا نہ اکھڑی باتوں پر ہنسنے والا۔

حبیب۔ مجھے حیرت ہوتی ہے آپ کس طرح اس تنہائی میں رات دن گذار لیتے ہیں نہ کوئی ہمدم نہ مونس نہ غمخوار نہ غمگسار۔ عجیب زندگی ہے۔ کچھ تو رشک بھی آتا ہے۔

ناظر۔ تشریف تو رکھئے۔ بیٹھ جایئے۔ کیا عرض کروں جیگادڑ کی مہمانی ہے آؤ اور ٹک جاؤ۔ اس کھوڑی چارپائی پر اتنے اصرار بٹھانے شرم محسوس ہوتی ہے۔ کمبل نہ ہٹایئے بچھا رہنے دیجئے!

حبیب۔ چھوڑیئے ناظر صاحب! ان باتوں کو۔ خلوص کے چنے بے حرفتی کے شکر پاروں سے اچھے ہیں۔ اور آپ کی قلندری کے لئے تو یہ سامان بہت ہے بے تکلف ہو کر بیٹھتا ہوں۔ جدھر چاہتا ہوں پہلو بدل لیتا ہوں تھک جاتا ہوں لیٹ جاتا ہوں۔ مجھے تو بس یہی حیرت ہے کہ آپ تنہائی سے اداس نہیں ہوتے۔

ناظر۔ بعض حیران ہوتے ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ سوسائٹی اور میل جول سے بیگانہ ہوں آپ حیران نہ ہوں۔ میں تنہا نہیں ہوں۔ جب مصروفیت سے تھک کر بیٹھ جاتا ہوں۔ کبھی ان گذرے ہوئے حوادث کی تفصیل سامنے آتی ہے۔ کبھی گاؤں کی فضا اور بچپن کی دلچسپیاں یاد آتی ہیں۔ کبھی وہ شہر اور قصبے نگاہوں میں گھومتے ہیں جہاں عمر کے لمحات گذارے ہیں۔ تعلقات و احباب واقعات و حالات دہراتا ہوں۔ کبھی عیالداری کے فکروں میں گھر جاتا ہوں اور جب ان سے دماغ پھٹنے لگتا ہے تو جھٹ دل کی دنیا سامنے آجاتی ہے۔ پھر چاروں طرف ایک سکون سا محسوس ہوتا ہے۔ تصور کی وسعت سمٹ کر نقطے پہ آجاتی ہے۔ ماجرے دہرا کر بیخودی میں ڈوب جاتا ہوں۔

پھر تصوّر باندھ کر لیٹ جاتا ہوں۔ نیند آجاتی ہے۔ اب آپ سمجھ گئے ہونگے کہ میں تنہا نہیں ہوں۔ اس سے زیادہ کوئی رحمت اور سکون نہیں کہ خلافِ مزاج ساتھ سے بچا ہوا ہوں۔

حبیب۔ حیران لوگوں کو کیا معلوم کہ آپ کن صحبتوں سے نکل کر آئے ہیں۔ بیچارے مسکین جن کا صحبت خانگی معاملات یا دفتر کی روداد کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ یہ کیا جانیں سوسائٹی کیا ہوتی ہے۔ رہی دل کی دنیا یہ اس سے کوسوں دور ہیں یہ بوالہوس کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اس دنیا کو بھی آپ نے نرالے ڈھب سے آباد کیا فیضی و فرہاد ہوتے یا میر صاحب کہیں اٹھ بیٹھتے تو داد دیتے۔

ناظر۔ نہیں یوں کہئے کہ سٹڈی کا ٹن ہوتا تو سینے سے لگا لیتا۔

حبیب۔ میں آپ کے بہتر نصف کو بھی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس صبر و ضبط کی میں نے جنس لطیف میں مثال نہیں دیکھی۔

ناظر۔ شک نہیں کہ اس میں سمجھ اور باریکی تھی۔ گو عورت کو ادراک کا حصّہ کم ہی ملا ہے۔

حبیب۔ مجھے اس سے تو انکار تو نہیں لیکن اسے ضرورت کے مطابق تو فیض پہنچا ہی ہے سمجھ سے بیگانہ نہیں ہے۔ ذرا یہ خیال کر لیا کیجئے کہ وہ انسانی زندگی کی زینت ہے۔ وہ نہ ہو تو کچھ بھی نہیں۔

ناظر۔ بیشک جو کچھ بھی ہے بہت خوب ہے لیکن اتنا قصیدہ نہ پڑھنا چاہیئے۔ اس میں مرد سے زیادہ کمزوریاں ہیں۔ اور عقل و ادراک میں تو اس سے کم ہے ہی گو برابر رکھنا پڑتا ہے۔

حبیب۔ ہاں دوش بدوش رکھنا چاہیئے۔ اس لئے کہ زندگی کا بڑا جزو ہے۔ کیا یہ زہرہ اور مریخ کا جوڑ نہیں ہے؟ نسل انسانی کی بقا اسی کے دم سے ہے۔

ناظر۔ آپ ذرا اور گہری نظر سے دیکھئے۔ تو ایسا نہ کہتے۔ بیشک بقا اسی کے دم سے ہے۔ لیکن

احسان نہیں۔ وہ تو اس تکلیف پر مجبور ہے۔ اور کوئی ایسا اہتمامی کام بھی نہیں۔ ہر مادہ وقت پر یہ کام کر لیتی ہے۔ منع بھی کرو۔ تو نہیں رکتی۔ بعض قابلِ داد ایسی ہیں۔ کہ آٹھ آٹھ اور بارہ بارہ کا اپنی جنس میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ اور پھر نر سے کبھی کہنے نہیں جاتیں۔ کہ کس مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ اتنے نہیں پلتے۔ آ ذرا ہاتھ بٹا لے۔

حبیب۔ ناظر صاحب! ہا ہا کیا باتیں ہیں آپ کی بھی۔ خیر ادراک و شعور میں مرد سے کم ہی سہی لیکن وہ کمی اسکی دلچسپیوں سے محسوس بھی نہیں ہوتی۔ اتنی تھوڑی ہے۔

ناظر۔ دیکھئے حبیب صاحب اس ذکر کو چھیڑ لیا ہے۔ تو اب سُننی پڑے گی۔ بُرا نہ مانئے گا۔ اصل میں فرق بہت ہی ہے۔ اور یہ قدرت کے منشاء کے عین مطابق ہے۔ اگر وہ بہت ہی حساس اور مدرک بنا دی جاتی۔ تو حیوان تو لاشعوریت سے بقائے نوع میں لگے رہتے۔ لیکن نسلِ انسانی بہت جلد ٹھپ ہو جاتی۔ اس لئے کہ شعور کی گہرائی اس مصیبت کی اجازت نہ دیتی۔

حبیب۔ اس سے تو صاف ظاہر ہے۔ کہ اُس سے ہی نسلِ انسانی کی بقا ہے۔

ناظر۔ ذکر تو یہ ہے۔ کہ اسے باریک دماغ دے دیا جاتا۔ تو مصیبت کا احساس کر کے بہت جلد الگ جا کھڑی ہوتی۔ آپ دیکھتے نہیں۔ کہ نو مہینے بوجھ لادے پھرتی ہے۔ پیدائش کی ناقابلِ برداشت تکلیف برداشت کرتی ہے۔ راتوں جاگتی ہے۔ ہر وقت پوتڑے بدلتی ہے۔ دودھ پلاتی ہے۔ گھٹنیوں چلاتی ہے۔ پاؤں پھراتی ہے۔ چمٹائے پھرتی ہے۔ دو اک بچوں کے بعد جوانی کھو بیٹھتی ہے۔ اگر کہیں سوچ لیتی۔ تو کارخانہ ہی اُلٹ جاتا۔

حبیب۔ افسوس ہے۔ کہ نالائق حق ناشناس انسان اس کی قدر نہیں کرتا۔ باپ اگر چھدا ہے۔ تو خیر ماں کی تو بہت ہی قدر کرنی چاہیئے۔ ایسے احسانات کا بدلہ کون دے سکتا ہے۔ اکثر یہی دیکھا۔ کہ اولاد جیسی قدر کرنی چاہیئے۔ ویسی نہیں کرتی۔

Marfat.com

ناظر۔ نہیں ایسا بہت کم ہے۔ باپ کی بہ نسبت ماں کی کہیں زیادہ عزت کی جاتی ہے۔ نا اہلوں کو چھوڑیئے۔ ان کے نزدیک تو سب برابر ہیں۔ جن میں ذرا سا بھی احساس ہے۔ اسکی دلجوئی کرتے ہیں۔

حبیب۔ اوہ عورت خدا کا کتنا گراں قدر عطیہ ہے۔

ناظر۔ ہاں اس کی محبت نعمت عظمیٰ ہے۔ اس لئے اس سے محبت کا ہی مطالبہ کرنا چاہیئے۔ سمجھ کی توقع باندھنا البتہ فعل عبث ہے۔ وہ اس چیز کے لئے نہیں بنائی گئی

حبیب۔ تو کیا آپ اُسے بالکل عقل سے بیگانہ ہی سمجھتے ہیں؟۔ آپ ذرا سوچیں۔ ہزاروں سال سے ٹھکرائی جا رہی ہے۔ اگر زیادہ باریکی نہ رہی ہو۔ تو کیا بعید ہے۔ میں نے تو ان میں سمجھدار بھی دیکھی ہیں۔ کیونکر کہہ دوں۔ کہ سب یکساں ہیں۔

ناظر۔ نہیں میں بیگانہ تو نہیں کہتا۔ بس یہ ہے۔ کہ میں اسے جذبات کا دلدادہ سمجھتا ہوں۔ سمجھ بہت محدود ہے۔ ویسے ہی جیسے کپڑے کی مشین صرف کپڑا ہی بُن سکتی ہے۔ رہا آپ کا یہ فرمانا۔ کہ ٹھکرائی گئی ہے۔ تو یہ حبیب صاحب ایسا ٹھکرایا جانا۔ اس کی تو پرستش ہوئی ہے۔

ایک دنیا نے جبہہ سائی کی ÷ اے بتو! تم نے بھی خدائی کی (میر)

قصہ سارا یہی ہے۔ کہ آزادیوں سے بھی فرق کچھ نہیں پڑتا۔ جھٹ تفریح بن جاتی ہے۔

حبیب۔ یوں کہیئے۔ کہ آزادی دے کر پھر اس کی آزادی سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے

ناظر۔ یہ آزادیاں بھی ہچوں قسم ہیں۔ آزادی تو اسے اسلام نے ہی دی ہے۔ جو اس کی عزت و شان کو بڑھاتی ہے۔ عظمت پیدا کرتی ہے۔ تفریح بننے سے بچاتی ہے۔ افسوس تو یہ ہے۔ کہ مرد نے ہی اس کے لئے کوئی اچھا اصول نکالا۔ اگر نکالا۔ خود اس نے کبھی اپنے لئے اچھی راہ نہ ڈھونڈی گراوٹ پر جھٹ راضی ہو جاتی ہے۔ محض ظاہری باتوں پر ریجھ کر۔ کبھی محسوس نہ کیا۔ کہ اسٹیج پر ننگا ہو کر ناچنا۔ بازار میں بل کھانا۔ یا سپاہیوں کی طبیعت بہلانے کے لئے ویکائی بننا اس کو کتنا ہلکا کر دے گا۔

حبیب۔ ایسے تمام کاموں پر اسے مرد ہی مجبور کرتا ہے۔

ناظر۔ اسے ایسے معاملات پر سر نہ رکھنا چاہیئے۔ اب وہ آزاد تو ہو کر رہے ہی گی۔ لیکن ادراک و خرد کا جوہر پیدا کرنے اور امور ضروریہ میں مردوں کے دوش بدوش چلنے کے لئے میدان میں آئے تو مبارک ہے۔ اس کی آزادی۔ بیشک تعلیم و تربیت غیرت و حمیت پیدا کر کے انسانی مزدوروں کو سنبھالے۔ خودار بنے۔ اپنی حیثیت کو پہچانے۔ یہ ثابت کرے۔ کہ مسلم خواتین آزادی میں بھی اسلامی اخلاق کا نمونہ ہیں۔ عزتِ دینی و ملی سے بیگانہ نہیں ہو سکتیں۔

حبیب۔ کچھ کہنے کی بات نہیں۔ خود مردوں کو بھی وہی حیا و حمیت برتنی چاہیئے۔ جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں تھی۔ جو "غُضُّوا اَبْصَارَکُمْ" پر عمل کر کے محرم و نامحرم کا امتیاز رکھتے تھے۔ ایسا ہو۔ تو عورتوں کو سنبھلنے کا موقعہ مل سکتا ہے۔ دونوں ہی ہاتھ تالی بجتی ہے۔

ناظر۔ آخر کب تک۔ یہ بچپنا تو جاتا ہی رہے گا۔ مردوں کا بنانا بھی تو اسی کے اختیار میں ہے۔ ماں کا ایک حرف باپ کے دفتروں سے زیادہ موثر ہے۔ خاص کر اس وقت جب وہ بچے کو رات کے وقت لے کر لیٹتی ہے۔ ہوشمند بچے سمجھدار ماؤں کے ایک فقرے کو بھی ساری عمر نہیں بھلاتے افسوس ہے۔ کہ اچھی بات سکھانے سے نہایت قاصر ہے۔ تاہم جب تعلیم و تربیت سے مائیں پھر ہوشمند ہو جائیں گی۔ تو اولاد کو موجودہ غفلت سے ہٹا کر علم و عقل کے راستے پر ڈال دیں گی۔ گلے میں تعویذ گنڈے ڈالنے۔ اور توہم پرستی سکھانے کے بجائے اصولِ صحت سکھا کر کمر میں خنجر باندھ دیا کریں گی۔ کہ پھر مسلمان موت سے کھیلے۔ اور خوں بچوں کا شکار کرے۔ صلح اور جنگ دونوں کو پہچاننے لگے۔

حبیب۔ بیشک عورت اگر یہ باتیں سکھائے۔ تو نسلیں بہت جلد سنبھل سکتی ہیں۔

ناظر۔ مصیبت تو یہ ہے۔ کہ عورت نے گری ہوئی حالت کو کبھی نہیں سنبھالا۔ کبھی نہ کہا۔ کہ میاں! باہر دنیا اُجڑی جا رہی ہے۔ پہلے اسے سنبھال لو۔ میں تو گھر میں بیٹھی ہوں۔ پھر آ چمٹنا۔ افسوس یہ ہے کہ گرتوں کے لئے اور ٹھوکر بنی۔ اونگھتے کو ٹھیلنے کا بہانہ ہو گئی۔ یہ حالت ہم پر ہی نہیں۔ سب قوموں

Marfat.com

پر گذری ہے۔

حبیب۔ آپ تو رکتے ہی نہیں۔ چورنگ کاٹتے ہوئے چلتے ہیں۔ کچھ تو لگی لپٹی بھی رہنے دیجئے۔ لوگ سُن لیں گے۔ تو پرا جھاکر آپڑیں گے۔ یہ یقین کیجئے۔ کہ عورت ضرور لائے گی۔ اب زمانہ اور ہے۔ آپ کیوں اتنے اکھڑ گئے ہیں۔ کیا آپ کو مرد کے ظلم سے انکار ہے۔ اسے مرد نے اتنا سوچنے جوگا ہی کب چھوڑا۔

ناظر۔ حبیب صاحب۔ آپ چھیڑ لیتے ہیں۔ منہ پر آئی رکتی نہیں کہ ڈالتا ہوں۔ کیا رکھ چھوڑا ہے۔ جو کہیں نسی پر راضی ہو جائے۔ وہ کیا دبا کر رکھ سکتا ہے۔ میری جنون انگیزی پر برا نہ مانئے۔ باقی رہی چورنگ کاٹ سو گھاس تو نہیں کاٹتا۔ وہمی باتوں کے تنے اڑاتا ہوں۔ کہتا بھی کس سے ہوں۔ آپ سے ہی کچھ دکھڑا رو لیتا ہوں۔ آپ خیال نہ فرمائیں۔

حبیب۔ نہیں نہیں۔ یہ آپ نے کیا فرمایا۔ میں تو آپکی گفتگو میں انتہائی دلچسپی لیتا ہوں۔ کچھ یہ بھی خیال ہے۔ کہ چالیس کے بعد آدمی رنگینیوں سے اکتا کر فلسفے پر جا ٹکتا ہے۔ شاید آپ اس بات کو بھول گئے ہیں۔ کہ عورت کے دم سے علوم کی نہیں۔ تو فنونِ لطیفہ کی تو رونق و زینت ہے۔

ناظر۔ نہیں میرے دل میں عورت کی بڑی عزت ہے۔ اور جو اُن میں سمجھدار ہیں۔ اتفاقیہ طور پر ان کو تو صحیح معنی میں دیویاں سمجھتا ہوں۔ بس غم یہ ہے۔ کہ ایسی ہیں کتنی؟ فنونِ لطیفہ کی روح رواں ہونے میں مجھے ذرا سا بھی شک نہیں۔ غالب مرحوم نے بھی اُن کی تقریبِ ملاقات کے لئے مصوری سیکھ لی تھی۔

حبیب۔ فنونِ لطیفہ واقعی حسن و عشق سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور دونو کا مجموعہ عورت ہے۔ گو زندگی کی کشمکش میں تو یہ فن زیادہ کام نہیں دیتے۔ لیکن زندگی کو خوشگوار بنانے میں تو اکسیر ہیں دماغ کو ذوق اور شعور سے بھر دیتے ہیں۔ نگاہ کو تو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ غم غلط کرتے ہیں۔ تلخیاں دبا دیتے ہیں۔

ناظر۔ غیران میں سب بیکار نہیں ہیں۔ مصوری اور اس کی شاخیں بے حد کام آتی ہیں۔ ہم تو ان سے کام نہ لے سکے۔ اس لئے۔ کہ چاقو کے دستے کی بھی شکل بدلنا بزرگوں کی سنت کے خلاف تھا۔

البتہ یہ جو آج کل یورپ کی مصنوعات میں حُسن ہے۔ دلکشی ہے۔ تنوّع ہے۔ وُہ آرٹ کی ہی برکت سے ہے۔ اسی کا فیض ہے۔ کہ ایک چیز ایجاد ہوتی ہے۔ اور چند دن میں اس کے نئے سے نئے ڈیزائن نکل آتے ہیں۔ ورنہ پہلے تو ہزاروں سال ایک ہی شکل چلتی رہتی تھی۔ تیلی کے کولھو کو دیکھ لیجیے۔

جیب۔ ہاں ساری باتیں دماغ سے کام لینے کی ہیں۔ یہاں تو قدامت پرستی ہی سے فرصت نہیں۔ آرٹ کو بجائے آگے بڑھانے کے پیچھے دھکیل رہے ہیں۔ گانے میں گنجائش نہ تھی۔ تو اپنی مصوری ہی کی اصلاح کر لیتے۔ اس کو بھی تو دین و ایمان کی طرح قدامت پر رکھا۔

ناظر۔ گانے کے تو قربان جائیے۔ لیکن جیب صاحب یہ ڈانس کیا چیز ہے؟ اگر ورزش ہے۔ تو عورت ڈنٹر بیٹھک کر کے ہاتھ پاؤں نکال سکتی ہے۔ تفریح ہے۔ تو تفریح کی اور صورتیں تھوڑی ہیں۔ یورپ کے ڈانس میں تو خیر حرکات سکنات بھی ہیں۔ لیکن یہ ہندوستان کا ڈانس تو نرا مسخرہ ہے۔ مردے کی سی آنکھیں ہاتھ پاؤں ٹیڑھے بنگے کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اس میں جذبات و خیالات کی تصویر ہے۔ ستم یہ کہ یورپ والے بھی اس کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ جو بی ہندوستان کے باہر اُن ملکوں کا چکر لگا کر دادلے کر آتے ہیں۔ واہ وا۔ ہمارے بگڑنے میں بھی اِک ادا ہے۔

جیب۔ آپ کو شاید معلوم نہیں۔ ڈانس اس زمانے میں مہذّب ملکوں کا لازمہ ہے۔ بہت باریک فن سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بغیر تو سوسائٹی نامکمل ہے۔ یہ چیز ہر قوم میں ہے۔ فرطِ خوشی میں انسان ناچتا ہے۔ دلیل یہی دیتے ہیں۔ کہ جوشِ مسرت کا اظہار ہے۔

ناظر۔ جیب صاحب! یہ یورپ والے ہمیں اُلّو تو نہیں بناتے؟ ہماری ہر ان نیچرل بناوٹ کی تعریف کر دیتے ہیں۔ تاکہ ہم پرانی تخیّل بازی میں پڑے رہیں۔ وہ انڈین آرٹ کی بھی تو بہت تعریف کرتے ہیں پھر آپ نے دیکھا ہی ہوگا۔ کہ وہ کیا چیز ہے۔ بعض کو تو ایسا غلط فہمی میں مبتلا کیا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو رین ہارڈو کا بھی استاد سمجھتے ہیں۔ مجھے تو دیکھ کر روحانی تکلیف ہوتی ہے۔

Marfat.com

جیب۔ خیر یہ آرٹ تو مجھے بھی ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ اس لئے کہ آرٹ دراصل قدرت کی نقل ہے۔ اور قدرت کی کسی چیز میں یکسانیت نہیں۔ تصویر جتنی اصل سے قریب ہے۔ اتنی ہی بہتر ہے۔ یورپ میں بھی اب ایک سر پھرا طبقہ پیدا ہوا ہے۔ جو قدرت کے نقائص نکالنے کو آرٹ سمجھتا ہے۔

ناظر۔ نا۔ آپ ذرا غور تو کیجئے۔ ہمیشہ سوئی ہوئی بکری کی سی آنکھیں۔ ہر جگہ یکساں سکرات کا سا عالم ہاتھ اور انگلیاں جیسی لکڑی کی گھڑ کر لگا دی ہیں۔ کسی آدمی کی ایسی شکل ہو۔ تو دیکھ کر نفرت آئے۔ مانا۔ کہ حسن اعتباری چیز ہے۔ لیکن یہ آرٹ تو حسن کی کسی قسم میں بھی نہیں آتا۔

جیب۔ کیا عرض کروں۔ کوئی خوبی دیکھوں تو بتاؤں۔ سوائے اس کے کہ یہ ہمارا فن ہے۔ سب سے بہتر ہے۔ چہرہ ہی چہرہ ہوتا ہے۔ اور تو کچھ ہے ہی نہیں۔ وہ بھی جیسا آپ کہہ رہے ہیں۔ یکسانیت کا مرقع۔ رہی تعریف۔ تعریف کرنے والے تو نکل ہی آتے ہیں۔ جیسے خیالات کے موئید پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح فنون کے مداح بھی ابھر آتے ہیں۔ پسند اپنی اپنی خیال اپنا اپنا۔

ناظر۔ غور کیجئے۔ مثلاً بھائی حامد کی تصویر بنائی جائے۔ اور بالفرض ایسی ہی بنے۔ تو یہ دیکھ کر کیا خوش ہونگے کہ آنکھیں بکری کی سی آگئیں۔ بیٹھے کس طرح سے تھے۔ اور اب خوف زدہ بندر کی سی پوزیشن ہو گئی۔ اپنی سمجھ میں تو کچھ آیا نہیں۔ کہ یہ رجعت پسند لوگ کس بات کی داد دیتے ہیں۔ یہ لوگ تیز نظر ہیں۔ ہمارے پاس نگاہ اور دماغ کہاں خدا انہیں برکت دے۔

جیب۔ مجھے یورپ کے ہر خطے کا آرٹ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ کیا تصویریں ہوتی ہیں! مناظر میں اصلیت۔ اشیاء میں حقیقت۔ دریا کا بہاؤ کاٹ تراش بل اور موڑ سکون اور دھارا ایک ایک کونہ گوشہ۔ موجوں کے ہیر پھیر کھنچاؤ تناؤ۔ جنگلوں کا نظارہ۔ تو ہر درخت کی اصلی شکل نوع اور جنس الگ الگ قسم۔ دور و نزدیک کی چھوٹائی بڑی چھدرائن اور گھناؤ۔ گھاس ہے تو ایک ایک تنکا ہر گھاس کی تازگی۔ اور خشکی۔ پودوں کی اصلی شکل صورت۔ آدمی ہیں۔ تو قدرتی چہرے۔ ہر کام کی پوزیشن حرکات سکنات خوشی و رنج مہربانی اور غصہ سنجیدگی یا مسکراہٹ۔ رگ، رگ میں اصلیت کھڑے بیٹھے کا فرق۔ جنگ کا خاکہ ہے۔ تو غضب غصہ حملے کی ہر ایک پوزیشن بھاگنے گرنے کی شکل بتریر،

Marfat.com

پوزیشنیں دباؤ ابھار کے اصلی انداز۔ غلبے یا شکست کی حالت۔ گھوڑوں کے گرتے بڑھتے مرتے بھڑکتے تمام پہلو۔ ہماری تصویروں میں تو پہاڑوں کی شکل روئی کے گالوں کی سی ہوتی ہے۔ اور جنگل میں تو آم ہی آم نظر آتا ہے۔

ناظر۔ اس فن میں یورپ کی تیز نگاہی نے دو ایسی چیزوں کا اضافہ کر دیا۔ کہ تکمیل ہو گئی۔ ایک تو دور و نزدیک کی چھوٹائی بڑائی اور دوسری چیز سایہ اور روشنی۔

حبیب۔ یہ جسے انگریزی میں لائٹ اینڈ شیڈ کہتے ہیں۔ واقعی کیسی معمولی چیز ہے۔ جو ایشیا کو ہزاروں سال میں نظر نہ آئی۔ یہ تخیل بازی کا نتیجہ نہیں۔ قدرت پر غور و فکر کا مآل ہے۔ وہ بہت جلد اس بات پر پہنچ گئے۔ اور انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ ہماری طرح ہر چیز اپنی ہی طرف سے بناتے رہتے۔ اور اصل کو نہ دیکھتے۔ تو یہ کام ابھی تک نامکمل رہتا۔ واہ رے ہماری تخیل بازی۔

ناظر۔ یہ بھی صرف انہیں کا خیال ہے۔ کہ ہر چیز اصلیت کے مطابق ہونی چاہیئے۔ یہ مطالعۂ قدرت ہی کی برکت تھی۔ کہ ہر چیز اصلیت پر آ گئی۔ اور حسن پیدا ہو گیا۔

حبیب۔ یہ دو تصویریں آپ نے کب اضافہ کر لیں؟ ان تینوں میں کتنی مشابہت ہے۔ معمولی سا فرق ہے سو خیر اتنا فرق تو فوٹو میں بھی پڑ جاتا ہے۔ اس چہرے کی آپ کو کتنی مشق ہو گئی ہے!

ناظر۔ یہ پچھلے دنوں کی فرصت میں بنائی تھیں۔ اب یہ دونو فریم بچ گئے۔ اور چہرے کی آپ کیا پوچھتے ہیں ساری جگر سوزی کا اتنا ہی تو حاصل ہے۔ اور اکبر مرحوم نے ٹھیک کہا ہے "اس سے اگر بڑھو۔ تو شرارت کی بات ہے"۔

حبیب۔ آپ کا یہ خیال درست ہے۔ کہ فنون لطیفہ کی آبیاری عورت کے وجود سے ہوئی ہے۔ لیکن شاعری کی نشو و نما بھی تو اسی چشمے سے ہوئی ہے۔ پھر شاعری سے گانے میں جان پڑی۔ خالی خولی آہیں کہاں تک دلکشی ہو سکتی تھی۔ "نجر یا مار گئی"، موزوں کر کے دل برما دئے۔ خیال ٹک گیا۔

ناظر۔ شاعری؟ آہ یاد ش بخیر! اپنی تباہی میں ہم اس فن کے بہت ممنون ہیں۔ جہاں اور باتوں نے زندگی سے غافل کیا۔ اس نے بھی بہت پیچھے ہٹایا۔

جلیب۔ فن تو بُرا نہ تھا۔ لیکن بقول مولانا حالی مرحوم کے۔ بُدھر ڈھل گئے ہو رہے بس اُدھر کے، ہماری طبیعتوں کی افتاد نے بجائے فائدہ اٹھانے کے اس سے بھی نقصان ہی اٹھایا۔ سب کچھ چھوڑ کر شاعری پر لگ گئے۔ ورنہ زندہ مشغلوں کے ساتھ یہ بھی بزم کی رونق رہتا۔

ناظر۔ دیکھ لیجئے۔ دو سو سال سے مسلمان شاعری پر لگے ہوئے ہیں۔ سارے کمالات چھوڑ کر شاعری کو کمالِ انسانیت سمجھ بیٹھے۔ اس طرح کہ آغاز میں بڑے بڑے سپاہی ڈھال تلوار پھینک کر یا تو کسی حضرت جی کی بیعت کر کے اللہ ہو کی ضربوں میں اُلجھ گئے۔ یا شاعری کے لئے دوات قلم سنبھال بیٹھے۔ گھر بار بازار دربار سرکار سب میں شاعری ہونے لگی۔ جب کوئی زلف و رُخ اور گل و بلبل کی منظوم باتیں کرنے لگتا تھا۔ تو اسے علم کا ماخذ سمجھ لیتے تھے۔ ایک طرف رسمی قال اقول۔ 'ضرب لفیوب' تھا۔ تو دوسری طرف "خیالِ زلفِ بتاں میں نصیر پیٹا کرے" کا الجھاوا تھا۔

جلیب۔ جی ہاں۔ سیاسی جد و جہد ختم ہو چکی تھی۔ گراوٹ میں جو نکھٹوؤں کا فلسفہ چل پڑا کرتا ہے جاری ہو گیا تھا۔ نکمے ہو کر یاس و حسرت کی تصویریں کھینچتے تھے۔ اور دل کو الفاظ و خیالات سے تسکین دیتے تھے۔ آخر میں یہی باتیں رہ جاتی ہیں۔ ہائی پیشیا کا فلسفہ بھی ایسا ہی رہا ہو گا۔

ناظر۔ یہی ہوا کرتا ہے۔ یونان کی تباہی کے بعد سینکڑوں سال تک نسلیں آباؤ اجداد کے الفاظ دہراتی رہیں تھیں۔ عملی زندگی سے بیگانگی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح شاعری کو کمال علمی سمجھ لیا گیا۔

جلیب۔ تاہم اُن بزرگوں کی یہ تفریح بھی کچھ فائدہ دے ہی گئی۔ اتنی جلدی زبانِ اُردو کی نشو و نما اس تفریح کا ہی نتیجہ ہے۔ وقت صرف کیا۔ تو ایک کام ہو گیا۔

ناظر۔ بات یہ ہے۔ کہ تھوڑی سی بھی زندگی کام سنبھال لیتی ہے۔ بگڑی حالت کو نہ بنا سکے۔ تو خیر زبان تو بنا دی۔ وہ ایسی حالت کو بھی نہ پہونچے تھے۔ جو بعد میں رونما ہوئی۔ غدر تک زندگی اور غیرت تھی سمجھ تھی۔ بعد میں تو دونو سرے مٹھی میں شاعری ہی رہ گئی۔ جس نے عیاشی میں پر لگا دئے۔

جلیب۔ اب آخری دنوں میں تو یہ حالت ہو گئی تھی۔ کہ جسے دیکھو بیاض دبائے پھر رہا ہے۔ اے حضرت!

Marfat.com

اے جناب! رات کچھ طبیعت لڑ گئی تھی۔ غزل کے چند شعر نکل آئے ہیں سنئے گا۔ آنے والے کسطرح انکار کریں۔ حقّے پان سے تواضع ہو رہی ہے۔ شرما حضوری آہا واہ وا! سبحان اللہ! کیا بات پیدا کی ہے۔ کہ سن کر کسی اور شعر زدہ کے یہاں چائے میں جا شریک ہوتے تھے سوسائیٹی کا علمی مذاکرہ صرف شاعری میں محدود ہو کر رہ گیا۔ داد پیٹ بھر ملتی تھی۔ بوڑھے جوان سب مصروف ہو گئے۔

ناظر۔ ایک بڑی زیادتی یہ کی۔ کہ مذہب کو بھی شاعری کے بناوٹی غلاف میں لپیٹ کر لندھورا بن سعدان کی داستان بنا دیا۔ شاعری کی تمام شرطیں پوری کر دیں۔ سچی تاریخ افسانہ بن کر رہ گئی۔ ہاں تاریخ جس کے بارے میں مسلمان اتنے محتاط رہے تھے۔ تمام رطب و یابس افسانوی روایات کا پشتارہ دین میں بھر دیا۔ یہاں تک کہ صحیح واقعات بھی جھوٹے معلوم ہونے لگے۔ شاعری کی رنگینیوں میں جو کچھ کہہ دیا۔ یا جو کچھ باندھ دیا۔ وحی و الہام ہو گیا۔ اب کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔

حبیب۔ خیر واقعات کو نظم کر دینے میں کیا حرج ہے۔ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں۔ ہاں روایت کی کمزوری البتہ احتیاط کے قابل ہے۔ مذہبی نظمیں تو اور مذاہب میں بھی بہت ہیں۔

ناظر۔ یہ کیا فرمایا آپ نے؟ حبیب صاحب! مذہب سچی تلی چیز ہے۔ اور شاعری تخیّل بازی ہے۔ جس میں اصلیت کی بالکل شرط نہیں۔ جو چاہو بکو۔ مذہب اور شاعری کو آپ اکٹھا کئے دیتے ہیں؟

حبیب۔ نہیں میرا مطلب یہ ہے۔ کہ مذہبی خیالات کو اگر وزن دیدیا جائے۔ تو کوئی خلل کی بات نہیں

ناظر۔ تو کیا مرثیہ گو شعراء نے اتنی ہی کوشش کی ہے؟ میرا تو خیال ہے۔ کہ بہت آگے چلے گئے ہیں۔ ذرا ان باتوں پر نظر ڈالئے۔ ہفتخوانِ رستم کے نقشے جمے ہوئے ہیں۔

حبیب۔ ہاں خیر۔ زیادتی زیادتی ہی ہے۔ بعض کمزور روائتیں بھی ہیں۔ لیکن مرثیت میں تو کمال کیا ہے!

ناظر۔ کیا شک ہے۔ لیکن زورِ شاعری کہیں اور صرف کرتے تو بہتر ہوتا۔ یہ مختصر حالات و واقعات افسانے کی صورت اختیار نہ کرتے۔ اور جہلا کے لئے گمراہی کا دروازہ یوں چوپٹ نہ کھل جاتا۔

حبیب۔ رطب و یابس تو بعض وقت جوش میں مقررین بھی بیان کر جاتے ہیں۔ غم میں اس بات

Marfat.com

کی شاید گنجائش بھی ہے۔ محض غم کو بڑھانے کے لئے۔

ناظر۔ ہاں ان گنجائشوں ہی نے تو ہمیں تباہ کیا ہے۔ حبیب صاحب! مجھے ایک بات سے بڑی ہی حیرانی ہے۔ وہ یہ کہ مسلمان کے لئے شاعری کی گنجائش نکلنی مشکل تھی۔ کیونکر نکل آئی؟ دوسرے احکام پر اتنا زور دیا گیا۔ کسی نے قدم نہ روکا۔ قرآن نے شاعروں کی سخت مذمت کی۔ تو جھکنے کی جگہ اور تیز ہو کر لوٹ پڑے۔

حبیب۔ کیا مثلاً۔ ذرا وضاحت کیجئے۔ میں سمجھا نہیں۔

ناظر۔ وہ یہی۔ کہ "۔ اَلشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ وَ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ۝"

حبیب۔ کیا ترجمہ ہوا۔

ناظر۔ یعنی "۔ شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا اے رسول! تو نے انہیں دیکھا نہیں۔ کہ ہر خیالی دنیا میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ ایسی باتیں کہتے ہیں۔ جو وہ کرتے نہیں۔ البتہ ان میں ایمان لانیوالے نیکوکار جزائے خیر پائیں گے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ۝" ہم نے اپنے رسول کو شاعری نہیں سکھائی۔ اور نہ اُس کے لئے مناسب ہے۔ فرمائیے۔ جو کام رسول کے لئے مناسب نہیں۔ وہ ہمارے لئے شیرِ مادر کسطرح ہو گیا

حبیب۔ ہاں مذمت کا پہلو تو سخت ہے۔ شاعری کے بارے میں تو پھر احتیاط کرنی چاہیئے۔ لیکن ایمان والوں کے لئے گنجائش بھی تو ہے۔ کیا خیال ہے آپ کا۔

ناظر۔ گنجائش ہے۔ تو خرافات بکنے کی تو نہیں۔ اور شاعری میں کیا دیکھتے ہیں آپ۔

حبیب۔ وہ ایک اور آیت بھی تو ہے؟ میں نے کسی کتاب کے سرورق پر مع ترجمے کے لکھی دیکھی تھی۔

ناظر۔ ہاں وہ ہے۔۔۔ وہ۔۔۔۔ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَةً وَ اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا۔ ترجمہ ہے۔ کہ اشعار میں سے بعض میں دانائی ہے۔ اور بعض بیانوں میں جادو ہے۔

حبیب۔ لیجئے۔ اس سے تو اور گنجائش نکل آئی۔ شعر دانائی ہے۔ تقریریں جادو ہیں۔

Marfat.com

ناظر۔ ہاں آپ کا مطلب تو پورا ہو جاتا۔ لیکن یہ آیت نہیں ہے۔ کسی کا مقولہ ہے۔
حبیب۔ طرزِ ادا تو بالکل آیت کا سا ہے
ناظر۔ اب ذرا آپ کو جائزہ لینا چاہیئے۔ کہ ہماری شاعری کے ذخیروں میں سے کتنے اشعار دانائی سے مملو ہیں۔ چاہے دینی ہوں۔ چاہے دنیا وی۔ کھلی گندگی کا تو ذکر کیا۔ جو شوخیوں اور غزلوں میں بھری ہوئی ہے۔ خیالی دنیا میں ہوائی گرہیں لگائی جائیں۔ تو وہ نعنت ہیں۔ چہ جائیکہ مذہبی خیالات میں افسانے ٹھونک دئے جائیں۔ مذہب ان باتوں سے بالکل مسخ ہو جاتا ہے۔
حبیب۔ آپ کو معلوم ہے۔ مجھے شعر سے کتنا شغف تھا۔ لیکن کچھ تو شعراء کی حالت دیکھ کر طبیعت اکھڑی۔ اور کچھ اس فن کی ناکارگی سامنے آئی۔ اس طرح بیزار ہوا۔ رہی سہی دلچسپی اس تباہی و بربادی نے کھو دی۔ وہ شوق جاتا رہا۔ اس آہا واہ واہی نے تو ہمیں زندہ مشاغل سے دور پھینک کر ناکارہ کیا ہے۔ ورنہ مسلمان شائستہ اخلاق کے ساتھ تیار ہوا انگارہ تھا۔ ایسے ہی مشاغل سے بجھ کر رہ گیا۔
ناظر۔ حبیب صاحب! قوموں کی گراوٹ کے اسباب یکساں ہیں۔ چند باتیں ہیں۔ جو بلند کر دیتی ہیں اور چند دلچسپیاں ہیں۔ جو گراوٹ پر پہنچا دیتی ہیں۔ جب گراوٹ کے اسباب گھیرتے ہیں۔ تو ایسی خوبصورتی سے پکڑتے ہیں۔ تو ہوشمندوں تک کو محسوس نہیں ہوتا۔ کہ دلدل میں دھنس رہے ہیں۔ بچارے عوام تو یہ سمجھ لیتے ہیں۔ کہ زندگی یہی ہے۔ اسلاف یہی کام کرتے رہے ہیں۔ یوں بھی ہر ایک قوم کی مدت مقرر ہے۔ چاہے کوئی دلدل کو محسوس ہی کیوں نہ کر لے۔ "لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ" لیکن مسلمان قوم کے اصول ایسے نہ تھے۔ کہ یہ قوم اتنی آسانی سے تنزل پر پہونچ جاتی۔ اصل میں اہلِ غرض نے غافل کیا۔ کچھ تو مذہبی ٹھیکہ داروں نے ہاتھ بٹایا۔ کچھ عیاشی نے مدد کی۔ ذہنیت ماری گئی۔ شاعری کو بھی اسی عیاشی کی ایک شاخ سمجھ لیجئے۔
حبیب۔ کیا عرض کروں۔ سمجھ چکا ہوں۔ کہ یہ ذہنی عیاشی بیکار بے مصرف ہے۔ لیکن اب بھی جب

کوئی اچھا شعر کانوں میں پڑ جاتا ہے تو بے اختیار جھوم جاتا ہوں۔ پرسوں حامد صاحب تشریف لائے۔ آپ جانتے ہیں وہ بھی ان باتوں پر پہنچ چکے ہیں۔ گراوٹ اور بلندی کے اسباب کو بھانپ لیا ہے۔ یونہی باتوں باتوں میں ایک شعر اُن کی زبان سے نکل گیا۔ پھر کیا تھا وہ بھی جھومنے لگے میرا سر بھی نصف دائرہ بنانے لگا۔

ناظر۔ کیا شعر تھا سنائیے تو سہی؟

حبیب۔ وہ ہے تا سوداؔ کا مشہور شعر:۔

سوداؔ جو ترا حال ہے اتنا تو نہیں وہ
کیا جانئے تو نے اُسے کس آن میں دیکھا!

ناظر۔ واہ وا! کیا طرزِ ادا ہے! کیا خیال ہے! ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ وقت کی خصوصیت دو بالا کرکے دکھا دیتی ہے۔ اور لیلیٰ کی سیاہی مجنوں کی آنکھ میں شمس و قمر کا نور بن کر کھب جاتی ہے۔ پھر ایک مرتبہ کھچ جانے کے بعد نظر دوسرے وقت ہلکا بھی دیکھے تو خود اپنے آپ توجیہیں کرکے جھٹلا لیتی ہے۔ آخر سوداؔ وہی ہیں جن کو میرؔ صاحب نے پورا شاعر مانا ہے۔ کیا بات کہی ہے!

حبیب۔ آپ بھی تو اُس روز سوداؔ کا ایک شعر گُن گُنا رہے تھے۔ باتوں میں اُلجھ کر سرسری طور پر گذر گئے۔ ہاں ذرا دُہرائیے گا۔ بہت اچھا خیال ہے وہ بھی!

ناظر۔ کونسا تھا بھلا؟ آ.....آ..... ہاں یاد آگیا:۔

سوداؔ جہاں میں آکے کوئی کچھ نہ لے گیا
جاتا ہوں ایک میں دلِ پُر آرزو لئے

حبیب۔ اہا! کیا خیال ہے! کیسی چسک ہے! ایسی چیز لے گئے کہ ڈھونڈنے والے کو نظر نہیں آسکتی حالانکہ کچھ داغ ہیں جو ہر دردمند لے جاتا ہے۔ سوداؔ کی نگاہ بھانپ گئی۔ میرؔ صاحب کی طرح بعض کے یہاں طرزِ ادا ہی دردناک ہو جاتا ہے۔ معمولی بات بھی کہتے ہیں تو چوٹ لگتی ہے۔

ناظر۔ اگر شاعری کوئی چیز ہے تو اس کے جسم کی رُوح درد ہے۔ کوئی حقیقت بیان کی جائے فلسفہ ادا

Marfat.com

کیا جائے تو اور بات ہے۔ ورنہ جس سے دل نہ کھٹکے وہ کیا شعر۔ جذبات ادا نہ ہوں واقعہ نگاری نہ ہو۔ یونہی ہوا میں گرہیں لگائی جائیں تو شعر نہیں لعنت ہے تضیعِ اوقات ہے۔ حالی مرحوم نے درد کو حاصل قرار دے کر شاعری کا فیصلہ کر دیا ہے:۔

اے شعر! دل فریب نہ ہو تو تو غم نہیں
پر تجھ پہ حیف ہے جو نہ ہو دلگداز تو

حبیب۔ ظلم تو یہ ہے کہ متقدمین کی جذبات نگاری چھوڑ کر بکواس نویسی پر اُتر گئے اور شاعری کو بالکل بے رُوح کر دیا جو علمِ ادب کی ایک اچھی شاخ تھی۔ اس سے بالکل سروکار نہ رہا کہ محبت میں واقعات کیا پیش آتے ہیں اور دُنیا کے حالات کو اُلفت کیا ہیں۔ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں قابلِ وقوع باتیں ہیں یا محض خیالی ڈھکوسلوں پر وقت ضائع کر رہے ہیں۔ برتاؤ سلوک معاملہ بندی حقیقت نگاری قدرتی تغیر و تبدّل کو چھوڑ کر نری وہم و تخیل کی دنیا آباد کر لی۔ کسی نے جذبات نگاری کا دامن پکڑا بھی اُسے تک بند کہہ کر اپنی خرافات پر لگا لیا۔

ناظر۔ جی ہاں! ایسی باتوں پر ٹوٹ پڑے جو نہ انسان پر گذرتی ہیں نہ دنیا میں ہوتی ہیں۔ یہ رنگ آپ کی نظروں سے بہت گذرا ہے۔ آپ بھی نازک خیالی کو بہت پسند کیا کرتے تھے۔

حبیب۔ نہیں۔ اب تو مدّت سے نازک خیالیاں مکڑی کا جالا معلوم ہونے لگیں۔ اگر اب کچھ پسند بھی آتا ہے تو وہی خیال جو سیدھا دل پر پہنچے حقیقت سے ٹکرائے۔

ناظر۔ کیوں؟ اب آپکو اُس رنگ سے نفرت ہو گئی؟ خیر ہونے ہی والی تھی۔ وہ پُرانا شعر آپ کو یاد نہیں رہا جس پر ایک مرتبہ سر دُھنا تھا:۔

کیا نزاکت ہے جو توڑا شاخِ گل سے کوئی پھول
آتشِ گل سے پڑے چھالے تمہارے پاؤں میں

حبیب۔ نہیں ہاتھ میں!

ناظر۔ ہاں ہاں! ہاتھ میں۔ خیر جہاں ہاتھ میں ہیں وہاں پاؤں میں بھی سہی۔ آتشِ گل پہ پاؤں

Marfat.com

پڑجائے تو اس میں بھی چھالے پڑ جائیں گے۔ اور وہ نہیں سُنا آپ نے ؟

حُسن جب مقتل کی جانب تیغِ بُرّاں لے چلا
عشق اپنے مجرموں کو پا۔ بجولاں لے چلا

جیب۔ کیوں نہیں سُنا۔ یہ رنگ تو عام تھا اور اسی پر داد ملتی تھی۔ نہ معلوم یہ اُس زمانے کے عشق کی روداد کیا تھی۔ معشوق کیا تھے اچھے خاصے نادرِ روزگار تھے۔ داغ جیسے اُستاد پر اِس رنگ کا لیپ چڑھا ہوا تھا:۔

بھویں تنتی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں

ناظر۔ بالکل ایسا نقشہ ہے کہ مونچھیں کھینچی ہوئی ہیں۔ داڑھی چڑھی ہوئی ہے۔ اور خنجر لے کر عُشاق کے ہجوم میں چور نگ کاٹتے پھر رہے ہیں۔ اور وہ شعر تو آپ نے سُنا ہی ہوگا:۔

خود گلا کاٹوں مجھے خنجر عنایت کیجئے
دیکھئے دُکھ جائیگی نازک کلائی آپ کی

جیب۔ لعنت بھیجئے اس شعریت پر۔ تاہم اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے کی عورتوں میں بھی سپاہیانہ جوہر تھے۔ خنجر باندھتی تھیں اور اسکے استعمال کی بھی ماہر تھیں۔ اب تو گوشت کا لوتھڑا ہیں۔ سٹیشن پر بھی نہیں چلا جاتا۔

ناظر۔ دیکھ لیجئے۔ کہاں وہ قدرتی جذبات اور کہاں یہ خرافات۔ جو شاعری اصلیت پر مبنی ہو وُہ نہ صرف ادبی حُسن ہے بلکہ ذہنیت اور خیال کو تیز کرکے نشیب و فراز پر لگا دیتی ہے۔ جس پیدا کرتی ہے۔ میر کی جذبات نگاری پر ناسخ غالب اور ذوق نے جو رشک کھایا ہے وہ اسی خوبی کی وجہ تھی۔ دِل کی کیفیتیں الگ زبان کی لذتیں الگ۔ شائد یہ بزرگ ہمارے لئے کوئی قابلِ تقلید اور لائقِ فخر رنگ چھوڑتے۔ فارسی شاعری کی تقلید نے پیدا نہ ہونے دیا۔

جیب۔ ہاں! یہ رنگ فارسی کے تتبع میں طبیعتوں پر غالب آگیا اور پھر ایسا رگوں میں پیوست ہوگیا کہ موجودہ تنقیدیں بھی پیچھا نہ چھڑا سکیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ نظیر اکبر آبادی کس طرح دامن چھڑا کر

Marfat.com

نیچرل نظموں پر پہنچے۔ کمال کیا ہے اس بچوں کی دنیا کے معلّم نے۔ لائقِ صد ستائش ہے۔

ناظر۔ شک نہیں نظیر کی شاعری قابلِ تقلید چیز تھی لیکن کسی نے توجہ نہ دی۔ ایک صورت اور بھی ہو سکتی تھی اور شاید وہ اس تخیل بازی سے بہتر رہتی۔

جیب۔ وہ کیا؟

ناظر۔ وہ یہ کہ عرب و عجم کے قدرتی خیالات لے کر ہندی درد میں آمیز کر دیتے۔

جیب۔ نہیں۔ یہ خیال ایک حد تک ٹھیک ہے آپ کا۔ کبیر جی اور تلسی داس کا کلام بہت اچھا ہے۔ پہلے مجھے کافی دوہے یاد تھے اب اکثر بھول گیا ہوں۔ خانخاناں کے دوہے ہندی میں بہترین سمجھے جاتے ہیں۔ شاید آمیزش کی ہی وجہ ہو۔

ناظر۔ جیب صاحب! ایک بات تو ہے۔ ہماری شاعری میں تنوّع زیادہ ہے۔ ہندی صرف دو اک شقوں میں بہتر ہے۔ اُردو کے رطب و یابس ذخیرے میں سے بہترین انتخاب نکل سکتا ہے جو دنیا کی نئی اور پُرانی شاعری کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔ لیکن ایسے انتخاب کے لئے بہترین ذوق اور وسعتِ نظر کی ضرورت ہے۔ خیر کوئی دُہرا سنائیے۔ کوئی تو یاد ہوگا ہی۔

جیب۔ ہاں۔ دو چار یاد رہ گئے ہیں۔ کبیر جی کہتے ہیں:۔

رنگی کو نارنگی کہیں اور بنے دودھ کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں دیکھ کبیرا رویا

ناظر۔ واہ وا! خوب ہے! شاعری کی ہے تو اس میں بھی بات نکالی ہے۔

جیب۔ ایک اور یاد آیا۔ سُنئے! یہ مجھے بہت پسند ہے:۔

دھئیں جنو یا لے گئے اور بھوؤں لے لئے پوت
ارے کبیرا باورے رہے ادت کے اوت

ناظر۔ دیکھ لیجئے کیسی پیش آنے والی باتیں ہیں۔ سچے واقعات کو وزن میں ادا کرنا کتنا موثر ہے۔ خیر ہمارے یہاں بھی سچائی کی کمی نہیں ہے۔ بس اتنا ہے کہ پلندے کو اُلٹ پُلٹ کر ملتی ہے۔ میر صاحب فرماتے

Marfat.com

ہیں :-

کہتے تو ہو یوں کہتے یوں کہتے جو وہ آتا
سب کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا

جیب۔ ہندی میں ایک بات اَن نیچرل ہے کہ جو کچھ کہا جاتا ہے عورت کی طرف سے کہا جاتا ہے۔ اپنی اپنی حالت بیان نہیں کی جاتی۔

ناظر۔ خیر! اُردو میں بھی عورت کے جذبات بھی مرد ہی ادا کرتا ہے۔

جیب۔ شائد اسکی وجہ اسلامی غیرت ہے۔ عورتوں کا ذکر بھی گوارا نہیں ہوا۔

ناظر۔ جیب صاحب! اس بارے میں کچھ زیادتی ہی کی گئی ہے۔ ہم نے عربی کا تتبع نہیں کیا۔

جیب۔ اچھا کوئی چیز میر صاحب کی سنائیے۔ ان کے ہاں درد کتنا ہے! سچ تو یہ ہے کہ اُن کے نشتر سودا کے خنجروں سے زیادہ تیز ہیں۔ ہاں تو کس طرح ؟

ناظر۔ درد کی آپ کیا پوچھتے ہیں۔ میر سرتاپا درد تھے۔ کہتے ہیں :-

چپکے سے کچھ ہو جاتے ہو آنکھیں بھر بھر لاتے ہو
میر گذرتی ہے کیا دل پر کڑھا کرو ہو اکثر تم

جیب۔ ہائے ہائے! اسے نشتر نہ کہا جائے تو اور کیا کہیں۔ بلا کا درد ہے۔

ناظر۔ خیر! اب اُردو میں بہت مفید اور عجیب اسلوب نکل آئے ہیں۔

جیب۔ ذرا وہ شعر سنائیے وہ ..... غیور تھا!

ناظر۔ ہاں! وہ شعر :-

مرنے مؤا پہ اُس کے کبھی گھر نہ جا پھرا
خانہ خراب میر بھی کتنا غیور تھا

جیب۔ ہائے! میر صاحب آپ کی تو رگوں میں اُتر گئے ہیں۔ لیکن میرا بھی یہی حال ہے کہ اُن کے ذخیرے میں سے کوئی ایسا شعر سُن لیتا ہوں تو بے ساختہ جی چاہتا ہے۔ کہ کہیں سامنے نظر آجائیں اور

Marfat.com

ایک نظر دیکھ لوں۔

ناظر۔ چلئے اچھا ہے وہ نہیں ہیں۔ وہ دردرسیدہ غیرت مند حساس انسان اس وقت ہوتا اور دہلی کے ساتھ ہندوستان کے مسلمانوں کی تباہی دیکھتا تو کیا حال ہوتا اُس غیور کا۔ رونے کے لئے کئی عمریں خدا سے مانگتا۔

جلیب۔ واقعی اچھا ہوا وہ بزرگ نہیں ہیں ورنہ شہر آشوب لکھتے لکھتے بے حال ہو جاتے۔

ناظر۔ بہتر ہوا کہ علامہ اقبال نے یہ منظر نہ دیکھے پہلے ہی چل دیئے ان کا حساس دل اس تباہی کو بالکل برداشت نہ کر سکتا۔ مسلمانوں کو روتے چلے گئے اور ان پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ مولوی تو بدلتے ہی کیا نہ تو خود بدلنے کی جگہ قرآن کو بدل لیتے ہیں۔ عوام کو پتہ نہ چلا کہ علامہ نے کیا کہا ہے۔ کاش! وہ مدن موہن مالوی اور موہنجے کی طرح گھر گھر پھر کر اپنا پیغام پہنچا سکتے۔

جلیب۔ شاعری سے آپ کی بدگمانی کچھ بیجا نہیں۔ خطابت اس سے کہیں زیادہ مفید چیز ہے۔ شاعری سے کون زندہ ہوتا ہے۔

ناظر۔ دیکھ لیجئے۔ ہم مشاعروں کی محفلیں جماتے رہے۔ اور ہندوؤں نے ہندی کو گاڑیوں پر لاد کر دور دراز گاؤں تک پہنچا دیا۔ چلتی پھرتی لائبریریاں بنا ڈالیں۔ ہمارے یہاں مشاعروں سے آنکھیں ملتے نکلے۔ "اردو بولو" کی مہم شروع کی تو صرف اتنا اثر ہوا کہ ہم اردو بولتے ہیں تو لوگ حقارت کے ساتھ مذاق اڑاتے ہیں ناک بھوں چڑھ جاتی ہے۔ صوبائی تعصب بیدار ہو جاتا ہے۔

جلیب۔ ذرا بھی شک نہ کیجئے۔ علامہ اقبال نے شاعری کو چرخِ چہارم پر پہنچا کر آخری منزل پر پہنچا دیا ہے تکمیل کر دی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ حضرتِ جوش کی وہ رباعیاں جن میں حقائق و مسلمات ہیں اگلی آزاد دنیا میں مقبول ہونگی۔ جن رباعیوں میں انہوں نے ہیوم پوپ اور والٹیئر وغیرہ آزاد خیالوں کے نادانستہ نظریئے باندھ دیئے ہیں۔ حالانکہ انہیں معلوم نہیں ہے کہ یورپ یہ باتیں کہہ کر مذہب کی نظر میں معتوب ہو چکا ہے۔

ناظر۔ علامہ اقبال کا کیا کہنا۔ واقعی اُنہوں نے مہر لگا دی ہے اگلوں کے لئے گنجائش ہی نہیں چھوڑی ضرورت کی باتیں کہیں اور قومی فلسفے کو انتہا پر پہنچا دیا۔ رہی جناب جوش کی شاعری وہ انقلابی شاعری ہے حقیقت آمیز باتیں ہیں۔ رہی آگے کی مقبولیت وہ کس نے دیکھی ہے۔ کیا معلوم موجیں کس ساحل پر جا ٹکیں اور کونسے نکتے نظروں چڑھ ہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ ان حضرات کی محنت سے اب اردو کسی زبان سے پیچھے نہیں ہے۔

جلیب۔ ناظر صاحب! کچھ خبر بھی ہے آپ کو۔ یہ ہم کس طرف بہ گئے۔ شاعری سے بیزاری ہو رہی تھی یا اب اسی کے ذکر میں اُلجھے پڑے ہیں۔ خوب خوب لذتیں لیں۔ زلف و رُخ کو تہرایا۔ فلسفے پر آگئے۔ کچھ ہی کہئے۔ یہ کمبخت ہے بڑی دلچسپ چیز۔

ناظر۔ ہاں دیکھ لیجئے ہم کہاں پہنچ گئے۔ یہ سب میراث ماحول اور سوسائٹی کا اثر ہے۔ بیزاری میں بھی طبیعت لپکتی ہے۔ لیکن جو زندہ مشاغل میں ہیں اُن کے لئے یہ باتیں گوزشتہ ہیں۔ نفخ کشی میں ڈوبا ہوا بنیا ان سے کیا دلچسپی لے سکتا ہے۔ یا جو تعمیری کاموں میں غرق ہیں اُن کے لئے یہ آب حیات کیا حقیقت رکھتا ہے۔ ہمارے دل و دماغ میں یہ خیالات سرایت کر گئے ہیں فوراً جھک جاتے ہیں۔

جلیب۔ خیر اب بہرصورت شاعری کے بجائے اظہار مقاصد کے واسطے تحریر و تقریر کا دامن مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیئے۔ زندگی خطابت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہی ذریعہ بنے تو بہتر ہے۔ اردو نظم سے شروع ہوئی تھی لیکن اب اُسکی نثر بھی قابل رشک بن چکی ہے۔ الفاظ کی گتھیاں بنانے کی جگہ صاف اور سلیس زبان میں مطالب ادا کئے جائیں اور ادب سے زندگی کا کام لیا جائے۔

ناظر۔ یہ یقین کرنا چاہیئے کہ زبان اظہار مقصد کے لئے ہے۔ اس میں لفظی خوبیوں کی جگہ معنوی خوبیاں پیدا کرنی چاہئیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ زبان کی سلاست اور صفائی کی جگہ فارسی ترکیبوں اور عربی الفاظ کی بھرمار کر کے نئے طرز نکالے جاتے ہیں۔ اُردو کا حُسن میر اور داغ کی زبان میں ہے۔ اسی کو زندہ کرنا چاہیئے۔ میر انیس کا تتبع ہماری زبان کو اب بھی سلاست و صفائی دے سکتا ہے۔ انہیں بزرگوں کی پیروی میں اردو کی زندگی ہے۔

Marfat.com

جلیب - یہ آپ ٹھیک فرما رہے ہیں۔ شاعر اور نثر نگار دونو اس زبان کی کوشش نہیں کرتے۔ اصل میں وہ روز مرّہ ہے۔ بھی بہت مشکل۔ سب کے بس کا نہیں۔ جن کو اہل زبان ہونے کا دعوے ہے دماغ کی زبان کا ان کے یہاں بھی شائبہ نہیں۔

ناظر - میرا تو یہ خیال ہے کہ زبان و بیان کی کچھ ایسی کمی نہیں ہے۔ لیکن علمی مذاق کی جگہ اب دوتو سرے افسانوں نے لے لی ہے۔ کہاں مولانا آزاد کی نیرنگ خیال۔ مولوی ذکاء اللہ کے علمی ذخیرے اور کہاں یہ خالی عیاشی کی باتیں۔ نظم پر تھے وہی رنگ غالب کر لیا تھا۔ نثر پر آئے ہیں تب وہی رنگ ذہنیّت پر لپیٹ لیا ہے۔

جلیب - آپ نے یہ بھی خیال کیا کہ اب یورپ کی تقلید میں عُریاں نگاری بھی عام ہو گئی ہے۔ اس میں بھی عادات و خصائل اور فطری رُجحانات پر روشنی نہیں ڈالی جاتی لحاف اور شلوار اُتار کر صرف کھال دکھاتے ہیں۔

ناظر - ہاں ہم تقلید کرنے میں بہت چُست ہیں۔ جدّت کی کوشش نہیں کرتے۔ مانا کہ بہت سی حقیقتیں ڈھکی چھپی ہیں ہماری کوتاہ نظر اُن تک نہیں پہنچ سکتی۔ تاہم اگر ننگا پن اختیار ہی کرنا ضروری سمجھ چکے ہیں تو چھلکے اُتار کر گِری دکھانی چاہیئے۔

جلیب - غالباً یہ لوگ اخلاقی گراوٹ اور فطرت کی مجبوری دکھانا چاہتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ اتنی گندہ ذہنی کو ہماری تہذیب گوارا نہیں کر سکتی۔ نوجوان اس قسم کے کوک شاستر پڑھ کر تباہ ہوتے ہیں۔ اخلاق کا بُرا عالم ہے۔ بس یہی ایک جُھن دل و دماغ پر چھا گئی ہے۔ یہ دبا کبھی رُکے گی بھی؟

ناظر - شرم و حیا کی پُتلیاں بھی تو اب ننگی باتوں سے نہیں شرماتیں۔ یورپ نے ان کے منہ کے قفل بھی کھول دئے۔ اس طرز سے صرف غلاظت پھیلتی ہے۔ فائدہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ہم ہر رنگ کو کھینچ کر اُدھر ہی لے جاتے ہیں۔ عبرت لیں تو کوئی بات بھی ہے۔

جلیب - جی ہاں! اب اخلاق کا معیار بھی تو بدل گیا ہے۔ پہلے معمولی بداعمالی پر قوموں اور ملکوں پر عذاب نازل ہوتے تھے۔ اب مُلک کے مُلک چکلے بن گئے اور پتھر نہیں برستے۔ یورپ اور امریکہ

Marfat.com

کی حالت سُننے سے تعلق رکھتی ہے۔ جرمنی میں کچھ کمی تھی وہ مِٹ گیا اور یہ ابھی عیش کر رہے ہیں۔ قدرت دیکھ رہی ہے ان کی بھی باری آ ہی جائے گی۔

ناظر۔ حبیب صاحب! آپ یہ سمجھتے ہیں کہ قدرت کی ساری توجہ انسان کے اعمال و افعال پر لگی ہوئی ہے۔ چھوڑئے اس قِصّے کو۔ رونا تو یہ ہے کہ عورت کی آزادی صرف جذبات میں محدود ہے۔ بداعمالی کی کثرت نہ ہو تو کیا ہو۔

حبیب۔ آپ تو دو نو سرے عورت کو ہی ذمّے دار ٹھیرا دیتے ہیں۔ جب مرد ہی اسکے لئے راہیں نکالنے والا ہے تو اسے بھی تو خیال کرنا چاہیئے۔ غور کر کے دیکھئے وہ اسے کیا موقع دیتا ہے کہ ذہنی ترقّی کرے۔

ناظر۔ آپ تو نام آتے ہی فوراً قصیدہ شروع کر دیتے ہیں۔ کیا عورت کا فرض نہیں کہ وہ اپنی دُنیا بنائے؟ بات یہ ہے کہ چاہے وہ کہیں اُڑے نظر گھونسلے ہی پر رہتی ہے۔ وہی چند مخصوص باتیں وہی دن وہی راتیں۔ جب دیکھتی ہے کہ بالکل ہی قربان ہوا جا رہا ہے تو قربانی کا بدلہ دینے کے لئے جھٹ بچّے گود میں ڈال کر کہتی ہے کہ لو! انہیں چوموچاٹو۔ یوں احسان میں دبا کر تن کر بیٹھ جاتی ہے۔ پیداوار کی داد نہ دو تو زمین میں رہتی ہے نہ آسمان میں۔ کسی قوم کو اس نے گراوٹ میں نہیں سنبھالا۔ کبھی نہیں کہا کہ میاں! باہر جا کر دُنیا کو بناؤ اُجڑی جا رہی ہے۔ مَیں تو گھر میں بیٹھی ہوں پھر آ چمٹنا۔ کیا قوموں کی تباہی عورت پر منتہی نہیں ہوتی؟

حبیب۔ ناظر صاحب! آپ ہزار زہر اُگلیں اُسکی توقدر نہ کبھی گھٹی نہ گھٹے گی۔ اگلوں نے بھی بہت کچھ کہا تھا پھر کیا فرق پڑ گیا۔ آپ یہ نہیں دیکھتے کہ وہ گراوٹ اور تباہی میں بھی دلجوئی اور محبت سے تسکین دیتی رہتی ہے۔

ناظر۔ اور آپ یہ نہیں دیکھتے کہ یونان نے آزادی دی تو ایتھنز میں چاند اور اخلاق کے لالے پڑ گئے۔ اور روما کے مدبّروں نے سوسائٹی میں پہنچا کر حقوق دیئے تو روما الکبریٰ بداعمالی سے بھر گیا۔ پھر کیا نتیجہ نکلا وہ تو آپ کی نظر سے گذرا ہی ہوگا

Marfat.com

حبیب۔ ہاں نظر سے تو گذرا ہے لیکن کچھ اچھی طرح یاد نہیں رہا۔ فرمائیے پھر کیا ہوا؟

ناظر۔ یہ ہوا کہ وہ تیز نظر قوم تباہی کو بھانپ گئی اور اس جنس لطیف سے وہ سختی برتی، ایسے ظلم کئے کہ پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر گھروں میں قید کر دیا اور بے پناہ ظلم کئے۔

حبیب۔ خیر وہ اسکی آزادی کا آغاز تھا۔ اس زمانے کے ہوشمندوں نے سمجھ لیا کہ اسکی آزادی کے بغیر چارہ نہیں۔ گلے سے رسّا نکال کر منہ چھُٹ چھوڑ دیا ہے۔

ناظر۔ اچھا! آپ گہرائی میں جانے سے گھبراتے ہیں۔ مَیں کیا کہوں۔ کہنا یہ ہے کہ مذہب کی گرفت کچھ اچھی ہی تھی۔ قدم تو ذرا رُکتا تھا۔ عوام کے لئے اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ مذہب نہیں رہا یا نہیں رہے گا تو اُسپر واضح رہے کہ یہ منہ چھٹ آزادی بھی نہیں رہے گی۔ لوگ اِس خرافات کی روک نکالیں گے۔ یہ غلط ہے کہ اب بدچلنی گراوٹ کے اسباب میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ انسان میں اُس کے ساتھ احساس فرض بھی شدّت سے ہے۔

حبیب۔ یہ تو کچھ صحیح نہیں۔ انگریز جیسی فرض شناس قوم بدل گئی ورنہ اتنی جلدی سمٹ کر گھر نہ جا بیٹھتی۔ اب وہ لوگ باہر نکلنا پسند نہ کرتے تھے۔ اسکی وجہ اور کیا ہو سکتی ہے سوائے عیاشی کے۔

ناظر۔ نہیں حبیب صاحب! یہ گراوٹ تو دنیا کے بدلے ہوئے سیاسی حالات سے آئی ہے۔ ورنہ دماغ میں ابھی مطلق فرق نہیں۔ وہ اب بھی ذکاوت میں کسی سے کم نہیں ہیں۔

حبیب۔ تو یہ تو مَیں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ انسان کو مذہب کی سخت ضرورت ہے۔ قانون کی ضرورت ہے۔ اشتراکیت کو آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا نہیں تو وہ قانون قاعدے سے بھی بے نیاز ہے؟

ناظر۔ ہاں مذہب ضروری ہے۔ لیکن کلام تو مذہب کی اُس جنس میں ہے جو انسان کو لُنجا بنا کر توہم پروری اور بزرگ پرستی پر لگا دیتی ہے۔ انسان اُسی سے اُکھڑا ہے اور وہ ہے بھی دماغ کے لئے زہر۔ غور و فکر سے محرومی ہو جاتی ہے۔

حبیب۔ یہ توہم پرور جنس سے آپکی کیا مراد ہے؟ دِقّت یہ ہے کہ جو عقائد اصل اصول ہیں آپ اُنہیں وہم سمجھ بیٹھے ہیں کیوں ہے نا یہی بات؟

Marfat.com

ناظر۔ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں ؟ بنیادی اصول ؟ بنیادی اصول تو خوش اعتقادیوں سے بھسم ہو جاتے ہیں۔ اعتقاد میں بڑھنے کی بہت قوت ہوتی ہے۔

جلیب۔ یہ آپکا خیال ہے۔ میرا عقیدہ تو اپنی جگہ ہے پُرانی حد میں۔ نہ گھٹا نہ بڑھا۔ نہ کسی نئی تحریک سے متزلزل ہوا۔

ناظر۔ خیر! ممکن ہے کہ آپ نے اپنی دنیا سے باہر جھانک کر نہ دیکھا ہو اور جھٹکا نہ لگا ہو۔ یا کوئی ضرب پڑ کر رہ گئی ہو اور وہم نے چونک کر تاویلیں گھڑ لی ہوں۔ میراث ماحول اور نسل کا اثر ایک آدھ ٹکر سے نہیں اکھڑا کرتا۔ ابھی ممکن ہے کہ کسی بات میں شک پڑے اور اپنے عقائد پر تنقید شروع کر دیں۔ یہ کہاں ہو سکتا ہے کہ جو کچھ ہم تک پہنچا ہے وہ سب وحی والہام ہی ہو۔ خدا نے کہا ہے کہ "جو کچھ کہا جا رہا ہے اسے اندھا دُھند نہ مانو۔ غور کر کے اختیار کرو تاکہ پھر ڈگمگاہٹ پیدا نہ ہو۔"

جلیب۔ ہاں تو ہوش آتے ہی معتقدات سوچ سمجھ کر اختیار کر لئے تھے۔ کبھی شک نہیں پڑا۔ اور چونکہ سمجھدار بزرگوں سے ہم تک پہنچے، شک کہاں پڑ سکتا ہے۔

ناظر۔ یہ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن ذرا اتنا تو غور کیجئے کہ جو کچھ ہم سنبھالے ہوئے ہیں وہی ہے جو رسولِ عربی نے مکّے اور مدینے کی فضا میں پھیلایا تھا۔ یا وہی ہے جو قرآن میں لکھا ہوا ہے ؟

جلیب۔ میرا ایمان ہے کہ میرے معتقدات قرآن کے مطابق ہیں۔ وہی جن پر رسول صلعم نے عمل کر کے دکھایا اور وہی جن کو بزرگانِ دین نے ہم تک پہنچایا ہے۔

ناظر۔ یہ دعویٰ تو اور فرقوں کی زبان پر بھی ہے۔ ان کے پاس بھی جو کچھ پہنچا ہے پوپ گریگری سے نہیں پہنچا انہیں بھی اسی قرآن کا سہارا ہے۔

جلیب۔ تو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ مقابلہ کر کے جانچ لیجئے کہ قرآن کو کون بہتر سمجھتا ہے۔ کون اسوۂ رسول کا نمونہ تھا۔ امانت الٰہی کا حامل کون تھا ؟

ناظر۔ ہوں..... اچھا!.... جلیب صاحب! اب یہ بات چھڑ گئی ہے تو مجھے اجازت دیجئے کہ

Marfat.com

اس مبحث پر تفصیلی گفتگو کروں۔ پہلو بہت دیکھنے پڑیں گے۔ یہ خیال نہ کیجئے گا کہ جو کچھ حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لئے کہوں گا وہ سب کچھ میرے معتقدات میں ہے۔ کسی خیال کی اصلیت تحلیل کئے بغیر نہیں کھلتی۔ شائد بعض نازک باتوں پر بھی ضرب پڑ جائے آپ برا نہ مانئے گا۔

جلیب۔ کیا آپ مجھے تنگ نظر سمجھتے ہیں۔ مجھ میں تو مذہبی خیالات ہوں یا دنیاوی نظریئے ہر ایک کے بارے میں نہایت رواداری ہے۔ اپنے معتقدات کے آپ خود ذمے دار ہیں۔ اتنا البتہ ہے کہ زیادہ روشن خیالیاں کلیات و جزئیات سب کو اکھاڑ پھینکتی ہیں۔ زیادہ غور و فکر اور باریک بینی گھر کا رکھتی ہے نہ گھاٹ کا۔ ضروری باتیں بھی ہاتھ سے جاتی رہتی ہیں۔

ناظر۔ جلیب صاحب! مجھے آپ کی معلومات اور بصیرت کو دیکھ کر بے انتہا مسرت ہوتی ہے۔ آپ غور کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ لیکن بڑی ہی حیرت ہے کہ ابھی تک آپ نے معتقدات پر تنقیدی نظر نہیں ڈالی۔ تعجب ہے کہ اتنی دنیا دیکھ لینے کے بعد بھی آپ بعض کمزور الجھنوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مجھے معاف کیجئے گا۔ دلیری کر رہا ہوں۔ باقی رہی روشن خیالی! روشن خیالی اگر عقل کے ساتھ ہے تو شتر بے مہار نہیں ہونے دیتی۔ علامہ اقبال وطن پرستی کا مندر بناتے بناتے مذہبیت اور قومیت پر آ رہے تھے۔ شیخ و برہمن دونوں سے بیزار ہو کر پھر قوم کی رہنمائی کا الاپ شروع کر دیا تھا۔ قائداعظم آخر عمر میں کانگرس چھوڑ کر قوم کی بہتری پر لگ گئے تھے۔

جلیب۔ نہیں نہیں! میں تو پھر عرض کرتا ہوں کہ تنگ نظر نہیں ہوں۔ اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ بہت سے زوائدات کا قائل نہیں رہا ہوں۔ جو ضروری اصول ہیں اُن پر پختہ ہو چکا ہوں۔ نہ شبہ پڑتا ہے نہ تنقید کی ضرورت پیش آتی ہے۔ آج آپ کھل کر کہئے جو کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ میں سب کچھ سننے کے لئے تیار ہوں۔ دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرے معتقدات میں کیا کمزور پہلو ہیں۔

ناظر۔ اچھا لیجئے پہلے یہی بتائیے کہ اسلام کیا ہے؟ جب اس کا خاکہ سامنے رکھ لیا جائے گا تو زیادہ بہتر گفتگو ہو گی۔ اصلی چیز کو پہلے دیکھ لینا چاہئے۔ تاکہ زوائدات کا اندازہ آسانی سے ہو سکے۔

جلیب۔ بچپن میں والدہ مرحومہ نے اصول دین اور فروع دین سکھائے تھے جو اب تک زبانی یاد ہیں۔ اسلام کا خاکہ کیا مشکل ہے۔ یہی ہے کہ خدا ایک ہے۔ کوئی اسکا شریک نہیں۔ رسولِ عربی اس کے بھیجے ہوئے

پیغمبر ہیں۔ جنہوں نے قرآن کی تعلیم دی۔ اور آخری دین سے انسان کو روشناس کیا۔ قیامت برحق ہے۔ اور خدا اُس دن انصاف کے ساتھ سزا و جزا دے گا۔ اس لئے کہ وہ عادل ہے۔ امامت کے بغیر دین مکمل نہیں ہو سکتا۔

ناظر۔ دیکھئے ذرا آہستہ بولئے۔ کوئی بہائی سُن لے گا تو چیخ پڑیگا۔ کہ قیامت تو ہو بھی چکی حضرت بہاءاللہ جل جلالہٗ تشریف لے آئے اور مسلمان ابھی تک زمین و آسمان کی تباہی کا انتظار کر رہے ہیں۔ قیامت انبیاء کی آمد کا نام ہے۔

جلیب۔ چھوڑیئے بہائیت و ہائیت کو۔ میں ان نکتہ آفرینیوں کو خرافات سمجھتا ہوں۔ یہ کیا آمد ہے۔ بقول مصنف سیاحت نامہ ابراہیم بیگ "ہمچوں خرس در جوال" مطلب یہ ہے کہ باقی فروعات دین ہیں۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ۔ وہ یقین و ایمان ہے اور یہ اسکا عمل ہیں لازم و ملزوم۔

ناظر۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔ ہاں یہی اصول و فروع ہیں جو بچپن میں والدۂ مرحومہ نے مجھے بھی سکھائے تھے۔ اب تو آپ بچوں کو صرف پیار لاڈ ہی سکھاتی ہیں۔ اگر آپ بہائیت کی خرافات کو سمجھ چکے ہیں تو یقین ہے کہ باقی باتیں بھی آسانی سے سمجھ جائیں گے۔ اتنا لگے ہاتھوں اور بتا دیجئے کہ آپ نے کبھی قرآن مجید کو براہ راست اپنے مطالعے سے بھی سمجھ کر دیکھا ہے؟ یا صرف سُنے سنائے پر یقین رکھ چھوڑا ہے۔

جلیب۔ آپ جانتے ہیں میں عربی سے محروم ہوں۔ پورے امعان کے ساتھ قرآن کو نہیں دیکھ سکا۔ البتہ کبھی کبھی ترجمے کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ یا مولویوں کی زبانی جو کچھ سنا ہے وہ یاد رہ گیا ہے۔ آپ آیات پیش کرنا چاہیں تو ترجمہ بتاتے جائیے میں سمجھتا چلوں گا۔

ناظر۔ کیا اچھا ہوتا کہ آپ خود قرآن مجید کا مطالعہ کرتے۔ آپ کی تیز نظر ضرور حقائق پر پہنچ جاتی۔ اور محجوب ترین آمدات بھی نگاہوں سے گر جاتے جن کو آپ اصول سمجھے ہوئے ہیں اور مولویوں نے دماغ میں راسخ کر دیئے ہیں۔ بُرا نہ مانئے گا یہ طبقہ چاہے دوسری باتوں سے کتنا ہی واقف ہو قرآن سے بہت بے بہرہ ہوتا ہے۔ اسے دیکھتے بھی ہیں تو محض اپنا مطلب نکالنے کے لئے۔

جلیب۔ خیر یہ تو نہ کہئے۔ ساری عمر دین کی ہی باتوں میں گذارتے ہیں۔ پھر قرآن کو ان سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے۔ وارث انبیاء

Marfat.com

ہیں ہم دنیا داروں کو انہیں سے فیض ہے ورنہ دین سے بے خبر ہی رہیں۔

ناظر۔ یہی بدقسمتی تھی مسلمانوں کی کہ قرآن سے بیگانہ ہو گئے۔ صرف اندھی تلاوت کیلئے رکھ چھوڑا ہے۔ غلاف پڑھکر برکت لے لیتے ہیں۔ یا مریضوں پر پھونک لیتے ہیں ہوا دیتے ہیں۔ مولوی آپ کو کیا بتاتے ہیں سوائے چند مروجہ آیتوں کے۔ انہیں خود نہیں معلوم کہ اسمیں زندگی کے کیسے کیسے اصول ہیں۔ یا جو چند آیتیں حلق سے نکال نکال کر گھوٹتے ہیں۔ اُنکے مطالب کے خلاف آیتیں موجود ہیں۔

جلیب۔ خلاف آیتیں موجود ہیں؟ کیا مطلب ہے آپکا؟ آپ اُن سے زیادہ تو نہیں جانتے۔

ناظر۔ نہیں میں اُن سے زیادہ نہیں جانتا لیکن میں نے قرآن کو خوش اعتقادی کے ساتھ نہیں دیکھا ہے۔ موافق و مخالف پہلوؤں کو سامنے رکھکر نظر ڈالی ہے۔ پھر کیا بتاؤں کیا کیا دیکھا!

جلیب۔ آپ جو فرماتے ہیں کہ مولوی اپنی آیتوں کے خلاف آیات پر خوش اعتقادی سے بالکل نظر نہیں ڈالتے تو آپنے کون سی آیت خلاف دیکھی ہے بتلایئے تو سہی؟

ناظر۔ یہی بتانے کیلئے تو آپکی سمع خراشی کر رہا ہوں۔ مجھے اور روپے سے غرض نہیں۔ گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ کسی کے پاس نہیں جاتا۔ کسی کے خیالات سے تعرض نہیں کرتا۔ لیکن آپ جیسے مخلص صاحب فہم رفیق کو دیکھکر دلمیں درد ہوتا ہے۔ آج پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ آپکو تصویر کے دونو رُخ دکھادوں کیا عجب ہے جو اسلام کی اصلی ہیئت نظر آجائے اور ہم خیالی کی راحت بھی نصیب ہو جائے۔

جلیب۔ تو آپ ابھی تک مجھے بے راہ ہی سمجھتے ہیں۔ آپکو مغالطہ ہوا ہے۔ میں صحیح خاکے پر ہوں۔

ناظر۔ ہاں یہ خیال قرین قیاس ہے۔ اگر آپ مطمئن نہ ہو جاتے تو دوربینی ابھی تک نشتر زنی میں لگی ہوئی ہوتی۔ اچھا لیجئے اب اتنا فرما دیجئے کہ امامت خلافت کس طرح اصولِ دین میں داخل ہے۔ توحید نبوت اور قیامت کی طرح اسکے بارے میں کوئی نص قرآنی پیش کر سکتے ہیں آپ؟

جلیب۔ واہ وا! یہ آپنے کیا فرمایا؟ امامت سے تو قرآن پُر ہے۔

ناظر۔ یہ ٹھیک ہے کہ قرآن میں لفظ امام کئی جگہ آیا ہے لیکن اس سے یہ اصطلاحی امامت کس طرح نکال کی۔ اس لفظ سے ہر مقام پر رسول اور پیغمبر مراد ہیں۔

Marfat.com

جلیب ۔ تو کیا قرآن مجید میں یہ نہیں ہے کہ "ہم ہر فرقے کو اسکے امام کے ساتھ بلائیں گے"

ناظر ۔ ذرا غور سے سنتے جائیے ۔ میں سب نہیں تو اس خصوص کی اکثر آیتیں آپکے سامنے پیش کئے دیتا ہوں ۔ یہ آیت موجود ہے "یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ" اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم قیامت میں ہر شخص کو اسکے پیغمبر کے ساتھ بلائیں گے" پس ہمارے رسول بھی اپنی امت کے ساتھ آئینگے ۔ اور گواہی دینگے کہ فلاں ایمان لایا تھا اور فلاں نے نافرمانی کی تھی ۔

جلیب ۔ اور امام بھی انکے ساتھ ہونگے بعد کے زمانے کی ضلالت و ہدایت پر گواہی دینگے ۔

ناظر ۔ یہ آپنے کہاں سے نکال لیا ؟ اگر رسول کافی نہیں ہیں تو عہدِ امامت کے بعد کی گواہی کون دیگا ۔ یہ بے خبر مولوی بلائے جائیں گے ؟ اچھا سنتے جائیے جلدی نہ کیجئے ۔

جلیب ۔ آپ تو امامت ہی صاف کئے دے رہے ہیں ۔ حضرت ابراہیم اور انکی اولاد امام ہوئی یا نہیں ؟

ناظر ۔ آپ ہی بتائیں کہ حضرت اسحٰق و یعقوب موجودہ اصطلاح کے مطابق امام تھے یا پیغمبر ؟

جلیب ۔ جناب ! آیت تو مجھے یاد نہیں ۔ خدا نے یہ کہا ہے کہ ان لوگوں کو ہم نے امام بنایا ۔

ناظر ۔ ہاں الفاظ یہی ہیں "وَجَعَلْنَا هُمْ اَئِمَّةً يَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا" ۔ لیکن صاف طور پر ائمہ سے مراد رسول اور پیغمبر ہیں ۔ اسمیں ذرا بھی اختلاف نہیں کہ یہ بزرگ پیغمبر تھے "وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ الخ" ۔ سورۂ سجدہ میں کہتا ہے ۔ کہ ہم نے بنی اسرائیل میں سے پیشوا بنائے اور یہ ثابت ہے کہ وہاں نبیوں اور پیغمبروں کا تانتا بندھا رہتا تھا ۔

جلیب ۔ تو آپ کے نزدیک حضرت ابراہیم کی دعا بھی اور معنی رکھتی ہے ۔ خدا نے امام نہیں بنائے ؟

ناظر ۔ آپکو معلوم بھی ہے وہ کیا دعا ہے ؟

جلیب ۔ یہی کہ خدایا ! تو رسول اور امام بھیج جو خلقت کو گمراہی سے بچائیں ۔

ناظر ۔ واہ جیب صاحب ! حضرت ابراہیم و اسماعیل نے یہ دعا کی تھی "رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ" ۔ یعنی پروردگارا ! ہمیں اپنا تابعدار بنالے اور ہماری نسل میں سے ایک گروہ پیدا کر جو تیرا تابعدار ہو الخ ۔ "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الخ" ۔ پروردگارا ! ان ہی میں سے ایک رسول بھیج جو انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے ۔ کتاب الٰہی اور دانائی کی باتیں سکھائے اور پاک کرے ۔"

جلیب - خدا بھلا کرے آپکا۔ اُمت مسلمہ سے مراد امام ہے نا؟

ناظر- اچھا! اُمت مسلمہ سے مراد امام ہیں؟ جلیب صاحب! یہی مرادیں ہیں جنہوں نے ٹکڑے بکھیر دیئے اور قرآن کو انسانوں پر چسپاں دیا۔ ذرا سوچئے تو سہی کیا ذریت اسماعیل بارہ یا چودہ میں محدود ہے؟ آخر کس طرح کس دلیل سے؟

جلیب - اس دلیل سے کہ ایمان کی پختگی اور دین کا علم اُن سے زیادہ کسی کے پاس نہ تھا۔

ناظر- افسوس ہے مجھے۔ آپکی زبان پر ایسی باتیں؟ رسول صلعم کی جاں فشانی سے بجز چند کے تمام قریش مُسلمان ہو گئے تھے۔ اس سے زیادہ کیا کہوں کہ ابوجہل جیسے کافر کے بیٹے عکرمہ نے یرموک کے میدان میں اسلام کو بلند کرنے کے لئے جان دیدی۔ کیا آپ انکے ایمان میں اسلئے شک کرتے ہیں کہ آپ کی طرح انسان پرست نہ تھے آہ! جس نے جان دیدی اس نے اپنے لئے کیا رکھ لیا۔

جلیب - تو کیا اُمت مسلمہ سے مُراد مسلمان قریش ہیں۔ اور وہ آیت جو ہے کہ تم بہتر اُمت ہو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر لوگوں کو لگاتے ہو۔ اللہ پر ایمان رکھتے ہو وغیرہ۔ ہمارا ایمان تو یہی ہے کہ اماموں نے امر و نہی پر عمل کرایا۔

ناظر- خیر! اس وقت تو اتنا دیکھ لیجئے کہ قرآن مسلمانوں کیلئے دستور العمل ہے یا کسی طبقے کی مدح خوانی ہے۔ وہ آیت مجھے یاد آگئی "کُنتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ الخ مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم ان عیسائیوں اور یہودیوں سے بہتر اُمت ہو۔ لوگوں کے نفع کے واسطے پیدا کئے گئے ہو۔ اچھائی کی ہدایت کرتے ہو برائی سے روکتے ہو۔ اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور یہ اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو بہتر ہوتا۔ ان میں مومن تو ہیں لیکن اکثر فاسق ہیں"۔ اب فرمائیے یہاں امام کہاں سے مراد لے لئے؟

جلیب - ہاں یہاں تو واقعی عام مسلمانوں سے خطاب ہے اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں سے مسلمان کا مقابلہ ہے۔ لیکن بہت سی آیات ہیں جن سے وہ حضرات مراد ہیں۔

ناظر- آپ یقین کریں اُن میں بھی ایسی ہی تعلیل ہے۔ قرآن میں تو ساری تبلیغیں کفر و شرک سے احتراز اور ایمان کی ترغیب پر ہیں۔ غیر اللہ کو دل و دماغ سے نکالا گیا ہے۔ باقی امر و نہی ہے۔ قرآن کا مقصد خدا پرستی اور اچھے عمل کے سوا کچھ نہیں۔ پہلے لوگ بزرگوں کی پوجا پر جھکے ہوئے تھے اس سے ہٹایا ہے۔ آج گفتگو چھڑ گئی ہے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اسلام کیا چاہتا ہے۔ مجھے اطمینان ہے

Marfat.com

کہ آپ ہٹ دھرم نہیں کہ حقیقت کو سر مار مار کر جھٹلاتے رہیں۔

جلیب ۔ اتنا تو میں عرض کروں کہ امامت کے بغیر چارہ نہیں۔ اختلافات کا کون فیصلہ کرے۔ احکام و مسائل اور مطالب قرآن کو کون سمجھائے۔ مشکلاتِ دین سب حل نہیں کر سکتے۔

ناظر ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ امامت اصول دین میں نہیں ہے۔ رہا احکام و مسائل کا حل وہ علما سے ہوتا رہا ہے اور ان کا کام کیا ہے۔ امامت کو یہ سمجھ لیجئے کہ وہ مولویت اور اجتہاد سے ذرا اوپر کی چیز ہے اور بس۔ جو وسیع النظری کے ساتھ قرآن کے مقاصد و مطالب اور احکام و مسائل کے استخراج و استنباط میں زیادہ گہری نظر رکھتے ہیں وہ امام ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ ہم نے اتنی محنت سے ان کو عرش و فرش کا مالک بنا دیا ہے۔ یہ اسلام کی آزادروی کے خلاف ہے۔

جلیب ۔ ناظر صاحب! قرآن بہت مشکل چیز ہے۔ اسکو صرف امام حل کر سکتے ہیں۔ وہ امانت الٰہی کے حامل اور قرآن ناطق ہیں۔ یہ فقہ اصول والے کیا سمجھ سکتے ہیں۔

ناظر ۔ سنئے! آپ انہیں اصل دین سمجھ بیٹھے ہیں۔ میں پھر یہی عرض کرتا ہوں کہ امام پیشوا کے معنی پر ہے۔ "جَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً الْكُفْرِ" ہم نے ان کو کفر کا پیشوا بنا دیا" معلوم ہوا کہ امام عام ہے۔ ایمان اور کفر دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ راستے اور نشانی کے معنی پر بھی ہے۔ ایک آیت میں توریت کو امام اور رحمت کہا ہے۔ غرض اصطلاحی امامت کہیں مستنبط نہیں ہوتی۔

جلیب ۔ دوسرے فرقوں میں بھی تو امام خلیفہ قطب ابدال اور نہ معلوم کیا کیا اصطلاحیں ہیں۔ کرامتوں کے ڈھیر لگائے جاتے ہیں۔ روحوں کے تھیلے چھینتے ہیں۔ بوڑھیوں کے بیٹے جلاتے ہیں۔

ناظر ۔ جہنم رسید۔ ہمیں ان سے کیا لینا ہے۔ کوئی یزید کی بیعت کرے یا آفتاب سے مچھلیاں سینک کر کھائے۔ اسلام ہمارے گھر سے طلوع ہوا تھا۔ ہمارا فرض ہے کہ اس امانت میں زیادتی نہ کریں۔ خدا اور رسول اور قرآن کے اوامر و نواہی پر جھک جائیں اور یقین کر لیں کہ اسلام اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ اس سے آگے مذہب کے نام پر خرافات و ہفوات ہے۔ قرآن کا سمجھنا اور اسکے اصلی مقصد پر پہنچنا مشکل نہیں "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ" ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے پھر کوئی نصیحت

Marfat.com

پکڑنے والا ہے؟ دوسرے مقام پر فرمایا ہے "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ لِسَانِكَ الخ" ہم نے قرآن کو تیری زبان پر آسان کر دیا۔

جلیبی۔ ساری عمر مولویوں کی زبان سے یہی سنتے چلے آ رہے ہیں کہ قرآن بہت مشکل کتاب ہے اور اسکو بزرگان دین ہی سمجھ سکتے ہیں۔ واقعی خدا نے صاف کہدیا ہے کہ آسان ہے۔ پھر بھی سمجھنے ہی میں اتنے اختلاف پیدا ہوئے ہیں۔ عام فہم ہوتا تو اتنی شاخیں پھوٹنے کی گنجائش نہ ہوتی۔

ناظر۔ غیر زبان والوں کے لئے تو مشکل ہے اتنا ہی جتنا ہونا چاہئے۔ تاہم ترجمے سے نظر والے مطالب پر پہنچ سکتے ہیں۔ گلہ تو یہ ہے کہ جن کو علم کا دعویٰ ہے وہ بھی صرف متقدمین کی نکتہ آفرینیوں اور توجیہوں پر تکیہ کرتے ہیں اندھا دھند تقلید پر جھکے ہوئے ہیں۔ کبھی نہ سوچا کہ لاؤ دیکھ لیں۔ پرانوں کی توجیہیں کہیں بے حقیقت نہ ہوں۔ خوش اعتقادی سے اور نئی نکتہ آفرینیوں میں لگ گئے۔ یقین مانئے علماء متقدمین نے ٹیڑھی اینٹیں رکھ دی ہیں دیوار اب تک ٹیڑھی ہی اٹھ رہی ہے۔ انکی خوش اعتقادیاں ہمیں گمراہ کر رہی ہیں

جلیبی۔ تاہم ان کے دلائل بھی قرآن پر ہی مبنی ہیں۔ پھر انکا انکار کیونکر کیا جائے؟

ناظر۔ جب ان ہفوات کے قرآن سے ثبوت دئے جاتے ہیں۔ منبر پر بیٹھ کر شاعرانہ نکتہ آفرینی کی جاتی ہے تو کلیجہ پھٹتا ہے۔ قرآن کو غالب کا دیوان بنا کر نئے سے نئے مطالب نکالے جاتے ہیں تعجب ہوتا ہے مسلمان قرآن کی تعلیم کے خلاف کس طرح چل پڑے۔ اسمیں تو بالکل صاف لکھا ہے "هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ الخ" وہی تو ہے جسنے تجھ پر کتاب نازل کی۔ اس میں بعض آیتیں پکی ہیں وہی کتاب کی جڑ ہیں۔ اور دوسری محتمل المعنی ہیں۔ سو جن کے دل میں کجی ہے وہ متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ تاویلیں گھڑ کے گمراہی میں پڑیں اور فتنہ اٹھائیں"

جلیبی۔ یہ تو واضح ہے کہ ایسی آیتوں میں نہ الجھنا چاہئے لیکن یہ بھی تو فرمایا ہے کہ پکے عالم ان کی تاویل جانتے ہیں۔ پھر اگر بزرگان دین کی تاویلوں سے فائدہ اٹھالیا جائے تو کیا حرج ہے۔

ناظر۔ اچھا! اتنا بتا دیجئے کہ انکی تاویلوں سے کیا فائدہ پہنچا اور وہ تاویلیں واقعی قرآن کی تعلیم کے مطابق ہیں؟

جلیبی۔ انکی تاویلوں میں کیا شک ہو سکتا ہے مثلاً وہ ایک آیت ہے "اللہ زمین و آسمان کا نور ہے اسکی مثال ایسی ہے"

Marfat.com

ناظر۔ ہاں وہی ناکہ زجاجہ سے مراد حضرت فاطمہ ہیں اور بیوت سے مراد انکا گھر وغیرہ وغیرہ؛ خدارا جلیب صاحب ذرا غور و فکر شروع کیجئے۔ تاویلوں کا یہی طریقہ تو ہے جس سے تمام قرآن کو اُن بزرگوں کی شان میں ثابت کیا جاتا ہے۔ پھر اگر یہی طرز استعمال کرکے نومن سرپیش سے کسی اور کے سر چپکا دیا جائے تو کیا مشکل ہے آہ! قرآن نے تو صاف کہا تھا "وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُۥنَ اَلْسِنَتَهُمْ الخ"۔ ان اہلِ کتاب میں بعض ایسے ہیں کہ وہ کتاب کے بارے میں اپنی زبان مروڑتے ہیں تاکہ تم اُن کے بیان کو یہ سمجھو کہ کتاب میں سے ہے۔ حالانکہ وہ کتاب سے نہیں۔ اسے اللہ کی طرف سے کہتے ہیں حالانکہ اسکی طرف سے نہیں ہے۔ اللہ پر بہتان باندھتے ہیں"۔ اب دیکھ لیجئے ہم وہی کر رہے ہیں یا نہیں۔

جلیب۔ خیر! نہ سہی تمام قرآن بعض آیات میں تو شک نہیں ہے۔ وہ کیا آیت ہے پڑھئے گا کہ ابراہیم نے چند باتیں پوری کردیں تو خدا نے اس سے کہا کہ میں تجھ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

ناظر۔ ہاں وہ آیت ہے "وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهِيمَ الخ"۔ "قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ الخ"۔ پہلے یہ سُن لیجئے کہ یہودی اور عیسائی کفار سے بھی زیادہ رکاوٹ بنے ہوئے تھے قرآن کا اکثر حصہ انکی ہی بیخ کنی سے پُر ہے۔ یہاں بھی پہلے سے ذکر چلا آرہا ہے کہ اے بنی اسرائیل میرے احسانوں کو یاد کرو جو میں تم پر کرتا چلا آرہا ہوں۔ میں نے تمکو جہانوں پر فضیلت دی؛ یعنی یہ جو تم فخر کرتے رہتے ہو کہ ہم حضرت ابراہیم کی اولاد ہیں۔ ہمارے ہی بارے میں نبوتوں کا وعدہ ہوا ہے۔ دین ابراہیمی کے ہم ہی مالک ہیں۔ یہ خیال غلط ہے۔ ابراہیم ہماری چند آزمائشوں میں پورا اترا تو میں نے کہا کہ تجھے لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ اس نے کہا اور میری اولاد میں سے؟ میں نے کہا کہ میرا اقرار ظالموں کو نہیں پہنچتا؛ یعنی اسحٰق کی اولاد نے ظلم کئے تا فرمانی کی۔ اس لئے اب اسماعیل کی اولاد میں سے جس ایک رسول کا اقرار کیا تھا اسکو آخری حجت دے کر رسالت و نبوت کو ختم کردونگا۔

جلیب۔ ہاں تو بس ٹھیک ہے۔ بارھویں معصوم پر آخری حجت کو ختم کردیا۔

ناظر۔ معلوم ہوتا ہے آپ میری گفتگو پر غور نہیں کر رہے۔ اگلے صفحے پر اسی سلسلے کی آیتوں میں حضرت ابراہیم و اسماعیل کی دعا ہے جس میں صاف صاف ایک رسول کا وعدہ ہے۔ وہ پورا ہوگیا۔ امانت الٰہی اور دین

Marfat.com

الٰہی کی تکمیل ہوگئی۔ اور یہ دس بارہ کی گنجائش کہاں سے نکل آئی؟ کیا رسول دین کو ادھورا چھوڑ گئے تھے جو انہوں نے مکمل کیا؟ مجھے یقین ہے کہ ان بزرگوں نے اسی اسلام کی گھر میں بیٹھ کر تبلیغ کی تھی جو رسول نے مکے اور مدینے میں اپنی عرق ریزی سے پھیلایا تھا۔ کیا آپ کو اس میں کلام ہے کہ حضرت اسحاق کی نسل میں انبیاء و رسل کا تانتا بندھا رہا اور اسماعیلی نسل میں ایک آخری پیغمبر پہ دعا کا سلسلہ ختم ہوگیا؟

جلیب۔ کلام کی تو پکی بات ہے۔ حضرت اسحاق کے یہاں اتنی بہتات اور حضرت اسماعیل کے یہاں صرف ایک؟

ناظر۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے اس بات پر کبھی غور نہیں کیا کہ جو کچھ آنحضرت لائے تمام انبیاء و رسل مل کر ایسا مکمل دین اور مذہب کے نام پر ایسا کامل نظام پیش نہ کر سکے۔ فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ ورنہ تعداد پوری کرنی پڑتی بارہ یا چودہ سے بنی اسرائیل کے طوفان کا مقابلہ مشکل ہے۔ اور اگر آپ ان کو انبیاء و رسل پر فضیلت دیدیں تو اس سے نبوت و رسالت کی منقصت نہیں ہو سکتی۔

جلیب۔ کیوں؟ جب علماء انبیاء بنی اسرائیل کی برابر ہیں تو بزرگان دین ضرور ان سے بڑھے ہوئے ہونگے۔

ناظر۔ چپ بھی رہئے قرآن تو آنحضرت کو بھی رسالت سے آگے نہیں بڑھاتا۔ علماء کس طرح نبیوں اور رسولوں سے آگے نکل گئے۔ رہیں حدیثیں انہیں قرآن سے مطابق کر کے مانا کیجئے۔ اسلئے کہ اختلافات کا چشمہ وہی ہیں۔

جلیب۔ ہاں حدیث کی صحت اور غلطی کو جانچنا بہت مشکل ہے۔ بعض حدیثیں تو بوستانِ خیال ہی معلوم ہوتی ہیں۔ اور ان کی بے حقیقتی پر دل کھٹک جاتا ہے۔ راسخ الاعتقاد بھی دُگدے میں پڑ جاتا ہے۔

ناظر۔ نہیں۔ جانچنا مشکل نہیں۔ جو حدیث قرآن کے اصول اور اسکے مقصد سے بعید ہو فوراً نظر انداز کر دینی چاہئے۔ چاہے کیسے ہی معتبر راوی ہوں۔ لیکن اسکا اندازہ قرآن کی تعلیم کو مستحضر کرنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ ظلم یہ ہوا ہے کہ سخت تحقیق و تفتیش کے بعد بھی ایسی حدیثوں کا طوفان موجود ہے جو اسلامی روشن خیالی اور خدا پرستی کے بالکل منافی ہیں۔ اور تحقیق کرنے والوں نے اپنی خوش اعتقادیوں کی تائید میں درج کر دی ہیں۔ دوسرے فرقوں کے یہاں تو انبار ہیں۔ لیکن ہمارے یہاں بھی کم نہیں۔

جلیب۔ خیر چند ایک حدیثوں کے ساتھ مَن بکیٰ علی الحسینِ اَوْ اَبکیٰ وتباکیٰ الخ، میں تو مجھے بھی شک پڑتا ہے۔ یعنی منہ بھی بسورلو تو جنت واجب ہو جاتی ہے۔ عجیب ہی ہے۔

Marfat.com

ناظر۔ خدا کرے کوئی اُن احادیث کا اُردو میں ترجمہ کردے جو تعلیم قرآن سے الگ ہیں۔ پھر آپ جیسے تیز نظر تو انہیں پڑھ کر ناکنڈ بچھیرے کی طرح کودیں۔ قرآن کون دیکھتا ہے۔ اُن حدیثوں ہی نے بزرگانِ دین کو خدا سے آگے نہ بھی بڑھایا ہو تو برابر تو ضرور ہی بٹھا دیا ہے۔

جلیب۔ ایک مرتبہ میری نظر سے "الہیئت والاسلام" کتاب گذری تھی۔ ابتک یاد ہے کہ بعید باتوں کو موجودہ علم ہیئت پر اس طرح چسپکایا ہوا تھا۔ جیسے کمان کے دونوں سرے کسی کمزور دھاگے سے باندھ دیئے جائیں۔

ناظر۔ ذرا اس ظلم کو تو دیکھئے منبر پر بیٹھ کر ہفوات بکتے ہیں۔ آیتوں کو مروڑتے ہیں۔ ایسی حدیثوں سے مطلب ڈھالتے ہیں اور جب کہا جائے کہ یہ باتیں عقل و نقل کے خلاف ہیں تو ٹالنے کے لئے کہدیتے ہیں کہ ہاں! یہ حدیثیں اعتبار سے ساقط ہیں۔ پوچھا جائے کہ ایسی معتبر کتابوں میں کیوں لکھدی گئی ہیں تو ادھری دل سے کہتے ہیں کہ اور دل کے یہاں بھی ان سے زیادہ کمزور احادیث موجود ہیں۔ حالانکہ ہمارے یہاں کچھ بھی نہ تھا ان کے ہی ذخیروں میں سے اپنے مطلب کی چیزیں جمع کرلی ہیں۔

جلیب۔ خیر! حدیثوں میں تو کہنے سُننے کی گنجائش ہے لیکن قرآن کی توجیہوں میں تو حقیقت جھلکنے لگتی ہے۔ اور اکثر آیتیں بلاشک وشبہ ان بزرگوں کی شان پر دلالت کرتی ہیں۔

ناظر۔ مثلاً۔ دو چار بیان تو فرمائیے؟

جلیب۔ وہ پڑھئے نا "فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ" الخ

ناظر۔ ہاں یہ آیت بزرگی پر دال ہے۔ اور کھلی دلالت ہے۔ کلام تو ان میں ہے جنکو سریش لگا کر چسپکاتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ ان بزرگوں کی شان میں کسی مسلمان کو شک نہیں۔ شک تو اسمیں ہے کہ ہمارے عمل میں سوائے ان کے کچھ بھی نہیں رہا۔ یہی کر بیٹھے جو عیسائی اور یہودی اپنے بزرگوں کے بارے میں کرچکے تھے۔ جنکے بطلان پر قرآن کو اتنا زور لگانا پڑا۔ اسی آیت کے اگلے حصے پر نظر ڈال لیا کرتے تو اس شرک سے بہت احتراز کرتے۔

جلیب۔ وہ کیا آیت ہے۔

ناظر۔ خدا تین چار سطروں کے بعد اسلام کی رواداری کا ثبوت دے رہا ہے جسکی مثال کوئی مذہب پیش نہیں کرسکتا۔ "قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ" ان سے کہدے اے

اہل کتاب! اُن باتوں پر آجاؤ جو تم میں اور ہم میں مشترک ہیں"۔ پھر انکی وضاحت کرتا ہے "اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ"۔ یہ کہ ہم سوائے خدا کے کسی کی بندگی نہ کریں اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا رب نہ ٹھہرائے"۔ کاش مسلمانوں کو معلوم ہوتا کہ قرآن نے شرک سے کتنا ڈرایا ہے۔ اور شرک کیا چیز ہے۔

جلیب۔ اس میں تو شک نہیں کہ شرک کے بارے میں بیحد دھمکیاں دی ہیں۔

ناظر۔ پھر ہم نے اسکے بارے میں کیا احتیاط برتی۔ اُس نے تو یہاں تک کہدیا تھا کہ "یَغْفِرُ اللّٰہُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِلَّا الشِّرْكَ"۔ خدا سارے گناہ بخشدے گا سوائے شرک کے"۔ کلہ اوروں سے نہیں جتنا اپنی ذات سے ہے۔ اسلئے کہ ہم اس بارے میں اوروں سے بہت آگے نکل گئے۔ خوش اعتقادی اور انسانی پرستی نے اتنا کام نہیں کیا جتنا ذاتی وجاہت عزت طلبی اور روٹی کی فکر نے کر دیا۔ ایسی ایسی باتیں زبان سے کہلائیں اصول میں ملائیں جو قرآن کی تعلیم کے بالکل منافی ہیں اور اب بھی ایسے حادثات کے بعد آنکھیں نہ کھلیں۔ دماغوں میں خدا کا خوف بیدار نہ ہوا۔

جلیب۔ دقت یہ ہے کہ قرآن سے ہی انکی محبت واجب ہوئی ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ محبت غلو پر پہنچا دیتی ہے پھر رکنا محال ہے چونکنا مشکل ہے۔ عیسائیوں اور یہودیوں پر قرآن کے دستوں کا کچھ بھی اثر نہ ہوا تھا۔

ناظر۔ فرمائیے تو سہی وہ کونسی آیت ہے۔ جو خدا پرستی سے ہٹا کر بزرگان دین کی پرستش پر لگا دیتی ہے؟

جلیب۔ وہ تو مشہور آیت ہے۔ "قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى"۔ کیا آپکو اسمیں بھی شک ہے؟ اسی آیت سے بزرگان دین کی محبت واجب ہوئی ہے اور محبت ہی اجر رسالت ہے۔

ناظر۔ جلیب صاحب! میں کہاں تک عرض کروں۔ خود جستجو پیدا کر کے دیکھئے۔ زیادہ تر یہی ہے کہ مسلمانوں نے عام خطاب کو توڑ مروڑ کر رُخ پھیر دیا گیا ہے۔ یہ فرمائیے کہ اگر اس آیت کے مجوزہ معنی کے خلاف پانچ چھ جگہ یہ فرمایا ہو کہ اے رسول تو ان سے اجر رسالت نہیں مانگتا تو آپ کیا رائے قائم کریں گے۔

جلیب۔ اچھا! ایسی آیتیں بھی ہیں؟

ناظر۔ جی ہاں! ایک آدھ نہیں پانچ چھ۔ اذا سمعوا۔ سورۂ انعام "قل لا اسئلکم علیہ اجرا ان ھو الا ذکری للعلمین" اے رسول! ان سے کہدے کہ میں اس کام کی مزدوری نہیں مانگتا۔ یہ تو جہان والوں کے لئے نصیحت ہے"۔ ما ابرئ۔ سورۂ یوسف "وما تسئلھم علیہ من اجر ان ھو الا ذکری للعلمین" تو ان سے اس کام کی مزدوری تو نہیں مانگتا یہ تو جہان والوں کیلئے نصیحت ہے"۔ نس۔ قال الذین۔ سورۂ فرقان "قل ما اسئلکم علیہ من اجر الا من شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا"۔ اے رسول! ان کافروں سے کہدے کہ میں اس کام کی تم سے کچھ مزدوری نہیں مانگتا بس جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راہ پکڑلے۔ ومن یقنت۔ سورۂ سبا۔ قل ما سألتکم من اجر فھو لکم ان اجری الا علی اللہ"۔ کہدے کہ اس کام کی میں نے مزدوری مانگی ہو تو وہ تمہیں مبارک ہے۔ میری مزدوری تو سوائے اللہ کے اور کسی پر نہیں"۔ اب ان ربے بڑھکر دیکھئے۔ نہایت زوردار صاف آیت ہے۔ جس کے بعد اجر کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ وصالی۔ سورۂ زمر۔ قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین"۔ ان سے کہدے کہ میں اسپر تم سے کچھ مزدوری نہیں مانگتا اور میں اپنے آپکو بنانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ یہ تو جہان والوں کے لئے نصیحت ہے۔ اور تم عنقریب اس سچائی سے واقف ہو جاؤ گے"۔ اب فرمائیے ان آیتوں کے بعد فی القربیٰ تضاد کو لازم ہے یا نہیں؟

جلیب۔ ہاں یہ تو قصہ ہی صاف ہو گیا۔ اتنی جگہ انکار کر کے اجر رسالت کہاں مانگ سکتے ہیں۔ پھر آخر کیا معنے ہوئے؟

ناظر۔ اسکے معنی یہی ہوئے کہ میرا اجر رسالت تم سے اتنا ہی ہے کہ اپنے عزیزوں سے محبت کرو۔ اسلئے کہ خانگی اور خاندانی محبت عام اتحاد و اتفاق کی جڑ ہے۔ یہ موجودہ فتنے باہمی تفرقوں کے نتیجے ہیں۔ مسلمانوں میں ابھی تیس چالیس سال پہلے آپس داری اور قرابت کا جذبہ تھا۔ باہم دکھ درد میں شریک تھے اب صرف اپنی ہی ذات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باہمی اور اسلامی خلوص کا درد رخصت ہو گیا۔ اخوت والی آیت پھیکی ہو کر رہ گئی۔ بس دونو سرے بزرگان دین کی محبت میں الجھے پڑے ہیں وہ بھی غرض سے۔ وعظ کیا ہوتے ہیں مشاعرے ہوتے ہیں۔ ذہنی عیاشی ہے۔ خدارا بتائیے کیا واقعی اسلام ان رسمیات کے لئے آیا تھا؟

جلیب۔ آپ جانتے ہیں کہ میں موجودہ رسمی باتوں سے پہلے ہی بیزار ہو چکا ہوں۔ یہ چند اصولی خیالات تھے جو اعتقاد کی رونق تھے۔ انکا نارپود بھی آپ نے بکھیر دیا۔ مجھے سخت حیرت ہوئی ہے۔ مولویوں نے کبھی ان آیتوں کو نہ دیکھا

Marfat.com

ہوگا؟ بات بالکل صاف ہے میں اجرِ رسالت نہیں چاہتا۔ میں بننے والوں میں سے نہیں ہوں"۔

ناظر۔ میں اتنی دیر سے آپکے سامنے بیٹھا یہی تو سر پیٹ رہا ہوں کہ مولویوں نے محض واہ واسبحان اللہ اور تھوڑے سے پیسوں کیلئے قرآن کا مقصد بدل دیا۔ اسلام کی روشن خیالی مٹادی۔ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا" کی اب تصدیق نہیں ہوتی۔ حالانکہ اختلاف سے بچانے کے لئے خدا نے بہت ہی تہدیدیں کی ہیں۔ ہر سورے میں یہود ونصاریٰ کے اختلافات کا ذکر کرکے تنبیہیں کی تھیں فطرت انسانی اپنا کام کرگئی"۔ "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا"۔ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو"۔ "وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا الخ"۔ "انکی طرح مت ہو جنہوں نے کھلے احکام آنے کے بعد آپس میں پھوٹ ڈالی انہیں لوگوں کو بھاری عذاب ہوگا"۔

جلیب۔ اختلاف بھی کچھ ناگزیر سا ہے۔ جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دوسروں کے مقابلے میں ہم راہِ راست پر ہیں تو اپنی حقانیت چھوڑ کر کس طرح گلے میں بانہیں ڈالدیں اور اتفاق کے لئے سچائی کا خیال نہ کریں۔

ناظر۔ جلیب صاحب! اصولی اختلاف نہیں ہے محض انسان پرستی کے پیچھے اختلاف پڑا ہے اسپر کبھی غور کیجئے گا۔ جب بزرگ ایمان میں شریک نہیں تو کیا اچھا ہو تا کہ اپنی اپنی پسند کے بزرگ مان کر تفرقوں کو درمیان میں نہ لاتے۔ اس لئے کہ چاہے ملک الموت کے تھپیلے پر ہاتھ مار کر نوجوان کو جلانے والے بزرگ ہوں یا بادلوں پر سوار ہو کر جزیروں میں جانیوالے پیشوا ہوں خدائی میں کسی کو دخل نہیں ایمان کی شرط نہیں ہیں۔ پھر کیوں تفرقے ڈال لئے۔ خدا نے تو صاف کہدیا تھا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ "جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور فرقے ہو گئے۔ اے رسول تجھے ان سے کوئی سروکار نہیں۔ اُن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے پھر وہ انہیں جتائے گا جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

جلیب۔ واقعی یہ تو بڑی سخت تنبیہیں ہیں۔ لیکن تفرقے تو بڑی آسانی سے پڑ گئے۔ ان آیتوں کا تو کسی نے خیال بھی نہ کیا۔

ناظر۔ تنبیہوں کی کوئی حد نہیں ہے وَاِذَا سَمِعُوْا۔ سورہ انعام دیکھئے "قُلْ هُوَ الْقَادِرُ الخ"۔ کہدے کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ اوپر یا نیچے سے عذاب بھیجدے یا تم کو علیحدہ علیحدہ گروہ بنادے اور تم میں سے بعض کو بعض کی جنگ کا مزہ چکھائے اے رسول دیکھ تو سہی ہم کس طرح ہیر پھیر کر اپنی نشانیاں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھیں"۔

جلیب۔ آہ آہ! اس احتیاط میں تو ہمیں عزیز ترین خوش اعتقادیاں بھی نثار کر دینی چاہئیں تھیں۔ لیکن حقیقت یہ

Marfat.com

ہے کہ بعض جماعتیں نہایت خود غرض اور مکار پیدا ہوئیں جنکی ایمان سوزی فرقہ بندی پہ مجبور کر گئی۔ ہمارا اختلاف ایک حد تک حق بجانب ہے۔ کیا ہم بنی امیہ کی روباہ بازیوں کا ساتھ دیتے۔ اس ساتھ سے اختلاف اچھا ہے۔

ناظر۔ یہ ٹھیک ہے لیکن یہ سیاسی خلفشار تھا جن کیلئے مذہب الگ بنانا چاہئے۔ اس خاندانی وقتی اختلاف سے خدا و رسول قرآن اور قبلے میں تو کوئی اختلاف نہ پڑا تھا۔ طرفداری میں اعتدال کی باگ ہاتھ سے نکل گئی۔ اگر خدا یہود و نصاریٰ سے مشترک باتوں میں میل ملاپ کرا سکتا ہے۔ تو حکومت اور نیابت کے اختلاف میں آپس میں جڑے رہتے۔ ورنہ تسکین تو ہر ایک کے پاس موجود ہے۔ "کُلُّ حِزبٍ بِمَا لَدَیھِم فَرِحُون"۔

جلیب۔ آپ جانتے ہیں ان لوگوں نے کیسے کیسے مظالم کئے۔ دین کے دشمن تھے۔ ان سے علیحدگی طبعی بات تھی۔

ناظر۔ انکے مظالم سے کون منکر ہے۔ البتہ دین میں تفرقے نہ ڈالنے چاہئیں تھے۔ خدا نے عبرت کیلئے پچھلی امتوں کے قصے دہرا کر ڈرایا تھا۔ "وَمَا اختَلَفَ فِیہِ اِلَّا الَّذِینَ اُوتُوہُ مِن بَعدِ مَا الخ"۔ کتاب میں انہوں ہی نے اختلاف کیا جنہیں وہ دی گئی تھی حالانکہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آ چکی تھیں۔ اور یہ محض آپس کے حسد کی بنا پر کیا۔

جلیب۔ خیر! جب اختلاف پیدا ہو جائے تو حقانیت کا یقین اپنے ہر ایک شوشے کو وحی و الہام سمجھ لیتا ہے تاہم اُن اختلافات میں دین کے اختلاف کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ شاید یہ سبب ہوا ہو کہ ہر ایک نے اپنے پیشواؤں کے قول و فعل کو سند سمجھ کر ترجیح دے لی ہو۔

ناظر۔ تو معلوم ہوا کہ بعض پیشواؤں نے اصلی ارکان و اصول کو بھی توڑ مروڑ کر پیش کر دیا۔ جب ہی تو بنیادوں میں اختلاف پڑ گیا۔

جلیب۔ نہیں بنیادوں میں کچھ ایسا اختلاف نہیں ہے۔

ناظر۔ خیر بعض ارکان کو بڑھا کر اور قرآن کو تاویلوں پر لگا کر اختلاف تو ایسا پیدا کر دیا ہے کہ کوئی طاقت اس کو قیامت تک دور نہیں کر سکتی۔ اور سب اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ سمجھتے تھے۔ "قَالَتِ الیَھُودُ لَیسَتِ النَّصَارٰی عَلٰی شَیءٍ الخ"۔ یہودیوں نے کہا نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں۔ نصاریٰ نے کہا یہودیوں کا مذہب لاشے ہے۔ حالانکہ دونو خدا کی کتاب پڑھتے

ہیں۔ مشرکینِ عرب نے بھی ایسی ہی ہفوات بکی۔ سو جن باتوں میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں اللہ قیامت میں ان کا فیصلہ کرے گا۔" بس اسلامی فرقوں کا اختلاف بھی قیامت میں ہی نمٹایا جائیگا۔ کیا کہئے فیصلہ بہت دور ہے اور تباہی ان حالوں کو پہنچ گئی۔

جلیبی۔ اور تو اور خدا کے بارے میں بھی اختلاف ہوگیا ہے۔ یہی کہ کیسا ہے بندوں سے کیا تعلقات ہیں۔ غرضیاں خود سنتا ہے یا پیشکاروں کی ضرورت ہے۔ کام کے داروغہ اور حاجب ہیں۔ اسکے پیارے خدائی کا انتظام کر رہے ہیں۔ غرض اسکی ذات میں بھی اختلافات ہیں۔

ناظر۔ اختلاف ہے تو ہوا اس نے تو اپنے بارے میں کافی وضاحت کر دی ہے "وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ"۔ اے رسول! جب میرے بندے میری بابت سوال کریں تو انہیں سمجھا دے کہ میں ان کے نزدیک ہوں۔ جب بندہ دعا کرتا یا بلاتا ہے تو دعا قبول کر لیتا ہوں۔ تو انہیں مجھ پر ہی ایمان لانا چاہئے اور میرا حکم ماننا چاہئے۔ شاید وہ نیک راہ پر آجائیں۔ میں تو اُن کی شہ رگ سے بھی قریب ہوں۔ جنوں کو میرا شریک ٹھہراتے ہیں۔ بیٹے بیٹیاں دیتے ہیں خدا ان باتوں سے بلند ہے۔ عیسائیوں نے اسکا بیٹا قرار دیا۔ اِس شرک سے تو قریب ہے کہ آسمان و زمین پھٹ جائیں۔ شرک ہرگز نہ بخشوں گا۔ مغفرت اور عذاب دونوں کا مالک ہوں۔ خدائی بلا شرکت چلا رہا ہوں مجھ ہی سے ڈرو مجھ ہی سے مانگو اور میری مثالیں نہ دو۔"

جلیبی۔ اور یہ جو کہا ہے کہ اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو؟

ناظر۔ آپ خود ہی خیال فرمائیں کہ اتنی ڈانٹ ڈپٹ کے بعد کہہ سکتا ہے کہ مجھ تک پہنچنے کے واسطے معذور و مجبور انسان پکڑو۔ نہیں وسیلے سے مراد اچھے عمل اور جہاد کا وسیلہ ہے "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"۔ مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف قربت اور وسیلہ ڈھونڈو۔ اُسکے راستے میں جہاد کرو تاکہ عذاب سے چھٹکارا پاؤ"۔ جہاد کا ذکر بتا رہا ہے کہ وسیلہ کیا ہے۔ خود جواب دے کر اور سُن کر وسیلے کا حکم نہیں دے سکتا۔

Marfat.com

جلیب۔ یہ صورت تو ہو سکتی ہے کہ خود بھی سنے اور دوسرے بھی اُس تک پہنچائیں۔

ناظر۔ ہو سکنے کو تو کیا نہیں ہو سکتا۔ خدا کا چاہا نہ ہوا۔ لیکن اس بات کو نہ بھولئے کہ اُس نے قرآن میں پھسلنے کے تمام راستے تاکیدوں اور تہدیدوں سے بند کر دیئے ہیں۔ تو نہ صرف تضاد لازم آتا ہے۔ اور قرآن میں اختلاف ثابت ہوتا ہے بلکہ اور تاکیدیں بھی بے کار جاتی ہیں۔ یقین جانئے سوائے نیک عمل کے اور کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ مذہب عمل ہے۔ باقی سب خرافات ہے اس لئے کہ وہ خدائی کے اقرار اور روزمرہ کے معاملات درست رکھنے کے لئے آتا ہے۔ صرف معاملات کی اصلاح کو چھوڑ کر تباہی کا منہ دیکھا ہے۔ بزرگوں کی پوجا نے کیا برکت پیدا کر دی؟ دماغ الگ مارا گیا حق و باطل کو جانچنے کے قابل نہ رہے۔ دنیا سنبھالنے کی لیاقت کھو بیٹھے۔

جلیب۔ خیر مجھ پر یہ بات تو واضح ہو گئی کہ قرآن سے بے خبری نے ہمیں اسلام سے دور پھینکا ہے۔ کمی یہی ہوئی کہ عوام اسکو سمجھنے سے قاصر تھے تو مولویوں کا فرض تھا کہ زندگی سکھانے والی اور عمل پر زور دینے والی آیات کو دہرا کر عمل اور اصلاح پر لگاتے۔ اُن کا سارا زور فضائل و مناقب پر ختم ہو گیا۔ کوئی آیت بھی لائے تو اپنی ہفوات کی تائید کے لئے اور وہ بھی گمراہ کُن توجیہوں کے ساتھ۔ یا کبھی نماز پڑھو روزہ رکھو کی رٹ لگا لی۔ اسلامی آزاد روی اور روشن خیالی کو تو کبھی بھولے سے بھی نہ چھوا۔

ناظر۔ جلیب صاحب! اسلام کے خدا نے تو اپنے محبوب رسول کو بھی رسالت سے آگے نہیں بڑھایا۔ بھلا وہ قیامت تک کے بزرگوں کا کہاں تک ٹھیکہ لے سکتا تھا۔ اور وہ کونسا مسلمان ہے جو آغاز کے بزرگوں کا منکر ہے؟ پنجتن پاک ہر ایک کلمہ گو کے دل و دماغ میں ہیں۔ وہ اسلام کی خدمت کے لئے آئے تھے۔ اسلام مشاب ہوئے۔ وہ اسلام کی خدمت کے لئے تھے اسلام انکی خدمت کے لئے نہیں آیا تھا۔ جناب امیر علیہ السلام کی جانفشانی سے دین حق کا بول بالا ہوا۔ وہ جنہوں نے حق خلافت کو بھی اسلام کے لئے ٹھکرا دیا وہ جن کا ہر فعل کلمۂ حق کو بلند کرنے کے لئے تھا۔ وہ جن کی فضیلت کا مخالف بھی اقرار کرتے تھے۔ وہ بزرگ جن کی تلوار سے کُفر کے نرغے چھٹ گئے۔

جلیب۔ رسول کے بارے میں غلو کیا جاتا ہے؟ اور وہ حدیث قدسی جو ہے کہ "لولاک لما خلقت

Marfat.com

الافلاک"۔ اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ سارے جہان آنحضرت کی وجہ سے بنائے گئے ہیں۔ یہ ہر فرقہ دہراتا ہے بلا اختلاف۔

ناظر۔ حبیب صاحب! رسول کے بارے میں قرآن نے بالکل وضاحت کر دی ہے۔ ان ساری آیتوں کو جمع کر کے غور کرنا چاہیئے۔ ایک دو نہیں ہیں چودہ پندرہ آیتیں ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ وہ انسان تھے۔ اسکی خدائی اُن پر موقوف نہ تھی۔ رسول اور پیغام بر تھے۔ اس سے زیادہ اور کیا عجیب کارنامہ ہو سکتا ہے کہ بغیر کسی معجزے اور نشانی کے عرب جیسی اکھڑ جاہل اور ضدی قوم کو مسلمان بنا گئے۔

حبیب۔ یہ کیا فرما رہے ہیں آپ؟ بغیر معجزے کے؟ یہاں تو ہر مزار اور ہر قبر پر معجزے ہو رہے ہیں۔ ہر ماتم کدہ معجزہ خانہ ہے۔ جب بلا ضرورت یہ شدت ہے تو قوم کو بدلنے اور تبلیغ کرنے میں کوئی خرق عادت ظہور میں نہیں آئی؟ ختم المرسلین کو معجزہ نہ دیا گیا ہو؟ کیونکر ہو سکتا ہے۔

ناظر۔ معجزات تو بہت مشہور ہیں خاص کر شقِ قمر۔ گو اسپر بھی عبکا اتفاق نہیں۔ دو چار اسکو بھی قیامت کے آثار میں شمار کرتے ہیں۔ قرآن بھی معجزات کی تائید نہیں کرتا۔ متعدد مقامات پر کفار کے مطالبے کو دھتکارا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ پیغمبروں کی معجزنمائی خلقت کو ایمان پر مجبور نہیں کر سکی۔ اور تو اور حضرت موسیٰ کے معجزات خود بنی اسرائیل کو نہ موڑ سکے۔ جھٹ بچھڑا بنا لیا۔ حضرت کی سخت گیری اور خدا کی کھلی نشانیوں کے بعد بھی بت پرستی پر جھکے رہے۔ حضرت عیسیٰ سے زیادہ کس نے معجزے دکھائے۔ پرندے بنائے مُردے جلائے دلوں کے راز بتائے پھر بھی بارہ ہی ایمان لائے۔

حبیب۔ یہ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں حضرت عیسیٰ نے معجزات کے ڈھیر لگا دئے۔ علم میں بھی اخبار کو خاموش کر کر دیا پھر بھی ان ظالموں نے کسی بات کا لحاظ نہ کیا۔ اور اپنی طرف سے صلیب پر چڑھا دیا۔

ناظر۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تجربے کر کے دیکھ لیا تھا خرقِ عادت بیکار ہے۔ اسی لئے کفار کے متواتر تقاضوں کے باوجود یہی کہا کہ اے رسول انہیں سمجھا عذابِ عقاب سے ڈرا۔ جنت کی بشارت دے۔ نشیب و فراز دکھا کر

Marfat.com

ہدایت کر۔ پھر یہ ہوا کہ آخری رسول نے انتہائی روحانی وجسمانی مصائب جھیل کر تُند مزاج ضدی عربوں کو خدا کے راستے پر ڈال دیا۔ آپ ہی فرمائیے کہ اس سے زیادہ دنیا میں کوئی معجزہ ہوا ہے۔ اس کامیابی پہ ہزار معجزے قربان کر دیئے جائیں۔ معجزوں والے مذاہب ایسی مثال تو پیش کریں۔

جلیب۔ تو کیا قرآن میں ایسی آیتیں ہیں جو معجزے بازی کے منافی ہیں؟

ناظر۔ عرض تو کر چکا ہوں کہ متعدد مقامات پر معجزے کے مطالبے کو رد کیا ہے۔ اِذَا سَمِعُوا۔ سورۂ انعام "وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ الخ پیچھے سے کہتا چلا آ رہا ہے کہ اے رسول اگر ان کا انحراف تجھ پر شاق گذرتا ہے تو اگر تجھ سے ہو سکے زمین میں کوئی سُرنگ ڈھونڈ لے یا آسمان میں کوئی سیڑھی لگا لے پھر انہیں کوئی معجزہ لا دے۔ اگر اللہ چاہتا تو انکو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ رسول! تو جاہلوں میں شامل نہ ہو۔ مانتے وہی ہیں جو سنتے ہیں۔ اللہ ان کا فر مُردوں کو اُٹھائیگا" پھر کہتا ہے "اے رسول یہ کافر کہتے ہیں کہ اس نبی پر کوئی معجزہ کیوں نہیں اُتارا گیا۔ کہدے کہ اللہ معجزہ اُتارنے پر قادر ہے لیکن ان میں سے بہتوں کو سمجھ نہیں ہے"

جلیب۔ ہاں اس سے تو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ اس مطالبے کو سختی سے روک رہا ہے۔

ناظر۔ بہت سے مقامات ہیں سنتے جائیے۔ پارہ یعتذرون۔ سورۂ یونس۔ وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ الخ" کافر کہتے ہیں کہ اس رسول پر کوئی نشانی کیوں نازل نہیں کی گئی۔ کہدے کہ غیب کی خبر خدا جانے۔ تم بھی انتظار کرو میں بھی انتظار کرتا ہوں" مَا أُبَرِّئُ۔ سورۂ رعد۔ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ۔ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ" جنہوں نے کفر کیا ہے کہتے ہیں کہ اس رسول پر اپنے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا۔ اے رسول کہدے کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو رجوع ہوتا ہے اسے اپنی راہ دکھاتا ہے" کتنی وضاحت ہے کہ معجزے سے ایمان نہیں بلکہ جو بغیر نشانیوں کے رجوع کرے خدا اُسے ہدایت دیتا ہے۔

جلیب۔ آیت سے مراد نشانی ہے؟ تو نشانی معجزے کے علاوہ اور بھی ہو سکتی ہے۔

ناظر۔ اور کیا ہو سکتی ہے؟ جو بھی ہو گی وہ معجزہ ہے۔ سُنئے اقل ما اوحی۔ سورہ عنکبوت "وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِنْ رَبِّهِ۔ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ" کافروں

Marfat.com

نے کہا کہ اس رسول پر معجزات کیوں نہیں اتارے گئے کہدے کہ معجزے تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔ میں تو کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔ کیا ان کے لئے یہ معجزہ کافی نہیں ہے کہ ہمنے تجھ پر کتاب اتاری ہے جو ان پر پڑھی جاتی ہے بیشک اسمیں رحمت اور نصیحت ہے ایمان لانے والوں کے لئے کہدے کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا گواہ ہے"

حبیب۔ یہ تو بڑی وضاحت ہے۔ کہ معجزے کی ضرورت نہیں۔ قرآن خود ایسا معجزہ ہے جو تمام معجزوں کو حاوی ہے ہدایت بھی ہے اور عرب جیسی فصیح قوم اسکا جواب بھی نہیں لاسکی۔ جن و انس سب کو چیلنج کیا گیا سب عاجز رہگئے۔ حالانکہ مُردے جلانے اور لاٹھی کو سانپ بنانے میں مشکل تھی ایک آیت کا جواب مشکل نہ تھا۔

ناظر۔ حبیب صاحب! ذرا چپکے سے کہئے۔ بھائی آہستہ آہستہ بڑبڑا رہے ہیں کہ الاقدس قرآن کا جواب ہے۔ اور یہ نادان دونوں کی فصاحت و بلاغت اور عربیت کا مقابلہ کرکے نہیں دیکھتے کہ الاقدس کیسی پھس پھسی عربیت پر مشتمل ہے۔

حبیب۔ چھوڑیئے ان خرافات زدہ لوگوں کو۔ میں ان بھڑوں کا ذکر نہیں سننا چاہتا۔

ناظر۔ اچھا تو اب تمام آیتوں سے ایک اہم آیت اور سن لیجئے سبحٰن الذی۔ سورہ بنی اسرائیل "وقالوا لن نؤمن لک حتّٰی الخ" کافروں نے کہا کہ ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ نکال دے یا تیرے پاس کھجور اور انگور کا کوئی باغ ہو پھر تو اسکے اندر نہریں جاری کرے۔ یا جیسا تو کہا کرتا ہے آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہم پر گرادے یا اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے۔ یا تیرے پاس سونے کا گھر ہو یا تو چڑھ کر آسمان پر چلا جائے اور ہم تو تیرے چڑھنے پر بھی ہرگز یقین نہ کریں گے جبتک تو ہم پر وہاں سے ایک تحریر نہ اتارے جسے ہم خود پڑھیں اے رسول ان سے کہدے کہ میرا پروردگار پاک ہے۔ میں کیا ہوں صرف ایک بھیجا ہوا آدمی"

حبیب۔ اللہ اللہ! کتنا انکار و اصرار ہے! کیسے کافر تھے کیا کیا مطالبے کرتے تھے۔ آہ! رسول کو کتنی کوفت ہوتی ہوگی! ہماری جانیں قربان ہوں اس عزم راسخ پر جسنے ایسی رکاوٹوں کو ٹھکرا کر بغیر کرامتوں اور معجزوں کے خدا کی طرف دل موڑ دیئے۔ واقعی ان آیات سے واضح ہوگیا کہ معجزہ کوئی نہ تھا رسول کی محنت اور قرآن کی عقل لگتی تعلیم نے عربوں کو خدا کا عاشق بنایا تھا۔ اب میرا یہ ایمان ہے کہ اسلام خدا و

Marfat.com

رسول اور اولوالامر تو اسی پر مبنی ہے۔ اسکی تعلیم روشن ہے کوئی مذہب اُس سے لگا نہیں کھا سکتا۔

ناظر۔ نہیں۔ یہ اضافے کچھ دوسروں کے انداز سے بھی ہوئے ہیں۔ جب کہا گیا کہ ہمارے یہاں اتنا کچھ ہے تو مسلمان نے اس پہلو کو پیش کرنے کے بجائے کرامتیں گھڑنی شروع کر دیں۔ ذرا اندازہ لگائیے کہ جہاں کفر و اسلام کا مقابلہ تھا تبلیغ ایمان کی کوشش تھی خدا کا پیغام پہنچانا تھا وہاں تو صرف قرآن معجزہ ٹھیرا۔ یہاں ان مشرک نما مسلمانوں کو ہر قدم پر معجزے دکھائے جاتے ہیں جنکو رسول بھی معجزات دکھا کر ہفوات و خرافات سے نہیں ہٹا سکتا۔ صحیح اسلام بنانے والوں کو یہ سناتن دھرمی گرو نرنی سمجھتے ہیں

جلیب۔ ہزار افسوس ہے ہم پر ہم نے توحید پرستی کا پیمان توڑ کر شرک سے رشتہ جوڑا ہے۔ اور اب عورتوں اور مولویوں نے اتنی صلاحیت ہی نہیں چھوڑی کہ پھر ایک مرتبہ بدر و اُحد کے جاں نثاروں کی طرح خالص خدا پرست بنجائیں غیر اللہ کو دلوں سے نکال دیں۔ صرف اُس ایک معبود کو پوجیں۔ اور ہر ایک کام اسی کے لئے کریں زائد مشغلے چھوڑ دیں۔ تمام مسلمان ایک ہو جائیں۔ پھر رشتۂ اخوت کو تازہ کر لیں۔ معاملات کی صلاح کو نصب العین بنالیں۔ اسلامی اخلاق کو زندہ کریں اور پھر ایک مرتبہ دنیا کو بتا دیں کہ توحید پرست باطل سے نہیں دب سکتا۔ اُسکی نیت نہ پیسے سے مُڑ سکتی ہے نہ حُسن سے جرص اسکا طریق نہیں لالچ اسکا شعار نہیں۔ اُسکی چال مرعوب نہیں ہوتی جائز کا فریفتہ اور ناجائز سے متنفر ہے۔ نہ بدروی سے دب سکتا ہے نہ طاقت سے گھبرا سکتا ہے۔ اُسکی قلت کثرت پر اُسکی غربت دولت پر اسکی بے سر و سامانی شان اور سامان پر اسکی روشن خیالی ہر ایک توہم پرستی پر غالب آسکتی ہے۔ وہ خلافت کے جھگڑوں سے وابستہ نہیں۔ وہ امامت کی باریک بینی سے جکڑا ہوا نہیں۔ وہ بزرگوں کی پرستش میں نہیں اُلجھ سکتا۔ وہ مزاروں اور قبروں پر نہیں جُھک سکتا۔ وہ روحانیت کے جنجال میں نہیں پھنستا وہ طبلے کی تھاپ اور ڈھولک کی چوٹ پر نہیں ناچتا۔ وہ بیعت فریب اور صوفیت کی کمزوری کو زندہ کاموں سے الگ سمجھتا ہے۔ وہ مولویوں کی شاعری کو ہفوات اور عورتوں کی توہم پرستی کو سمِ قاتل جانتا ہے۔ وہ ایک خدا اور اچھے عمل کا قائل ہے۔ وہ اُس رسول کا نام لیوا ہے جس نے میرزائیانہ تعلیاں نہیں کیں۔ دنیا کو مذہب کے نام پر آزادروی اور روشن خیالی سکھائی انسان پرستی مٹا دی

Marfat.com

وہ اُس غریب ہیر کا پیرو ہے جس نے پیٹ پر پتھر باندھ کر راہِ حق میں جان دینی سکھائی تھی۔ وہ اُس بوریانشین کی تأسّی کرتا ہے جسکی للکار نے کفر و شرک کے ہجوم کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔ وہ دین کو بھی سمجھتا ہے اور دُنیا کو بھی۔ گر کر سنبھل جاتا ہے دب کر اُبھر جاتا ہے۔ زندہ کاموں کو فرض سمجھتا ہے وہ ضلالت شرک سے کوسوں دور ہے۔ اسکی سچّائی ہر عمل کو ٹھیک کرتی ہے.....

ناظر۔ جیب صاحب! آپ کو تو بہت ہی جوش آگیا۔ بہت ہی گرم ہو گئے۔ ذرا پیشانی کے قطرے پونچھ لیجئے۔ آخرکار آپکی حق شناسی اور قابلِ رشک بصیرت اسلام کے خاکے پر پہنچ گئی۔ اگر اسلام سیّدوں کے گھر سے نکلا ہے تو ان کا فرض ہے کہ وہ دماغوں سے تاریکیاں نکال کر اسلام کو سمجھیں اور پھر دوسروں کو سمجھائیں۔ افسوس یہ ہے کہ ہم اوروں سے زیادہ بے خبر ہیں اور اضافوں پر زیادہ مُصر۔ کیسی کیسی باتیں سنتے ہیں اور کبھی نہیں چوکتے۔ نہیں سوچتے کہ خدا والے اسلام سے قریب ہیں یا بعید۔

جلیب۔ خیر زمانہ کروٹ لے چکا ہے۔ انسان بیداری کے قریب ہے۔ یہ باتیں اب چل نہیں سکتیں۔ اس انقلاب نے بھی بہت سی آنکھیں کھولدی ہیں۔ ایک طبقہ ہوش میں آچکا ہے اور چپکے چپکے ایسے خیالات کو پرکھ رہا ہے۔ خدا سب مسلمانوں کو پرکھنے کی توفیق دے! سیاسی طور پر بھی مفید آدمیوں کی مخالفت نہ کریں۔

ناظر۔ کیا توفیق دے۔ مولوی ہوش نہیں آنے دیتے۔ فضائل سنتے سنتے تھکے تھے تو شاعری میں اُلجھا دیا ہے۔ غالب کے دیوان میں ایسے نکتے نہیں سُوجھتے جو انہیں قرآن میں سوجھتے ہیں۔ اور عوام بیچارے اس خیال پر سر دُھننے لگتے ہیں۔ کہ مولانا وحی و الہام کا آبِ حیات پلا رہے ہیں۔ مذہب کا خاص جُز یہی ہے۔ بحث کرتے پھرتے ہیں جو چند باتیں بار بار سنتے ہیں۔ انہیں ہر ایک منہ پر چپکا دیتے ہیں۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ کیا طرز اور کیا طریقہ ہے۔ کبھی اتنی توفیق نہ ہوئی کہ کسی کافر کو مسلمان بناتے ہمیشہ مسلمانوں ہی کو بزرگوں کی پرستش پر لگاتے رہے۔

جلیب۔ غیر طبقے بھی بے خبری کی آخری منزل میں ہیں۔ ان کو بھی قرآن کے اسلام کا کیا پتہ ہے۔ جدھر چاہو موڑ لو۔ اور اہل سنت تو سب کا ٹھکانہ ہیں۔ ہر مذہب کے رنگروٹ وہیں سے مہیا ہوتے ہیں۔ بس

Marfat.com

اتنا ہے کہ سیاست اور زندگی میں حصّہ لیتے رہے ہیں۔ زندگی کا تو ایک پہلو مٹھی میں رہا ہے غنیمت ہے۔

ناظر۔ خدارا اِتنی صاف گوئی سے کام نہ لیا کیجئے۔ کسی کو ناگوار خاطر ہو تو مناسب نہیں۔ ہمیں اپنے آپ کو سنبھالنا چاہئے۔ اور یہ سُنی شیعہ۔ وہابی چکڑالوی۔ مرزائی بہائی تفرقوں سے احتراز کر کے اللہ والے مسلمان ہو جائیں تو بہتر ہے۔ زمانے کی نئی کروٹ کہیں اصل اصول سے بھی نہ کھو دے اور اپنے اچھے قانون سے بھی محروم نہ ہو جائیں۔

جلیب۔ کیا عرض کیجئے۔ دین بھی عجب چیز ہے۔ نامعلوم طریقے پر کچھ سے کچھ بن جاتا ہے اور ہر ایک کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ سنور رہا ہے۔

ناظر۔ یہ بھی دیکھا آپ نے کہ جب بہت جلد بگڑ جاتا ہے تو تنقید کتنی مشکل ہو جاتی ہے۔ زبان کھولنا بھی آسان کام نہیں رہتا۔ انسان دل و دماغ کو پہلے ملامتوں کے نشتروں کے واسطے وقف کر دے سینہ اور پہلو خنجروں کے لئے کھول دے تب کچھ کہے۔ کھُل کر پھر بھی حقیقتوں سے پردے نہیں اُٹھا سکتا۔ سوائے اسکے کہ گمراہیاں دیکھ کر سررشتہ ہاتھ سے چھوڑ دے اور کچھ نہیں بن آتی۔

جلیب۔ واقعی بگاڑ ذرا محسوس نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ خوش اعتقادی اضافوں کی خوبصورتی سے راہیں نکالتی چلی جاتی ہے۔ اصلی دین سے عام طور پر بے خبری ہو جاتی ہے۔ مذہب کے ٹھیکیدار جو کچھ کہہ دیں وہی ایمان بن جاتا ہے۔

ناظر۔ انسان کی فطرت آزاد بہت کچھ کام کرتی ہے اس لئے کہ ایک طرف تو شریعت کے احکام اور قانون کی پابندی نماز روزے کی خشکی ہے دوسری طرف من بھاتی دلچسپیاں ہیں۔ ایک طرف عمل کے لئے طبیعت پر جبر و ضبط ہے دوسری طرف طبلے کی تھاپ راگ کا الاپ اور بی جان کا بالاخانہ ہے۔ پھر یہ کہ انسان پرستی کی مضبوط فطرت کسی اصول کو نہیں دیکھنے دیتی۔ مذہبی اجارے دار کھُل کھیلتے ہیں اور اس طرح نامعلوم طریقے پر ذہنیتیں مسموم ہو جاتی ہیں۔

جلیب۔ خیر جو کچھ بھی ہوتا ہو مجھے تو آپ نے ٹھکانے لگا ہی دیا۔ وہ جو دو چار خیالات سنبھال رکھے

تھے مٹھی سے نکل گئے مبارکباد ہو آپ کو۔ بڑی فکر تھی نمٹ گئے۔ میں بھی اب راکھ کریدنے پر لگ جاؤں گا۔

ناظر۔ یہ کیا فرما رہے ہیں آپ؟ یوں کہئے کہ اب آپ کیچڑ سے موتی نکالنے پر لگ جائیں گے۔ خدا پرستی کے اسلام پر جا ٹکیں گے۔ قرآن کے مقصد کو سمجھیں گے۔ اُس اسلام کو مضبوط پکڑ لیں گے جو رسولِ عربی نے باطل پرستیاں دور کر کے روشن خیالی کا زیور پہنا کر انسان پرست فطرت کے سامنے رکھا تھا۔ جو بزرگوں کی پوجا کے لئے نہیں دیا تھا بلکہ نیکی اور زندگی سکھانے کے لئے دیا تھا۔

حبیب۔ ہاں خوب یاد آیا مدت سے خواب کے فلسفے میں طبیعت بھٹک رہی ہے اسپر بھی کبھی روشنی ڈالئے۔

ناظر۔ فکر نہ کیجئے یہ چیز انسان کو لاکھوں سال سے فریب دے رہی ہے۔ اگلی ملاقات میں جہاں باریک نسوں پر جرّاحی ہوگی پردوں کی باتیں کھلیں گی وہاں اسپر بھی گفتگو ہو جائے گی۔

حبیب۔ اچھا لیجئے اب اجازت دیجئے۔ آج تو گفتگو کی انتہا ہو گئی۔ چھ گھنٹے گذر گئے ہیں۔

ناظر۔ حبیب صاحب! جی تو نہیں چاہتا اجازت دینے کو لیکن اس اُمید پر بادلِ ناخواستہ ہاں کئے لیتا ہوں کہ جلد تشریف لائیے گا۔ صرف آپ کی ملاقات ہے جو زخمی دل پر مرہم رکھ دیتی ہے۔ خدا حافظ فی امان اللہ!

اِفشائے رازِ عشق میں گو ذلّتیں سہیں
لیکن اُسے جتا تو دیا جان تو گیا

اسلام..... زندہ باد!
پاکستان..... پائندہ باد!

۲۳ دسمبر ۱۹۴۸ء

"طباعت ۱۹۵۰ء"
قیمت ۳ روپے
ملنے کا پتہ:۔ ایم عبدالحمید اینڈ کمپنی۔ اردو بازار۔ لاہور

Marfat.com

1/3181

شرح الاذکار

ہر ایک مسلمان کے لئے

سیفی

Marfat.com